کاروانِ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حکیم الامت
حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے
۱۹۲ خلفاءِ مجازین خلفاء اور ممتاز متوسلین کے
حالات و کمالات کا جامع تذکرہ

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حافظ محمد اکبر شاہ بخاری

ادارۃ المعارف کراچی

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

کاروانِ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

کاروانِ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کے ۱۹۲ خلفاء،
مجازینِ خلفاء اور ممتاز متوسلین کے حالات و کمالات کا جامع تذکرہ

حافظ محمد اکبر شاہ بخاری

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

طبع جدید : شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ / دسمبر ۱۹۹۷ء
باہتمام : محمد مشتاق ستی
مطبع : احمد پرنٹنگ کارپوریشن کراچی

ناشر : ادارۃ المعارف کراچی ۱۴
پوسٹ کوڈ ۷۵۱۸۰ فون : ۵۰۶۰۷۲۷
سرورق : رشید شاہد

ملنے کے پتے : ادارۃ المعارف کراچی نمبر ۱۴
دارالاشاعت اردو بازار کراچی ۱
ادارہ اسلامیات، ۱۹۰ انارکلی لاہور

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمدُللّٰہ و کفٰی و سلامٌ علی عبادہ الذین اصطفٰی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے فیوض اتنے ہمہ جہت ہیں کہ ان میں سے ہر پہلو پر مستقل اکیڈمیاں کام کر سکتی ہیں۔ انہی فیوض کا ایک حصہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خلفاء ہیں جنہوں نے حضرت کے سایہ تربیت سے فیض حاصل کیا اور پھر اس کو اپنے اپنے حلقے میں پھیلایا۔ برادر گرامی جناب سید اکبر شاہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کے متوسلین کے ساتھ خصوصی محبت کا تعلق عطا فرمایا ہے جس کے نتیجے میں وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء اور ان کے مجازین کے تعارف پر 'مختلف مضامین لکھتے رہے ہیں' اور اب انہوں نے ان تمام حضرات کے تعارف اور حالات پر یہ جامع

کتاب مرتب فرمائی ہے۔ احقر کو اس کتاب کے مکمل مطالعے کا موقع نہیں مل سکا لیکن چونکہ سید اکبر شاہ صاحب عام طور پر مستند ماخذ سے یہ مضامین لکھتے رہے ہیں، اس لئے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ کتاب ان حضرات کے بارے میں مستند معلومات فراہم کرے گی اور قارئین کو ان گلہائے رنگ رنگ سے استفادے کا موقع ملے گا۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور یہ کتاب نافع خاص و عام ہو۔ آمین

دار العلوم کراچی ۱۴
۹ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

احقر
محمد تقی عثمانی عفی عنہ

تالیفات حکیم الامت تھانوی

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

فہرست مضامین

اسمائے گرامی		صفحہ نمبر
پیش لفظ	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی ..	۵
حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	حضرت مولانا محمد سالم قاسمی	۱۵
حضرت حکیم الامت تھانوی اور ان کے خلفاء عظام	سید محمد اکبر شاہ بخاری	۱۹

مجازین بیعت ۲۳

حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی ۲۵
حضرت مولانا احمد علی فتح پوری ۲۶
حضرت مولانا اسعد اللہ رامپوری ۲۷
حضرت مولانا اطہر علی سلہٹی ۲۹
حضرت شیخ ثامن علی سندیلوی ۳۳
حضرت مولانا جلیل احمد شروانی ۳۴
حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ اعظم گڑھی ۳۷
حضرت حاجی حقداد خان لکھنوی ۳۹
حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ۴۰
حضرت مولانا رسول خان ہزاروی ۴۳
حضرت علامہ سید سلیمان ندوی ۴۵
حضرت صوفی شہاب الدین کٹھوری ۵۲

اسمائے گرامی	صفحہ نمبر
حضرت مولانا شیر محمد مہاجر مدنی	۵۳
حضرت مولانا ماسٹر شیر محمد ہوشیار پوری	۵۵
حضرت مولانا صغیر محمد کملائی	۵۷
حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی	۵۸
حضرت مولانا عبد الباری ندوی	۶۳
حضرت مولانا عبد الجبار فیروز پوری	۶۷
حضرت مولانا شیخ عبد الحمید الہرزی	۶۸
حضرت مولانا عبد الحی سہارنپوری	۷۰
حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الحی عارفی صدیقی	۷۲
حضرت مولانا حکیم عبد الخالق ہوشیار پوری	۷۷
حضرت مولوی عبد الرحمٰن اعظم پوری	۷۸
حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری	۸۰
حضرت مولانا قاضی عبد السلام نوشہروی	۸۳
حضرت مولانا عبد العلیم بردوانی	۸۴
حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری	۸۵
حضرت عبد اللہ خان بھوپالی	۸۸
حضرت مولانا عبد المجید بچھرانوی	۸۹
حضرت مولانا عبد الودود مردانی	۹۱
حضرت مولانا عبد الوہاب چاٹگامی	۹۲
حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب غوری	۹۴
حضرت حافظ عنایت علی لدھیانوی	۹۶
حضرت مولانا غلام صدیق ڈیروی	۹۸
حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری	۹۹
حضرت مولانا کفایت اللہ شاہجہانپوری	۱۰۲
حضرت شاہ لطف الرسول تھانوی	۱۰۳
حضرت مولانا محمد اسحاق بردوانی	۱۰۴
حضرت مولانا محمد اللہ حافظ جی حضور نواکھالوی	۱۰۶

اسمائے گرامی — **صفحہ نمبر**

حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری ۱۰۸
حضرت الحاج ماسٹر محمد شریف ہوشیار پوری ۱۱۱
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی ۱۱۳
حضرت مولانا محمد صابر امروہوی ۱۱۷
حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی ۱۱۸
حضرت حافظ محمد عثمان دہلوی ۱۲۱
حضرت مولانا محمد عیسیٰ الہ آبادی ۱۲۲
حضرت مولانا حکیم محمد مصطفیٰ بجنوری ۱۲۴
حضرت مولانا محمد موسیٰ مہاجر مدنی ۱۲۶
حضرت مولانا محمد نبیہ رامپوری ۱۲۸
حضرت حاجی محمد یوسف رنگونی ۱۳۰
حضرت مولانا محمود الغنی حیدر آبادی ۱۳۱
حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری ۱۳۲
حضرت مولانا مسیح اللہ خان شروانی ۱۳۵
حضرت مولانا مقصود اللہ بنگالی ۱۳۷
حضرت مولانا نذیر احمد کرنالی ۱۳۸
حضرت مولانا مفتی واحد بخش بہاولپوری ۱۴۰
حضرت مولانا شاہ وصی اللہ اعظمی ۱۴۱
حضرت مولانا ولی احمد فرخ آبادی ۱۴۴
حضرت مولانا ولی محمد بٹالوی ۱۴۶

مجازین صحبت

مجازین صحبت ۱۴۹
حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی ۱۵۱
حضرت مولانا محمد انوار الحسن کاکوروی ۱۵۳
حضرت مولانا بخشش احمد اعظم گڑھی ۱۵۴
حضرت حکیم بہاء الدین ہردوئی ۱۵۶
حضرت سید حسن نگرامی ۱۵۷

اسمائے گرامی — صفحہ نمبر

حضرت مفتی حمید حسن دیوبندی ۱۵۸
حضرت مولانا ریاض الحسن باغپتی ۱۶۰
حضرت حافظ زاہد حسن امروہی ۱۶۱
حضرت حافظ سعید احمد خان علی گڑھی ۱۶۲
حضرت مولانا مفتی سعید احمد لکھنوی ۱۶۳
حضرت مولانا سلطان محمود کٹھالوی ۱۶۵
حضرت مولانا سید حسن دیوبندی ۱۶۷
حضرت سید شاکر علی کھیروی ۱۶۸
حضرت پروفیسر شفیع محمد قریشی ۱۶۹
حضرت پروفیسر شفیق احمد گنگوہی ۱۷۰
حضرت الحاج ظفر احمد تھانوی ۱۷۱
حضرت مولانا ظہور الحسن کسولوی ۱۷۳
حضرت مولوی عبد الرحمٰن ایڈوکیٹ پٹنوی ۱۷۴
حضرت مولانا عبد الرشید محمود گنگوہی ۱۷۵
حضرت مفتی عبد الصبور شاہجہان پوری ۱۷۸
حضرت حاجی عبد الغفور جودھپوری ۱۷۹
حضرت مولانا مفتی سید عبد الکریم گمتھلوی ۱۸۰
حضرت حافظ عبد الولی کپورتھلوی ۱۸۲
حضرت حافظ عرفان احمد سہارنپوری ۱۸۴
حضرت ڈپٹی سید علی سجاد جونپوری ۱۸۶
حضرت مولانا حافظ لقاء اللہ عثمانی ۱۸۷
حضرت مولانا محمد جلیل اعظم گڑھی ۱۸۸
حضرت مولوی محمد حسن علوی ۱۹۰
حضرت مولانا قاری محمد طاہر قاسمی ۱۹۱
حضرت حافظ محمد طہٰ گورکھپوری ۱۹۲
حضرت مولانا محمد میاں فاروقی ۱۹۳
حضرت منشی محمد یعقوب گلانوری ۱۹۵

اسمائے گرامی | صفحہ نمبر

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ۱۹۶
حضرت مولوی محمود الحق حقی ۱۹۹
حضرت مولانا محمود داؤد ہاشم یوسف برمی ۲۰۰
حضرت مولانا مسعود علی ندوی ۲۰۱
حضرت حافظ مظہر احمد ادھمی ۲۰۲
حضرت ماسٹر منظور احمد سرحدی ۲۰۳
حضرت مولوی منفعت علی وکیل سہارنپوری ۲۰۴
حضرت بابا نجم احسن نگرامی ۲۰۶
حضرت مولانا نذیر احمد کیرانوی ۲۰۸

مجازین خلفاء اور ممتاز متوسلین ۲۰۹

حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی ۲۱۱
حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن ۲۱۳
حضرت مولانا ارشاد احمد فیض آبادی ۲۱۶
حضرت مولانا اشرف علی کمرالائی ۲۱۷
حضرت مولانا قاری اظہار احمد تھانوی ۲۱۸
حضرت الحاج اعجاز علی ایٹوی ۲۱۹
حضرت مولانا اکبر علی سہارنپوری ۲۲۰
حضرت مولانا میر امام الدین ہاشمی ۲۲۳
جناب حکیم امداد اللہ احمد ذکی ۲۲۴
حضرت مولانا مفتی بشیر احمد کشمیری ۲۲۵
حضرت مولانا بہاء الحق قاسمی ۲۲۶
حضرت مولانا تنویر احمد خان حیدر آبادی ۲۲۷
حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی ۲۲۸
حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی ۲۳۰
حضرت الحاج ڈاکٹر شاہ حفیظ اللہ سکھروی ۲۳۲
حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی ۲۳۵

اسمائے گرامی	صفحہ نمبر

حضرت مولانا رفیق احمد بھسانوی	۲۳۷
حضرت چودھری روشن علی	۲۳۸
جناب حافظ ریاض الحق کراچوی	۲۳۹
حضرت مولانا سحبان محمود	۲۴۰
حضرت مولانا سعید احمد عثمانی	۲۴۶
حضرت مولانا سلیم اللہ خان	۲۴۸
حضرت مولانا شبیر علی تھانوی	۲۵۰
حضرت مولانا سید شمس الحق افغانی	۲۵۳
حضرت مولانا شمس الحق فرید پوری	۲۵۵
حضرت مولانا مفتی عبد الحکیم سکھروی	۲۵۷
حضرت مولانا عبد الرحمٰن اشرفی	۲۵۹
حضرت مولانا عبد الرحیم امرتسری	۲۶۱
حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف سکھروی	۲۶۳
حضرت مولانا مفتی عبد الستار ملتانی	۲۶۵
حضرت مولانا عبد السلام خیری	۲۶۶
حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی	۲۶۸
حضرت مولانا عبد الشکور کاملپوری	۲۷۰
حضرت مولانا قاری عبد العزیز شوقی	۲۷۲
حضرت پیرجی عبد اللطیف لاہوری	۲۷۳
حضرت مولانا عبد اللہ بہلوی	۲۷۴
حضرت مولانا عبد اللہ لدھیانوی	۲۷۶
حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی	۲۷۸
حضرت مولانا قاری عبد المالک صدیقی	۲۸۱
حضرت مولانا ڈاکٹر عبد المجید ریواڑوی	۲۸۳
حضرت مولانا عبد الودود قریشی	۲۸۵
حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ایبٹ آبادی	۲۸۶
جناب نواب عشرت علی خان قیصر	۲۸۷

اسمائے گرامی	صفحہ نمبر
حضرت مولانا سید علی شاہ جہلمی	۲۸۸
حضرت مولانا قاری غلام ربانی کشمیری	۲۸۹
حضرت مولانا غلام ربانی لودھی	۲۹۱
حضرت مولانا ڈاکٹر غلام محمد	۲۹۲
حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتی	۲۹۵
حضرت مولانا محمد احمد تھانوی	۲۹۷
حضرت مولانا حکیم محمد اختر	۲۹۹
حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۳۰۰
حضرت مولانا حکیم سید محمد اسحاق سنسار پوری	۳۰۵
حضرت مولانا محمد اشرف خان پشاوری	۳۰۶
جناب صوفی محمد اقبال قریشی	۳۰۷
حضرت مولانا حکیم سید محمد ایوب مظاہری	۳۰۸
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی	۳۰۹
حضرت مولانا محمد حسین پسوالی	۳۱۱
حضرت مولانا مفتی محمد خلیل گوجرانوالوی	۳۱۲
حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی	۳۱۴
جناب محمد زکی کیفی	۳۱۶
حضرت مولانا قاری محمد سالم قاسمی	۳۱۹
حضرت مولانا صوفی محمد سرور	۳۲۱
حضرت مولانا محمد شریف جالندھری	۳۲۴
حضرت مولانا محمد عبید اللہ امرتسری	۳۲۷
حضرت الحاج محمد فاروق سکھروی	۳۳۰
حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی	۳۳۱
حضرت مولانا محمد محترم فہیم عثمانی	۳۳۴
حضرت مولانا مفتی محمد وجیہہ	۳۳۶
جناب محمد ولی رازی	۳۳۸
حضرت مولانا حافظ محمد یاسین اعظم گڑھی	۳۴۰

اسمائے گرامی	صفحہ نمبر
حضرت مولانا محمد یوسف بستوی	۳۴۱
حضرت مولانا محمد یوسف میرواعظ کشمیری	۳۴۲
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی	۳۴۴
حضرت مولانا محمود احمد ہزاروی	۳۴۶
حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی	۳۴۷
حضرت مولانا سید محمود حسن سنبھلی	۳۴۹
حضرت مولانا مفتی محی الدین بنگالی	۳۵۱
حضرت مولانا مشرف علی تھانوی	۳۵۳
حضرت مولانا معراج الحق قاسمی	۳۵۵
حضرت مولانا قاضی مقدار الدین شاکر	۳۵۷
حضرت مولانا مفتی ممتاز احمد تھانوی	۳۵۹
حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی	۳۶۰
حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانوی	۳۶۳
حضرت مولانا نذیر احمد فیصل آبادی	۳۶۶
حضرت مولانا نذیر احمد گجراتی	۳۶۸
حضرت الحاج نصرت علی صدیقی	۳۷۰
حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	۳۷۲
حضرت مولانا نقیب احمد صدیقی	۳۷۳
حضرت مولانا نور احمد	۳۷۵
حضرت مولانا قاضی نور الرحمن مردانی	۳۷۷
حضرت الحاج نور محمد بٹ کراچوی	۳۷۸
حضرت مولانا مفتی وکیل احمد شروانی	۳۸۱
آخری بات	۳۸۳

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ عالم میں ایسی بہت کم ہستیاں ملیں گی جو عوامی زندگی اور اصلاح و تربیت کے منصب جلیلہ پر فائز ہوتے ہوئے اس قدر بااصول اور منضبط و منظم زندگی گزار گئے ہوں کہ اگر ان کی حیات پر نظر ڈالی جائے تو کوئی گوشہ زندگی ایسا نظر نہ آئے جو بے اصول اور قول و عمل کے تضاد سے داغدار ہو'حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریباً تمام زندگی عامۃ المسلمین کی دینی اصلاحی 'علمی رہنمائی اور عملی تربیت کے لئے وقف تھی' آپ نے اپنی اصول پسندی کے تحت ان سب مشاغل کے لئے جو ضابطہ کار تحریر فرمایا تھا اس کی عمر بھر بے مثال پابندی فرمائی' ایسی پابندی کہ اصول کے سامنے کسی طاقت یا شخصیت کی رعایت نہیں فرمائی' دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں ایک ایک لمحہ کو بامقصد بنانے کے لئے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا نظام اوقات مرتب فرمالیا تھا کہ آپ کے تمام مشاغل از ابتداء تا انتہا مکمل ہوتے رہے' اس اصول پسندی کی برکت سے آپ نے اپنی حیات مستعار میں دین و ملت کی جو بے مثال خدمت انجام دی اور عوامی اصلاح کے لئے جو عظیم ذخیرہ علمی چھوڑا وہ جہاں ایک طرف آپ کی بے لوث زندگی اور بے لاگ حق پسندی کی واضح دلیل ہے وہیں آپ کے علمی فضل و کمال کا آئینہ دار ہے'حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آتا ہے تو بے اختیارانہ تصور میں ایک ایسی جامع کمالات شخصیت ابھرتی ہے جو عقل و فلسفہ 'حکمت و بصیرت' دین و دیانت اور فضل و کمال کے اعتبار سے اپنے وقت میں رازی رحمۃ اللہ علیہ و غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم پلہ ہے' یوں تو ہر صاحب علم اپنی کچھ منفرد خصوصیات اور کردار کی انفرادیت میں دوسروں سے ممتاز ہوسکتا ہے'مگر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو حق تعالیٰ نے ایسی مجددانہ صلاحیتوں کا پیکر بنا دیا تھا کہ آپ کی ذات علم و عمل کے گوناگوں کمالات کی حاصل بنی' آپ کی ذکاوت و ذہانت اور علمی تفوق تو مسلم ہے ہی'لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نمایاں ترین خصوصیات میں جس وصف کو شمار کیا جاسکتا ہے وہ افراد کی شخصیت سازی اور تعمیر سیرت کی عظیم صلاحیت ہے'حق تعالیٰ نے اس بارے میں آپ کو ایک خاص سلیقہ عطا فرمایا تھا جس کا جیتا جاگتا نمونہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ منتسبین و مجازین ہیں جو اس خانقاہ اشرفیہ سے نکلے تو اپنے مربی کی تربیت کا پیکر بن کر ایک عالم کے لئے مشعل راہ ہدایت ثابت ہوئے'

حضرت علیہ الرحمہ کے فیض تربیت سے ان کے علمی وعملی جوہر اس طرح نمایاں ہوئے کہ ان کی صورتوں کو دیکھ کر ہی لوگوں کا ایمان تازہ ہوتا ہے 'جہاں یہ حضرت علیہ الرحمہ کے اخلاص وللہیت کا ثمرہ تھا وہیں اصلاح باطن اور تزکیہ نفس کے سلسلہ میں حضرت علیہ الرحمہ کے اصول پسندانہ اور بظاہر سخت گیرانہ طریقہ کار کا ایک کرشمہ تھا' اصول پسندی کو بالعموم سخت گیری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے حالانکہ حقیقت میں اصول پسندی کا مطلب ہے زندگی کو منضبط اور منظم کرنا اور ایک نظام الاوقات کے تحت جملہ مشاغل کو مرتب کرلینا' انضباط کار کی برکت لازمی طور پر ظاہر ہوتی ہے اور کارکردگی کے صحیح نتائج سامنے آتے ہیں 'کیونکہ دوسرے لفظوں میں اس اصول پسندی کا مطلب ہے افراط وتفریط سے ہٹ کر میانہ روی اختیار کرنا جو اعتدال کی راہ ہے 'انضباط اوقات اور طبعی اصول پسندی کے بغیر کاموں میں افراط و تفریط کا پیدا ہونا لازمی ہے کیونکہ ایسے کام جذبات پر مبنی ہوتے ہیں' ایک وقت جذبہ ہے تو آدمی دنوں کا کام گھنٹوں میں مکمل کرلیتا ہے اور جذبہ سرد پڑ جائے تو گھنٹوں کا کام مہینوں بلکہ برسوں میں بھی پورا نہیں ہوپاتا' البتہ اصول کے تحت معتدل راہ ہی نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے کیونکہ اعتدال کا لازمی اثر کاموں پر مداومت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور مداومت عمل ہی شریعت میں مطلوب ہے' حضرت حکیم الامت تھانوی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی اسی مزاجی استقلال اور جرات وہمت کا ایک اعلیٰ نمونہ تھی 'حق پرستی اور حق پسندی کی یہی طبعی افتاد تھی جو بڑے بڑے طوفان کے سامنے سینہ سپر رہی اور مخالفتوں کے سیلاب میں بہہ جانے کے بجائے اپنے معقول اور معتدل رجحانات پر پہاڑ کی طرح اٹل رہی حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کے مزاج میں جو انتظام اور نظم وضبط تھا وہ بھی شرعی اصولوں کی روشنی میں تھا جس کا مطلب ہے کہ اصل مقصود شریعت کی پیروی تھی 'چونکہ شریعت خود متبعین کی زندگیوں میں انتظام پیدا کرنا چاہتی ہے اس لئے حضرت تھانوی علیہ الرحمہ نے اپنے مزاج میں وہی رنگ بھرا' حضرت علیہ الرحمہ کے یہاں معاملات میں جو باریک بینی اور دوررسی پائی جاتی ہے وہ اسی بناء پر ہے کہ ہر معاملہ کے لئے حضرت علیہ الرحمہ کے یہاں جو معیار مقرر تھا وہ شرعی نقطہ نظر تھا اور شریعت وطریقت کے باب میں طالبین سے اخفاء جائز نہیں' لہذا حضرت علیہ الرحمہ کی گرفت ہروقت اور سخت ہوتی تھی 'چنانچہ اس باریک بینی اور شرعیات کے باب میں داروگیر کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک صاحب حضرت علیہ الرحمہ کے یہاں آئے' پوچھا کیسے تشریف لانا ہوا کہا کہ فلاں صاحب نے بھیجا ہے کہ تم جاکر حضرت کو لے آؤ' حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا شاید آپ کو میرے عذر کی خبر نہیں 'کہا مجھ کو تو خبر ہے' پوچھا پھر

وہاں آئے کہا کہ اس خیال سے کہ اس بہانے زیارت ہوجائے گی' اس پر حضرت ﷫ نے ناراضگی سے فرمایا کہ ایسا ان کا اور زیارت تم کرو' یہ جائز ہے؟ یہ تو خیانت ہے' آپ کو مشورہ دینا چاہئے تھا کہ اس کو آنے میں یہ عذر ہے' غرض حضرت ﷫ کو ان کی اس بات پر اس قدر ناگواری ہوئی کہ فرمایا' آپ کو خانقاہ میں ٹھہرنے کی اجازت نہیں' واپس تشریف لے جائیے۔ اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت تھانوی ﷫ کے ہاں معاملات و دیانات میں کس قدر احتیاط اور باریک بینی تھی۔ اور یہ احتیاط ایسے ہی شخص میں ہوسکتی ہے جو تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو' اور اس کی نظر ہر اہم اور غیر اہم معاملہ کے حرام و حلال اور جائز و ناجائز پہلو پر رہتی ہو' علمی حیثیت سے حضرت تھانوی ﷫ کے تحریری و تقریری کارنامے ایسے بے مثال اور اتنے بے شمار ہیں کہ ایک بد ترین مخالف بھی اعتراف و تسلیم کے سوا کوئی مفر نہیں پاتا۔ ایک مبصر حضرت تھانوی ﷫ کی تصنیفات و تالیفات کی فراوانی دیکھ کر عالم تحیر میں سوچتا رہ جاتا ہے کہ علمی و اصلاحی شہ پاروں کا یہ انبار کسی ایک ہستی کی حیات مختصر کی کاوش ہے یا کسی ادارہ و انجمن کا جماعتی کارنامہ' عالمی انسائیکلوپیڈیا نے حضرت ﷫ کی شخصیت کا تعارف صرف کثرت تصانیف کی بناء پر کرایا ہے لیکن اگر کوئی مغربی محقق حضرت ﷫ کی پوری حیات اور کارناموں کا مطالعہ کرے تو بجا طور پر وہ آپ کی شخصیت کو بیسویں صدی کے بطل جلیل کی حیثیت سے متعارف کرائے گا۔ حضرت تھانوی ﷫ کو ایک مصلح ہی نہیں دور حاضر کا مجدد کہنا ایک ایسی حقیقت افزا صدا ہے جس میں موافق و مخالف ہم آواز ہیں' حضرت ﷫ کی مردم سازی اور تعمیر سیرت کے جیتے جاگتے اور براہ راست نمونے الحمدللہ اب تک بھی اکادکا موجود ہیں جن کے کردار سیرت میں حضرت ﷫ کی تربیت و محنت نے جو گل کاری کی ہے وہ زبان حال سے اس رجل عظیم کے اخلاص کی گواہ ہے' حضرت ﷫ کے خلفائے کرام شریعت و طریقت کے ان شہپاروں سے مزین ہیں جنہیں دیکھ کر لاکھوں دلوں کو زندگی ملی ہے جن میں حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی ﷫' حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب ﷫' حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫' حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ﷫' حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ﷫' حضرت علامہ سید سلیمان ندوی ﷫' حضرت مولانا اطہر علی ﷫' حضرت مولانا مسیح اللہ خان ﷫' حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب ﷫' حضرت مولانا فقیر محمد صاحب ﷫ اور حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ﷫ وہ مایہ ناز ہستیاں ہیں کہ ان اخلاف کو دیکھ کر اس سلف صالح اور عالی مرتبت میر کاروان کی بے لوث اور باعمل زندگی کا اندازہ لگایا

جاسکتا ہے جس کے اخلاص وللہیت کا یہ حضرات کرشمہ ہیں۔ یہ حضرت تھانوی ؒ کی ذات ہے جو طریقت و تصوف کو حیات نو بخشنے کا سامان بنی' آپ نے اس طریق کے نوک پلک ہی نہیں سنوارے بلکہ اس کے اصول و فروع کو عملی اور آسان قالب میں ڈھال دیا' حضرت ؒ کی ان مجددانہ خدمات سے مخالفین خود بھی مستفید ہوتے رہے اور آج تک ان کے اخلاف ہو رہے ہیں 'بہشتی زیور' امداد الفتاوی' اور تفسیر بیان القرآن جیسی کتابیں جہاں حضرت ؒ کے معتقدین حضرات کے گھروں میں ملیں گی وہیں ان مخالفین کے گھروں اور مدرسوں میں بھی ملیں گی جو آپ کو آج تک کافر کہتے کہتے نہیں تھکتے۔ حضرت ؒ کی ذات کو مخاصمت و عناد کا نشانہ بنایا گیا حتی کہ قتل تک کی دھمکیاں دی گئیں انگریزی حکومت کی حمایت اور حکومت نوازی کے الزامات عائد کئے گئے مگر حضرت ؒ کی طرف سے اس پروپیگنڈہ مہم کا جواب سوائے ایک باوقار خاموشی اور صبر و سکوت کے اور کچھ نہیں تھا۔ حضرت ؒ کے خلفاء اور متوسلین بھی اپنے شیخ و مربی اور قائد کے اصولوں پر راسخ اور ثابت قدم رہتے ہوئے آج تک مغربی سیاست اور گروہ بندیوں کی لعنت سے پاک رہتے ہوئے مجلس صیانۃ المسلمین کے ذریعہ دین حنیف کی خدمات انجام دے رہے ہیں مجلس صیانۃ المسلمین کو جس کے بانی حضرت تھانوی ؒ ہیں' اپنے لئے مشعل راہ بنائے ہوئے ہیں مجلس صیانۃ المسلمین کا نظام وہ نظام ہے جس کے متعلق حضرت ؒ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ نظام عمل قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے پیام عمل ہے مگر عمل شرط ہے۔

بطور تحدیث نعمت حضرت اقدس تھانوی ؒ کے خلفاء و منتسبین کی دعاؤں سے فیضیابی کے لئے عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ راقم ناکارہ کو بفضل خداوندی اور سعی و توجہ والد ماجد حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ' یہ سعادت میسر آئی کہ عربی نصاب دار العلوم دیوبند کی اولین کتاب میزان الصرف' حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ سے پڑھنے کا موقع ملا' فلحمدللہ علی ذلک حق تعالیٰ ہم سب کو حضرت ؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

محمد سالم قاسمی عفی عنہ
(مہتمم دار العلوم دیوبند)

حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ
اور ان کے خلفائے عظام

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی ؒ کی ا ت گرامی اور ان کے علمی وروحانی کمالات کسی تعارف کے محتاج نہیں بلکہ ان کی ذات و صفات بفضلہ تعالیٰ پوری دنیا میں آفتاب عالمتاب کی طرح روشن ہے اور ان کی ِلی وعلمی خدمات کے نور سے انسانیت کا گردوپیش منور ہے' آپ نے اپنی زبان وقلم اور علم وعمل کے ذریعہ خاتم الانبیاء کے نقوش حیات کو اجاگر کرنے کا ایسا کامیاب کام انجام ا لہ خلق خدا بے اختیار آپ کو مجدد ملت کہہ اٹھی' اصلاح عقائد و اعمال اور ابطال وم وبدعات کی ایسی عظیم الشان خدمت انجام دی کہ قوم آپ کو قطب العالم کے لقب یاد کرنے لگی اور آپ نے اپنی تحریروں اور تقریروں سے ہزاروں انسانوں کے وحانی امراض کا ایسا کامیاب علاج کیا کہ امت مسلمہ کے ہر فرد کی زبان حکیم الامت ے خطاب سے تر نظر آنے لگی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ' حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی ؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ کے علوم کے امین تھے اور حضرت شاہ حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی ؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ کے علوم و معارف ے خزانہ تھے آپ کی ذات اقدس میں حضرات چشت' حضرت مجدد الف ثانی اور ید احمد بریلوی ؒ کی نسبتیں یکجا تھیں' ان کا سینہ چشتی ذوق وعشق اور مجددی سکون و مبت کا مجمع البحرین تھا ان کی زبان شریعت وطریقت کی ترجمان تھی' ان کا قلم فقہ وتصوف کا سین امتزاج تھا' ان کی تقریریں روحانی مریضوں کے لئے شفاء کا پیغام تھیں اور ان کی ریریں دقائق علمی اور حقائق ایمانی کا پیکر تھیں' آپ اپنی ذات میں علم ومعرفت کا ایک جہان تھے وہ ایک ہی وقت میں مفسر قرآن بھی تھے اور محدث بھی' فقیہ بھی تھے اور صوفی بھی' خطیب بھی تھے اور متکلم بھی' قرآنی علوم وحکم کی شرح کرنے پر آتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے بڑھ کر مفسر قرآن کوئی نہیں' احادیث کے اسرار ونکات بیان کرتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ محدث دوران ہیں' فقہی گتھیاں سلجھاتے ہیں تو بے مثال فقیہ کے مقام پر فائز نظر آتے ہیں' تصوف کے رموز وغوامض کو آشکار کرنا شروع کرتے ہیں تو علم ومعرفت

اور رشد وہدایت کے ایسے موتی بکھیرتے ہیں کہ قطب دوراں کے لباس میں جلوہ گر نظر آنے لگتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ حضرت حکیم الامت ﷫ جس طرح شریعت کے عالم متبحر تھے، طریقت وسلوک میں بھی اسی طرح مقام رفیع پر فائز تھے، آپ کی ذات علوم ظاہری و باطنی کا مخزن تھی، آپ کا آستانہ بڑے بڑے اصحاب علم وفضل اور ارباب شریعت و دولت کی عقیدت گاہ تھا، آپ کی خانقاہ معرفت وروحانیت کا ایک ایسا سرچشمہ تھی جس کی طرف دن رات سینکڑوں تشنہ کام آتے اور سیراب ہوکر جاتے، آپ کی ہمہ گیر تربیت کے زیر اثر ہزاروں معصیت کوش اور عصیاں آلود روحیں پاک وصاف ہوکر اور گوہر مقصود سے دامن بھر کر لوٹیں، حضرت ﷫ کا فیض عام تھا اس سے علماء بھی مستفیض ہوئے اور صلحاء بھی، عوام بھی اور خواص بھی، امیر غریب، عورتیں بچے، جوان بوڑھے سب اپنی استعداد کے مطابق اس بحر علم ومعرفت سے سیراب ہوتے رہے ہیں، آپ کے ارادت میں ہمیں علماء و فضلاء، مفسرین و محدثین، فقہاء و مورخین، مناظر و مقررین، خطیب و ادیب، معلم و متکلم ہر قسم کے لوگ نظر آتے ہیں اور انہی کی صفوں میں ہمیں عام آدمی، دیہاتی، غرباء و مساکین، ڈاکٹر و حکماء، امراء و قانون دان اور متوسط طبقے کے افراد بھی دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت مولانا پروفیسر محمد اشرف خان صاحب ﷫ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے ان علوم بے کراں و فیوض حق رساں سے لاکھوں افراد ہنرمند، ہزاروں فیضیاب، سینکڑوں باکمال بن کر نکلے، سو سے اوپر وہ خوش نصیب ہیں جو قبائے خلافت سے سرفراز ہوئے، بارگاہ اشرفیہ کے یہ مہر و ماہ اور درخشندہ ستارے ایک سے بڑھ کر ایک تابناک وروشن ہیں، ہر ایک اپنی شان علمی وعرفانی، محبوبی ودلستانی اور ظاہری و باطنی تابانی میں اپنی مثال آپ ہے، ان کی علمی وذہنی، اخلاقی و قلبی رفعتوں اور بلندیوں تک اس شکستہ بال کوتاہ نظر کے خیال و ادراک کے پر پرواز کی رسائی بھی ممکن نہیں، ان میں سے ہر ایک ہر رخ سے عربی کے اس شعر کا مصداق ہے۔ ؂

یزیدک وجهه حسنا
اذا مازدته نظرا

اس بزم اور کاروان کے بیسیوں باکمال ایسے ہیں جو اپنی ذات میں دائرہ علم، جامع فنون، مرکز فضیلت، منبع سعادت و برکات، علوم عقلیہ و نقلیہ کے بیک وقت امام، ظاہر و باطن کے مجمع البحرین، تقویٰ و ورع آفتاب مجمع الفضائل اور قدوہ عالم ہیں جن کے بارے میں برملا کہا جاسکتا ہے ؎

لیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد [۱]

آپ کے حلقہ ارادت میں شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، سید الملت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ، مخدوم الامت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الاسلام علامہ قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ، استاذ العلماء مولانا خیر محمد جالندھری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مخدوم العلماء مولانا اطہر علی سلہٹی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، مناظر اسلام مولانا مرتضیٰ احسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ، محدث کبیر مولانا عبد الرحمن کاملپوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الوقت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ، اور عارف باللہ ڈاکٹر عبد الحی عارفی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اساطین علم و فضل شامل ہیں، الغرض حضرت حکیم الامت کی دکان معرفت پر خریداران علم و عرفان کا وہ ہجوم تھا جو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں تھا۔ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

احقر ناکارہ نے کاروان تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے یہ کتاب مرتب کی ہے جس میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ۱۸۶ خلفاء، مجازین خلفاء اور ممتاز

---

[۱] (البلاغ مفتی اعظم نمبر)

متوسلین و متعلقین کے حالات وکمالات اور خدمات کا مختصر مگر جامع انداز میں تذکرہ پیش کیا ہے، حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ اور ان کے خلفاء و متوسلین کے بارے میں کچھ لکھنا میرے جیسے تہی دامن کا ہرگز ہرگز کام نہیں مگر اپنی عقیدت و محبت کے اظہار کے لئے سلسلہ اشرفیہ تھانویہ ؒ سے تعلق رکھنے والے حضرات کی خدمت میں یہ تالیف تحفہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، امید ہے کہ احقر ناکارہ کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس ناچیز بندہ کی اس سعی و کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور قارئین کے لئے اسے نفع بخش اور مفید فرمائے۔ آمین

آخر میں بندہ ناچیز اپنے محسن و مربی برادر مکرم محقق العصر شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا مفتی جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ انہوں نے اس ناچیز کی اس تالیف کو اپنے ادارۃ المعارف کراچی سے شائع کرنے کی اجازت و منظوری مرحمت فرمائی جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

بندہ ناچیز اپنے دوست مکرم جناب محمد مشتاق سنی صاحب کا بھی ممنون و مشکور ہے کہ جنہوں نے اس کتاب کو بڑی دلچسپی اور محبت کے ساتھ شائع فرمایا ہے حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں اور اس کتاب کو بندہ ناچیز کے لئے اکابر و مشائخ سے مزید عقیدت و محبت کا ذریعہ بنائے اور اپنے انہی بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

احقر ناکارہ محمد اکبر شاہ بخاری عفی عنہ
صدر بازار جام پور ضلع راجن پور
۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

تالیفات حکیم الامت تھانوی

مجازین بیعت

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی

آپ ہردوئی کے رہنے والے ہیں آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمود الحق حقی صاحب ﷫ بھی حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے مجاز صحبت تھے' آپ کا سلسلہ نسب حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی ﷫ سے ملتا ہے' آپ کی ابتدائی تعلیم عربی فارسی اردو گھر پر ہوئی پھر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے' اور تعلیم مکمل کی' دوران طالب علمی آپ نے اپنی صالح اور ملکوتی زندگی کو اس طرح پیش کیا کہ مدرسہ کے اساتذہ اور طلبہ آپ کی طرز زندگی سے بہت متاثر ہوئے' دوران طالب علمی آپ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ ہر ہفتہ سہارنپور سے تھانہ بھون حاضری ہوتی رہی' خصوصاً ایام تعطیل اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں گزارتے رہے' یہی وجہ ہے کہ حضرت حکیم الامت ﷫ کی خصوصی توجہ حاصل ہوئی' آپ کو حضرت حکیم الامت ﷫ کی طرف سے کم عمری ہی میں خلافت عطا کی گئی' اپنے شیخ و مربی حضرت حکیم الامت ﷫ کے حکم سے ہی ہردوئی جیسے کفرستان میں علم دین کی وہ شمع روشن کی جس کی روشنی سے عام مسلمان مستفید ہو رہے ہیں' ہردوئی میں ایک مدرسہ اشرف المدارس کی بنیاد رکھی' اس مدرسہ میں مقامی طلبہ کے علاوہ بیرونی اضلاع' بمبئی' گجرات' حیدر آباد اور میسور وغیرہ کے طلبہ بھی زیر تعلیم ہیں۔

اپنی دینی تڑپ اور لگن کے پیش نظر آپ نے اپنے شیخ محترم کی قائم کردہ مجلس دعوت الحق کو جو کافی عرصہ سے گوشہ گمنامی میں تھی ہردوئی میں از سرنو قائم کیا اس مجلس کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ اب اس کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی اب اس مجلس کی زیر نگرانی تبلیغی و اصلاحی کام بھی ہو رہا ہے اور روح پرور اجتماعات بھی ہوتے رہتے ہیں۔ جس کے سبب مسلمانان ہردوئی کے اندر ایمان کی حرارت پیدا ہوئی ہے۔

آپ اس وقت پاکستان میں مجلس صیانة المسلمین کے سرپرست بھی ہیں اور سالانہ اجتماع کے موقع پر جو جامعہ اشرفیہ لاہور میں منعقد ہوتا ہے شرکت فرماتے رہتے ہیں' اور اپنے فیوض و برکات سے مسلمانان پاکستان کو بھی فیضیاب کرتے رہتے ہیں' حضرت حکیم الامت ﷫ کے آپ آخری خلیفہ ہیں' حق تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا احمد علی فتح پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص تلامذہ و خلفاء میں سے تھے ' آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے پہلے مجاز بیعت تھے ' کانپور میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے دینی علوم کی تکمیل کی اور ۱۳۱۱ھ میں فارغ ہوئے ' اس کے بعد جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کانپور سے مستقل طور پر تھانہ بھون تشریف لائے تو آپ بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تھانہ بھون آگئے اور پھر تھانہ بھون میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں بہشتی زیور کی تالیف کی ' اشرف السوانح جلد سوم تالیفات کے ضمن ص ۱۷ پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے :

"بہشتی زیور از مضمون تجوید تا آخر اور اول سے بیان تجوید تک مولانا احمد علی صاحب کا لکھا ہوا ہے جس میں میری بھی شرکت برابر کی رہی ہے ۔"

۱۳۲۳ھ میں وصیت کے عنوان میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خلفاء کے نام شائع کئے گئے اس میں آپ کا ذکر اس طرح فرمایا کہ :

"جن بعض اہل صلاحیت کو توکلا علی اللہ بندہ نے بیعت و تلقین کی اجازت دیدی ہے ان کے نام لکھتا ہوں اور افسوس ایک اجازت یافتہ جو سب سے اول تھے یعنی مولوی احمد علی کامل تالیف بہشتی زیور انتقال فرما گئے ' دعائے مغفرت کی طمع سے ان کا نام لکھا گیا ہے ۔"

آپ بڑی خوبیوں کے مالک تھے جامع علوم ظاہری و باطنی تھے ' فقہ سے بہت ہی زیادہ مناسبت رکھتے تھے یہاں تک کہ بعض سوالات فقہیہ دریافت کرنے پر حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تعریف فرمائی کہ ان کو فقہ سے اچھی مناسبت ہے ' آپ کی مہارت فقہیہ اسی سے ظاہر ہے کہ بہشتی زیور کے اول پانچ حصے با مر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ انہی کے تحریر کردہ ہیں جن سے ہزارہا مسلمان مرد اور عورتیں فیضیاب ہو چکے ہیں ' اور ہو رہے ہیں اور انشاء اللہ تاقیامت ہوتے رہیں گے ' قبل تکمیل بہشتی زیور آپ انتقال فرما گئے تھے بہت کم عمر پائی ورنہ ان سے بڑا فیض پہنچتا ۔ اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے ۔ آمین

حضرت مولانا اسعد اللہ رامپوری ؒ

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۷ء کو قصبہ رام پور ضلع سہارنپور میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد مولوی رشید اللہ بن مفتی بشارت اللہ ایک اچھے عالم دین اور متقی بزرگ تھے۔ ابتدائی تعلیم رامپور میں حاصل کر کے ۱۳۲۹ھ میں تھانہ بھون آگئے اور یہاں متوسطات تک کی کتب حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی ؒ اور حضرت مولانا عبد اللہ گنگوہی ؒ سے پڑھیں' اس کے بعد ۱۳۳۲ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور یہاں مشکوۃ' ہدایہ اولین اور مختصر المعانی وغیرہ کتب سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا اور ۱۳۳۴ھ میں سند فراغ حاصل کی' یہاں آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا محمد یحیی کاندھلوی ؒ' حضرت مولانا ثابت علی ؒ' حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف ؒ' حضرت مولانا عبد الوحید ؒ' حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ؒ اور حضرت مولانا عبد الرحمن کاملپوری ؒ شامل ہیں۔

دستار فضیلت حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ کے دست مبارک سے عطا ہوئی جو آپ کے سب سے بڑے استاذ و مشفق بزرگ تھے' فراغت کے بعد ایک سال فنون کی کتب پڑھیں اور مدرسہ مظاہر العلوم میں قائم شدہ انجمن ہدایت الرشید کے ناظم مقرر ہوئے پھر ۱۳۳۷ھ میں مظاہر العلوم میں اپنے اساتذہ کی زیر نگرانی مدرس مقرر ہوئے اور درس نظامی کی تمام کتب کو پڑھاتے رہے چند سال بعد آپ مظاہر العلوم میں حدیث کی اعلیٰ کتب کی تدریس پر مامور ہوئے پھر حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب ؒ کی وفات کے بعد ۱۳۷۴ھ میں آپ مظاہر العلوم کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے اور آخر وقت تک اسی عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ آپ کا مستقل مشغلہ زندگی وعظ و تبلیغ' مناظرہ و مباحثہ اور درس و تدریس رہا' آپ کے تلامذہ میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی' حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی ؒ' حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی ؒ' حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی ؒ' حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی ؒ' حضرت مولانا اکبر علی سہارنپوری ؒ' حضرت مولانا محمد احمد تھانوی ؒ' مفتی مظفر حسین اور مولانا عاشق الٰہی بلند شہری قابل ذکر ہیں۔

آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ سے منسلک تھا' زمانہ

طالب علمی ہی میں آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوگئے تھے پھر بہت جلد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے چاروں سلسلوں میں خلافت و اجازت سے نوازا گیا' حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :

"حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق میرے چچا مولانا فضل اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ ہوا ' ان کا قیام اکثر تھانہ بھون ہوا کرتا تھا میں اس وقت خانقاہ کے مدرسہ اشرفیہ میں پڑھتا تھا' طالب علمی کے زمانہ ہی میں میرے چچا کی درخواست پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بیعت کر لیا حالانکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ طلباء کو بیعت نہیں فرماتے تھے 'مگر بندہ کو بیعت فرمالیا تھا پھر خاص توجہ فرمانے لگے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق بڑھتا گیا اور گناہوں میں کمی ہونے لگی یہاں تک کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق نے بڑا کام کیا اور بندہ کی دنیا ہی بدل گئی ۔"

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت کے بعد آپ کو رشد و ہدایت کے کام پر لگا دیا اور آپ نے پھر ساری عمر اصلاح خلق میں گزاری' ساری حیات درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد میں بسر کی اپنے قلم سے بہت سی تصانیف لکھیں اور ۱۴' ۱۵ رجب المرجب ۱۳۹۹ھ بمطابق ۱۰' ۱۱ جون ۱۹۷۹ء کی درمیانی شب کو رحلت فرمائی ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

"حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت سے کمر ہی ٹوٹ گئی وہ ہمارے مشفق استاذ و شیخ تھے وقت کے عظیم محدث ' محقق ' فقیہ و ادیب تھے 'تحریر و تقریر اور مناظرے میں ید طولی رکھتے تھے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص خلفاء میں سے تھے ' ساری زندگی درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح کے علاوہ مدرسہ کے اہتمام کی مصروفیات میں شب و روز مشغول رہے ' حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں ۔ آمین ۔"

(تفصیلات "اکابر علماء دیوبند" میں پڑھئے ۔)

حضرت مولانا اطہر علی سلہٹی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ضلع سلہٹ مشرقی پاکستان کے ایک دینی گھرانے میں ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم کے بعد ثانوی تعلیم مدرسہ قاسمیہ مراد آباد میں حاصل کی، پھر مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رسول خان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جیسے آفتاب علم و عمل اکابر اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ اور ۱۳۳۰ھ میں سند الفراغ حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ عالیہ جھگا باڑی میں تدریس کا آغاز کیا، کچھ عرصہ ضلع کملا میں مدرسہ قاسمیہ کے صدر مدرس رہے، تعلیمی و تدریسی خدمات کے ساتھ تبلیغی و اصلاحی خدمات بھی انجام دیتے رہے اور اس سلسلہ میں بولائی ضلع کشور گنج کے ایک رئیس کی درخواست پر وہاں تشریف لے گئے اور کئی سال تک تبلیغی و اصلاحی کاموں میں مصروف رہے، ان دینی و تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے جلد ہی آپ مرجع عوام و خواص بن گئے بعد میں کچھ دینی مصلحت کی وجہ سے ہیبت نگر چھوڑ کر پورن تھانہ میں مقیم ہوگئے وہاں ایک چھوٹی سے مسجد کی بنیاد رکھی، آج یہ مسجد آپ کی کوششوں اور مساعی کی بدولت مشرقی پاکستان کی عظیم الشان مساجد میں شمار ہوتی ہے اس مسجد کا پانچ منزل مینار دہلی کے قطب مینار کی یاد دلاتا ہے، ۱۹۴۵ء میں آپ نے مدرسہ امداد العلوم کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم کیا جو کچھ عرصہ بعد ایک عظیم الشان دینی ادارہ جامعہ امدادیہ کشور گنج کی شکل اختیار کر گیا جس میں اب تک ہزاروں طالبان علم حدیث اپنی علمی پیاس بجھا چکے ہیں۔ آپ نے دینی و علمی خدمات کے ساتھ ساتھ اصلاح احوال کے لئے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی تعلق قائم کیا اور ان کے دست حق پر بیعت کی اور اپنے شیخ کی ہدایات و احکامات پر عامل رہ کر مسلسل سلوک و تصوف کے مدارج طے کرتے رہے اور تین سال کے مختصر عرصہ میں شعبان ۱۳۴۸ھ میں خلافت و اجازت کے شرف سے مشرف ہوئے، حضرت حکیم الامت سے تعلق کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے کہ :

> "مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جتنا بھی میں نے علم حاصل کیا ہے
> اور جو کچھ پڑھا ہے وہ محض زبانی تھا حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کے

بعد حقیقت سمجھ میں آئی ہے ان پر حقیقی معنوں میں عمل کرنے کی توفیق ہوئی ہے۔"

یہ حقیقت ہے آپ نے اپنے آپ کو سلوک کے اس اصول کے تحت کہ مرید اپنے آپ کو شیخ کے حوالے اس طرح کر دے جیسے میت کو غسال کے حوالے کر دیا جاتا ہے آپ نے واقعی اپنے آپ کو حضرت حکیم الامت ؒ کے تابع کر رکھا تھا اور جیسے وہ حکم فرماتے اسی پر عمل کرتے تھے۔

آپ ساری زندگی حضرت حکیم الامت ؒ کے اصولوں کے مطابق عقیدت مندوں کے اخلاق و اعمال کی اصلاح میں مصروف رہے اور حضرت حکیم الامت کی تحریر کردہ تنظیم المسلمین اور تعلیم المسلمین کی اشاعت کے بعد دعوت و تبلیغ کے کاموں میں پہلے سے زیادہ وقت گزارنے لگے اور پھر مجلس صیانۃ المسلمین کے ذریعہ عوام الناس کی اصلاح میں مصروف رہے۔

حضرت مولانا محمد متین خطیب ؒ آپ کی سیاسی و قومی خدمات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"حضرت مولانا اطہر علی صاحب ؒ کی سیاسی زندگی کا آغاز سلہٹ ہی سے ہوا جہاں سرحد کی طرح سے مسلم لیگ ریفرنڈم کرا رہی تھی اور آسام کے ساتھ یہ علاقہ کانگریس کا مضبوط اڈہ تھا لیکن حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ؒ اور حضرت مولانا اطہر علی سلہٹی ؒ کی دن رات کوشش اور جدوجہد سے سلہٹ کا علاقہ پاکستان کی سرحد میں شامل ہوگیا۔ پاکستان بن جانے کے بعد تحریک پاکستان میں شامل علماء نے مشرقی و مغربی پاکستان میں یہ فیصلہ کیا کہ اب ہمیں پاکستان تو حاصل ہوگیا ہے مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ اس ملک میں نظریہ پاکستان اور قائد اعظم کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے اسلامی نظام کے قیام کی کوشش تیز کر دی جائے چنانچہ اس کے لئے قومی اسمبلی کے اندر نظام اسلام کے روح رواں شیخ الاسلام علامہ عثمانی

ﷺ ایک مضبوط چٹان بن کر کام کر رہے تھے اور ان کے رفقاء مرکزی جمعیت علماء اسلام میں رہ کر پورے پاکستان میں سرگرم عمل تھے چنانچہ بائیں بازو مغربی پاکستان میں جس طرح حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری ﷺ، مفتی محمد شفیع ﷺ، مولانا خیر محمد جالندھری ﷺ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی ﷺ، اور مولانا احتشام الحق تھانوی ﷺ تحریک نظام اسلام کو پروان چڑھا رہے تھے اسی طرح دائیں بازو مشرقی پاکستان میں اس تحریک نظام اسلام کی قیادت حضرت مولانا اطہر علی صاحب ﷺ، مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب ﷺ اور مولانا شمس الحق فرید پوری ﷺ اور مفتی دین محمد خان وغیرہ اکابر علماء فرمار ہے تھے، قیام پاکستان کے بعد جب شیخ الاسلام علامہ عثمانی ﷺ پہلی مرتبہ جمعیت علماء اسلام کی ایک عظیم الشان کانفرنس میں شریک ہوئے جو ڈھاکہ میں منعقد ہوئی تھی تو حضرت مولانا اطہر علی صاحب ﷺ نے ہی خطبہ استقبالیہ پیش کیا تھا جو تاریخی حیثیت رکھتا ہے، آپ مشرقی پاکستان سے قومی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے تھے، قرارداد مقاصد کی ترتیب وتدوین میں علامہ عثمانی ﷺ کے دست راست رہے، ۱۹۵۱ء میں مولانا احتشام الحق تھانوی ﷺ کی دعوت پر کراچی تشریف لائے اور بائیس نکات پر مشتمل دستوری خاکہ تیار کرنے میں علماء کی معاونت فرمائی، غرضیکہ آپ نے ساری زندگی پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لئے عملی جدوجہد کی اور اس کے پاداش میں قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ آخر میں مجیب الرحمن کی ظالمانہ حکومت میں آپ کو کلمۃ الحق کے جرم میں قیدی بنایا گیا اور قید خانہ ہی میں آپ کے ہاتھ پاؤں توڑ دیئے گئے، رہائی کے بعد آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور بالاخر میمن سنگھ ہسپتال میں ۵ اکتوبر ۱۹۷۶ء / ۱۰ شوال ۱۳۹۶ھ کو رات دس بجے اپنی جان جان

آفرین کے سپرد کردی۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔ جامعہ امدادیہ کشور گنج میں آپ کی تدفین ہوئی جو آپ ہی کی یادگار ہے۔

علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

"مولانا اطہر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مشرقی پاکستان کے ممتاز اکابر علماء میں سے تھے اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد تھے' بڑے عالم و فاضل تھے' صوفی و درویش تھے' دارالعلوم دیوبند کے علماء و فضلا میں جامع شخصیت تھے۔"

علامہ محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں کہ :

"آپ پوری امت مسلمہ کی گرانقدر متاع تھے۔ان کی وفات پوری دنیائے اسلام کے لئے ایک سانحہ عظیم ہے۔"

(اکابر علماء دیوبند)

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت شیخ ثامن علی سندیلویؒ

آپ کے والد کا نام حاجی ضامن علی تھا' آپ کی قصبہ سندیلو ضلع ہردوئی میں پیدائش ہوئی' میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد تقریباً ایک سال محکمہ مال میں ملازمت لی لیکن طبعی مناسبت نہ ہونے کے سبب یہ ملازمت چھوڑ دی اور لکھنؤ کے ایک پرائیویٹ اسکول میں ملازمت اختیار کرلی اور ساتھ ساتھ تعلیم بھی جاری رکھی تاآنکہ ۱۹۲۱ء میں الہ آباد سے بی اے بی ٹی کرکے گورنمنٹ ہائی اسکول میں مدرس مقرر ہوگئے' ملازمت کا بیشتر حصہ سیتاپور کانپور للت پور میں گزارا' غالباً ۱۹۲۵ء میں جب حضرت حکیم الامتؒ ہردوئی میں اپنے مجاز صحبت مولوی محمود الحق حقی ایڈووکیٹ کے یہاں تشریف لائے تو حضرتؒ کی شہرت عام کی بناء پر شیخ ثامن علی صاحب بھی ملاقات کے لئے گئے' یہ حضرتؒ سے پہلی ملاقات تھی اور یہیں سے حضرتؒ سے اصلاح باطن کا آغاز ہوتا ہے' ایک اندازے کے مطابق آپ کو ۱۹۳۰ء میں اجازت بیعت وتلقین سے نوازا گیا اس وقت آپ گورنمنٹ ہائی اسکول کانپور میں ملازم تھے' آپ ۱۹۴۸ء میں پاکستان تشریف لائے چند ماہ کراچی میں قیام کے بعد مستقلاً "سکھر میں قیام پذیر ہوگئے اور ۱۹۵۰ء میں وہیں آپ کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا جلیل احمد شروانی ﷫

آپ علی گڑھ کے ایک رئیس خاندان کے چشم وچراغ تھے آپ ۱۳۱۵ھ میں حافظ محمد مصلح الدین صاحب ﷫ کے گھر پیدا ہوئے' قرآن پاک اور تجوید کی تعلیم حضرت مولانا قاری محمد صدیق صاحب خراسانی ﷫ سے حاصل کی اسی دوران تعلیم ہی میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی دعوت پر حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کا یونیورسٹی میں وعظ ہوا تو آپ اس قدر متاثر ہوئے کہ پھر ساری زندگی حکیم الامت ﷫ کے ہی ہوکر رہ گئے' حضرت حکیم الامت ﷫ کی یہ پہلی زیارت تھی جو آپ کو زمانہ طالب علمی میں نصیب ہوئی' آپ کے والد ماجد کو بھی حضرت حکیم الامت ﷫ سے خاص عقیدت ومحبت تھی اس لئے آپ کے والد صاحب ﷫ نے حضرت سے گھر پر تشریف آوری کی درخواست کی جو حضرت ﷫ نے بخوشی منظور فرمائی اور مکان پر تشریف لے گئے' حضرت ﷫ نے اپنی خداداد فراست سے آپ کو بچپن ہی میں پہچان لیا اور آپ کے والد کو فرمایا کہ :

"یہ لڑکا آپ کے کام آئے گا۔"

اس ملاقات کے بعد آپ نے حضرت حکیم الامت ﷫ سے باقاعدہ خط وکتابت شروع فرمادی اور اپنے استاذ مولانا قاری محمد صدیق صاحب ﷫ سے حضرت حکیم الامت ﷫ کے مواعظ وملفوظات لے کر پڑھنا شروع کردیئے اور حضرت حکیم الامت ﷫ سے اصلاح باطن اور بیعت کی درخواست کی جو بارگاہ اشرفی میں منظور ہوئی' حضرت ﷫ نے باقاعدہ آپ کو بیعت فرمالیا' بیعت کے بعد آپ کی دنیا ہی بدل گئی' ہربات میں حضرت حکیم الامت ﷫ سے مشورہ طلب کرنے لگے حتی کہ اپنے خانگی امور تک میں حضرت ﷫ سے مشورہ لیتے تھے' پھر حضرت ﷫ سے اتنا تعلق وعشق ہوگیا کہ اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد مستقل طور پر تھانہ بھون میں قیام کرلیا تاکہ حضرت ﷫ کے قریب رہ کر زیادہ سے زیادہ استفاضہ کیا جاسکے' قیام تھانہ بھون کے دوران آپ نے عربی نصاب کو مکمل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا چنانچہ حضرت حکیم الامت ﷫ نے آپ کے لئے عربی نصاب کی کتابیں تجویز فرمائیں اور آپ نے باقاعدہ دینی تعلیم حاصل کی' قیام تھانہ بھون کے دوران حضرت حکیم الامت ﷫ کے مشورہ سے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ﷫ جیسے جلیل القدر محدث وفقیہ

اور چند دیگر اکابرین سے بھی استفادہ کیا اور حضرت حکیم الامت ﷫ کی دعاؤں اور دوسرے اکابر علماء کی خصوصی توجہات اور اپنی دن رات کی محنت و شوق سے بفضلہ تعالیٰ چند ہی روز کے اندر آپ میں وہ قابلیت پیدا ہوئی جو آٹھ آٹھ دس دس سال لگانے والوں میں بہت ہی کم پیدا ہوتی ہے اسکی بڑی وجہ یہی ہے کہ ہر کام اپنے پیرو مرشد کے مشورہ کے بغیر نہیں کرتے تھے 'کتاب کا انتخاب ہو یا کسی استاذ کا' ہر کام حضرت حکیم الامت ﷫ کے مشورہ سے کیا جاتا تھا۔

آپ کو حضرت ﷫ سے ایسی والہانہ عقیدت و محبت تھی کہ ہر مجلس میں بار بار حضرت حکیم الامت ﷫ کے ارشادات کا ذکر فرماتے تھے 'کوئی مسئلہ ہوتا بطور استدلال و استشہاد و توضیح حضرت ﷫ کے ملفوظات بیان فرماتے تھے' ہر کام میں حضرت ﷫ کا اتباع ضروری سمجھتے تھے' آپ نے حضرت ﷫ کے ارشادات پر خود بھی عمل کیا اور عوام و خواص کے لئے بھی حضرت ﷫ کے ملفوظات و ارشادات کو ضبط کر کے ایک ایسا عظیم کارنامہ انجام دیا جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا اور جس سے قیامت تک لاکھوں 'کروڑوں افراد استفادہ کر کے اپنی روحانی پیاس بجھاتے رہیں گے' آپ نے حضرت حکیم الامت ﷫ کے ارشادات کو بڑے شوق و ذوق سے جمع کیا اور "الافاضات الیومیہ" کے نام سے سات حصوں میں ہزاروں ملفوظات کا ذخیرہ جمع کر کے شائع کیا جس کے اندر "القول الجلیل" کے نام سے بھی تین چار حصے شائع ہوئے ہیں اور دو حصے علیحدہ کتابی شکل میں طبع ہوئے ہیں' علاوہ ازیں آپ کی کئی تصانیف بھی منظر عام پر آئیں جو 'ملفوظات التصوف' قرآن کا نیا معجزہ' قرآن کا عجیب وعدہ' آثار رحمت 'جمہوری نظام وغیرہ ناموں سے طبع ہوئی ہیں اور آپ کا صدقہ جاریہ ہیں۔

آپ حضرت حکیم الامت ﷫ کے ارشد خلفاء میں سے تھے اور قابل قدر بزرگ تھے' آپ نے اپنی حیات میں اپنے شیخ و مربی حضرت حکیم الامت ﷫ کے ہر قول و فعل کو عام کرنے کا کام جاری رکھا اور اسی مقصد کے لئے پہلے آپ نے علی گڑھ شہر میں مجلس صیانۃ المسلمین قائم فرمائی اور پھر قیام پاکستان کے بعد حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری ﷫ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے تعاون سے لاہور شہر میں مجلس کا کام شروع کیا اور آج بحمد اللہ پورے پاکستان میں یہ عظیم الشان کام بڑے ذوق و شوق سے ہو رہا ہے' اور جہاں بھی حضرت حکیم الامت ﷫ کے متوسلین اور عقیدت مند موجود ہیں

وہیں مجلس صیانۃ المسلمین قائم ہے اور ایسی کونسی جگہ یا شہر ہے جہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چاہنے والے نہ ہوں' حضرت مولانا جلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہی خواہش تھی کہ تمام مسلمان حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے بتلائے ہوئے اس نظام کو خود بھی اپنائیں اور دوسروں کو بھی اس طرح دعوت دیں اور پھر سب مل کر اس نظام کے تحت انفرادی و اجتماعی طور پر معاشرہ کی اصلاح میں لگ جائیں' اس جدوجہد میں آپ نے دامے' درمے' قلمے اور قدمے ہر طرح کام کیا اور اپنے ہمراہ لایا ہوا کل سرمایہ بھی اسی کام کی اشاعت اور جدوجہد میں لگا دیا جب تک آپ حیات رہے اس وقت تک اسکی اشاعت و ترویج میں مصروف رہے' اور جب آپ کو امراض نے گھیر لیا تو رفقائے کار میں سے حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانوی کو مجلس کی خدمت پر مامور فرما کر مجلس کا صدر بنا دیا اور آج حضرت مولانا عبید اللہ صاحب کی سربراہی میں مجلس کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے آپ کے قابل فخر صاحبزادے جناب مولانا وکیل احمد شروانی بڑے احسن طریقے سے جاری رکھے ہوئے ہیں' اس لحاظ سے حضرت مولانا جلیل احمد شروانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پاکستان میں مجلس صیانۃ المسلمین کا بانی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا بہرحال آپ نے اپنے شیخ کی تعلیمات کو عام کرنے کا پورا پورا حق ادا کیا اور ساری عمر اپنے شیخ کی ہدایات پر عمل پیرا رہے' اور آپ نے ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ / ۲۶ نومبر ۱۹۵۵ء کو اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون – (تفصیل کے لئے "ذکر جلیل رحمۃ اللہ علیہ" ملاحظہ فرمائیے۔)

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ اعظم گڑھی ﷫

آپ ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں پائی پھر اعلیٰ درسیات کے لئے الہ آباد تشریف لے گئے جہاں تعلیم سے فراغت کے بعد مشن ہائی اسکول میں فارسی کے استاذ مقرر ہوگئے، بچپن ہی سے حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے وعظ سننے کا شوق تھا' دوران قیام الہ آباد حضرت ﷫ کے مواعظ حسنہ سننے کا کئی بار موقع ملا اور حضرت ﷫ کی طرف گرویدگی بڑھتی چلی گئی' آپ نے تعلیم کے فوراً بعد تھانہ بھون کی حاضری کی اجازت چاہی جو مل گئی اور آپ چندیوم تھانہ بھون میں قیام پذیر ہوئے واپس لوٹے تو دل کی کیفیت ہی بدل گئی تھی ` محبت وعقیدت کی آگ جو چپکے چپکے دل میں لگ رہی تھی۔ شعلہ بن کر بھڑک اٹھی جہاں اسکول میں تعطیلات ہوئیں فوراً تھانہ بھون روانہ ہوگئے' ؎

وہیں چلئے وہیں چلئے محبت کا تقاضا ہے
وہ محفل ہائے جس محفل میں دنیا لٹ گئی اپنی

پہلی ہی حاضری میں شرف بیعت حاصل ہوگیا اور چند ماہ کے تعلق کے بعد اجازت بیعت وتلقین بھی مل گئی' حضرت تھانوی ﷫ سے تعلق کے بعد آپ کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہوگیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ کتابیں تو بہت پڑھ رکھی تھیں مگر حقیقت علم تھانہ بھون میں حاصل ہوئی۔ آپ کو اتباع سنت کا بے حد اہتمام رہتا تھا جو مرض الموت تک اسی آب وتاب کے ساتھ جاری رہا' آپ عالم باعمل اور مومن کامل تھے' علوم کے اشکالات فی الوقت بلا کتاب دیکھے اور بغیر کسی تیاری کے آسان اور عام فہم طریقہ سے حل فرمادیتے' ہربات کا برجستہ اور شافی جواب عطا فرماتے' طالبین کے باطنی امراض ان کے چہرے سے سمجھ لیتے یا تحریر سے اندازہ فرمالیتے مگر اپنی طرف سے ایک لفظ بھی اس وقت تک نہ فرماتے جب تک طالب علم خود اپنی زبان یا تحریر سے بیان نہ کرتا' آپ کا ظاہر و باطن یکساں تھا زبان سے وہی فرماتے جو دل میں ہوتا' جو کچھ ارشاد فرماتے نہایت واضح اور بے جھجک ` ہمیشہ حق بات کہتے' قیام تھانہ بھون کے دوران گریہ غالب رہتا تھا' حضرت تھانوی ﷫ کے برسا برس کے تعلق کے دوران ہمیشہ سرخرو رہے نہ کبھی

مجلس سے اٹھائے گئے اور نہ کبھی کسی معاملہ میں معمولی سی خفگی کا اظہار ہوا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ
کے التفات خاص، حسن سلوک، شفقت و محبت دل جوئی اور عزت افزائی کے ہمیشہ گن
گایا کرتے ایسے موقعوں پر تعریف شیخ میں غلو نہ کرتے جو کچھ ارشاد فرماتے بڑے حزم و
احتیاط تفکر اور وثوق سے فرماتے جب کبھی بے اختیار گریہ طاری ہوجاتا تو وہیں خاموش
ہوجاتے، آپ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتے یہ روحانی قوت تھی جو آپ کو تھکنے
نہ دیتی، آپ کام پر آرام کو ترجیح نہ دیتے تمام زندگی اسی طرح گزاری خالی اوقات
اول تو ہوتے ہی کم تھے اور جو ہوتے بھی تو ان محدود لمحات میں بھی تلاوت قرآن کا سلسلہ
جاری رکھتے، باوجود سادہ مزاجی کے آپ کے مزاج میں نفاست پسندی اور صفائی کوٹ
کوٹ کر بھری ہوئی تھی، ہمیشہ اپنے پیر بھائیوں سے ملاقات کے متمنی رہتے، اور جب کسی پیر
بھائی سے ملاقات ہوجاتی تو وہ منظر دیدنی ہوتا تھا آخر وقت تک دینی اور اصلاحی کاموں میں
لگے رہے اور ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ / ۱۹ مئی ۱۹۶۰ء کو سکھر میں آپ نے رحلت فرمائی۔
حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت حاجی حقدا دخان لکھنوی ﷫

آپ حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے فدائین میں سے تھے آپ نے
حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب ﷫ کے ساتھ ہی حضرت تھانوی ﷫ کے ہاتھ پر بیعت کی
اور خواجہ صاحب ﷫ کے محض ۷ ایوم بعد مجازین بیعت میں شامل کرلئے گئے‘ ۱۹۴۴ء
میں آپ تیسری یا چوتھی بار حج کے لئے تشریف لے گئے تھے آپ کا معمول تھا کہ گھر میں ایک
ڈبہ رکھا ہوا تھا جس پر ”خزانہ محمدیہ“ لکھ رکھا تھا‘ اس میں رقم جمع کرتے رہتے‘ جب حج کا
ارادہ ہوتا ڈبہ کھولتے اور اس سے حج کا سفر خرچ کرتے تھے‘ آپ صاحب کشف و کرامات
بزرگ تھے‘ حضرت حکیم الامت ﷫ کے ایک اور خلیفہ حافظ عبد الولی صاحب نے اس
سلسلے میں ایک واقعہ لکھا کہ :

> ”پچھلے حج کا ذکر مجھ سے کیا کہ دربار رسالت ماب ﷺ میں
> حاضری تھی‘ اتفاق سے کئی دن ہوچکے کہیں دعوت نہیں ہوئی‘
> عرض کیا کہ حضور ﷺ ہم آپ کے مہمان ہیں‘ دعوت نہیں
> ہوئی‘ عرض کرکے بیٹھے ہی تھے کہ ایک صاحب سامنے آتے
> ہیں جو گزشتہ حج کے ملاقاتی تھے‘ سلام و دعا کے بعد ان صاحب
> نے کہنا شروع کیا کہ میری بیوی کو دق ہوگئی ہے وہ آج کل میں
> مرنے والی ہے‘ کل دوپہر کو آپ کا کھانا ہے‘ حضرت حاجی
> صاحب ﷫ نے فرمایا کہ بیوی بیمار ہے ایسی پریشانی میں کیوں
> تکلیف کرتے ہو‘ تو ان صاحب نے ایک دفعہ ہی روضہ اقدس
> کی طرف ہاتھ اٹھایا کہ واللہ میں سید ہوں اور حضور اکرم ﷺ
> کی طرف سے دعوت کرتا ہوں‘ حاجی صاحب نے دل میں کہا کہ
> ابھی تو عرض کرکے آیا ہوں‘ چنانچہ دعوت قبول کرلی۔“

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ﷫

استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ﷫' کاروان تھانوی ﷫ کے ان جلیل القدر علماء میں سے تھے جن کا علم و فضل اور زہد و تقویٰ مسلم ہے' آپ کی ولادت باسعادت اپنی ننھیال میں بمقام عمروال بلہ تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۵ء کو ہوئی' آپ کے والد ماجد کا نام الٰہی بخش اور دادا کا نام خدا بخش تھا۔ آپ ۱۹۰۵ء میں مدرسہ رشیدیہ نکودر ضلع جالندھر میں داخل ہوئے بعد ازاں مدرسہ رشیدیہ رائے پور گوجراں میں مولانا فضل احمد صاحب ﷫ اور مولانا مفتی فقیر اللہ جالندھری ﷫ سے صرف و نحو' فقہ و اصول' فلسفہ و منطق ا ر ادب کی کتب پڑھیں' اعلیٰ تعلیم مولانا محمد یاسین سرہندی ﷫' مولانا سلطان احمد پشاوری ﷫ اور مولانا عبدالرحمن سلطان پوری ﷫ سے مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں حاصل کی' سند حدیث مولانا محمد یاسین سرہندی ﷫ سے حاصل کی اور حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمی ﷫ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے دست مبارک سے سند فراغ عطا ہوئی۔ سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد آپ کو اسی مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں اساتذہ نے تدریس پر مامور کیا پھر ۱۳۲۶ھ میں مدرسہ عربیہ منڈی صادق گنج ریاست بہاولپور میں بحیثیت صدر مدرس آپ کا تقرر ہوا' وہاں ایک عرصہ تک درس نظامی کی تمام کتابیں پڑھائیں بعد ازاں اساتذہ رائپور کے ایماء سے مدرسہ عربیہ فیض محمدی جالندھر میں درس و تعلیم اور اصلاح و تربیت کا سلسلہ جاری فرمایا' یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ علماء دیوبند کی سب سے اہم خصوصیت ہی ان کی ظاہری و باطنی جامعیت ہے وہ بیک وقت حال و قال کا مجمع البحرین رہے ہیں' علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد اصلاح باطن کی تکمیل ان کے یہاں ناگزیر ہے اور جب تک کسی شخص میں مدرسہ و خانقاہ بہم یکجا نہ ہوں تب تک اس کی شخصیت نامکمل اور ادھوری رہتی ہے' حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری ﷫ نے تربیت باطنی اور تکمیل سیرت کے لئے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کو منتخب کیا جہاں حکیم الامت حضرت تھانوی ﷫ مسند ارشاد پر جلوہ افروز تھے اور جہاں انسان سازی کا کام بڑی باقاعدگی اور سلیقہ سے ہو رہا ہے تھا' آپ کی تھانہ بھون سب سے پہلی حاضری ۱۳۴۲ھ میں ہوئی اور ایک سال تک اصلاحی مکاتبت کا سلسلہ جاری رہا' اس کے بعد آپ کی درخواست پر حکیم الامت حضرت تھانوی ﷫ نے

تاریخ ۹ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ بعد از مغرب مسجد خانقاہ اشرفیہ میں آپ کو چاروں سلسلوں میں بیعت کیا اور پھر خلافت و اجازت سے نوازا۔

اسی دوران آپ کو اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے ایک معیاری مدرسہ کے قیام کا داعیہ ہوا' حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ سے آپ نے اس تجویز کا ذکر کیا' حضرت حکیم الامت ﷫ نے اسکی تحسین فرمائی' توتوکلا علی اللہ مسجد عالمگیر اناری بازار جالندھر میں مورخہ ۱۹ شوال ۱۳۴۹ھ بمطابق ۹ مارچ ۱۹۳۱ء کو مدرسہ کا آغاز کر دیا گیا' حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ نے اس کا نام "مدرسہ عربیہ خیر المدارس" تجویز فرمایا' حضرت مولانا خیر محمد صاحب ﷫ کے علم و فضل اخلاص و تقویٰ اور حسن انتظام اور حضرت حکیم الامت ﷫ کی سرپرستی کی بدولت مدرسہ خیر المدارس کو بہت جلد مقبولیت عامہ نصیب ہوئی اور پنجاب کے طلباء کا مرجع بن گیا پھر یہ مدرسہ ۱۹۴۷ء تک جالندھر میں تعلیمی خدمات انجام دیتا رہا اور قیام پاکستان کے بعد آپ نے ملتان شہر کے وجود کو جو دور قدیم سے اکابر اہل اللہ کا مہبط رہا ہے شرف بخشا اور ۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو گیان محلہ بیرون دہلی دروازہ ملتان میں جامعہ خیر المدارس کی نشاۃ ثانیہ ہوئی' حضرت مولانا خیر محمد صاحب ﷫ کے علاوہ مولانا عبد الرحمن کاملپوری ﷫' مولانا عبد الشکور کاملپوری ﷫' مولانا محمد شریف کشمیری ﷫ اور مولانا محمد عبد اللہ ملتانی ﷫ اور دیگر علماء کی تدریسی خدمات نے خیر المدارس کو اسم با مسمّٰی بنا دیا اور ہزاروں طالبان علم اس چشمہ فیض سے سیراب و شاداب ہو کر ملک و بیرون ملک دینی علمی اور تبلیغی خدمات میں مصروف ہیں۔

حضرت مولانا جالندھری ﷫ کا ذہن خالص تعلیمی تھا اور زندگی کی تمام تر توانائیاں تعلیم و تدریس اور اصلاح و تربیت کے لئے وقف تھیں' سیاست سے عملاً ہمیشہ بے تعلق رہے مگر مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے ہر طرح کوشاں رہے' تحریک پاکستان میں آپ کا موقف اپنے شیخ و مربی حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے موافق تھا' قیام پاکستان کے بعد قرارداد مقاصد اور اسلامی نظام کے نفاذ میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ﷫' علامہ ظفر احمد عثمانی ﷫ اور مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ کے دست راست تھے۔ ۱۹۵۱ء میں علامہ سید سلیمان ندوی ﷫ کی صدارت میں اسلامی دستوری خاکہ ۲۲ نکات مرتب کرنے کے لئے اکابر علماء کا جو اجتماع کراچی میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی ﷫ کی قیام گاہ پر منعقد ہوا تھا اس میں حضرت مولانا جالندھری ﷫ بھی شریک تھے۔ ۱۹۵۳ء کی

تحریک ختم نبوت میں اہم کردار ادا کیا اور زندگی کے آخر لمحہ تک دیگر اکابر علماء کے ساتھ اسلامی نظام کے لئے کوشاں رہے۔

آپ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ مختلف ذوق ونظریات کے حضرات آپ کے حسن تدبر، خلوص اور معاملہ فہمی پر مکمل اعتماد فرماتے تھے اس بناء پر مختلف حلقوں کو جوڑنے اور ان کے مابین پیدا شدہ غلط فہمیاں رفع کرنے میں بڑا موزوں کردار ادا کرتے تھے، شیخ الاسلام علامہ عثمانی ﷫ کی رحلت کے بعد جب جمعیت علماء اسلام کے بزرگوں میں اختلاف پیدا ہوا تو آپ نے اتحاد و اتفاق کرانے کے لئے بڑی محنت کی اور متعدد بار لاہور و کراچی کا سفر کیا بالاخر ۱۹۵۴ء میں کراچی میں اکابرین جمعیت کا اجلاس طلب کیا جس میں بالاتفاق حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب ﷫ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور صدر منتخب ہوئے اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری ﷫ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ کو نائب صدر منتخب کیا گیا۔ ۱۹۶۹ء میں پھر نا اتفاقی ہوئی تو آپ نے بستر علالت پر اتفاق و اتحاد کی کوششیں کیں، علامہ سید محمد یوسف بنوری ﷫ فرماتے ہیں کہ:

> "حضرت جالندھری ﷫ کی شخصیت تھانہ بھون اور دیوبند سے تعلق کی وجہ سے شہرہ آفاق تھی وہ ایک جید عالم دین، بڑے عاقل و متین اور مدبر و منتظم تھے، علم و وقار کا مجسمہ اور خدا ترسی وللہیت کا بہترین نمونہ تھے، ان کا خیر المدارس اسم با مسمّٰی ہے"

الغرض آپ کی پوری زندگی تعلیم و تدریس، اصلاح و ارشاد اور دعوت و تبلیغ میں بسر ہوئی لاکھوں افراد نے آپ کے فیض علمی و روحانی سے استفادہ کیا اور آخر کار یہ مرد مومن ۲۰ شعبان ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء کو رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

(ذکر خیر محمد ﷫ میں تفصیلات دیکھئے۔)

حضرت مولانا رسول خان ہزاروی ؒ

آپ ۱۸۷۱ءمیں پیدا ہوئے آپ کے والد مولانا محمود حسن بن محمد گل خان ضلع ہزارہ کے معروف عالم تھے۔قومیت کے لحاظ سے سواتی پٹھان تھے۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے مدارس میں حاصل کی بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں تین سال کے عرصہ میں باقی ماندہ کتب کی تکمیل کر کے ۱۳۲۳ھ میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب ؒ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ دار العلوم سے فراغت کے بعد آپ مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ میں درس وتدریس پر مامور ہوئے اور ۱۳۲۴ھ سے ۱۳۳۲ھ تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے پھر اکابر دار العلوم دیوبند کی خواہش پر دار العلوم تشریف لے گئے اور پہلا آزمائشی درس شرح وقایہ کا ہوا جس میں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری ؒ‘شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ‘ فخر الہند مولانا حبیب الرحمن عثمانی ؒ اور حضرت مولانا محمد احمد قاسمی ؒ وغیرہم اکابر واساتذہ شریک ہوئے ‘آپ نے معرکۃ الاراءدرس دیا اور دار العلوم میں آپ کی علمی شخصیت کی دھاک بیٹھ گئی یہاں آپ نے ۱۳۳۲ھ سے ۱۳۵۳ھ تک تدریسی خدمات انجام دیں اور بڑے بڑے جید علماءکرام نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا جن میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ؒ‘حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ‘حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی ؒ‘حضرت مولانا شمس الحق افغانی ؒ‘ حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری ؒ اور حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ؒ قابل ذکر ہیں۔دار العلوم دیوبند کی تدریسی خدمات کے بعد سر محمد شفیع مرحوم کی درخواست پر آپ اورنٹیل کالج پنجاب یونیورسٹی تشریف لے آئے اور ۱۹۳۵ء سے ۱۹۵۴ء تک اورنٹیل کالج میں جدید تعلیم یافتہ حضرات کو پڑھاتے رہے پھر مخدوم الامت حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری ؒ کی استدعا پر ۱۹۵۴ء سے ۱۹۷۱ء تک مستقل طور پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور ہزاروں تشنگان علوم کو اپنے چشمہ فیض علمی سے سیراب وشاداب کرتے رہے۔

آپ ایک عظیم محدث ومفسر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے عارف کامل

اور شیخ الکل تھے۔ آپ اولاً حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب ﷫ سے بیعت ہوئے پھر ان کی رحلت کے بعد حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ﷫ سے تعلق قائم کیا اور روحانی اسباق کی تکمیل کی۔ ۲۰ ربیع الاول ۵۴ ۱۳ھ کو حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ نے آپ کو خلافت سے نوازا' آپ نے حضرت تھانوی ﷫ سے خوب فیض حاصل کیا اور انہی کے مسلک و مشرب پر قائم رہے' سیاسی نظریات میں بھی اپنے شیخ معظم کے تابع رہے' اور تحریک پاکستان میں دو قومی نظریہ کی تائید و حمایت کی' آپ نے اپنی زندگی میں ہزاروں افراد کی اصلاح فرمائی اور متعدد خوش نصیبوں نے آپ سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ الغرض آپ ساری زندگی درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد میں مصروف رہے اور اپنے فیض علمی و روحانی سے مستفید فرماتے رہے آخری بیس سال جامعہ اشرفیہ لاہور میں گزارے اور حسب معمول شعبان کی تعطیلات گزارنے اپنے آبائی گاؤں اچھڑیاں تشریف لے گئے جہاں یکم رمضان المبارک کو معمولی سا بخار ہوا مگر ذکر و عبادت میں مصروف رہے اور بالآخر ۳ رمضان المبارک ۹۱ ۱۳ھ' ۱۹۷۱ء کو روزہ کی حالت میں سورہ یسین پڑھ کر اور پھر یہ کلمات قرآنی فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الرحمین پڑھتے ہوئے اپنی جان' جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کی وفات حسرت آیات پر علامہ سید محمد یوسف بنوری ﷫ نے اپنے تعزیتی کلمات میں فرمایا کہ :

> "حضرت ﷫ کی وفات سے درس و تدریس کی ایسی جامع ترین شخصیت کی جگہ خالی ہوگئی جس کی آئندہ صدیوں میں پر ہونے کی توقع نہیں' آپ کی وفات سے ہند و پاک کی ایک صدی کی علمی تاریخ کی بساط الٹ گئی۔"

حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب ﷫ فرماتے ہیں کہ :

> "آہ علم و حکمت بکھیرنے والی زبان خاموش ہوگئی اور برصغیر علم و عرفان کے ایک روشن آفتاب سے محروم ہوگیا۔"

اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

(تفصیلات سوانح مولانا رسول خان میں پڑھئے)

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

سید الملت حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کاروان تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز افراد میں سے تھے' آپ کے والد ماجد حکیم سید ابوالحسن صاحب ندوی مرحوم ایک ممتاز عالم دین تھے' آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے گھر ہی میں حاصل کی کیونکہ آپ کا سارا گھرانہ علمی تھا آپ فرماتے تھے کہ:

> "ابتداء میں اپنے برادر بزرگ ابوحبیب مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض صحبت سے قلب میں پاکی محسوس کرتا تھا جس کی تکمیل بعد میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک ہاتھوں سے انجام پائی۔"

آپ ۲۳ صفر ۱۳۰۲ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۸۸۴ء کو دیسنہ ضلع پٹنہ صوبہ بہار میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۰۱ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوئے جہاں سے پانچ سال تک حصول تعلیم کے بعد ۱۹۰۶ء میں فارغ و تکمیل کی سند ملی' اسی ماحول میں آپ کو حضرت علامہ شبلی مرحوم جیسے مشہور زمانہ ادیب' مورخ' متکلم' فلسفی' محقق اور مفکر کی تربیت و نگہداشت کا ماحول میسر آیا۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قیام کے دوران آپ نے جو کچھ حاصل کیا اس میں بعض دیگر اساتذہ کرام کا بھی حصہ قابل ذکر ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا محمد فاروق' مولانا حفیظ اللہ' مفتی عبداللطیف' اور مولانا عبدالحی وغیرہ شامل ہیں۔

آپ کی ذہانت اور علمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب دارالعلوم ندوۃ کے فارغ طلباء کی دستار بندی کے سلسلہ میں مارچ ۱۹۰۷ء میں لکھنؤ کے وسیع ہال میں جلسہ دستاربندی منعقد ہوا تو اس جلسے کی صدارت مولانا غلام محمد فاضل ہوشیار پوری رحمۃ اللہ علیہ نے کی' اس جلسہ میں بڑے بڑے ماہر فن علم و فضل شریک تھے' حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو عین وقت پر جلسہ عام میں عربی میں تقریر کرنے کے لئے کہا گیا اور خواجہ غلام الثقلین مرحوم نے موضوع تقریر "ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کیونکر ہوئی۔" مقرر کیا' آپ نے اس موضوع پر عربی میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے

شروع کئے، ہر طرف سے احسنت احسنت اور آفرین کی صدائیں بار بار بلند ہو رہی تھیں، تمام جلسہ محو حیرت تھا، اس منظر کو دیکھ کر آپ کے استاذ گرامی حضرت علامہ شبلی مرحوم نے جوش مسرت میں اپنے سر سے عمامہ اتار کر علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر باندھا جو آپ کے واسطہ ہمیشہ کے لئے طرہ امتیاز بن گیا۔

مختلف علوم وفنون کے حصول سے فارغ ہونے کے بعد چالیس برس تک مسلسل آپ علمی و تحقیقی اور تصنیفی مشاغل میں مصروف رہے، فراغت کے فوراً بعد "الندوہ" جیسے بلند پایہ خالص علمی ماہنامے کا آپ کو نائب مدیر بنادیا گیا، رسالے کی ادارت برائے نام تھی اصل میں یہ ایک شعبہ تصنیف وتالیف تھا اس رسالے کا معیار اس قدر اعلیٰ تھا کہ ملک کے چیدہ چیدہ اہل قلم کے مضامین ہی اس میں ترتیب اشاعت ہو سکتے تھے۔

حضرت علامہ ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر شہیر مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

> "نگاہیں جس شوق اور بے تابی سے علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں کی منتظر رہتی تھیں اس سے کچھ کم اشتیاق حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی افادات کا بھی نہیں رہتا تھا۔"

آپ نے اس زمانے میں جس قسم کے مضامین سپرد قلم کئے ان کی اہمیت وقت پسندی، اور گوناگونی کا اندازہ آپ چند مضامین کے عنوانات ہی سے کر سکیں گے، "اشتراکیت اور اسلام"، "علم ہیئت اور مسلمان"، "اسلامی رصد خانے"، "مسئلہ ارتقاء"، "برنابا کی انجیل"، "مکررات القرآن"، "طبقات ابن سعد کا تعارف"، "قیامت ایمان بالغیب" وغیرہ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی قابلیت وجامعیت کا اعتراف عظیم اہل علم اور اساتذہ نے کیا، حضرت علامہ شبلی مرحوم آپ سے اس قدر متاثر تھے کہ انہوں نے ندوۃ العلماء کے اجلاس منعقدہ ۱۹۱۲ء میں اپنے خطبہ میں برملا فرمادیا۔ "ندوہ نے کیا کیا؟ کچھ نہیں کیا، صرف ایک سلیمان کو پیدا کیا، اور بس، یہی کافی ہے۔"

اس زمانے میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں جدید عربی اور علم الکلام کے ایک اعلیٰ استاذ کی ضرورت پیش آئی، علامہ شبلی نے یہ اہم مسند درس اپنے اس جوان

مرایلن پختہ عالم شاگرد کے سپرد کردی اور وقت نے ثابت کر دیا کہ یہ انتخاب بلاشبہ ا!؛ا ب تھا' یہ اُس وقت کی بات ہے جب علامہ ندوی ؒ کی عمر صرف پچیس سال کے لگ بھگ تھی 'تدریس و تعلیم کا یہ سلسلہ وقفوں کے ساتھ عرصے تک جاری رہا' اس زمانہ تدریس میں جن ممتاز طلباء نے علم حاصل کیا ان میں مولانا مسعود عالم ندوی ؒ 'مولانا محمد ادریس نگرامی ؒ اور مولانا شاہ معین الدین ؒ کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

۱۹۱۲ء میں برصغیر کی سیاست میں اسلامی اتحاد کی تحریک پیدا ہوئی تو مولانا ابوالکلام آزاد کلکتہ سے اپنا شہرہ آفاق رسالہ ہفت وار "الہلال" نکال رہے تھے انہوں نے ان حالات میں حضرت علامہ ندوی ؒ کی معاونت کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے الہلال کے ادارہ تحریر میں شامل ہونے کے لئے زور دیا' مولانا آزاد کی اس خواہش و کوشش پر علامہ شبلی نے خود علامہ سید سلیمان ندوی ؒ کو یہی مشورہ دیا اور آپ آزاد صاحب کے ساتھ ملکر تحریر کے میدان میں علمی و ادبی خدمات سرانجام دینے لگے 'آج تک چار دانگ عالم میں "الہلال" کی علمی و ادبی اور سیاسی خدمات کا جو شہرہ ہے بلاشبہ اس میں علامہ سید سلیمان ندوی ؒ کی کوششوں کا بھی ایک بڑا حصہ ہے 'کچھ عرصہ بعد آپ الہلال کی معاونت چھوڑ کر پونا میں درس و تعلیم کی غرض سے چلے گئے ان کے جانے کے بعد ادارت کا کام اس قدر متاثر ہوا کہ مولانا آزاد مرحوم ان الفاظ میں علامہ ندوی ؒ سے واپس چلے آنے کی درخواست کرنے پر مجبور ہوگئے۔

> "آپ نے پونا میں پروفیسری قبول کرلی حالانکہ خدا نے آپ کو درس و تعلیم سے زیادہ عظیم الشان کاموں کے لئے بنایا ہے' خدا کے لئے میری سنئے 'میں آپ کی عزت کرتا ہوں' اور خدا شاہد ہے کہ آپ کی محبت دل میں رکھتا ہوں آپ میں وہ قابلیت موجود ہے کہ آپ لاکھوں نفوس کو زندگی کی راہ دکھا سکتے ہیں' آپ آکر "الہلال" بالکل لے لیجئے' اور جس طرح جی چاہے اسے ایڈٹ کیجئے' میں صرف اپنے مضامین دے دیا کروں گا اور کچھ تعلق نہ ہوگا آپ فوراً وہاں سے استعفیٰ دے دیں اور کلکتہ چلے آئیں۔"

یہ خط مولانا آزاد مرحوم نے علامہ ندوی ؒ کو ۹ جنوری ۱۹۱۴ء کو لکھا تھا۔

دیکھئے آزاد صاحب ایسے نابغہ روزگار حضرت علامہ کی معاونت کی کتنی ضرورت محسوس کرتے ہیں' علامہ کے جو مضامین "الہلال" میں شائع ہوئے وہ مضامین سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ کے نام سے منظر عام پر آچکے ہیں۔ نومبر ۱۹۱۴ء کی بات ہے کہ علامہ شبلی علیہ الرحمۃ کا وقت آخر نزدیک تر آگیا' انہوں نے علامہ ندوی علیہ الرحمۃ کو تار دے کر پونا سے طلب فرمایا اور ہمیشہ کے لئے اپنے لب اور آنکھیں بند کرنے سے پہلے انہیں نہایت شفقت و محبت سے اپنی زیر تکمیل علمی مہمات بالخصوص "سیرت النبی" کو مکمل کرنے کی وصیت فرمائی اور یہ عہد مستحکم کرکے ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء کو اس بزم رنگ و بو کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے چلے گئے تو علامہ شبلی کی مسند خالی تھی اور اس عظیم مسند کی جانشینی کا شرف علامہ ندوی علیہ الرحمۃ کو حاصل ہوا' پھر اپنے استاذ سے کیئے ہوئے وعدہ کو پورا کیا اور "سیرۃ النبی" کی باقی جلدیں لکھ کر بہت بڑا فریضہ سرانجام دیا۔ ۱۹۱۵ء میں اعظم گڑھ تشریف لائے اور دارالمصنفین کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے لئے آپ نے اپنے قلب و دماغ کی جملہ صلاحیتوں کو اس طرح مرکوز کر دیا کہ کچھ عرصہ بعد علمی دنیا میں دور دور تک اسکی علمی خدمات کا شہرہ پھیل گیا۔ اس کے علاوہ آپ کی علمیت و عظمت و فضیلت کے لئے آپ کی تصانیف شاہد ہیں۔ "سیرت النبی" "خطبات مدراس" "سیرت عائشہ" "عرب و ہند کے تعلقات" "ارض القرآن" "خیام" "یادرفتگان" "حیات شبلی علیہ الرحمۃ" "حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے علمی آثار" اور دیگر مقالات و خطبات بڑی تعداد میں شائع ہو چکے ہیں۔

دینی و علمی خدمات کے علاوہ آپ نے قومی و سیاسی تحریکات میں بھی حصہ لیا اور ان کے ہم عصر سیاسی زعماء آپ کی سیاسی بصیرت و فراست کے قائل اور معترف رہے' آپ نے ۱۹۱۷ء میں مجلس علمائے بنگال کے اجلاس کلکتہ کی صدارت فرمائی' اس میں انگریزی حکومت کے جبر و تشدد کے باوجود آپ نے ایسا جرات آموز خطبہ دیا کہ لوگوں کے دلوں اور ذہنوں سے انگریز کی مرعوبیت اٹھ گئی۔

۱۹۲۰ء میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا عبدالباری فرنگی محل کے اصرار پر وفد تحریک خلافت کے ساتھ علماء ہند کے قائد وفد کی حیثیت سے یورپ تشریف لے گئے اور نمائندگی کا حق ادا کیا۔

۱۹۲۷ء میں آپ نے جمعیت علماء ہند کے اجلاس کلکتہ کی صدارت فرمائی اس اجلاس میں حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری علیہ الرحمۃ جیسے جلیل القدر عالم دین بھی شریک تھے

اس اجلاس میں آپ نے جو خطبہ صدارت دیا وہ مسلمانوں کی سیاست میں قابل یادگار ہے ۱۹۲۷ء ہی میں انجمن حمایت اسلام کی دعوت پر ''عہد رسالت میں اشاعت اسلام'' کے موضوع پر ایک معرکتہ الاراء تقریر فرمائی جس میں علامہ اقبال مرحوم نے آپ کی علمی فضیلت و قابلیت کا اعتراف کیا' بعد ازاں اپنے مکتوب گرامی میں لکھا کہ :

> ''مولانا شبلی مرحوم کے بعد علامہ سید سلیمان ندوی استاذ الکل ہیں اور علوم اسلام کی جوئے شیر کا فرہاد آج ہندوستان میں سوائے سید سلیمان ندوی کے اور کون ہے اور اس وقت علامہ سید صاحب قلندر رہیں۔''[1]

تحریک آزادی ہند میں بھی آپ نے اہم کردار ادا کیا اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ﷫ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ﷫ کے سیاسی نظریات کی تائید و حمایت کی' قیام پاکستان کے بعد آخر دم تک نظام اسلام کے لئے کوشاں رہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی ﷫ علوم ظاہری کے علاوہ علوم باطنی میں بھی ایک بلند مقام پر فائز تھے' آپ حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے معتمد علیہ خلفاء میں سے تھے' حضرت تھانوی ﷫ کے فیض صحبت سے علامہ ندوی ﷫ کی زندگی میں اس قدر انقلاب رونما ہوا کہ وہ ایک طرح دنیائے علم سے دنیائے معرفت کی طرف آگئے اور بقول مولانا شاہ معین الدین ندوی ﷫ کہ :

> ''علامہ سید صاحب ﷫ حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے تعلق کے بعد صبغت اللہ میں بالکل رنگ گئے تھے' ومن احسن من اللہ صبغۃ اور ان میں بڑا روحانی انقلاب پیدا ہو گیا تھا۔''

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی ﷫ فرماتے ہیں کہ :

> ''حضرت علامہ سید سلیمان ندوی ﷫ قرآن و حدیث فقہ و کلام و تصوف اور تاریخ اسلامی کے بہت بڑے عالم و فاضل اور عربی

---

[1] مکاتیب اقبال ج ۱

وفارسی واردو کے ایک عظیم ادیب وشاعر تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم المرتبت شخصیت کے معتمد خاص اور خلیفہ ارشد تھے، حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ شناس جانتے ہیں کہ وہ اپنے وقت کے مجدد ایک عظیم محقق اور شیخ کامل تھے، ان کے دامن تربیت میں ہر رنگ و ہر مزاج و ذوق کے انسان کو پناہ اسی لئے ملتی اور اطمینان کامل اسی لئے میسر آتا کہ ان کے طریقہ اصلاح میں مزاج کا لحاظ بطور خاص رکھا جاتا تھا اس لئے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت روحانی ایک خاص نہج پر کی تھی۔ [۵۱]"۔

حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ہم لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اتنی جلدی اس قدر رسوخ کس طرح حاصل ہو گیا مگر بعد کو معلوم ہوا کہ جوہر ہی کچھ اور تھا"۔

حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عارفی فرماتے ہیں کہ:

"حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معاملہ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا، دیکھنے والوں کو صرف یہ نظر آتا تھا کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھانہ بھون تشریف لاتے ہیں، محفل میں شرکت فرماتے، چپ چاپ بیٹھ کر چلے جاتے ہیں نہ کوئی گفتگو ہوتی ہے نہ کچھ عرض و معروض، مگر دیکھتے ہی دیکھتے درجہ کمال کو پہنچ گئے، سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں جوش پیدا ہو جاتا اور گھنٹہ بھر کی محفل دو گھنٹے طویل ہو جاتی تھی۔ [۵۲]"

---

[۵۱] بزم اشرف کے چراغ
[۵۲] بزم اشرف کے چراغ

ہرحال حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے محب و محبوب تھے، ساری عمر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک و مشرب پر قائم رہے اور ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء کو رحلت فرمائی۔ ہزاروں عقیدت مندوں نے کراچی میں حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں اسلامیہ کالج کراچی میں تدفین عمل میں آئی۔ حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

(تفصیل کے لئے تذکرہ سلیمان ملاحظہ ہو۔)

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت صوفی شہاب الدین کٹھوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے' آپ کا آبائی پیشہ خطاطی تھا اور آپ کا اصل وطن موضع محلوالہ ضلع میرٹھ تھا مگر ۱۹۳۴ء میں قصبہ کٹھور میں مکان خرید کر وہیں سکونت اختیار کرلی' عربی تعلیم قصبہ شاہجہان پور میں حافظ فتح محمد خان صاحب سے حاصل کی' آپ کے خاندان کے زیادہ تر لوگ انگریز کمپنیوں میں کام کرتے تھے' آپ کے بڑے بھائی بھی شملہ میں کام کرتے تھے' لہٰذا آپ بھی تعلیم سے فارغ ہوکر شملہ میں اپنے بھائی کے پاس چلے گئے اور خطاطی کا کام سیکھ کر انگریز کمپنیوں میں ۱۹۳۱ء تک بمبئی ' کوئٹہ لاہور اور دہلی وغیرہ میں کام کرتے رہے' بعد ازاں آپ نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا اور بیعت کے بعد بہت جلد اجازت بیعت وتلقین بھی حاصل ہوگئی' لہٰذا آپ نے کٹھور میں بہت انہماک کے ساتھ خلاف شریعت رسومات کا قلع قمع کرنا شروع کردیا اور خدا کے فضل وکرم سے کٹھور کی کایاپلٹ دی' اس قصبہ میں بدعتی پیرزادگان کا بہت اثر تھا جس کا آپ نے بالکل خاتمہ کردیا' ایک بزرگ کی خانقاہ میں سالانہ عرس ہوتا تھا وہ بھی بند ہوگیا اس پر قصبہ کے پیرزادگان آپ کے خلاف ہوگئے مگر آپ اپنی جدوجہد میں مصروف عمل رہے' آپ کو فقہی مسائل پر کافی عبور حاصل تھا' متنازعہ مسائل کا فتویٰ ہمیشہ دیوبند اور سہارنپور سے منگاکر تسلی کرتے تھے' حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تصانیف کے علاوہ دیگر علماء کی تصانیف کا بھی کافی ذخیرہ آپ کے پاس موجود تھا' آپ نے تین مرتبہ حج کیا' آخروقت میں کام کاج چھوڑکر کتب بینی یا آنے جانے والوں سے ملاقات میں وقت صرف کرتے تھے' آپ ۲۰ اگست ۱۹۷۰ء کو اس دارفانی سے دارالبقاء کو تشریف لے گئے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی (7)

حضرت مولانا شیر محمد مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ گھوٹکی ضلع سکھر سندھ میں ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے' آپ کے والد ید محمد عارف شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فارسی کے بڑے عالم' اور نیک آدمی تھے' آپ نے قرآن شریف ناظرہ ختم کر کے سندھی زبان میں تعلیم حاصل کی' اس کے بعد عربی و فارسی اور دیگر علوم و فنون پڑھ کر تعلیم مکمل کی' فراغت تعلیم کے بعد آپ اپنی زمینداری کے کام میں مصروف ہوگئے' مگر بچپن ہی سے روزہ نماز کے پابند تھے۔ امانت و دیانت اور صداقت کا پیکر تھے' آپ کو مسائل فقہ سے کافی دلچسپی تھی اسی غرض سے پنجاب اور سندھ کے علماء سے مسائل میں استفادہ فرماتے رہتے تھے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی سلسلہ میں بذریعہ خط و کتابت کئی مسائل دریافت کئے اس طرح سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں بھی دیکھنے کا موقع ملا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شوق بھی پیدا ہو گیا' آپ نے اپنی اس خواہش کا اظہار اپنے ایک عریضہ میں کیا' حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ میں خیر پور کسی کی دعوت پر آنے والا ہوں آپ مجھ سے خیر پور میں ملاقات کر لیں چنانچہ آپ نے خیر پور میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کے بعد تمام علمی مسائل و شبہات حل ہوگئے اور تمام خاندانی رسم و رواج کا خاتم ہو گیا۔ اس دوران سندھ میں کانگریس کا زور و شور تھا اور آپ کو کانگریس میں شرکت کی دعوت دی جا رہی تھی مگر آپ نے صاف صاف کہدیا کہ ہم تو اپنے شیخ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے ہیں' ہماری اس معاملے میں کوئی رائے نہیں ہے لہٰذا آپ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی مسلک کے مطابق مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور کانگریس کی ڈٹ کر مخالفت کی۔

آپ نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت و اجازت کا اعزاز بھی حاصل کیا' اور پوری عمر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات و تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کی۔ آپ کی تمام عمر دینی علوم کی خدمت اور تبلیغ و اصلاح میں بسر ہوئی۔ عملی زندگی کا ہر پہلو عشق رسول میں ڈوبا ہوا تھا' آپ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار تھے بلکہ آپ کو فنافی الرسول کا مقام حاصل تھا' آپ جب بھی کسی مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ سنتے تو آپ کی آنکھوں سے اشک رواں ہوجاتے' اکثر تنہائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعت

پڑھتے رہتے تھے' درود پاک کثرت سے پڑھتے اور بار بار یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور ﷺ کے قدموں میں مرجاؤں' مجھے ادھر چین نہیں آتا۔

چنانچہ اسی جذبہ محبت و عقیدت میں سرشار ہو کر وطن اولاد اور جملہ آسائش دنیوی کو چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور عمر کے آخری چودہ سال بارگاہ رسالت ماب ﷺ کے جوار مقدس میں گزارے اور ۱۳۸۶ھ میں وہیں رحلت فرمائی اور خاک پاک مدینہ ہی میں تدفین کی سعادت حاصل ہوئی۔ حق تعالیٰ درجات بلند نصیب فرمائیں۔ آمین۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا ماسٹر شیر محمد ہوشیار پوری ؒ

آپ ۱۸۹۹ء میں میاں فتح الدین کے گھر موضع گھوگھرہ ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے 'آپ نے ۱۹۱۳ء میں مڈل پاس کیا اور ۱۹۱۵ء میں آپ پرائمری اسکول میں مدرس مقرر ہوگئے 'اس کے ساتھ ساتھ آپ نے دینی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی اور مولانا غلام مصطفیٰ صاحب فاضل دیوبند کی صحبت میں تین سال رہ کر منشی فاضل کا امتحان پاس کر کے گورنمنٹ ہائی اسکول ہوشیار پور میں فارسی مدرس مقرر ہوئے پھر مولانا احمد علی صاحب ؒ (جو فاضل دیوبند اور حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائپوری ؒ سے بیعت تھے) ان سے عربی علوم کی تکمیل کی 'بعد ازاں اصلاح و تربیت کے لئے آپ نے بمشورہ مولانا احمد علی صاحب ؒ 'حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی طرف رجوع کیا 'حضرت ؒ نے مواعظ کا مطالعہ 'قصد السبیل 'تعلیم الدین 'تبلیغ دین اور بہشتی زیور وغیرہ پڑھنے کا حکم دیا 'آپ نے ۱۹۱۹ء میں حضرت ؒ سے ملاقات و زیارت کے لئے اجازت طلب کی تو تحریر فرمایا کہ "مخاطبت یا مکاتبت تو نہ کرو گے" 'عرض کیا کہ صرف زیارت مقصود ہے ' ارشاد فرمایا "بسم اللہ آیئے اور یہ اجازت نامہ دکھایئے" چنانچہ آپ حاضر خدمت ہوئے اور سلام و مصافحہ کے فوراً بعد اجازت نامہ پیش کیا 'حضرت ؒ نے فرمایا "بہت اچھا اب آرام کرو بعد ظہر مجلس میں آ کر بیٹھنا"

آپ کا ایک ہفتہ قیام رہا 'پھر مسلسل چودہ سال تین دفعہ سال میں حاضر خدمت ہوتے رہے اور باطنی اصلاح جاری رکھی 'آپ خود فرماتے ہیں کہ :

> "تین سال مسلسل حضرت والا تھانوی ؒ سے تعلیم پاتا رہا اور ساتھ خطوط بغرض اصلاح خدمت اقدس میں لکھے اور درخواست کی حضرت مجھے بیعت فرمالیں چنانچہ حضرت ؒ نے شفقت فرمائی اور حضرت ؒ نے بیعت فرما کر مزید احسان فرمایا کہ اس ناکارہ کو اجازت بیعت و تلقین سے بھی نوازا 'حضرت ؒ کی خدمت میں رہ کر اور ان کی تعلیمات سے بحمد اللہ ایمان و اعمال میں پختگی 'دین کی عظمت اور مقصود زندگی رضاء مولا از ہمہ اولیٰ نصیب ہوئی گویا مسلمان ہو گیا گو ناقص رہا 'اب

ان کی تعلیم کے بعد دنیا سے نفرت سی ہوگئی اور انسانیت کا سبق
آگیا۔"

بہرحال آپ حضرت ﷺ کے مجاز بیعت تھے اور پھر زندگی انہی کے اصول و
ضوابط کے مطابق گزار کر ۱۰ اپریل ۱۹۷۹ء کو گوجرہ پاکستان میں رحلت فرمائی۔
انا للہ و انا الیہ راجعون۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی (ر)

حضرت مولانا صغیر محمد کملائیؒ

آپ کی پیدائش ۴۳۸۱ء میں مغل ٹولی کملا میں ہوئی' مولانا کے والد مولانا حافظ عزیز محمد صاحبؒ' مولانا حافظ نور محمد صاحبؒ کے لڑکے تھے' جنہیں حضرت سید احمد بریلویؒ نے خلافت نامہ دے کر کابل سے بالاکوٹ آنے کا حکم دیا تھا' نور محمد صدیقی صاحب مجاہدین بالاکوٹ میں شمار ہوتے ہیں۔ مولانا صغیر محمد صاحبؒ کے والد مولانا حافظ عزیز محمد صاحب مغل ٹولی کملا میں شاہ شجاع مسجد کے امام وخطیب اور ایک مدرسہ کے مہتمم تھے' آپ نے قرآن حفظ اپنے والد صاحبؒ سے کیا اور ابتدائی کتب بھی پڑھیں پھر جونپور میں مولانا ابوا لبشر سے مشکوۃ وجلالین پڑھیں بعد ازاں کانپور چلے گئے اور درس نظامی کی تکمیل کی' یہیں حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے تعلق پیدا ہوا' آپ قرآن مجید بہت ہی عمدہ پڑھتے تھے اور بعض مرتبہ حضرتؒ کو سنایا کرتے تھے اس لئے حضرتؒ آپ سے بہت محبت فرماتے تھے' ایک مرتبہ حضرتؒ نے فرمایا کہ:

"مولوی صغیر محمد تم مکہ معظمہ جاکر قاری عبد اللہ مکیؒ سے
فن قرات میں تعلیم حاصل کرو"

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے شاہی مسجد کی امامت اور مدرسہ عزیزیہ کی خدمت شروع کی' آپ کے ہاں ایک لڑکا ہوا جس کا نام حضرت تھانویؒ نے رفیق احمد رکھا جسے حضرتؒ کے حکم سے مکہ معظمہ بھیجا اور قاری عبد اللہ صاحب سے علم قرات کی تکمیل کرائی' آپ نے کئی سال حضرت حکیم الامتؒ کے حکم سے بصرہ' رنگون' اور بنگال میں اشاعت قرآن کی خدمت کی پھر مدرسہ عزیزیہ کملا میں مستقل رہائش اختیار کی اور وقتاً فوقتاً حضرتؒ کی خدمت میں تھانہ بھون حاضری دیتے رہے اور سلسلہ خط وکتابت جاری رہا' اور بالآخر حضرتؒ نے بیعت وخلافت سے نوازا' آپ نے کملا میں بعد نماز عصر نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب سے بیان کرنا معمول بنایا' روزانہ تفسیر بیان القرآن کا درس دیتے اور ملفوظات اشرفیہ پڑھنے اور سننے کی ترغیب دیتے رہتے' آپ نے اپنے مدرسہ عزیزیہ میں صرف آٹھ سو نابینا حضرات کو قرآن کا حافظ بنایا اور بنگال میں متعدد مدارس قائم کئے' آپ نے متعدد کتب بھی لکھیں جن میں نعت عزیزی' خطبات عزیزی' آداب المساجد' دولت بے زوال' حقیقی مسلمان' مسئلہ قربانی' مسئلہ حج اور اصلاح احوال شامل ہیں۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ کو قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور کے مشہور زمیندار و رئیس شیخ لطیف احمد عثمانی کے گھر پیدا ہوئے آپ کے دادا شیخ نہال احمد عثمانی تھے' دارالعلوم دیوبند والی زمین انہی کی عطیہ کردہ ہے' آپ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی بھانجے تھے اور بچپن ہی سے ان کے زیر سایہ تربیت پائی۔ ابتدائی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی پھر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا' جہاں شیخ العصر محدث دوراں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوے ادب تہہ کیا اور فیض علمی کے ساتھ فیض روحانی بھی حاصل کیا اور ۱۳۲۸ھ میں سند فراغ حاصل کی' فراغت کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم ہی میں مدرس مقرر ہوئے سات سال کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بلانے پر تھانہ بھون چلے گئے جہاں آئندہ سات برس تک حدیث وفقہ اور منطق کا درس دیتے رہے اسی دوران آپ نے اپنی معرکۃ الاراء کتاب "اعلاء السنن" بیس ضخیم جلدوں میں تالیف فرمائی جس کے بارے میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادگرامی ہے کہ:

> مولوی ظفر احمد عثمانی (جو میرے بھانجے بھی ہیں اور اس دور کے امام محمد اور علوم دین کا سرچشمہ ہیں) نے "اعلاؤ السنن" کے علاوہ اگر کوئی اور کتاب نہ بھی لکھی ہوتی تب بھی اپنی فضیلت وکرامات کے اعتبار سے یہی ایک کتاب ان کے علمی مقام کے لئے کافی دلیل ہے۔"[۱]

شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

> "شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خواہرزادہ اور اکابر خلفاء میں سے

---

[۱] اکابر علماء دیوبند

تھے آپ اپنے دور کے زبردست علماء میں سے تھے علم حدیث پر آپ کی نظر اتنی گہری اور وسیع تھی کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بلند پایہ تصنیف "فتح الملہم شرح صحیح مسلم" میں مولانا موصوف کی مایہ ناز کتاب "اعلاء السنن" کے جگہ جگہ حوالے دیئے ہیں' مولانا ظفر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تصنیف حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے لکھی تھی' مولانا موصوف پہلی جلد لکھ کر جب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا اور پسند فرمایا دوسری جلد لکھنے کا حکم دیا' مولانا نے دوسری جلد لکھی اور مکمل کر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بے حد پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اتنا خوش ہوئے کو جو چادر اوڑھے ہوئے تھے وہ اتار کر مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو اوڑھادی اور فرمایا علمائے احناف پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بارہ سو برس سے قرض چلا آرہا تھا الحمد للہ آج وہ ادا ہو گیا۔"[۵۸]

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

"مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے "اعلاء السنن" کے ذریعہ حدیث وفقہ اور خصوصاً مذہب حنفی کی وہ قابل قدر خدمت کی ہے جس کی نظیر ملنا مشکل ہے یہ کتاب ان کی تصانیف کا شاہکار اور فنی وتحقیقی ذوق کا معیار ہے اور یہ وہ قابل قدر کارنامہ ہے جس پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے' حضرت مولانا عثمانی نے اس کتاب کے ذریعہ جہاں علم پر احسان عظیم کیا ہے وہاں علماء حنفیہ

---

[۵۸] تذکرۃ الظفر

قیامت تک ان کے مرہون منت رہیں گے۔"[سلہ]

بہرحال آپ نے کم وبیش پچیس برس تک حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں تصنیف وتالیف اور فتویٰ نویسی کا کام کیا اور بیسیوں معرکۃ الاراء کتب آپ کے قلم سے منصۂ شہود پر آئیں جن میں "احکام القرآن" "امداد الاحکام" "تلخیص البیان" "القول المیسور" "القول الماضی" "کشف الدجی" "فتح الظفر" "البیان المشید" "انکشاف الحقیقت" "القول المنصور" "حقیقت معرفت" "براۃ عثمان" "تردید پرویزیت" "فاتحہ الکلام" "معاویہ ابن سفیان" "فضائل القرآن" "تعلیم نبوت" اور "انوار النظر" وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

آپ نے اولاً اپنے استاذ گرامی حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی فیض حاصل کیا اور انہی سے خلافت عطا ہوئی' بعد ازاں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خلافت و اجازت حاصل ہوئی' آپ نہ صرف علوم شریعت کے متبحر عالم تھے بلکہ علوم طریقت وسلوک وتصوف کے بھی کامل شیخ تھے' آپ کی ذات گرامی علوم ظاہری اور علوم باطنی کا مخزن تھی' آپ کے علم وفضل اخلاص وعمل' تقویٰ وطہارت اور سادگی وتواضع سے اسلاف کی یاد تازہ ہوتی تھی اور آپ کے علمی و روحانی مقام کے اندازہ کے لئے یہی کافی ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا عبد الرحمن کاملپوری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا اسعد اللہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا شمس الحق فرید پوری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا مفتی دین محمد بنگالی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا محمود داؤد ہاشم برمی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ' اور حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی جیسے مشاہیر علم وفضل آپ کے تلامذہ و خلفاء میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ لاکھوں تلامذہ اور مریدین ملک وبیرون ملک دینی وعلمی اور اصلاحی خدمات انجام دے رہے ہیں' آپ کا فیض افریقہ سے لے کر مشرق بعید تک

[سلہ] ماہنامہ بینات کراچی

پھیلا ہوا ہے اور بالخصوص مشرقی پاکستان کے تو چپہ چپہ پر آپ کے جلائے ہوئے چراغ روشنی پھیلا رہے ہیں۔درس وتدریس اور تبلیغ وارشاد آپ کا اصل مشن رہا اور مختلف دینی مراکز میں علمی خدمات انجام دیتے رہے' مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور' مدرسہ اشرفیہ تھانہ بھون کے علاوہ ایک طویل عرصہ تک ڈھاکہ یونیورسٹی اور مدرسہ عالیہ ڈھاکہ سے وابستہ رہے اور ہزاروں تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے۔ آخر میں دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے کوئی بیس بائیس سال درس حدیث دیا اور ہزاروں طالبان علم کو فیضیاب کیا۔

دینی علمی اور اصلاحی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ کی سیاسی وملی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں' مسلم لیگ کی جدوجہد آزادی اور قیام پاکستان کے سلسلہ میں آپ کے کارنامے اظہرمن الشمس ہیں۔آپ نے جمعیت علماء اسلام کے مرکزی نائب صدر کی حیثیت سے متحدہ ہندوستان کا طوفانی دورہ کرکے مسلم رائے عامہ کو پاکستان کے حق میں ہموار کیا' سرحد و سلہٹ ریفرنڈم میں ایک تاریخی کردار ادا کرکے ملت اسلامیہ پر احسان عظیم کیا جس کا اعتراف قائداعظم اور قائدملت نے برملا کیا جس کی تفصیلات کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

الغرض آپ ساری زندگی دینی ' علمی ' تبلیغی واصلاحی اور قومی وملکی خدمات میں مصروف رہے اور آخر دم تک پاکستان میں نظام اسلام کے لئے کوشاں رہے اور ساری حیات اپنے علم وعمل اور زہدوتقویٰ کی شمع نورانی سے ایک عالم کو منور کرتے رہے' بالآخر ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ / ۸ دسمبر ۱۹۷۴ء کو کراچی میں رحلت فرمائی۔انا للہ و انا الیہ راجعون

ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ پڑھی' امامت کے فرائض مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷺ نے انجام دیئے اور پاپوش نگر کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری ﷺ نے تعزیتی کلمات میں فرمایا کہ:

"حضرت مولانا عثمانی کی رحلت سے مسند علم وتحقیق' مسند تصنیف

وتالیف، مسند تعلیم وتدریس، اور مسند بیعت وارشاد بیک وقت
خالی ہوگئیں اور اب ان کو پر کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔"

حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

"مولانا عثمانی کی وفات سے تمام دینی وعلمی حلقے یتیم ہوگئے ہیں
اور پاکستان اپنے مذہبی بانی وسرپرست سے محروم ہوگیا ہے۔

حضرت علامہ محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ:

"حضرت مولانا عثمانی کے سانحہ ارتحال کے ساتھ ہی موجودہ
صدی کی پوری تاریخ رخصت ہوگئی ہے وہ اس وقت اسلاف
کی عظیم یادگار تھے حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔
آمین۔"

(تفصیل کے لئے "تذکرۃ الظفر" ملاحظہ فرمائیے)

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا عبد الباری ندوی ﷫

آپ ۴اذی الحجہ ۱۳۰۶ھ /یکم اگست ۱۸۹۰ء کو پیدا ہوئے۔آپ کے والد ماجد حکیم عبد الخالق صاحب مرحوم اپنے وقت کے مشاہیر علم و فضل میں سے تھے حضرت مولانا محمد نعیم فرنگی محلی کے مرید اور خلیفہ تھے' آپ کا سلسلہ نسب حضرت عبد اللہ انصاری ﷜ سے ملتا ہے اصل وطن سترکھ ضلع بارہ بنکی تھا مگر آپ کے والد ماجد آخر میں لکھنؤ آگئے تھے اس لئے لکھنؤی کہلائے' ابتدائی تعلیم حضرت مولانا فرنگی محلی ﷫ اور مولوی توکل حسین ﷫ سے اپنے علاقہ میں حاصل کی پھر شوال ۱۳۱۹ھ کو دار العلوم ندوہ (لکھنؤ) میں داخلہ لیا' کچھ عرصہ مولانا محمد ادریس ندوی ﷫ سے استفادہ کیا اور پھر علامہ شبلی ﷫ کے زیر سایہ دار العلوم ندوہ میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔یہاں کے اساتذہ میں علامہ شبلی ﷫ کے علاوہ مولانا عبد الحفیظ صاحب ﷫ اور علامہ سید سلیمان ندوی ﷫ قابل ذکر ہیں۔آپ فرماتے تھے کہ :

"یہ ناکارہ سالانہ امتحان میں اول رہا اور کامیابی حاصل کی۔"

فرمایا کہ :

"دار العلوم ندوہ میں علامہ شبلی ﷫ کی نظر شفقت علامہ سید سلیمان ندوی ﷫ کے بعد مولانا عبد السلام صاحب ﷫ اور اس ناکارہ پر رہی۔"

آپ ابتداء ہی سے تاریخ و ادب کے بجائے فلسفہ و معقولات کی طرف مائل تھے اور اسی جہت سے آپ علامہ شبلی مرحوم کے گرویدہ تھے بہرکیف آپ نے ۱۹۱۰ء میں دار العلوم ندوہ سے فراغت حاصل کی۔یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ندوہ نے دار العلوم قائم کرکے دینی تعلیم و تربیت کے جن مقاصد کا بیڑا اٹھایا تھا ان میں سب سے نمایاں وقت کا ایک اہم دینی مطالبہ ایسے علماء کا پیدا کرنا تھا جو عصری تقاضوں اور علوم و فنون سے آگاہ ہوں' اور ان کے مقابلہ میں دین کی علمی و عملی خدمات کا حق ادا کرسکیں' اس مقصد عظیم خصوصاً جدید علوم و فنون کے لئے جیسا سامان و سرمایہ درکار تھا ندوہ کو کبھی میسر نہ آیا چنانچہ فلسفہ جدیدہ میں مہارت حاصل کرنے کے لئے مولانا عبد الباری ندوی

علیہ میں انگریزی سیکھنے کی جو تڑپ تھی اسکی تسکین کے سامان خود کرنے پڑے' آپ نے علامہ شبلی مرحوم کی مہربانہ توجہ سے علی گڑھ ایجوکیشنل کانفرنس سے پندرہ روپیہ ماہوار قرض کے طور پر وظیفہ حاصل کیا اور شیخ مقبول حسین کے پاس جو اس وقت کشمیر میں ریو ینیو منسٹر تھے چلے گئے یہاں انٹرنس کے امتحان میں شرکت کی مگر ناکام رہے پھر بھی ہمت نہ ہاری اور اپنی ذاتی کوشش و محنت سے انگریزی زبان میں وہ مہارت حاصل کی کہ فلسفہ کی کئی ٹکسالی کتابوں کے بہترین تراجم اردو میں کرکے بڑے بڑے ڈگری یافتوں کو پیچھے کرگئے اور اس امتیازی ندوی زمرہ کے فرد فرید بن گئے۔[سلہ]

فراغت تعلیم کے بعد اکتوبر ۱۹۱۵ء میں آپ علامہ سید سلیمان ندوی علیہ کی جگہ بمبئی یونیورسٹی کے مشہور دکن کالج پونہ میں لیکچرار مقرر ہوئے' یہاں آپ کو فلسفہ کے عمیق مطالعہ کا موقع ملا' زیادہ دلچسپی تاریخ فلسفہ سے رہی' اسی دوران چند ماہ کے لئے گجرات کالج احمد آباد گئے تو اسی اثناء میں سوات میں آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس ہوا جہاں مولانا حبیب الرحمن خان شروانی مرحوم کے اصرار پر آپ نے وہ معرکۃ الآرا لیکچر دیا جو بعد میں "مذہب و عقلیت" کے نام سے چھپ کر نہ صرف جدید و قدیم اہل علم میں مقبول ہوا بلکہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ نے اس کو "دین کا آہنی قلعہ" قرار دیا۔ اس کا نفع دوسروں کو جو پہنچا وہ تو الگ رہا خود آپ کو بھی انہی کے الفاظ میں یہ ہوا کہ لا الٰہ کے سلب سے فہم و شعور کے ساتھ الا اللہ کے ایجاب کی طرف پھیر دیا اور بعد کو یہی لیکچر ایک بڑے منفرد رنگ صاحب حال و قال بزرگ کی نظر نصیب ہوجانے کا حیلہ بنا۔"[سٹلہ]

مارچ ۱۹۲۰ء کو گجرات کالج سے علیحدگی کے بعد پروفیسر شیخ عبد القادر کے ہمراہ حیدر آباد دکن آئے اور مولانا محمد حسین صاحب علیہ کی زیارت نصیب ہوئی اور کئی ماہ ان سے تعلق و عقیدت قائم رہا اور آپ ان سے بہت متاثر ہوئے بعد ازاں یکم دسمبر ۱۹۲۰ء میں علامہ سید سلیمان ندوی علیہ کی دعوت پر دار المصنفین اعظم گڑھ آگئے اور اواخر اگست ۱۹۲۲ء تک یہاں علمی کاموں میں مصروف رہے۔ اس کے بعد ستمبر ۱۹۲۲ء میں

سلہ بینات بصائر وغیرہ
سٹلہ اسباق زندگی

آپ باضابطہ طور پر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن سے وابستہ ہوگئے اور یہاں مستقل طور پر قیام پذیر ہوئے اور پھر ۵۵ سالہ میعاد عمر ختم کر کے اگست ۱۹۴۵ء میں وظیفہ پر سبکدوشی حاصل فرمائی اور اپنے وطن لکھنؤ لوٹ آئے' جامعہ عثمانیہ میں حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی ﷺ جیسی علمی شخصیت بڑی مقبول تھی مگر جہاں تک درس و لیکچر کی بات ہے حضرت مولانا عبد الباری صاحب ﷺ کی دھاک کالج میں بہت زیادہ تھی' یہاں ہزاروں طلباء نے آپ سے استفادہ کیا' درس وتدریس کے علاوہ متعدد کتب' مختلف موضوعات پر آپ کی علمی قابلیت کی دلیل ہیں۔

آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانوی ﷺ سے منسلک تھا' آپ جون ۱۹۲۸ء میں حضرت حکیم الامت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اصلاحی تعلق باقاعدگی سے قائم کیا پھر دوران ملازمت بھی موسم گرما کی تمام چھٹیاں حیدر آباد سے تھانہ بھون پہنچ کر فیضان اشرفیہ سے مالامال ہوتے رہے' بعد ازاں انجذاب اس درجہ بڑھا کہ قبل از وقت جامعہ عثمانیہ سے پنشن لے کر تھانہ بھون میں جا رہنے کا عزم فرمالیا اور اسکے لئے درخواست بھی دیدی مگر جامعہ کی انتظامیہ نے اس وقت تک روکے رکھا جب تک کہ وہ چھوڑنے پر قانوناً مجبور ہی نہیں ہوگئی' پھر بھی پندرہ برس کا تعلق' کمال اتباع و انقیاد اور قوت استفادہ کی بدولت آپ محبت کی منزل سے گزر کر محبوبیت کے اوج پر پہنچ گئے اور حضرت حکیم الامت ﷺ کے خلیفہ مجاز قرار پائے اور پھر اپنے سارے علمی کمال اور قلمی قوت کو صرف فرماکر اپنے شیخ حکیم الامت تھانوی ﷺ کے سینکڑوں مواعظ ہزارہا ہزار ملفوظات اور بیسیوں تصانیف میں فکری غوطہ زنی کر کے تعلیمات اشرفیہ کو چار مجلدات (۱) تجدید دین کامل جس کا پہلا نام جامع المجددین تھا (۲) تجدید تصوف' (۳) تجدید معاشیات اور (۴) تجدید تعلیم وتبلیغ میں نہایت خوبی سے جمع فرمادیا اور ان کی طباعت کے لئے خود اپنی جمع شدہ پونجی وقف فرمادی' اللہ تعالیٰ نے ان تصانیف کو بڑی مقبولیت بخشی' اور مشرق وسطی میں تعلیمات اشرفیہ پھیل گئیں۔ حضرت حکیم الامت ﷺ سے تعلق کے بارے میں حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری ﷺ فرماتے ہیں کہ:

> "حضرت مولانا عبد الباری ندوی ﷺ عہد حاضر کے علماء ربانیین کے ایک ممتاز فرد تھے وہ عالم تھے عارف تھے' صوفی باصفا تھے' سراپا اخلاص تھے' ورع وتقویٰ کے پیکر تھے' حضرت حکیم

الامت ؒ کے دامن سے وابستگی سے تو مولانا کی دنیا ہی بدل گئی' اپنی جائیداد اور وسائل معاش کو خدمت دین کے لئے وقف کر کے حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے علوم اور حقائق و معارف کو جدید نسل کی رہنمائی کے لئے مفید سے مفید و موثر بنانے کے لئے تمام قلمی و فکری صلاحیتیں ختم کر دیں اور یہ ان کی زندگی کا اہم ترین کارنامہ ہے 'حضرت تھانوی ؒ کی تمام مختلف الانواع تصانیف سے متفرق موضوعات سے منتشر ملفوظات سے مواعظ حکیمہ سے ایک ایک چیز موضوع کے تحت یکجا کر کے روح نکال دی 'اس کی موثر تمہیدات اور منقح تشریحات سے چار چاند لگا دیئے درحقیقت تمام امت پر اور خصوصاً تھانوی بارگاہ کے خوشہ چینوں پر ناقابل فراموش احسان کیا ہے۔ الغرض دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی گود اور شبلوی تربیت سے جو صاحب خیرونظر اور اہل تحقیق و کمال علماء نکلے ان میں کی ایک امتیازی شخصیت حضرت مولانا عبد الباری ندوی ؒ کی ہے اور وہ اپنی شان امتیازی میں کسی تصدیق غیر کے محتاج بھی نہیں ان کی تصانیف ان کے مقالات اور ان کے گرانقدر تراجم ان کے تعین امتیاز کے لئے کافی ہیں۔"[۵]

بہرحال آپ عمر بھر خدمت اسلام میں گزارتے ہوئے ۲۸ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ / ۲۰ جنوری ۱۹۷۶ء کو دار الفناء سے دار البقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

---

[۵] ماہنامہ "بینات" کراچی۔ اپریل ۱۹۷۶ء

حضرت مولانا عبد الجبار فیروز پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۲۵ مارچ ۱۸۹۳ء / ۷ رمضان ۱۳۱۰ھ کو موضع ڈربی سرسہ ضلع حصار کے ایک راجپوت گھرانے میں پیدا ہوئے' آپ کے والد ماجد مولانا محمد شاکر صاحب رحمۃ اللہ علیہ علمائے دیوبند کے عقیدت مند اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے' آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی' آپ والدین کے اکلوتے فرزند تھے اس لئے ناز ونعم میں پلے اور ان کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی گئی' ابتدائی نوشت وخواند کے بعد مدرسہ رشیدیہ رائپور گوجراں میں داخل ہوئے اور حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا اس کے بعد مدرسہ عبد الرب دہلی میں رہ کر سند فراغت حاصل کی' آپ نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنی پوری توجہ تعلیم وتبلیغ پر مرکوز کردی' آپ نے پھر مستقل رہائش ابوہر منڈی ضلع فیروز پور میں اختیار کی اور ایک عظیم الشان مسجد اور مدرسہ کی بنیاد رکھی' حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی علالت کے دوران میں آپ کو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا چنانچہ آپ نے حضرت تھانوی کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی اور خلافت کے اعزاز سے بہرہ مند ہوئے' آپ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد علیہ افراد میں سے تھے' جن دنوں خاکسار تحریک کے بانی عنایت اللہ مشرقی نے انکار حدیث اور علماء کے استخفاف کی تحریک چلا رکھی تھی آپ نے ان کے طرز عمل پر سخت نکتہ چینی کی اور اس مقصد کے لئے جگہ جگہ اپنی تقریروں میں جناب المشرقی کی غلط روی سے عوام کو آگاہ کیا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم لیگ کے اجلاس پٹنہ ۱۹۳۸ء میں شرکت کے لئے جو وفد ترتیب دیا تھا ان میں مولانا عبد الجبار رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ آپ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حسب حکم دار العلوم دیوبند کے شعبہ تبلیغ میں بھی کام کیا تھا' آپ کے وعظ پر تاثیر اور دعوت عمل سے لبریز ہوتے تھے اور خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں عموماً آپ کے وعظ ہوتے تھے' قیام پاکستان کے بعد ہارون آباد میں رہائش اختیار کی اور یہاں مدرسہ اشرف المدارس کی تجدید کی ور پھر ساری زندگی دینی وتبلیغی کاموں میں مصروف رہ کر ۱۶ اپریل ۱۹۵۱ ۹ رجب ۱۳۷۰ھ کو رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا شیخ عبد الحمید الہرمزی ﷫

آپ ۱۳۱۰ھ میں ہرمزڈاک خانہ میر علی نارتھ وزیرستان صوبہ سرحد میں پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی پھر پشاور میں کچھ عرصہ تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۲۲ھ کو داخلہ لیا' موقوف علیہ کی تکمیل کے بعد ۱۳۲۶ھ میں علامہ محمد انور شاہ کشمیری ﷫ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی' آپ کے دوسرے اساتذہ میں مولانا میاں سید اصغر حسین صاحب ﷫' علامہ شبیر احمد عثمانی ﷫ اور مولانا محمد رسول خان ہزاروی ﷫ بھی شامل ہیں۔فراغت کے بعد آپ نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ﷫ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا جس کا مضمون درج ذیل ہے :

> "میں آپ کی کرامات وغیرہ کی وجہ سے آپ کا شیدائی نہیں ہوں بلکہ آپ کے کمال اتباع سنت اور کمال شدت اور امحائے بدعت کی وجہ سے آپ کا شیدائی بن چکا ہوں۔"

آپ کے اس جملے پر حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ بہت خوش ہوئے اور آپ کو خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں چھ ماہ تک ٹھہرنے کا ارشاد فرمایا' آپ حسب الارشاد چھ ماہ حضرت ﷫ کی خدمت میں گزار کر ۱۳۲۷ھ میں وطن واپس آگئے ۔۱۳۲۸ھ میں آپ کی شادی ہوئی' ایک دو سال گھر پر رہنے کے بعد ۱۳۴۰ھ کو پھر آستانہ اشرفیہ پر حاضری دی اور اپنے شیخ کی خدمت میں رہ کر اکتساب فیض روحانی کر کے خرقہ خلافت سے نوازے گئے پھر وطن میں آکر غیر شرعی رسومات کو ختم کرانے میں نمایاں کام کیا' زندگی اصلاح وتبلیغ اور تدریس میں گزاردی' ذریعہ معاش جب تک جسم میں طاقت رہی کاشتکاری رہا' اس سے فراغت کے بعد مسجد میں طلباء کو درس نظامی کی کتابیں پڑھاتے رہے' اس دوران علاقے کے لوگوں کو پہلے یہ علم نہ تھا کہ آپ حضرت تھانوی ﷫ کے خلیفہ مجاز ہیں' اس لئے اس اثناء میں سوائے چند ایک حضرات کے آپ نے کسی کو بیعت نہیں کیا' وصال سے تقریباً پانچ

سال قبل یہ راز علاقے کے لوگوں پر کھلا' پھر عام بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا' آپ نے بہت سے طالبان حق کی اصلاح فرمائی' سات حضرات کو اجازت بیعت سے بھی نوازا' ان میں سے صوبیدار محمد دان خان' مولوی عبد اللہ دیوبندی' مولوی شیر محمد نارتھ وزیرستان' محمد حاکم ایم اے اور خیال محمد صاحب آف حوخیل قابل ذکر ہیں۔ آپ کی جگہ جناب خیال صاحب ہی طالبان حق کی رہنمائی کرتے ہیں۔

آپ پندرہ ماہ تک علیل رہنے کے بعد ۲' ۳ جمادی الثانی ۸۶ ۱۳ھ کو پانچ بجکر بیس منٹ پر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے' اناللہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کی تصانیف میں چند رسائل غیر مطبوعہ ہیں اولاد میں دو لڑکے ہیں دونوں عالم ہیں۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا عبد الحی سہارنپوری ﷫

آپ سہارنپور میں پیدا ہوئے مگر تعلیم شروع سے لیکر آخر تک حیدر آباد میں اپنے والد سے حاصل کی' ۱۹۱۲ء میں حیدر آباد کے مشہور مدرسہ دار العلوم میں مدرس مقرر ہوئے اور جامعہ عثمانیہ کے قیام کے بعد بحیثیت استاد عربی آپ کا تقرر ہوا پھر آخر وقت تک اسی عہدہ پر مامور رہے آپ حضرت ﷫ کے مجاز بیعت تھے۔

۱۹۱۸ء میں آپ نے حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ سے تعلق پیدا کیا اس تعلق کا ذکر خود حضرت تھانوی ﷫ نے اپنے ملفوظات الافاضات الیومیہ میں کیا ہے' ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

> "مولوی عبد الحی صاحب بڑے قلیس انسان ہیں جب ان کا ارادہ بیعت کا ہوا تو تلاش شیخ میں انہوں نے تمبع سنت عالم دین ہونے کے ساتھ یہ معیار بھی رکھا تھا کہ اس شیخ کی خانقاہ میں لنگر نہ چلتا ہو' چنانچہ ان کی تشفی تھانہ بھون ہی میں ہوئی۔"

ایک جگہ فرمایا:

> "مولوی عبد الحی صاحب حیدر آباد سے آئے ہیں یہ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری ﷫ کے پوتے ہیں وہاں عربی کے پروفیسر ہیں' میں نے ایک بار ان سے ذکر کیا کہ میں نے صرف درسی کتب دیکھی ہیں اور کتابیں نہیں دیکھیں تو تعجب سے کہا کہ میں تو سمجھتا تھا کہ کم از کم ایک ہزار کتب تو ضرور دیکھی ہوں گی۔"

ایک اور جگہ فرمایا کہ:

> "مولوی عبد الحی صاحب نے بیان کیا کہ مجھ کو جو عقیدت ہوئی

وہ اسی وجہ سے ہوئی کہ یہاں لنگر نہیں ہے اور پھر بھی لوگ
ٹھہرے ہوئے ہیں، معلوم ہوا کہ یہ سب لوگ مخلص ہیں اور
ان کو فائدہ پہنچتا ہے۔"

آپ ہر سال پابندی سے حضرت حکیم الامت ؒ کی خدمت میں تھانہ بھون تشریف لے جاتے اور خط و کتابت کا سلسلہ بھی باقاعدگی سے جاری رہتا، آپ کو حضرت ؒ سے جو عقیدت و محبت تھی اسکا اندازہ "فیضان شیخ" کے دیباچہ سے بخوبی لگا سکتے ہیں، آپ نے حضرت ؒ کی کتاب تربیت السالک کا ایک بے نظیر خلاصہ آئینہ تربیت کے نام سے مرتب کیا تھا اور اس کتاب میں اپنے شیخ تھانوی ؒ کے لئے جامع کمالات العلمیہ والعملیہ کے الفاظ استعمال کئے تھے، آپ اکثر فرماتے تھے کہ :

"ہمارے شیخ اپنے وقت کے غزالی ورازی ہیں۔"

آپ علم و تقویٰ میں بلند مقام پر فائز تھے اور ساری عمر اپنے شیخ عالی مقام کے مسلک و مشرب کے مطابق گزار کر ۱۹۴۰ءمیں داعی اجل کو لبیک کہا۔اناللہ و انا الیہ راجعون۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الحی عارفی صدیقی ؒ

آپ کی ولادت باسعادت ریاست کدورہ میں بروز شنبہ ۸ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ بمطابق جون ۱۸۹۸ء میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد جناب مولوی علی عباس صاحب ؒ نواب کدورہ کے سیکرٹری تھے۔ آپ بچپن ہی سے اپنے دادا مولوی کاظم حسین صاحب ؒ کے زیر تربیت رہے۔ ۱۹۰۴ء میں کلام پاک کے علاوہ عربی صرف اور فارسی کی کتابیں پڑھنا شروع کیں۔ ۱۹۰۸ء میں انگریزی اسکول کے درجہ سوئم میں داخلہ لیا' کانپور اور پھر علی گڑھ میں تعلیم حاصل کی اور آخر میں ۱۹۲۶ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی۔ کچھ عرصہ سہارنپور میں وکالت کرکے ۱۹۲۷ء سے ہردوئی میں باقاعدہ وکالت شروع کی پھر ۱۹۳۲ء میں ہردوئی سے جونپور آگئے اور وکالت کرتے رہے۔ اسی دوران اپنے پھوپھا اور خسر حضرت ڈپٹی علی سجاد صاحب ؒ کے توسط سے حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ سے تعلق قائم ہوا' اور آپ نے حضرت ؒ سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل کیا آپ فرماتے ہیں کہ :

> "اللہ جل شانہ کی اس نعمت عظیم کا تمام عمر بھی شکر ادا کروں تو ناممکن ہے کہ ایک ذرہ بھی شکر کا حق ادا ہوسکے' الحمدللہ ثم الحمدللہ مجھے ایسے مرشد کامل کے حلقہ غلامی کا شرف نصیب ہوا جن کی توجہات اور دعائیں ہر آن ہر لحہ میرے ساتھ تھیں۔"

چنانچہ حضرت حکیم الامت ؒ سے تعلق کے بعد دسمبر ۱۹۳۵ء میں آپ نے وکالت کا پیشہ ختم کرکے جنوری ۱۹۳۶ء سے ہومیو پیتھک ڈاکٹری کو ذریعہ معاش بنایا' یوما فیوما کامیابی پیش پیش رہی تمام ضلع اور قرب وجوار کے اضلاع میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے شہرت عطا فرمائی' ہر طرح سے سکون وفراخت کی زندگی عطا فرمائی۔ قیام پاکستان کے بعد جون ۱۹۵۰ء کو آپ بمعہ اہل وعیال کراچی پہنچے اور یہاں بھی مطب شروع کردیا اور ساتھ ہی

ساتھ روزانہ عصر تا مغرب مجلس کا اہتمام بھی کیا جہاں روز بروز لوگوں کا رجوع بڑھتا چلا گیا اور سینکڑوں حضرات باقاعدگی سے مجلس میں شرکت فرماتے رہے' یہ سلسلہ مجلس آخر وقت تک جاری رہا اور ہزاروں افراد مجالس روحانیہ سے مستفیض ہوئے۔ آپ نے متعدد بار حج و زیارت کی سعادت حاصل کی' آپ پہلی مرتبہ ۱۹۶۳ء کو حج کے لئے تشریف لے گئے پھر ۱۹۶۵ء کو بحری جہاز سے عمرہ کے لئے گئے اس کے بعد پھر ۱۹۶۷ء میں عمرہ ادا کیا اسی طرح سے کئی مرتبہ یہ سعادت حاصل کرتے رہے۔ ("البلاغ" عارفی نمبر)

حضرت حکیم سید محمد ابراہیم صاحب ﷫ رزمی فرماتے ہیں کہ:

"حضرت والا ڈاکٹر صاحب ﷫ کو حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے خلفاء میں سے ایک ممتاز مقام حاصل ہے' آپ اپنے شیخ کے حقیقی مزاج شناس اور ان کی تعلیمات کے امین تھے' ساری زندگی شیخ کی تعلیمات کی ترجمانی فرماتے رہے' بیعت و اصلاح و تربیت کے ساتھ ساتھ آپ نے ایک یادگار تحریری سرمایہ بھی چھوڑا ہے۔ جو طالبان حق اور تشنگان معرفت کی رہنمائی کرتا رہے گا' آپ کی پوری زندگی اتباع سنت اور عشق الٰہی کا ایسا نادر نمونہ تھی جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا' آپ کی درویشانہ اور صوفیانہ عظمت عدیم المثال ہے۔ آپ کے روحانی فیوض و برکات متعلقین کے لئے سرمایہ افتخار ہیں' آپ اعلیٰ صفات کے حامل' مجسمہ اخلاق و ایثار فرشتہ صفت انسان تھے' آپ کی شخصیت میں اپنا گرویدہ بنالینے والا عجب سحر تھا' انداز اصلاح و تربیت میں جو سلیقہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا اسکی مثال موجودہ دور میں کم ہی نظر آتی ہے' آپ کی مجالس میں ہر طبقہ کے عوام و خواص' آسمان علم کے آفتاب و ماہتاب سب ہی ذوق و شوق سے حاضر ہوتے' اور علم و عرفان

عارفی سے فیضیاب ہوتے' لاکھوں افراد آپ کی مجالس کی
برکت سے صحیح انسان بن گئے اور ہزاروں زندگیوں میں پاکیزہ
دینی انقلاب برپا ہو گیا۔"[1]

بہرحال آپ ساری زندگی تبلیغ و ارشاد میں گزارتے ہوئے ۲۶ مارچ ۱۹۸۶ء بمطابق ۱۵ رجب المرجب ۱۴۰۶ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب ؒ کے بارے میں ان کے خلیفہ ارشد جناب حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ نے حضرت ڈاکٹر صاحب ؒ کو اس آخری دور میں اپنے شیخ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کے علوم و فیوض کی تشریح و توضیح اور ان کی نشر و اشاعت کے لئے گویا چن لیا تھا خاص طور پر اپنی زندگی کے آخری سالوں میں حضرت والا ڈاکٹر صاحب ؒ پر افادہ خلق کا ایک جذبہ بیتاب طاری تھا ان کی ہر وقت کی دھن یہ تھی کہ جو کچھ میں نے اپنے شیخ سے حاصل کیا ہے اسے جلد از جلد اپنے ہر مخاطب کی طرف منتقل کر دوں چنانچہ حضرت والا کے یہ افادات کسی باقاعدہ مجلس کے پابند نہیں تھے بلکہ ان کی حالت یہ تھی کہ ؎

میں جہاں بیٹھ لوں وہیں میخانہ بنے

چنانچہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے ان کی زبان مبارک پر ایک ہی ذکر تھا اور وہ تھا اتباع سنت کی دعوت و تبلیغ' اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے والے اعمال کی تربیت اور اپنے شیخ کے

---

[1] ماہنامہ "البلاغ" کراچی عارفی نمبر

مزاج ومذاق کی تعلیم' چنانچہ آپ جہاں بیٹھ جاتے خواہ وہ گھر
ہو یا مطب یا کوئی اور جگہ ' دعوت و تبلیغ کا یہ سلسلہ شروع ہو جاتا
تھا اور اس جذبہ بیتاب کا لازمی اثر یہ تھا کہ سننے والا اگرچند
لمحے بھی آپ کی صحبت سے فیضیاب ہو سکا ہے تو وہ اپنی زندگی
کے لئے کچھ نہ کچھ لیکر اٹھتا تھا' حضرت والا کی اس تبلیغ و دعوت
اور تعلیم و تربیت سے سینکڑوں زندگیوں میں انقلاب آیا اور نہ
جانے کتنے لوگوں کی کایا پلٹ گئی' آپ نے وکالت کے پیشے کو
چھوڑ کر ہومیو پیتھک طریقہ علاج کا شغلہ اختیار فرمایا تھا اور آخر
وقت تک اس مشغلے کو ترک نہیں فرمایا' مطب میں لوگوں کے
رجوع کا عالم یہ تھا کہ جس وقت حضرت والا مطب میں تشریف
فرما ہوتے اس وقت بعض مرتبہ کھڑے ہونے کی بھی جگہ نہ
ہوتی تھی لیکن اس مشغولیت کے عالم میں دعوت و تبلیغ کا کام
چھوٹا نہیں تھا اور جانے کتنے لوگ ہیں جو حضرت والا کے اس
مطب میں جسمانی امراض کے ساتھ ساتھ روحانی امراض کا
علاج بھی کراتے رہتے تھے اور نہ جانے کتنے لوگ ہیں جو
حضرت والا ﷺ کے پاس اپنے جسمانی امراض کے علاج کے
لئے آئے' آتے وقت نہ دین کی کوئی فکر تھی نہ کسی دینی بات سے
دلچسپی' لیکن یہاں سے دین کی فکر لیکر لوٹے اور جسم کے ساتھ
ساتھ اپنی روح کی دوائیں لیکر گئے اور رفتہ رفتہ اللہ نے ان کی
کایا پلٹ دی' زبانی وعظ و نصیحت کے ساتھ ساتھ حضرت والا
کے یہاں تصنیف کا سلسلہ بھی جاری تھا اور آپ نے ہزارہا
صفحات پر مشتمل اپنی ایسی تالیفات کا گرانقدر ذخیرہ چھوڑا ہے
جو اپنے اسلوب کے لحاظ سے بالکل منفرد ہے اور طالبان حق

کے لئے انشاء اللہ رہتی دنیا تک مشعل راہ بنے گا' اسوہ رسول اکرم ﷺ ' ماثر حکیم الامت ؒ' بصائر حکیم الامت ؒ' معارف حکیم الامت ؒ' اصلاح المسلمین ' اور معمولات یومیہ' میں سے ہر کتاب ہم سب کے لئے ایک گرانقدر سرمایہ اور علوم و معارف کا انمول خزانہ ہے' جس کے ذریعہ انشاء اللہ حضرت والا کا فیض ہمیشہ جاری رہے گا''[1]

رحمۃ اللہ تعالی علیہ رحمۃ واسعۃ

(تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی کا عارفی نمبر)

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

---

[1] نقوش رفتگان

حضرت مولانا حکیم عبد الخالق ہوشیار پوری ﷫

آپ ۱۸۹۶ء میں ٹانڈہ ہوشیار پور میں پیدا ہوئے' آپ کے والد میاں غلام نقشبند ایک نیک وصالح بزرگ اور بڑے زمیندار تھے' آپ نے حضرت مفتی محمد حسن صاحب ﷫ سے ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری ﷫' علامہ شبیر احمد عثمانی ﷫ اور مولانا سید اصغر حسین دیوبندی ﷫ سے دورہ حدیث کی تکمیل کی' دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد لکھنؤ کے طبیہ کالج میں داخلہ لیا اور نہایت اعزاز کے ساتھ کامیاب ہوئے' امرتسر میں اپنا مطب قائم کیا طب کا مشغلہ آپ نے ذریعہ معاش کے لئے نہیں بلکہ محض خدمت خلق کی غرض سے اختیار کیا تھا' اللہ تعالیٰ نے جب حضرت حکیم الامت ﷫ سے تعلق قائم فرمادیا تو دینی رنگ زیادہ چڑھ گیا ہر سال رمضان المبارک خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں گزارتے تھے حضرت حکیم الامت ﷫ نے آپ کو بیعت وتلقین کی اجازت سے نوازا تھا۔

آپ کو اپنے شیخ حضرت حکیم الامت ﷫ کے ساتھ جو محبت وعقیدت تھی اس کا اندازہ فیوض الخالق کے دیباچہ سے بخوبی ہوسکتا ہے یہ کتاب حضرت حکیم الامت ﷫ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے آپ نے مرتب کیا تھا۔ یہ نام حضرت ﷫ نے ہی تجویز فرمایا تھا یہ کتاب حضرت ﷫ کے علوم ومعارف کا ایک خاص ذخیرہ ہے' آپ نے ایک مرتبہ حضرت ﷫ کی خدمت میں عریضہ تحریر کیا کہ "اہل امرتسر حضور کی عنایت عامہ سے بہت خوش ہیں"' اس پر حضرت ﷫ نے جواب میں تحریر فرمایا "میں خود ان کی محبت سے بہت متاثر ہوں"۔ ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ :

"میں حکیم صاحب سے بہت خوش ہوں"

بہرحال آپ نے اپنی ساری عمر دینی وعلمی اور خدمت خلق میں گزاری' حضرت ﷫ کے بتلائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی کا ہر ہر لمحہ بسر کیا اور ۱۱ فروری ۱۹۴۵ء کو آپ نے وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولوی عبد الرحمٰن اعظم پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ اعظم پور کے ایک پیشہ ور طبقے سے تعلق رکھتے تھے، آپ عالم باعمل تھے، آپ کی شخصیت میں عجیب جاذبیت تھی، سادہ لباس، سادہ مزاج، ظاہر و باطن دونوں کا انکسار ان کی ہر روش سے صاف نمایاں تھا، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز بیعت تھے، ساری زندگی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اصول و طریق کے مطابق گزاری اور جہاں جہاں پہنچے وہاں لوگوں کو اعتقاد کی درستی نماز کی پابندی، حقوق العباد کی پابندی اور برائیوں سے بچنے کی تلقین فرماتے اور یہی زندگی کا مشن رہا۔

حضرت بابا نجم احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متعلقین کو اخلاق و محبت، اور ادب و احترام کی باتیں سکھائیں، حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک معاملہ اپنے شیخ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ادب و محبت برتنے کا چشم دید مجھے یاد ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ علاج کے لئے لکھنؤ تشریف لائے تھے وہاں کے قیام کے زمانہ میں بھی لوگوں کا ہجوم تھا جو لوگ باہر سے آتے تھے ان کے نام سے اطلاع کی جاتی تھی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے بعد باریابی ہوتی تھی، ہم جیسے بے سلیقہ پہنچے اطلاع کرا دی، اور غایت شفقت و کرم سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اجازت باریابی عطا فرما دیتے تھے اسی دوران مولوی عبد الرحمٰن صاحب بھی لکھنؤ گئے اور چھ روز مسلسل رہے اور دروازے سے واپس آجاتے یہ سوچ کر کہ میری اطلاع سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تکلیف نہ ہو، ایک دن بعد ظہر کی مجلس میں کسی نے بغیر ان کے کہے اطلاع

کر دی' حضرت ﷺ نے فوراً بلالیا اور پاس ہی سامنے بٹھا کر باتیں کیں یہ تو بے چارے خاموش اور اشک فشاں تھے' حضرت ﷺ ہی نے محبت کی باتیں کیں اور فرمایا رونے کی ضرورت نہیں' خوش رہئے خوب خوش رہئے' بظاہر صرف عالم اور زاہدانہ انداز کے خشک مگر حضرت میں عجیب کیف وحال تواجد اور مستی کی کیفیت ان میں خود میں نے دیکھی' وہ کیف و مستی کہ دوسرے میں بھی وہی کیفیت پیدا ہو جائے' اب ایسے لوگ کہاں ہیں۔"

آپ نے غالباً ۱۹۴۰ء میں وفات پائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری ؒ

آپ کا تعلق مشہور افغانی قبیلہ یوسف زئی سے ہے آپ کے آباء واجداد شرافت و دیانت اور پاکیزگی عمل اور دینداری میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے' والد ماجد مولانا گل محمدؒ اپنے وقت کے مشہور طبیب' ایک سنجیدہ عالم دین 'متقی و عبادت گزار بزرگ تھے 'آپ کی ولادت ۷ ۲ اگست ۱۸۹۶ء کو ضلع کیمبل پور میں ہوئی' آپ بچپن ہی سے ذہین و متین اور سنجیدہ طبیعت تھے ' ابتدائی تعلیم شمس آباد میں حاصل کی اس کے بعد مکھڈ میں مولانا قاضی عبد الرحمن ؒ سے شرح جامی اور ملاحسن تک کتابیں پڑھیں پھر ۱۹۱۲ء میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا' اس زمانے میں مظاہر العلوم میں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ 'مولانا عبد اللطیف ؒ 'مولانا عنایت علی ؒ 'مولانا ظفر احمد عثمانی ؒ اور مولانا عبد الوحید ؒ جیسے اکابر مدرسین موجود تھے ' اور اپنے فیض علمی سے دنیا کو سیراب کر رہے تھے 'آپ نے مظاہر العلوم میں داخلہ لیا اور تمام مروجہ کتب اور دورہ حدیث مذکورہ بالا حضرات اکابر سے پڑھ کر ۱۳۴۱ھ میں سند فراغ حاصل کی 'پھر مکرر دورہ حدیث کے لئے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب ؒ کے علاوہ علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری ؒ ' علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ اور مولانا حافظ محمد احمد قاسمی ؒ سے کتب احادیث پڑھیں۔

فراغت کے بعد حضرت اقدس سہانپوری ؒ کے حکم پر مظاہر العلوم ہی میں مدرس مقرر ہوئے اور اپنے استاذ مکرم کے لگائے ہوئے باغ علم کے مستقل باغبان بنے اور قیام پاکستان تک آبیاری کرتے رہے' ۱۳۴۴ھ میں جب حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب ؒ مدینہ منورہ ہجرت فرماگئے تو آپ ہی مظاہر العلوم کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور تقسیم ملک تک ہزاروں طالبان علم نے آپ سے کسب فیض کیا۔قیام پاکستان کے بعد آپ بہودی تشریف لائے اور وہاں سے حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ؒ کی دعوت پر جامعہ خیر المدارس ملتان تشریف لائے جہاں تین سال قیام فرمایا اور سینکڑوں علماء آپ

سے علوم حدیث کی سند حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے 'بعد ازاں شوال ۱۳۶۹ھ میں مولانا احتشام الحق تھانوی ؒ کی دعوت پر دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار کے عہدہ شیخ الحدیث کے لئے تشریف لے گئے جہاں تین سال شعبان ۱۳۷۲ھ تک حدیث رسول ﷺ کے چراغ جلاتے رہے۔

آپ ایک جید عالم' قابل مدرس 'عظیم محدث اور فقیہ ہی نہ تھے بلکہ اپنے وقت کے ایک شیخ طریقت اور آسمان روحانیت کے آفتاب بھی تھے 'آپ نے پہلے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ کے دست حق پر بیعت کی اور پھر وقت کے مجدد اعظم حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلسل کئی برس تک سلوک و تصوف کے منازل طے کرتے رہے اور آخر خلافت و اجازت سے نوازے گئے 'آپ کی روحانی صلاحیتوں کو دیکھ کر حضرت حکیم الامت ؒ فرمایا کرتے تھے کہ :

"کامل پوری نہیں بلکہ کامل پورے ہیں۔"[۱]

علامہ سید سلیمان ندوی ؒ فرماتے ہیں کہ :

"مولانا عبد الرحمن صاحب ؒ کی شان کا کیا کہنا ایک ایک خط مکاتیب عبادۃ الرحمن میں ایک ایک مقام پایا ہے۔"[۲]

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک مرتبہ خیر المدارس ملتان کے قیام کے دوران فرمایا کہ :

"قیامت کے روز اتنا کہدینا اپنے لئے کافی سمجھتا ہوں کہ میں نے حضرت مولانا عبد الرحمن کاملپوری ؒ کو دیکھا ہے۔"[۳]

علامہ سید محمد یوسف بنوری ؒ فرماتے ہیں کہ :

---

۱ تجلیات رحمانی
۲ تجلیات رحمانی
۳ تجلیات رحمانی

"مولانا عبد الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ علوم اسلامیہ و دینیہ اور عقلی و نقلی فنون کے جامع ترین عالم تھے، علم و فضل و کمال اور زہد و تقویٰ ان کی ذات میں مجتمع تھے وہ عالم و عارف تھے، صوفی و محقق، اور فقیہ و محدث تھے، علم اصول و کلام کے ایک ماہر اصول اور فاضل متکلم تھے، علمی دنیا کے آفتاب و ماہتاب تھے، کوہ وقار و تمکنت، پیکر علم و عمل، تواضع و انکساری اور اصلاح و تقویٰ میں یگانہ روزگار تھے، تواضع خاموشی اور کم گوئی آپ کی ایک فطری کرامت تھی بڑے قابل قدر بزرگ تھے"[1]

بہرحال آپ ساری زندگی درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد میں مصروف رہے اور آخر کار ۲۷ شعبان ۱۳۸۵ھ / دسمبر ۱۹۶۵ء کو وصال فرمائے گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

---

[1] تجلیات رحمانی

حضرت مولانا قاضی عبد السلام نوشہروی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۲۰ محرم ۱۳۲۱ھ / ۱۹۰۳ء کو تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور میں حضرت مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب کے گھر پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم اپنے والد اور دادا مولانا قاضی درمکنون سے حاصل کی' اعلیٰ تعلیم کے لئے دیوبند گئے چودہ سال کی عمر میں داخلہ لیا اور ایک سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد وطن واپس آگئے اور اپنے علاقہ میں مختلف مقامات پر تحصیل علم میں مصروف رہے' ازاں بعد مدرسہ رحیمیہ دہلی میں ایک سال' مدرسہ احمدیہ بھوپال میں ایک سال تک پڑھتے رہے پھر ۱۳۴۰ھ میں حضرت مولانا عبد العلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے مدرسہ عبد الرب دہلی میں دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد واپس وطن آگئے اور آٹھ سال تک اپنے گاؤں میں مختلف علوم وفنون کی کتابیں زیر درس رہیں۔ ستمبر ۱۹۴۲ء میں اسلامیہ ہائی اسکول نوشہرہ میں دینیات کے استاذ مقرر ہوئے اور ساتھ ہی جامع مسجد نوشہرہ میں امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دینے لگے' اسکول کی ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد بھی درس وتدریس میں کوئی فرق نہیں آیا' تدریس کے ساتھ تالیف کا کام بھی کیا آپ کی تصانیف میں "سبیل المومنین' صراط مستقیم' دیوان حافظ' دیوان علی خان' ادبی سوغات' العصام' مسئلہ تملیک وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ جو اردو اور پشتو میں طبع ہوئی ہیں۔ آپ شاعرانہ ذوق بھی رکھتے تھے اردو' عربی' فارسی' اور پشتو میں شعر کہہ لیتے تھے۔

آپ کا بیعت کا تعلق حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم رہا اور مدارج سلوک طے کئے' ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ کو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی۔ "اشرف السوانح" مصنفہ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ میں فہرست خلفاء میں آپ کا نام موجود ہے۔

آپ نے ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء کو وفات پائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

آپ کی اولاد میں دو فرزند مولانا قاضی عبد العلام صاحب لیکچرار اسلامیات گورنمنٹ کالج نوشہرہ اور مولانا خلیل الرحمن صاحب بی۔ ایس۔ سی ہیں۔

حضرت مولانا عبد العلیم بردوانی ؒ

آپ ضلع بردوان کے رہنے والے تھے' آپ کے والد بزرگوار دیوانی عدالت کے سررشتہ دار اور نہایت ہی متمول اور صاحب جائیداد تھے' اپنے اکلوتے بیٹے مولانا عبد العلیم کے لئے آپ کا کہنا یہ تھا کہ اگر میں اپنے بچے کو انگریزی پڑھاؤں گا تو اسکو دنیوی فائدہ تو ضرور ہو گا مگر میرا نقصان ہو گا اور اگر اسے کسی دینی درسگاہ کے حوالے کروں تو میری اور میرے بچے کی یعنی ہم دونوں کی بھلائی ہوگی اسی لئے انہوں نے مولانا عبد العلیم کو حضرت مولانا محمد اسحاق بردوانی ؒ خلیفہ حضرت تھانوی ؒ کے زیر سایہ جامع العلوم کانپور میں تحصیل علم کے لئے بھیجدیا جہاں آپ نے دینی تعلیم حاصل کی' بردوان کا خطہ ہندوؤں کا تھا مگر سب لوگ آپ کی بے حد تعظیم کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کو تاحیات زبردستی یونین بورڈ کا صدر منتخب کرتے رہے' اس کے ذریعہ سے آپ رفاہ عام کے کام بھی بحسن وخوبی انجام دیتے رہے' آپ کے تقویٰ و طہارت کے سبب ہندو سب ڈویژنل آفیسر تک آپ کے مداح تھے' ہندو آفیسر جب کبھی یونین بورڈ کے معائنہ کے لئے آتے تو آپ سے ازراہ عقیدت درخواست کرتے کہ اپنی تسبیح ہمارے سروں پر پھیردیجئے' آپ حضرت مولانا محمد اسحاق بردوانی ؒ کے ساتھ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی خدمت اقدس میں پہنچے اور حضرت ؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور بالاخر مجاز بیعت قرار پائے اور پھر ساری زندگی تبلیغ وتدریس اور اصلاح وفلاح میں مصروف رہے۔ آپ کا اسم گرامی "بزم اشرف کے چراغ" کے ص ۴۴۴ پر فہرست مجازین بیعت میں موجود ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۲۹۳ھ کو اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے مگر عمر کا بیشتر حصہ پھولپور میں گزارا تھا اس لئے پھولپوری کے نام سے مشہور ہوگئے۔ آپ کے والد صاحب نے دینی تعلیم کے لئے جونپور مولانا ابو الخیر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا جو مولانا سخاوت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے دو سال بعد آپ مولانا سید امین الدین نصیر آبادی کی خدمت میں تشریف لے گئے اس کے بعد جامع العلوم کانپور میں تعلیم مکمل کی' فراغت کے بعد حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کا ارادہ کرلیا اور مدرسہ عربیہ سیتا پور میں کچھ عرصہ کے لئے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا پھر جونپور میں تقریباً پانچ سال تک صدر مدرس کے عہدہ پر فائز رہے اسی زمانے میں آپ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوک وتصوف کے منازل طے کرنے شروع کردیئے اور باقاعدہ سلسلہ بیعت کا آغاز ہوا۔ اسی دوران حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سرائے میر اعظم گڑھ تشریف لائے جہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ ہوا' اور عید گاہ ہی میں ۱۳۳۸ھ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کیا اور خلافت سے نوازا۔ اس سے قبل ۱۳۳۶ھ میں آپ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے پھولپور میں مدرسہ روضۃ العلوم قائم کیا جس کی بنیاد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ سے رکھی اور ارشاد فرمایا کہ اس مدرسہ کا نام پھولپور کی نسبت سے روضۃ العلوم رکھتا ہوں' ۱۳۴۰ھ میں آپ نے قصبہ سرائے میر میں ایک اور مدرسہ بیت العلوم بھی قائم کیا اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مدرسہ کی سرپرستی بھی قبول فرمائی' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہی اسکا نام تجویز کیا تھا آپ اس مدرسہ کے انتظام کی خاطر اپنے گھر پھولپور سے پانچ میل دور قصبہ سرائے تشریف لے جایا کرتے اور اپنے گھر سے آٹا نمک وغیرہ لے جاتے مدرسے سے کبھی نمک تک نہیں چکھا اور نہ کبھی تنخواہ لی محض رضائے الٰہی کے لئے دس میل کا سفر اختیار کیا کرتے تھے' آپ کی سادگی کے متعلق حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ :

"مولانا عبد الغنی ماشاء اللہ سپاہی آدمی ہیں' بڑے مستعد ہیں'

پہلوان آدمی ہیں، پھر علمی وعملی کمال جدا مگر وضع سے مطلق
معلوم نہیں ہوتا کہ یہ بھی کچھ ہیں۔"

حضرت مولانا پھولپوری ﷫ کو ابتداء ہی سے شوق جہاد تھا اسی لئے آپ نے باقاعدہ فن سپاہ گری سیکھا تھا اور تھانہ بھون میں بھی آپ بعض اہل علم کو لاٹھی سکھاتے تھے، آپ کے اس فن اور مہارت کو دیکھ کر حضرت حکیم الامت ﷫ مسرت اور جوش کے لہجہ میں فرماتے کہ:

"ہمارے مولوی عبد الغنی ہزار آدمیوں کے مقابلہ کے لئے تنہا
کافی ہیں اور اگر ہم کو کبھی فوج کی ضرورت پڑی تو ہماری فوج
اعظم گڑھ میں ہے۔"

آپ کے مزاج میں خلاف دین کاموں کو دیکھ کر سخت تغیر ہوتا اور جوش غضب میں مخالفین دین کی ہمیشہ بے لاگ بیخ کنی فرماتے، ایک بار ایک صاحب نے حضرت تھانوی ﷫ سے آپ کے غصہ کے متعلق شکایت کی تو حضرت ﷫ نے فرمایا کہ:

"اپنے آدمیوں میں ایک گرم آدمی کی بھی ضرورت ہے ورنہ
دشمن کھا جائیں گے۔"

حضرت مولانا پھولپوری ﷫ کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آپ کپڑے ہمیشہ گھر میں دھلواتے تھے، اگر ضرورتاً کبھی دھوبی کے یہاں کپڑا دیا گیا تو بعد میں دوبارہ اس کو گھر میں دھلوا کر استعمال فرماتے اور یہ ارشاد فرماتے کہ:

"میں اس عمل پر فتویٰ نہیں دیتا ہوں، حق تعالیٰ سے میرا خاص
معاملہ ہے اگر میں اس کے خلاف کرتا ہوں تو میری زبان ذکر
میں بند ہو جاتی ہے اس لئے میں اپنے نفس کے لئے یہ اہتمام
کرتا ہوں۔"

حضرت حکیم الامت ﷫ کے یہاں آپ کا جو خاص مقام تھا اس کا اندازہ

اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ مولانا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تھانہ بھون حاضری کی اجازت چاہی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

"اے آمدنت باعث صد شادی ما"

اسی طرح ایک بار تحریر فرمایا کہ:

"اجازت چہ معنی بلکہ اشتیاق"

ایک مرتبہ آپ بلا اطلاع تھانہ بھون حاضر ہوئے اس وقت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لیٹے ہوئے تھے آپ کو دیکھ فرط مسرت سے کئی قدم چل کر سینے سے لگالیا اور فرمایا:

"نعمت غیر مترقبہ"

بہرحال حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے شیخ سے ایک خاص لگاؤ اور عشق تھا آپ نے درس وتدریس اور تبلیغ و اصلاح کے علاوہ کئی کتابیں بھی تالیف فرمائیں جن میں ' معرفت الہیہ' معیت الہیہ' صراط مستقیم' براہین قاطعہ' وغیرہ مشہور ہیں۔ آپ نے ۱۲ اگست ۱۹۶۳ء کو رحلت فرمائی اور پاپوش نگر کراچی میں تدفین ہوئی۔

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

(بزم اشرف کے چراغ)

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت عبد اللہ خان بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبد اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھوپال کے مشہور بزرگ تھے اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز بیعت تھے' آپ نہایت وثوق کے ساتھ فرماتے تھے کہ :

"میرا لڑکا جس کی عمر ۹-۱۰ برس تھی بہت کند ذہن اور غبی تھا' مجھ کو اس کا بہت قلق تھا وہ ایک مرتبہ میرے ساتھ ہمارے حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن تفریحاً اور مزاحاً اس کا سر پکڑ کر اپنے سر سے لگالیا' اس کے بعد اس کا ذہن بہت تیز ہو گیا اور وہ خوب اچھی طرح پڑھنے لگا اور بہت جلد قرآن کریم ختم کر لیا۔

حضرت عبد اللہ خان جب پنشن ملنے کے بعد تھانہ بھون حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لے گئے تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے دریافت کیا کہ کس قدر پنشن ملی ہے انہوں نے کہا کہ ۲۲ روپے ۱۰ آنے 'فرمایا کم ہیں' خان صاحب نے کہا 'خیر جس طرح ہو گا گزر کر لوں گا' پھر جب آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے بعد بھوپال واپس گئے تو سرکار نے ۵ روپے اور اضافہ کر دیئے' آپ فرماتے تھے کہ :

"میں تو اس کو حضرت والا ہی کی برکت سمجھتا ہوں۔"

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا عبد المجید بچھرانوی ﷫

آپ ضلع مراد آباد کے راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے تھے، بچپن اور جوانی کے آغاز تک ہل چلاتے اور زمینداره کرتے رہے پھر اچانک ایک روز گھر سے بھاگ کر انبالہ میں حضرت سائیں توکل شاہ صاحب ﷫ کی خانقاہ میں پہنچ گئے اور دینی تعلیم شروع کر دی اور پھر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ﷫ کی خدمت میں پہنچ کر بیعت کا شرف حاصل کیا، علم دین سے فارغ ہو کر آپ نے حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ سے تعلق قائم کیا اور راہ سلوک میں خوب محنت و مشقت کی اور حضرت ﷫ سے محبت و عقیدت کی بناء پر تھانہ بھون میں ہی مستقل رہائش اختیار کر لی جو کم و بیش تیس سال جاری رہی' آپ نے خانقاہ میں ذکر اس قدر کثرت سے کیا کہ دوسرے پیر بھائی کہتے تھے کہ یہ پاگل ہو جائیں گے' حضرت تھانوی ﷫ نے آپ کو ۱۳۴۵ھ میں خلافت سے نوازا اور ساتھ ساتھ وعظ و تلقین کرنے کی بھی اجازت مرحمت فرمائی تھی اور حضرت ﷫ نے جب سفر بند کر دیا تو وعظ کے لئے آپ ہی کو بھیجا کرتے تھے اسی طرح جب سوامی شردھانند نے آگرہ میں مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لئے شدھی تحریک کا آغاز کیا تو حضرت تھانوی ﷫ نے مولانا مفتی عبد الکریم گمتھلوی ﷫ اور آپ ہی کو تبلیغی کاموں پر مقرر کیا' ان حضرات کو تبلیغ کے دوران نہ تو کسی سے کھانا کھانے کی اجازت تھی نہ ہی نذرانہ یا چندہ وصول کرنے کا حکم تھا اور نہ سواری لینے کی اجازت تھی' آپ نے تبلیغ دین کے دوران حضرت ﷫ کی عائد کی گئی ان تمام پابندیوں کو بخوشی تسلیم کیا اور بیس سال کے قریب بھرت پور' الور' گوڑ گانواں' متھرا' میوات اور آگرہ میں دینی مدارس قائم کئے' اس دوران آپ کو تنخواہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے ملتی رہی جو بتیس روپے سے زائد کبھی نہیں ملی' تبلیغ کے دوران مناجات مقبول' ساتھ رکھتے تھے' ساتھ ہی ساتھ آپ نے کتابوں کی اشاعت و تجارت کا سلسلہ جاری رکھا اور حضرت ﷫ کی مشہور کتاب' تربیت السالک' آپ ہی نے چھپوائی تھی' یہ وہ کتاب ہے جو پاکستان میں بھی اولاً تیس روپے تک فروخت ہوئی ہے' حضرت حکیم الامت ﷫ کی طرف سے متعدد شہروں اور علاقوں میں جا کر آپ نے وعظ و

تقریر کے ذریعہ ہزاروں کی اصلاح کی اور لادینی اور باطل نظریات کے خلاف آپ نے دیگر خلفائے تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر جہاد کا فریضہ انجام دیا' آخر عمر میں آپ کو کشف بہت ہونے لگا تھا یہاں تک کہ معمولی جڑی بوٹی بھی بولتی تھی کہ میں فلاح بیماری کا علاج ہوں' آپ نے ایک کاپی لے کر اس میں اپنے کشف اور جوبات ذہن میں ہوتی' جمع فرمالی' حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اسکی اطلاع ہوگئی تو ایک روز مجلس میں گول مول الفاظ میں سب کے سامنے فرمایا کہ یہ بڑا بننے والا مرض بہت برا ہے اگر کوئی ایسا مریض میری مجلس میں ہے تو یہاں سے چلا جائے' آپ فوراً کھڑے ہو کر کہنے لگے یہ مجھ میں مرض ہے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' فوراً یہاں سے نکل جاؤ' اور اہل خانقاہ سے فرمایا کہ ان سے کوئی بات نہ کرے' آپ نے وہ کاپی جلا ڈالی اور سارا سارا دن حجرے میں پڑے روتے رہتے' صرف نماز کے لئے باہر نکلا کرتے' دعا و استغفار کرتے رہتے' ایک روز حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود بخود کہلا بھیجا کہ مجھے خوش کرنا ہے تو آج نماز پڑھادو' آپ نے حسب حکم نماز پڑھائی' اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جن سے صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بولنا بند کر دیا تھا اور پھر ان کی برات میں جو آیات نازل ہوئی تھیں آپ نے نماز میں پڑھیں' نماز کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا کہ اب ان سے بولنے کی اجازت ہے اور اس واقعہ سے اگر کوئی ان کی تذلیل کرے گا تو اسکے اعمال حبط ہوجائیں گے' آپ کے پاس جو رقم تھی وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی کہ ہدیہ قبول فرمالیں' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قبول کیا اور آپ کو مخاطب ہو کر کہنے لگے

> "میں نے ایسا مسہل آپ کو دیا ہے جو پہلے کسی کو نہیں دیا تھا۔ الحمدللہ آپ کامیاب ہوئے اور مجھے یہی امید تھی کہ آپ اسے برداشت کریں گے"۔

الغرض آپ نے ۷ مارچ ۱۹۵۲ء کو سفر آخرت فرمایا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ درجات نصیب فرمائیں۔ آمین۔

(ماخوذ از بزم اشرف کے چراغ)

حضرت مولانا عبد الودود مردانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۸۹۰ء میں دوبیاں تحصیل صوابی ضلع مردان میں علامہ عبد الرحمن کے گھر پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی بعد میں شہباز گڑھ میں جید علماء سے استفادہ کیا پھر مدرسہ اشاعت العلوم بانس بریلی میں داخل ہوئے اور بعد ازاں دار العلوم دیوبند میں تشریف لے گئے اور درس نظامی کی تکمیل کر کے سند فراغ حاصل کی' دورہ حدیث حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا' بعد فراغت حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی' واپسی پر دو سال مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں تدریس کرتے رہے پھر کچھ عرصہ اجمیر شریف کے مدرسہ میں درس و تدریس کا سلسلہ رہا پھر اپنے گاؤں آکر تدریس کا کام شروع کیا جو آخر وقت تک جاری رہا اس دوران مختلف علوم و فنون کی کتب زیر درس رہیں اور ہزاروں طلباء کو اپنے فیض علمی سے مستفید کیا۔

آپ نے باطنی تعلق حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کیا اور گیارہ سال تک تھانہ بھون میں رہ کر سلوک و تصوف کے منازل طے کئے اور آخر خلافت سے نوازے گئے' بعد میں اپنے گاؤں تشریف لائے اور وہاں تدریس کے ساتھ قاضی و مفتی کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے' آپ بالکل سیدھے سادھے انسان تھے' انانیت اور دنیاداری سے بالکل نا آشنا تھے دین کو ہر وقت دنیا کے مفاد پر مقدم رکھا کرتے تھے' حقوق العباد میں بہت محتاط تھے اور معمولات کے سخت پابند تھے' ایک مرتبہ آپ تھانہ بھون سے اپنے گاؤں تشریف لے جا رہے تھے کہ رات کے وقت چور سارا سامان لے گئے مگر آپ کے چہرہ پر ذرہ بھر بھی تغیر پیدا نہ ہوا بالکل ہشاش بشاش نظر آتے تھے' رات کو حضرت مولانا قاضی عبد السلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ٹھہرے اور انہیں یہ واقعہ سنایا' انہوں نے یہ سن کر کچھ رقم دینا چاہی تو فرمایا کہ یہ رقم تو بہت زیادہ ہے صرف اتنی رقم درکار ہے کہ گاؤں تک پہنچ جاؤں' آپ کو اپنے شیخ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد عقیدت و محبت تھی اور ہمیشہ یہ دعا کرتے رہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فیوضات سے مالا مال فرمائے۔

آپ نے ۵ اپریل ۱۹۵۲ء کو وفات پائی اور اپنے گاؤں دوبیاں میں ہی دفن کئے گئے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا عبد الوہاب چاٹگامی ﷫

آپ ماہ اگست ۱۹۰۱ء میں موضع روح اللہ چاٹگام میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد قاضی عبد الحکیم صاحب زمیندار، دیندار اور ایماندار شخص تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم دار العلوم معین الاسلام میں حاصل کی۔ ۱۹۲۰ء / ۱۳۳۹ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور تین سال تک دینی تعلیم کی مروجہ کتب پڑھیں، دورہ حدیث حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری ﷫ سے پڑھا، دیگر اساتذہ میں حضرت مولانا عبد السمیع دیوبندی ﷫، حضرت مولانا مرتضی حسن چاند پوری ﷫، حضرت مولانا رسول خان ہزاروی ﷫، علامہ شبیر احمد عثمانی ﷫ اور مولانا اعزاز علی امروہی ﷫ شامل ہیں آپ نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ﷫ اور حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی ﷫ سے بھی استفادہ کیا تھا۔ فراغت تعلیم کے بعد آپ کی ملاقات مولانا ابوبکر ارکانی برمی سے ہوئی جو حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کی زیارت کے لئے تھانہ بھون جارہے تھے اسی دوران وہ دیوبند آئے اس وقت آپ جامع مسجد دیوبند میں مقیم تھے، مولانا برمی صاحب نے دریافت کیا کہ اب بعد فراغت آپ کا کیا خیال ہے، اس پر آپ نے فرمایا کہ مجھے اصلاح و تربیت و سلوک کا شوق ہے، یہ سن کر مولانا ابوبکر برمی نے فرمایا کہ تم حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ سے تعلق پیدا کرو، چنانچہ آپ نے حضرت حکیم الامت ﷫ کی خدمت اقدس میں ایک عریضہ لکھا کہ:

> "بندہ اصلاح و تربیت کی غرض سے خدمت اقدس میں حاضر ہونے کی تمنا رکھتا ہے امید ہے کہ راہبری فرمائیں گے اور اجازت سے نوازیں گے تاکہ رابطہ پیدا ہو اور ملاقات کے بعد خدمت کر سکوں۔"

حضرت ﷫ نے جواب دیا کہ:

"قصد السبیل دیکھو' اور اس پر عمل کرو اور اطلاع دیتے رہو۔"

پھر چھ ماہ بعد جب آپ نے اجازت لی تو حضرت ؒ کی خدمت میں ایک سال تک رہے اور نو ماہ بعد بیعت وخلافت کے شرف سے نوازا گیا۔ پھر ساری زندگی حضرت ؒ ہی کے ہو رہے اور انہی کے احکامات پر عمل کرتے رہے' تحریک پاکستان میں بھی اپنے شیخ کے نظریات کے مطابق سرگرم عمل رہے' سابق مشرقی پاکستان کے کئی دینی مدارس میں علم حدیث پڑھاتے رہے آخر میں ہاٹ ہزاری بنگلہ دیش میں علمی وتدریسی خدمات انجام دیتے ہوئے یکم شعبان ۱۴۰۲ھ کو اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی' خدا ان کی لحد پہ شبنم افشانی کرے۔ آمین۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب غوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۲ جون ۱۸۸۴ء کو پیدا ہوئے' ایم اے او کالج علی گڑھ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر فائز ہوئے مگر سات برس بعد نصف تنخواہ پر محکمہ تعلیم میں اپنی خدمات منتقل کروالیں اور انسپکٹر آف سکولز کے عہدہ پر ترقی ہوئی۔

آپ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں سے تھے اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو آپ سے خصوصی تعلق تھا۔ ۱۳۲۶ھ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ الہ آباد تشریف لائے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ بے تابانہ جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے' اپنی پہلی ملاقات کے متعلق خود فرمایا کہ :

> دو جلتی دھوپ میں دو ڈھائی میل کی مسافت طے کر کے پہنچا حضرت اس وقت قیلولہ فرمار ہے تھے' نماز ظہر کا وقت آیا' حضرت رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہو کر قیام گاہ سے باہر نکلے' حضرت والا حسب عادت نیچی نگاہیں کئے مستانہ وار جھومتے ہوئے اس شان سے تشریف لا رہے تھے کہ چہرہ مبارک تو نہایت شاہانہ مگر لباس بالکل فقیرانہ بالکل سادہ کرتہ اور کرتے کے اوپر کا بٹن کھلا ہوا' کاندھے پر رومال' آنکھیں سرگیں خمار آلود اور چونکہ سو کر تشریف لا رہے تھے لہٰذا قدرے سرخی مائل اور بال بھی کسی قدر بکھرے ہوئے تھے' بس کسی کا یہ شعر بالکل حسب حال تھا اور ہو بہو صادق آرہا تھا ؎

قباوا کردہ و کاکل پریشاں کردہ می آید
بہ بیں ایں بے سروساماں چہ ساماں کردہ می آید

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کے بعد آپ کی زندگی میں ایک انقلاب رونما ہو گیا تھا' حقوق العباد کی ادائیگی پر خصوصی توجہ فرمانے لگے' ایک مرتبہ تھانہ بھون سے اپنے گھر تشریف لیجا رہے تھے اسٹیشن ماسٹر سے کہا کہ میرے پاس اتنا زائد سامان ہے میرے سامان کا وزن کرلیں تاکہ میں کرایہ ادا کرسکوں' سامان چونکہ کچھ زیادہ نہیں تھا' اس لئے اسٹیشن ماسٹر کہنے لگا کہ کوئی بات نہیں' ایسے ہی لے جاؤ مگر آپ اپنی بات پر مصر

رہے کہ سامان کا وزن کروایا جائے اس بات کو دیکھ کر اسٹیشن ماسٹر ایک دوسرے شخص کو انگریزی میں کہنے لگا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص نشے میں ہے۔ یہ سن کر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ "ہاں مجھے حقوق العباد کی ادائیگی کا نشہ چڑھا ہوا ہے۔" خود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ و طہارت کے متعلق فرمایا کہ:

"خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تقویٰ کی دولت نصیب ہوئی ہے۔"

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق کی مثال حضرت امیر خسرو اور حضرت سلطان جی رحمہم اللہ کی مانند تھی، ایک مرتبہ سفر دہلی میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تھے ایک روز حسب معمول سیر کے لئے تشریف لے گئے جو احباب سفر میں ساتھ تھے ان کو اس وقت ساتھ چلنے کی ممانعت فرمادی گئی، خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی واپس جانے لگے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو واپس بلالیا، راستہ میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ "ممانعت تو ان لوگوں کے لئے تھی جن سے بے تکلفی نہیں ہے، اگر ہر عورت چاہنے لگے کہ میرے ساتھ بی بی کا تعلق رکھا جائے تو یہ اسکی حماقت ہے۔" اسی طرح حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک طویل خط کے جواب میں فرمایا کہ:

"محبوب کی زلفیں جتنی دراز ہوں اتنی ہی پسند ہوتی ہیں۔"

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کہ:

"خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بے حد، بے نفس آدمی ہیں۔"

الغرض آپ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق صادق اور فنافی الشیخ تھے ساری حیات اپنے شیخ عالی مقام کی اتباع کرتے رہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مفصل سوانح اشرف السوانح، چار جلدیں تصنیف کیں۔

۱۷ اگست ۱۹۴۴ء کو چمنستان تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بلبل ہزار داستان اس دار فانی سے دار البقاء کی طرف ہمیشہ کے لئے چلا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

(تفصیل کے لئے "ذکر مجذوب" دیکھئے۔)

حضرت حافظ عنایت علی لدھیانوی ؒ

آپ ۱۸۹۱ء کو قصبہ کھتول مظفر نگر میں حبیب اللہ صاحب کے گھر پیدا ہوئے' آپ نے قرآن مجید مدرسہ قاسمیہ مظفر نگر میں حفظ کیا پھر ۱۷سال کی عمر میں آپ نے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دینا شروع کی' اسی دوران آپ نے حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کا تصنیف کردہ "بہشتی زیور" پڑھا تو حضرت ؒ کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا' انہی دنوں حضرت ؒ کا وعظ میرٹھ میں ہونا تھا آپ وہاں پہنچے اور حضرت ؒ کی زیارت کا شرف حاصل کیا بعد ازاں حضرت ؒ کی خدمت میں جانے کا شوق ہوا تو آپ ۲۵ میل پیدل چل کر تھانہ بھون پہنچے اور حضرت ؒ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت ؒ کو دیکھ کر آپ انہی کے ہو رہے' آپ نے ڈرتے ہوئے حضرت ؒ سے عرض کی کہ :

> "میرا دل چاہتا ہے کہ ساری عمر آپ سے جدا نہ ہوں' حضرت ؒ نے ازراہ شفقت فرمایا' میں تمہارے لئے ہر طرح حاضر ہوں۔"

اس کے بعد حضرت ؒ سے خط و کتابت اور سلسلہ ملاقات جاری ہو گیا' آپ نے پہلی ملاقات میں محبت کے سبب یہ بھی عرض کی کہ :

> میرا آپ کے دیکھنے سے جی نہیں بھرتا اور ہر گھڑی مصافحہ کرنے کو جی چاہتا ہے۔ حضرت ؒ نے فرمایا مجلس میں میرے سامنے بیٹھ جایا کرو اور خوب دیکھا کرو جب چاہے مصافحہ کر لیا کرو۔"

آپ فرماتے ہیں کہ :

> "پہلی ملاقات کے بعد چھ روز میں حضرت ؒ کی خدمت میں حاضر رہا اور جب رخصت ہونے لگا تو جدائی کے سبب میرا دل بے چین ہو گیا اور میں ایسا رویا کو چیخ نکل گئی' حضرت ؒ نے مجھے سینہ سے لگایا اور پیر جی ظفر احمد صاحب ؒ (حضرت والا

کے خسر) پاس ہی کھڑے تھے' ان سے فرمایا کہ ان کو میرے ساتھ عشق ہے' پھر فرمایا جب دل چاہے آجایا کرو اور مجھے دل سے قریب جانو' حضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے دل پر رکھا اور نہایت پیار سے یہ بات کہتے رہے' حضرت والا سے تعلق کے بعد اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ حضرت والا کی محبت نے مجھے مالا مال کر دیا' اور حضرت والا کے فیوض و برکات میرے دل پر بارش کی طرح برستے تھے اور دین کی برکتیں نازل ہوتی تھیں' حضرت والا نے ۱۰ شوال ۱۳۵۱ھ کو بذریعہ خط اجازت بیعت سے مشرف فرمایا' میں حضرت ﷺ کی طرف سے یہ لطف و کرم پڑھ کر پسینہ پسینہ ہوگیا اور خدمت اقدس میں عرض کی' حضرت ﷺ میں اس لائق کہاں ہوں' حضرت ﷺ نے فرمایا' الحمدللہ جس اثر کی مجھ کو خواہش تھی وہی ظاہر ہوا۔' یہ حضرت والا کی شفقت و عنایات تھی۔"

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا غلام صدیق ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ

آپ قصبہ حاجی پور ضلع ڈیرہ غازی خان کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اور ثانوی تعلیم مختلف دینی مدارس میں مختلف اساتذہ سے حاصل کی پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے مرکزی علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ علامہ رسول خان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید اصغر حسین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی، پھر عرصہ تک دارالعلوم دیوبند ہی میں تدریسی خدمات انجام دیں بعد ازاں باطنی اصلاح کے لئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھانہ بھون حاضر ہوئے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے باقاعدہ اصلاحی تعلق قائم کیا اور سلوک و تصوف کی منازل طے کر کے بیعت و خلافت حاصل کی، پھر واپس وطن آکر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصولوں کے مطابق تبلیغ و اصلاح کی خدمت میں لگ گئے اور سینکڑوں حضرات کی اصلاح کی، اپنے علاقے میں رسوم و بدعات کا قلع قمع کیا اور دیہاتی لوگوں کو جہالت و تاریکی سے نکال کر راہ ہدایت پر لگا دیا اسکے ساتھ ساتھ آپ نے حاجی پور میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا، اور گوندی والی ایک مسجد میں باقاعدہ امامت و خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے، سینکڑوں طالبان علم نے آپ سے کسب فیض کیا، آپ کے تلامذہ میں حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام محمد صاحب ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد عبد الحی صاحب فاضل دیوبند جامپوری جیسے ممتاز علماء بھی شامل ہیں، آپ نے ڈیرہ غازی خان میں بھی ایک مدرسہ قاسم العلوم کے نام سے جاری کیا اور کافی عرصہ وہاں بھی پڑھاتے رہے، بعد میں وہ مدرسہ مولانا غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کر کے آپ دین پور شریف چلے گئے اور تدریس کا سلسلہ جاری رکھا، اسی دوران آپ بیمار ہوئے اور کئی روز بستر علالت پر پڑے رہے، صحتیاب ہونے پر جب مہتمم صاحب مدرسہ نے آپ کی تنخواہ مکمل ایک ماہ کی دینا چاہی تو آپ نے علالت کے دوران جتنے دن اسباق کا ناغہ ہوا تھا اتنے ہی روز کی تنخواہ نکال کر مہتمم صاحب سے بقایا دنوں کی تنخواہ حاصل کی، اور علالت والے دنوں کی تنخواہ لینے سے صاف انکار کر دیا، سبحان اللہ، یہ تھا زہد و تقویٰ، اور یہ اثر تھا حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و تعلیمات کا۔ جب تک حیات رہے تدریس و تبلیغ اور اصلاح عوام میں مصروف رہے۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ مہمند ایجنسی میں ۱۹۱۱ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام خان محمد خان ہے اور آپ کے دادا خائستہ خان بہت بڑے عالم باعمل بزرگ تھے' ابتدائی تعلیم چارسدہ میں حاصل کی' پھر حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں امرتسر پہنچے اور تقریباً دس سال تک امرتسر میں رہ کر تعلیم مکمل کی' حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ پر بے حد شفقت فرماتے تھے' اور آپ کا بہت خیال رکھتے تھے' اس دوران حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب بھی تھانہ بھون تشریف لے جاتے آپ کو بھی اپنے ساتھ لیجاتے اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرتے' اس طرح سے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ سے بہت محبت فرمانے لگے' حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کے بعد آپ پر گریہ طاری ہونے لگا' حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی حدیث و تفسیر پر وعظ فرماتے تو آپ پر محبت یا خوف کی وجہ سے گریہ طاری ہوجاتا اور جب گریہ طاری ہوتا تو آپ کے سر پر چڑیاں آکر بیٹھ جاتیں' حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو سر ہلانے سے منع کرتے اور فرماتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی بھی یہی شان تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اگر کوئی پرندہ ان کے سر پر بیٹھ جاتا تو وہ اتنے جم کر بیٹھ جاتے کہ پرندہ ان کے سر سے نہیں ڈرتا تھا' حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بھی آپ پر گریہ طاری ہوجاتا تھا' ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو چھوڑ کر اکیلے ہی تھانہ بھون تشریف لے گئے تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ فقیر محمد کا کیا حال ہے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آجکل بہت گریہ طاری ہے اور اسی وجہ سے ان کو چھوڑ آیا ہوں کہ کہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تکلیف نہ ہو' اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ :

"اس کے گریہ سے مجھ کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔"

جب بھی آپ تھانہ بھون تشریف لے جاتے تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ مصافحہ کے وقت فرماتے "رونق آگئی رونق آگئی"

ایک مرتبہ آپ رمضان المبارک میں حضرت مفتی صاحب ﷫ کے ہمراہ تھانہ بھون تشریف لے گئے صبح کی نماز حضرت حکیم الامت ﷫ خود پڑھایا کرتے تھے' ایک دن نماز میں گریہ طاری ہوا جو نماز کے بعد بہت زیادہ ہو گیا اور آپ روتے روتے مصلی تک حضرت ﷫ کے ہاتھ چومنے کے لئے پہنچے 'حضرت مفتی محمد حسن صاحب ﷫ آپ کو کھینچ رہے تھے کیونکہ حضرت حکیم الامت ﷫ کی طبیعت بہت ہی نازک تھی اور ڈر تھا کہ کہیں ان کے ساتھ آپ کو بھی خانقاہ سے نہ نکال دیں لیکن حضرت ﷫ نے فرمایا:

"مولوی فقیر محمد حوصلہ کرو اپنی جگہ بیٹھو۔"

طالب علمی کے زمانہ ہی سے حضرت حکیم الامت ﷫ سے آپ کا تعلق قائم ہوا' اصلاحی خط و کتابت جاری رہی اور بیعت و خلافت سے نوازا' آپ پر حضرت ﷫ کی خاص توجہ تھی اور آپ ہر بات پر فرماتے رہتے تھے کہ یہ سب میرے حضرت کی برکت سے ہے' ایک مرتبہ پٹنہ میں آپ نے دعا کی کہ یا اللہ مجھے حضرت ﷫ سے کسی وقت بھی جدا نہ کرنا' یہ دعا اللہ تعالیٰ نے ایسی قبول فرمائی کہ چھ ماہ صبح سے شام تک کسی وقت بھی ان سے جدا نہ ہوئے 'حضرت ﷫ کی خدمت کا یہ شرف کاروان تھانوی میں حضرت مولانا مفتی عبد الکریم گمتھلوی ﷫ اور مولانا فقیر محمد صاحب ﷫ کو حاصل ہوا' اور علالت کی حالت میں آپ دونوں حضرات تمام رات حضرت حکیم الامت ﷫ کی خدمت اقدس میں رہ کر ان کی خدمت میں لگے رہتے' ایک دفعہ حضرت ﷫ نے فرمایا کہ:

> تم دونوں نے میری بہت خدمت کی ہے' دونوں حضرات نے عرض کی کہ حضرت یہ تو آپ کی کرم نوازی ہے۔ حضرت نے فرمایا' یہ دونوں میری خدمت بھی کرتے ہیں اور میرا احسان بھی مانتے ہیں۔"

مفکر اسلام حضرت علامہ محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ:

> "حضرت مولانا فقیر محمد صاحب ﷫ حضرت حکیم الامت ﷫ کے اجل خلفاء میں سے تھے اور حضرت ﷫ کے عاشق صادق

تھے' آپ نے پشاور کے قریب ایک دینی مدرسہ اور وہیں خانقاہ اشرفیہ قائم فرمائی تھی جہاں سے ہزاروں افراد سیراب ہوئے' حضرت مولانا فقیر محمد صاحب ؒ نے حضرت حکیم الامت ؒ کے بعد اپنے استاد و مربی حضرت مفتی محمد حسن صاحب ؒ سے تعلق قائم رکھا اور اصلاح و ارشاد سے فیضیاب ہوتے رہے آخر دم تک عوام و خواص کی اصلاح و تربیت فرماتے رہے اس دور کے اکابر علماء حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب 'حضرت مولانا نجم الحسن تھانوی ؒ 'حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب ؒ' اور حضرت مولانا عبدالرحمن اشرفی آپ ہی کے خلفاء و مجازین میں شامل ہیں۔"

آپ نے ۲۲ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ میں رحلت فرمائی۔ مولانا محمد حسن جان صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی' ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔

(البلاغ کراچی)

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا کفایت اللہ شاہجہان پوری ﷫

آپ شاہجہان پور کے باشندہ تھے اور یہیں کے قدیم مدرسہ عین العلم میں فارسی اور جملہ علوم وفنون عربیہ کی تعلیم حاصل کی، منشی سید سلطان حسن صاحب سے فارسی اور مفتی عبد الغنی صاحب سے درس نظامی کی تعلیم پائی۔ ۱۹۲۰ء میں سند فراغ و دستار فضیلت حاصل کی۔ ۱۹۲۱ء میں مدرسہ سعیدیہ جامع مسجد میں دینیات اور عربی کی تعلیم پر مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۱ء میں اسی مدرسہ میں صدر مدرس کے عہدہ پر فائز ہوئے' ادب' حدیث اور جملہ علوم وفنون مروجہ کی نیک نامی کے ساتھ اس طرح تعلیم دیتے رہے کہ طلباء اور کارکنان مدرسہ خوش رہے' نیز مدرسہ کی نگرانی اور فتویٰ نویسی کے فرائض بھی آپ کے سپرد کیے گئے۔

آپ حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے خلیفہ مجاز تھے' حضرت ﷫ کی کتب اور اساتذہ اور بزرگوں سے حضرت ﷫ کے کمالات علمیہ سننے سے محبت وعقیدت پیدا ہوئی اور خط وکتابت شروع کی' آغاز رمضان المبارک ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۲ء کو پہلی بار تھانہ بھون حضرت ﷫ کی خدمت میں حاضری ہوئی اور ۱۸ رمضان کو بعد نماز ظہر خانقاہ میں حضرت ﷫ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے پھر سلسلہ اصلاح و تربیت جاری رہا اور تقریباً ایک سال میں دس مرتبہ حضرت ﷫ کی خدمت میں تھانہ بھون حاضری ہوتی' حضرت تھانوی ﷫ علاج کی غرض سے جب لکھنؤ تشریف لے گئے تو وہاں بھی دو مرتبہ آپ حاضر ہوئے' حضرت حکیم الامت ﷫ آپ سے ہمیشہ لطف وکرم اور خصوصی شفقت فرماتے رہے' مجلس میں بھی عرض ومعروض کا سلسلہ رہتا جس کو حضرت ﷫ نے کبھی منع نہیں کیا بزمانہ قیام خانقاہ اکثر حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب ﷫ کا ساتھ رہتا تھا' حضرت مفتی صاحب ﷫ نے ایک مرتبہ آپ سے فرمایا کہ حضرت نے آپ کے اور میرے متعلق آج فرمایا کہ مجھ کو آپ لوگوں سے محبت ہے۔

آپ کو حضرت ﷫ نے ۱۵ مئی ۱۹۳۵ء کو بذریعہ خط بیعت وتلقین کی اجازت فرمائی اور پھر آپ نے ساری زندگی تعلیم وتبلیغ اور اصلاح وارشاد میں گزاری اور آخر وقت تک محلہ سنزئی کی جامع مسجد شاہجہان پور میں درس قرآن کا سلسلہ بھی جاری رہا اور درویشانہ زندگی گزاری' بڑے منکسر المزاج' خوش اخلاق اور حق گو عالم دین تھے۔

حضرت شاہ لطف الرسول تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت ذکی ذہین الفہم' ذی استعداد عالم اور نہایت قوی الحال ذاکر و شاغل درویش تھے' حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بذریعہ خط بیعت ہوئے تھے لیکن تعلیم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرما دی گئی تھی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کے خلیفہ مجاز بھی ہوئے' آپ پر خشیت کا اس قدر غلبہ تھا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے ایسے زبردست آثار خشیت کسی دوسرے میں نہیں دیکھے' وجد و حال میں آپ کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ جاتے تھے اور چیخنے چلانے لگتے تھے جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ابتدائی جوش و خروش کے زمانہ میں حلقہ توجہ قائم فرمایا تھا تو شاہ صاحب بھی جو اس وقت آپ سے درسی کتابیں پڑھتے تھے' شریک حلقہ ہوتے تھے' اور ان پر بڑے بڑے احوال و مواجید طاری ہوتے اور کشف بھی ہونے لگا تھا' عوام کے فائدے کے لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور رسالہ قصد السبیل کی تسہیل آپ ہی نے کی تھی' باوجود تیز مزاج ہونے کے ایسے متواضع تھے کہ بارہا ایسا ہوا کہ کسی سے تیز گفتگو ہوگئی تو تھوڑی دیر کے بعد ان کی خدمت میں پہنچے اور ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی۔ آپ پر بعض اوقات شعر سننے پر اس قدر شدید کیفیت طاری ہو جاتی تھی کہ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے اور بے اختیار چیخنے لگتے تھے اور بسمل کی طرح تڑپنے لگتے تھے' حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود آپ کے تقویٰ و طہارت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ :

> "ان کے پاس ایک بیرنگ کارڈ آیا انہوں نے بے ضرورت سمجھ کر پڑھے بغیر واپس کر دیا' حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ حضرت کارڈ کا مضمون تو پڑھ لیتے پھر واپس کر دیتے تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ مضمون پڑھنے کے بعد واپس کرنا خیانت ہوتا کیونکہ کارڈ سے فائدہ اٹھانا مقصود ہے وہ فائدہ میں اٹھا لیتا اور ڈاک خانہ کو اس کی خدمت کا معاوضہ نہ ملتا۔"

آپ آخر عمر میں مستقل طور پر تھانہ بھون ہی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آپڑے تھے اور وہیں شعبان ۱۳۴۴ھ میں انتقال فرمایا کوئی زیادہ عمر نہیں تھی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وقف کردہ قبرستان میں سب سے پہلے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی دفن ہوئے تھے۔

حضرت مولانا محمد اسحاق بردوانی ﷫

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء میں ہوئی، سلسلہ نسب حضرت عباس ﷛ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار قاضی لطف الہدی ایک نہایت ہی باوقار شخصیت کے مالک تھے، ابتدائی اور ثانوی تعلیم مختلف مدارس میں پڑھنے کے بعد آپ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ﷫ کی خدمت اقدس میں جامع العلوم کانپور حاضر ہوئے جہاں ان دنوں حضرت حکیم الامت ﷫ صدر مدرس کی حیثیت سے کام کر رہے تھے، آپ نے مدرسہ جامع العلوم کانپور میں تمام کتابوں کا درس حضرت حکیم الامت ﷫ سے لیا سوائے مشکوٰۃ المصابیح اور نور الانوار کے، جن کا درس مولانا عبد الغفار کانپوری ﷫ سے حاصل کیا اور ۱۳۰۹ھ میں آپ کی دستار بندی ہوئی، آپ کی ذہانت و فطانت کا رنگ دیکھتے ہوئے حضرت حکیم الامت ﷫ نے اپنے زیر سایہ مدرس دوم مقرر فرمادیا اور مدرسہ جامع العلوم کانپور میں نہایت اہم ذمہ داریاں یعنی تفسیر قرآن و احادیث عربی ادب و فلسفہ کی تدریس کے ساتھ دارالافتاء کی سربراہی بھی آپ کے سپرد کی گئی، اسی دوران تدریس آپ کو حفظ قرآن کا شوق پیدا ہوا اور آپ نے صرف سات دن چار گھنٹوں میں حفظ کلام مجید کو انجام تک پہنچایا جس سے آپ کے حافظہ اور ظہور کرامت پر تمام شہر کانپور میں ہلچل مچ گئی۔ حضرت حکیم الامت ﷫ اپنے مواعظ میں ذکر فرماتے تھے کہ:

> "ہمارے ایک دوست مولانا محمد اسحاق بردوانی کا انداز حفظ کلام مجید بھی معجزات کلام الٰہی میں سے ایک ہے۔"

حضرت حکیم الامت ﷫ نے آپ کی قابلیت و ذہانت کو دیکھتے ہوئے آپ کو جامع العلوم کا مدرس اول مقرر فرمایا یہاں تک کہ بعض انتظامی امور بھی آپ کے سپرد کر دیئے، آپ نے جامع العلوم میں سینکڑوں طالبان علم کو فیضیاب کیا اور مدرسہ کو چار چاند لگا دیئے۔ ۱۹۱۰ء میں آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ تشریف لے آئے یہاں بھی بفضلہ تعالیٰ آپ کی جودت طبیعت اور نصرت ایمانی نے اپنا جلوہ نمایاں کیا اور تدریس کے ساتھ تبلیغ دین اور انگریز کے خلاف تحریکات میں حصہ لیتے رہے۔

۱۹۲۶ء میں آپ نے فریضہ حج ادا کیا وہاں سعودی عرب کے بہت بڑے عالم حافظ محمد وہبہ سے حرم پاک میں تعارف ہوا، دوران گفتگو مختلف احادیث کی اسناد پر بات چلی، حافظ وہبہ صاحب آپ کی ذہانت و قابلیت کا رنگ دیکھ کر حیران رہ گئے اور آپ کی علمی عظمت کا اعتراف کیا، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ﷫ آپ کے تبحر علمی کے متعلق فرماتے

ہیں کہ:

"اگر حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب بردوانی ﷫ بجائے جامع العلوم کانپور کے دار العلوم دیوبند میں درس دیتے تو علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری ﷫ کی طرح حفظ احادیث وروایات میں مشہور ہوجاتے' مولانا نے برسوں بخاری شریف کا درس اس طرح رکھا کہ روزانہ ایک پارہ تلاوت کرتے تھے' میں نے وہ بخاری دیکھی ہے جس پر مولانا نے اپنی ختم بخاری کی ابتداء اور انتہاء کی تاریخیں ضبط کی ہیں غالباً ستر سے اوپر ختم کی نشان دہی کی گئی ہے اور جو ختم اس سے پہلے کے ہیں ان کی شمار معلوم نہیں' اس لئے بخاری شریف میں جو حدیث جتنی جگہ آتی ہے مولانا بے تکلف بتلا دیتے تھے' ایک حج کے موقع پر کسی نجدی عالم نے ایک حدیث کے بارہ میں مولانا سے پوچھا کہ یہ حدیث بخاری میں کتنی جگہ ہے' فرمایا چھ جگہ ہے وہ عالم حیران رہ گئے۔"[1]

آپ حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے خلیفہ مجاز تھے' حضرت ﷫ فرماتے تھے کہ میں نے مولانا محمد اسحاق صاحب ﷫ کو اشغال صوفیاء نہیں بتلائے بلکہ تلاوت قرآن و حدیث ہی میں شغل بتلایا' اسی سے ان کو مناسبت تھی اور اسی سے ان کو نسبت باطنہ حاصل ہوگئی۔"[2]

بہرحال آپ ساری حیات درس وتدریس اور تبلیغ واصلاح میں مصروف رہے' ڈھاکہ یونیورسٹی' مدرسہ اسلامیہ ڈھاکہ' اور مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ میں درس حدیث حسبۃ للہ دیتے رہے' جس میں طلباء واساتذہ اور اہل علم شامل ہوتے تھے' آخر وقت تک اپنے شیخ حضرت تھانوی ﷫ سے رابطہ رہا اور ہر سال حضرت ﷫ کی زیارت کے لئے تھانہ بھون حاضر ہوتے رہتے' حضرت ﷫ بھی آپ کو دیکھ کر بے حد خوش ہوتے' حضرت ﷫ آپ پر کامل اعتماد فرماتے اور آپ کے مواعظ سننے کے بعد بہت مشفقانہ انداز میں اس طرح تعریف فرماتے کہ "ماشاء اللہ نظر بہت وسیع ہے۔"

آپ نے ۲۶ دسمبر ۱۹۴۹ء کو رحلت فرمائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ شانہ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔ (ماخوذ از اکابر علمائے دیوبند)

---

[1] بزم اشرف کے چراغ
[2] بزم اشرف کے چراغ

حضرت مولانا محمد اللہ حافظ جی حضور نواکھالوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۳۱۷ھ میں نواکھالی بنگلہ دیش میں پیدا ہوئے' آپ کے دادا میانجی اکرم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں بیعت تھے' آپ نے ابتدائی تعلیم اور ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم اپنے علاقہ کے علماء سے حاصل کی پھر حفظ قرآن اور تجوید و قرات کی تعلیم کے لئے آپ ۱۳۳۵ھ میں قاری عبدالسلام صاحب خلف الرشید حضرت قاری عبدالرحمن پانی پتی کی خدمت میں پانی پت پہنچے اسی اثناء میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پانی پت تشریف لائے اور آپ نے اپنے استاذ کی معیت میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات و زیارت کا شرف حاصل کیا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کئی وعظ سننے کی سعادت حاصل کی' قرآت کی تعلیم کے بعد آپ ۱۳۳۷ھ میں مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور درس نظامی کی مروجہ کتب پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی' آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا عبدالرحمن کاملپوری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا عبداللطیف سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر علماء شامل ہیں۔

فراغت تعلیم کے بعد وطن واپس آئے اور دینی و علمی وتدریسی خدمات میں مصروف ہوگئے' تدریس کا آغاز مدرسہ عربیہ یونسیہ کملا سے کیا' چار سال بعد آپ ڈھاکہ چلے گئے اور وہاں حضرت مولانا شمس الحق فرید پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر "مدرسہ اشرف العلوم" قائم کیا اسی زمانہ میں آپ لال باغ شاہی مسجد کے امام وخطیب مقرر ہوئے اور دینی مکتب قائم کیا جو بعد میں ایک بڑی دینی درسگاہ جامعہ قرآنیہ کے نام سے معروف ہے آپ اس درگاہ میں بطور شیخ الحدیث طالبان علم کو سیراب کرتے رہے' آپ نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاح باطن کے لئے تعلق قائم کیا پہلی حاضری حضرت مولانا شمس الحق فرید پوری رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں ہوئی پھر اکثر تعطیلات کے زمانہ میں خصوصا رمضان المبارک میں آپ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

> "حاضری سے پہلے اپنے حفظ قرآن کے زمانہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اس مجدد وقت کا اعتقاد دل میں تھا' حاضری کے بعد سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شان تربیت اور طالبین کے ساتھ عنایت شفقت اور ان کی اصلاح و تربیت کے لئے جان فشانی کا مشاہدہ کر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی علو شان اور اپنے دل میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت بڑھتی رہی' احقر کو شروع میں کچھ دنوں غالباً مکاتبت اور مخاطبت کی اجازت نہیں تھی' بعد میں اصلاحی

مکاتبت کی اجازت ہوگئی تھی' اس وقت سے اصلاح نفس کے متعلق بہت سے حالات و واقعات پیش آئے جس کے متعلق حضرت ﷺ کی ہدایات اور نصائح عموماً اور خصوصاً احقر کو ملتی رہیں گو اپنی نالائقی کے واقعات کے ذکر سے بھی شرم آتی ہے' بس لرزاں و ترساں رہتا تھا کہ کب حکم صادر ہو کہ تم خانقاہ سے نکل جاؤ' مگر رحمت و شفقت کی مجسم ہستی اگر ایک وقت دل شوئی کے لئے زجر و تنبیہ فرماتے تو دوسرے وقت شفقت آمیز ارشادات سے دلجوئی اور محبت بڑھاتے۔

پانی پت میں حفظ سے فارغ ہوا تو تھانہ بھون حاضری ہوئی اس وقت تقریباً پانچ ماہ مسلسل قیام کا شرف حاصل ہوا' اس میں کچھ معمولات مخصوصہ کے ساتھ امراض قلب کا علاج ہوتا رہا' خصوصاً کبر اور خود رائی کا علاج ایک طویل مدت تک جاری رہا اور جب میں نے دیکھا کہ حضرت ﷺ اپنے متعلقین کی تربیت اپنے مخصوص خلفاء و مجازین کے حوالے کرنے لگے تو میں نے بھی آپ کی راحت کے لئے خود ہی درخواست کی کہ مجھے بھی کسی کے حوالے کر دیں تو حضرت ﷺ نے مولانا محمد عیسی صاحب ﷺ کے حوالے کیا کہ اصلاحی خط و کتابت تو ان سے رہے اور خیریت و مزاج اور دعا کے لئے حضرت ﷺ سے خط و کتابت رہے' اسی زمانہ میں حرمین شریفین کی حاضری ہوئی واپسی میں حضرت ﷺ کے یہاں حاضری ہوئی تو مزید شفقت و عنایات سے نوازا' اور حضرت ﷺ کی طرف سے ایک نعمت غیر مترقبہ کی بشارت ملی کہ حضرت ﷺ نے احقر کو بیعت و تلقین کی اجازت مرحمت فرمائی۔ کہاں میں اور کہاں وہ نکہت گل''[1]

بہرحال آپ ساری زندگی درس و تدریس' تبلیغ و ارشاد اور اصلاح و تربیت میں گزارنے کے بعد ۹ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کی ذات سے بلا مبالغہ ہزاروں افراد فیضیاب ہوئے ان کی وفات سے بنگلہ دیش اپنے ایک عظیم دینی و روحانی پیشوا سے محروم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

---

[1] بزم اشرف کے چراغ

حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ قصبہ واہ ملپور میں ۱۸۷۸ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے یہ گاؤں تاریخی مقام حسن ابدال سے سات میل کے فاصلہ پر ہے آپ کے والد ماجد مولانا اللہ داد صاحب رحمۃ اللہ علیہ وقت کے معروف عالم اور صاحب نسبت بزرگ تھے 'ابتدائی اور ثانوی تعلیم مولانا محمد معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ 'مولانا عبد الجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ 'مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جید علماء سے حاصل کی پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں امام العصر علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔فراغت تعلیم کے بعد امرتسر میں درس وتدریس کا آغاز کیا اور مدرسہ غزنویہ اور مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں بحیثیت صدر مدرس کم وبیش اڑتالیس سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ساتھ ہی مسجد نور امرتسر میں درس قرآن کا سلسلہ جاری رہا جس میں دور دراز سے لوگ آکر بڑے ذوق وشوق سے شرکت کرتے تھے یہاں تک کہ بڑے بڑے علماء اور رؤسا بھی درس قرآن میں شریک ہوتے اور استفادہ کرتے تھے '
ایک بار امرتسر میں مفتی اعظم سیدی و مرشدی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو امرتسر میں آپ کے درس قرآن میں شریک ہونے کا موقع ملا 'اس کے بعد انہوں نے اپنی کیفیت قلبی کا اظہار ان اشعار سے فرمایا ؎

یہ اعجوبہ بفیض و فضل مولانا حسن دیکھا
کہ امرتسر میں ہم نے آج اک تھانہ بھون دیکھا
سنا وہ درس قرآن دل کی آنکھیں کھول دیں جس نے
معارف ہائے قرآنی کا دریا موجزن دیکھا

حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

> "کئی بار امرتسر کی حاضری میں درس قرآن پاک سننے کا موقع میسر آیا' ترجمہ کے ضمن میں لطائف و معارف کا اس قدر انبار ہوتا تھا کہ گویا سمندر موجیں مار رہا ہے۔"

تعلیم وتدریس اور درس قرآن کے علاوہ فتویٰ نویسی بھی آپ کا مستقل مشغلہ تھا اس سلسلہ میں ملک وبیرون ملک سے آپ کی خدمت میں استفتاء آتے تھے جن کے محققانہ جوابات تحریر فرماتے تھے۔جب تک آپ کی صحت نے اجازت دی اس وقت تک آپ یہ

کام انجام دیتے رہے اس کے علاوہ امرتسر میں آپ نے ایک دینی مدرسہ قائم کیا جو قرآن پاک کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کی تعلیمی خدمت بھی سرانجام دیتا رہا۔ اس مدرسہ نے تقریباً چالیس سال دینی خدمات انجام دیں' قیام پاکستان کے بعد اس مدرسہ کے خدام اور اساتذہ کو ہجرت کر کے لاہور آنا پڑا' لاہور میں نیلا گنبد کے علاقہ میں مول چند بلڈنگ کا ایک حصہ مدرسہ کے لئے الاٹ ہو گیا چنانچہ توکلاً علی اللہ اس مدرسہ کی نشاط ثانیہ جامعہ اشرفیہ کے نام سے ۸ ذی قعدہ ۱۳۶۶ھ' ۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ہوئی جو ان اشعار کا مصداق ہے ؎

درسگاہ علم دین ایں جامعہ
اشرفیہ از معارف لامعہ
یادگار مولوی معنوی
مولوی اشرف علی تھانوی
اے خدا ایں جامعہ قائم بدار
فیض او جاری بود لیل و نہار

جب جامعہ کی عمارت طلباء اور اساتذہ کے لئے ناکافی ہوئی تو فیروز پور روڈ لاہور پر مدرسہ کی جدید عمارت کے لئے ایک سو کنال اراضی خریدی گئی جس طرح حق تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند کو یہ شرف عطا کیا تھا کہ اس کا سنگ بنیاد جملہ مقدسین نے مل کر رکھا تھا' اس طرح حق تعالیٰ نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ کے نام اور حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے خلوص و برکت سے اس جامعہ کے سنگ بنیاد رکھتے وقت اہل اللہ کو جمع فرما دیا' اس وقت جو حضرات موجود تھے ان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمۃ' حضرت مولانا خیر محمد جالندھری علیہ الرحمۃ' حضرت مولانا رسول خان صاحب علیہ الرحمۃ' حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی علیہ الرحمۃ' حضرت مولانا جلیل احمد شروانی علیہ الرحمۃ' حضرت مولانا داؤد غزنوی علیہ الرحمۃ' حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی علیہ الرحمۃ' حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی علیہ الرحمۃ' اور حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب علیہ الرحمۃ شامل تھے۔

آپ حضرت حکیم الامت تھانوی علیہ الرحمۃ کے اجل خلفاء میں سے تھے اور آپ ان ہی کے رنگ میں خوب رنگے ہوئے تھے' اپنے مرشد تھانوی علیہ الرحمۃ کے علوم و معارف کے خزانہ تھے' حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے آپ کو ۱۱ ذوالحجہ ۱۳۴۳ھ میں طریقت کے چاروں سلسلوں میں بیعت فرمایا اور تین سال کے مختصر عرصہ میں آپ کی محنت و ریاضت کو

دیکھتے ہوئے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پھر ساری عمر اپنے شیخ کے تابع رکھی اور فنافی الشیخ کا اعلیٰ مقام حاصل کیا آپ کو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت عشق کی حد تک تھی، آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے سوا کسی اور کتاب کو دیکھنے کی جرات بھی نہیں کرسکتا، آپ فرماتے تھے کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے، حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ پر پورا پورا اعتماد فرماتے تھے اور اکثر یہ ارشاد فرماتے کہ :

"مجھے دنیا سے جانے کی کوئی فکر نہیں جب میرے بعد یہ موجود ہیں۔"

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ارشارہ کرکے فرماتے تھے یعنی مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

"حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف کے امین اور علوم ظاہری و باطنی میں بلند مقام کے حامل تھے، ایک شیخ کامل اور اسلاف کی یادگار تھے۔"

الغرض حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساری زندگی درس و تدریس، تبلیغ و ارشاد اور خدمت خلق میں مصروف رہے بڑے بڑے علماء و صلحاء آپ کے فیض علمی و روحانی سے مستفید ہوئے، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فقیر محمد پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، مفتی محمد خلیل رحمۃ اللہ علیہ، قاری فتح محمد پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بہاء الحق قاسمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اسماعیل غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا صوفی محمد سرور اور مولانا عبید اللہ جیسے مشاہیر علم و فضل آپ کے تلامذہ اور خلفاء ہیں۔ دینی و علمی خدمات کے ساتھ آپ نے ملکی و سیاسی خدمات میں بھی حصہ لیا تحریک پاکستان میں اپنے شیخ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف پر سختی سے عمل پیرا رہے۔ پاکستان میں نظام اسلام کے لئے جدوجہد فرماتے رہے۔ تحریک ختم نبوت میں بھی اہم کردار ادا کیا اور جمعیت علماء اسلام پاکستان کے مرکزی صدر بھی رہے ۱۶ ذوالحجہ ۱۳۸۰ھ یکم جون ۱۹۶۱ء کو کراچی میں وفات پائی اور سوسائٹی کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

(تفصیل کے لئے احسن السوانح ملاحظہ فرمائیے۔)

حضرت الحاج ماسٹر محمد شریف ہوشیار پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ یکم ستمبر ۱۹۰۱ء کو ضلع ہوشیار پور کے ایک گاؤں مہندی پور میں پیدا ہوئے' ۱۹۲۱ء میں آپ نے گورنمنٹ ہائی اسکول جالندھر سے میٹرک کا امتحان پاس کیا' تعلیم سے فراغت کے بعد ہوشیار پور کے متعدد اسکولوں میں ریاضی اور انگریزی کے استاد کی حیثیت سے کام کرتے رہے' بالاخر میانی افغاناں ضلع ہوشیار پور میں انگلش ٹیچر کی حیثیت سے تعینات ہوئے تو بیسویں صدی کے ایک آزاد منش نوجوان کی طرح انگریزی لباس' داڑھی سے بے نیاز اور نماز کی پابندی سے محروم تھے لیکن یہاں حضرت مولانا شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوگئی جو خط و کتابت کے ذریعہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھتے تھے اور بعد میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی ہوئے' حضرت مولانا شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر خانقاہ تھانہ بھون کا رنگ چڑھ رہا تھا ان کی پاکیزہ اور قابل رشک زندگی آپ پر اثر انداز ہوئی' آپ خود فرماتے ہیں کہ :

"ابتداء میں شرم کی وجہ سے اور بعد میں خلوص سے' پہلے تین وقت کا اور پھر پانچ وقت کا نمازی بن گیا۔"

حضرت مولانا شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں جو کشش تھی اس نے رفتہ رفتہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خط و کتابت کا تعلق قائم کرا دیا' اور پھر اسکول کی بڑی چھٹیاں ہوئیں تو حضرت مولانا شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خود بھی تھانہ بھون تشریف لے گئے اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت و صحبت سے مشرف ہوئے' بس پھر کیا تھا' زندگی کی کایا پلٹ گئی' حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی فکر پیدا ہوئی اور اس فکر کی بدولت اپنے بہت سے دنیوی مفادات کی قربانیاں بھی دیں' ہر ہر قول و فعل کو دین کے معیار پر جانچنے اور اتباع سنت کے سانچے میں ڈھالنے کا جذبہ پیدا ہوا' وضع قطع بالکل بدل گئی' خانقاہ تھانہ بھون میں آمد و رفت بھی رہی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خط و کتابت بھی' یہاں تک کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت و تلقین کی اجازت بھی مرحمت فرمادی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خاص متوسلین میں آپ کا شمار ہوا۔

تقسیم ہند کے بعد آپ نے ملتان کو اپنا وطن بنالیا تھا اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز بیعت ہونے کے باوجود آپ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سے نیاز مندانہ تعلق قائم رکھا اور یہ سب حضرات آپ سے نہایت اکرام و محبت کا معاملہ فرماتے رہے' بہت سے طالبین نے آپ سے اصلاح و تربیت کا تعلق قائم کیا اور اس تعلق کی برکت اور اثر سے ان کی زندگیوں میں انقلاب پیدا ہوا' آپ کی زندگی اس قدر سادہ اور متواضع تھی کہ کسی کو گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ یہ شیخ طریقت ہوں گے 'ملتان کے محلہ نواں شہر کے ایک قدیم طرز کے سادہ سے مکان میں مقیم تھے گھر پر نہ کوئی خادم نہ نوکر' کوئی مہمان پہنچ جاتا تو اس کی خاطر و مدارات میں خود ہی سارا کام کرتے' بازار سے کوئی چیز لانی ہوتی تو خود جا کر لاتے 'مہمان خواہ رتبے اور عمر میں کتنا چھوٹا کیوں نہ ہو' اس معمول میں فرق نہیں آتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کی صحبت میں ایسی برکت رکھی تھی کہ ان کی زیارت کر کے اور ان کے پاس بیٹھ کر دل کی دنیا بدلی ہوئی معلوم ہوتی تھی' ان کا چہرہ دیکھ کر خدا یاد آتا تھا' چہرے بشرے پر ذکر و فکر کے انوار و انداز و ادا میں اس بلا کی معصومیت کہ دل بے ساختہ کھنچتا تھا' گفتگو اتنی جامع مختصر اور اور نپی تلی کہ کوئی ضروری بات چھوٹتی نہ تھی اور کوئی زائد بات منہ سے نکلتی نہ تھی' عام طور پر یہاں تک کہ گفتگو اور وعظ و خطاب کے موقع پر بھی' نگاہیں جھکی رہتیں اور منہ سے الفاظ پھولوں کی طرح جھڑتے چلے جاتے ہیں' حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کا ذکر مبارک آجاتا تو طبیعت کھل جاتی 'حضرت علیہ الرحمۃ کے واقعات و ملفوظات یکے بعد دیگرے سناتے رہتے اور اکثر آپ کی مجلس انہی واقعات و ملفوظات سے معمور رہتی تھی' حضرت علیہ الرحمۃ کے ساتھ اپنے تعلق کی سرگزشت اور حضرت علیہ الرحمۃ کے مکاتیب کا ایک انتخاب آپ نے اپنے ایک چھوٹے سے رسالے "مکتوبات اشرفیہ" میں جمع فرما دیا ہے جو بڑا مفید دلچسپ اور موثر رسالہ ہے۔

الغرض آپ انتہائی سادگی کے ساتھ اپنے شیخ حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کے مسلک و مشرب کے مطابق اصلاح و ارشاد کی خدمات انجام دے رہے تھے 'آپ فرمایا کرتے تھے کہ :

> "میں اپنے شیخ کی مجسم کرامت ہوں کہ انہوں نے مجھے کس ماحول سے نکال کر کہاں پہنچا دیا۔"

آپ ملتان میں قیام پذیر تھے اور جامعہ خیر المدارس کے سرپرست تھے 'کئی بار آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا' بڑی شفقت و محبت فرماتے تھے' انتہائی متواضع' منکسر المزاج' اور خندہ جبیں تھے۔ آپ نے ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء کو رحلت فرمائی۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ

آپ ایک بلند پایہ علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ سلسلہ نسب حضرت عثمان غنیؓ سے ملتا ہے' آپ ۲۰ اور ۲۱ شعبان ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۷ء کی درمیانی شب میں قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے' آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یاسین صاحب دیوبندیؒ ایک جید عالم دین اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ آپ نے ایک دینی ماحول میں آنکھ کھولی اور بچپن ہی سے جلیل القدر علماء کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا' پانچ سال کی عمر میں حافظ محمد عظیم صاحب کے پاس دارالعلوم دیوبند میں قرآن کریم کی تعلیم شروع کی' فارسی کی تمام مروجہ کتب اپنے والد محترم سے دارالعلوم میں پڑھیں' حساب فنون ریاضی کی تعلیم اپنے چچا حضرت مولانا منظور احمد صاحبؒ سے حاصل کی' سولہ سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند کے درجہ عربی میں داخل ہوئے اور ۱۳۳۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے جن عظیم المرتبت علمائے امت سے آپ نے شرف تلمذ حاصل کیا ان میں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ' مفتی اعظم ہند مولانا عزیز الرحمن عثمانیؒ' شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ' عارف باللہ مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ' فخر العلماء حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ اور شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہیؒ جیسے اکابر علماء شامل ہیں۔

زمانہ طالب علمی میں آپ کا شمار نہایت ذہین اور محنتی طلباء میں ہوتا تھا اور امتحانات میں ہمیشہ امتیاز کے ساتھ کامیاب ہوتے تھے اسی لئے اساتذہ آپ سے بے حد شفقت ومحبت کا سلوک کرتے تھے۔ ۱۳۳۵ھ میں جب آپ فارغ ہوئے تو حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ نے آپ کو ابتدائی کتب کی تعلیم کے لئے استاذ مقرر فرمایا پھر بہت جلد درجہ علیاء کے استاذ ہوگئے اور تقریباً ہر علم وفن کی جماعتوں کو پڑھایا۔ آپ کا درس ہمیشہ ہر جماعت میں مقبول رہا مگر دورہ حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف اور عربی ادب کی مشہور کتاب مقامات حریری کا درس تو ایسا ہوتا تھا کہ مختلف ملکوں کے علماء اور اساتذہ بھی شریک ہونا سعادت سمجھتے تھے' دارالعلوم دیوبند میں تدریس کا یہ سلسلہ ۱۳۶۲ھ تک جاری رہا' اس ۲۷ سالہ عرصہ میں انڈونیشیاء' ملائشیاء' سنگاپور' برما' برصغیر پاک وہند' افغانستان' بخارا' سمرقند وغیرہ کے تقریباً تیس ہزار طلباء نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا'

ان میں سے ہزاروں اب بھی مختلف ملکوں میں دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔ دارالعلوم کی تدریس کے دوران حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی ؒ نے فتویٰ کے سلسلہ میں آپ سے کام لینا شروع کیا۔ وہ سوالات کے جوابات خود لکھتے اور آپ سے لکھواتے اور اصلاح و تصدیق کے بعد یہ روانہ کردیئے جاتے' جب ۱۳۴۴ھ میں وہ مستعفی ہوگئے تو ارباب دارالعلوم نے مختلف صورتوں سے دارالافتاء کا کام چلایا مگر ۱۳۴۹ھ میں یہ کام مستقل آپ کے سپرد کردیا گیا' آپ کو اس عظیم کام کی اہمیت کا بہت احساس تھا کیونکہ دارالعلوم میں نہ صرف برصغیر کے کونے کونے سے استفتاء موصول ہوتے تھے بلکہ دنیا بھر کے ملکوں سے مسلمان مختلف مشکل فقہی مسائل کے بارے میں آخری فیصلوں کے لئے دارالعلوم دیوبند سے رجوع کیا کرتے تھے' آپ اپنی جگہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ صدر مفتی کے منصب کا حق پوری طرح ادا نہیں کرسکیں گے تاہم حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ اور حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندی ؒ کی سرپرستی امداد و اعانت کے وعدے پر آپ نے یہ عظیم منصب قبول کیا' اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ نے صدر مفتی کے عظیم منصب کا حق پوری طرح سے ادا کیا اور قیام پاکستان تک اس عظیم عہدہ پر فائز رہے۔

آپ اپنے دور کے عظیم مفسر و محدث' عالم بے بدل' مدبر عصر' فاضل اجل' فقیہ بے مثل' اور مفتی اعظم تھے بلکہ سلوک و تصوف کے امام' عارف اور شیخ کامل تھے' عالموں کے عالم اور اصحاب ارشاد کے صدر نشین تھے' آپ نے سلوک و تصوف میں ایک بلند مقام پایا تھا' ابتداء میں آپ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب ؒ سے بیعت ہوئے پھر ان کی رحلت کے بعد ۱۳۴۶ھ میں حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ سے بیعت ہوئے جنہوں نے آپ کی علمی و روحانی صلاحیتوں کو دیکھ کر ۱۳۴۹ھ میں آپ کو اپنا خلیفہ اور مجاز بیعت قرار دیدیا' حضرت حکیم الامت ؒ کے خلفاء و مجازین میں حضرت مفتی اعظم کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔ حضرت حکیم الامت ؒ آپ پر خاص توجہ فرمایا کرتے تھے' آپ تقریباً بیس سال تک حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی صحبت میں رہے اور ان کی زیر نگرانی کئی عظیم تالیفات اپنے قلم فیض رقم سے تصنیف فرمائیں' جیسے' احکام القرآن' حیلہ ناجزہ' وغیرہ آپ پر حضرت حکیم الامت ؒ کو ایک خاص اعتماد تھا' حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی ؒ فرماتے ہیں کہ :

"حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کو حضرت مفتی صاحب ؒ کی علمی و فقہی بصیرت پر اس قدر اعتماد تھا کہ اپنے ذاتی معاملات میں بھی ان سے مشورہ لیتے اور فتویٰ طلب فرماتے اور اس پر عمل فرماتے تھے' ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت ؒ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ مفتی محمد شفیع کی عمر دراز کرے' مجھے ان کی ذات سے دو خوشیاں ہیں ایک تو ان کے ذریعہ علم حاصل ہوتا رہتا ہے اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے بعد بھی کام کرنے والے موجود ہیں۔"[۵۱]

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت مفتی اعظم ؒ ہمارے شیخ حضرت حکیم الامت ؒ کے علمی و روحانی جانشین اور ان کی تعلیمات و ارشادات کے عظیم ترجمان تھے۔"[۵۲]

حضرت حکیم الامت ؒ کے علاوہ دیگر اکابرین امت بھی آپ کی علمی و فقہی بصیرت پر مکمل اعتماد کرتے تھے ان میں حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری ؒ' علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ' علامہ ظفر احمد عثمانی ؒ' مولانا سید اصغر حسین دیوبندی ؒ' علامہ سید سلیمان ندوی ؒ' مفتی محمد حسن امرتسری ؒ وغیرہم جیسے مشاہیر علم و فضل بھی ہر معاملے میں آپ سے رائے لیتے تھے اور آپ کو وقت کا محقق' فقیہ' مدبر' مفسر اور مفتی اعظم تسلیم کرتے تھے' آپ نے تعلیم و تدریس تبلیغ و اصلاح اور خدمت افتاء کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور آپ کے قلم سے سینکڑوں تالیفات منظر عام پر آئیں جن میں "تفسیر معارف القرآن ۸ جلدیں' احکام القرآن' فتاوی دار العلوم دیوبند' عزیز الفتاوی' جواہر الفقہ' اسلام کا نظام اراضی' ختم نبوت کامل' سیرت خاتم الانبیاء' مقام صحابہ' مجالس حکیم الامت ؒ' وغیرہم علمی شاہکار ہیں۔

---

[۵۱] اکابر علماء دیوبند
[۵۲] اکابر علماء دیوبند

حضرت مفتی اعظم ؒ نے دینی و علمی خدمات کے علاوہ سیاسی و ملی خدمات بھی انجام دی ہیں' آپ نے اپنے شیخ و مربی حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے ایماء پر تحریک پاکستان میں زبردست عملی حصہ لیا اور کھلم کھلا مسلم لیگ کے نظریات کی حمایت و تائید فرمائی' حضرت حکیم الامت ؒ کے حکم پر قائد اعظم کی دینی تربیت میں اہم کردار ادا کیا اور زعماء لیگ کی اصلاح کے لئے تبلیغ دین کا حق ادا کیا' شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ اور علامہ ظفر احمد عثمانی ؒ کے شانہ بشانہ قیام پاکستان کے لئے کوشاں رہے' مسلم لیگ کی حمایت میں ایک تاریخ ساز فتویٰ بھی جاری کیا جس کی تائید برصغیر کے اکابر علماء نے کی' سرحد ریفرنڈم میں علامہ عثمانی ؒ کے ہمراہ طوفانی دورہ کیا اور رائے عامہ کو مسلم لیگ کے حق میں کرنے کے لئے بڑے بڑے اجتماعات سے خطاب فرمایا اور شب و روز محنت کر کے ریفرنڈم میں کامیابی حاصل کی۔

قیام پاکستان کے بعد شیخ الاسلام علامہ عثمانی ؒ کی معیت میں قرارداد مقاصد کی ترتیب و تدوین میں اہم کردار ادا کیا اور پھر آخر دم تک نظام اسلام کے نفاذ کے لئے جدوجہد فرماتے رہے' علامہ عثمانی کی رحلت کے بعد آپ جمعیت علماء اسلام پاکستان کے صدر منتخب ہوئے اور بحیثیت صدر آپ نے ملکی و ملی کاموں میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے عظیم کارنامے انجام دیئے علاوہ ازیں دینی تعلیم کے فروغ کے لئے ۱۳۷۰ھ میں نہایت بے سروسامانی کے عالم میں کراچی میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا جو بہت جلد ایک مرکزی دارالعلوم کی شکل اختیار کر گیا اور آج پاکستان میں ثانی دارالعلوم دیوبند ہے' دارالعلوم سے ایک جریدہ "البلاغ" جاری کیا گیا جو بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے' بہرحال آپ ساری زندگی دین کی خدمت میں مصروف رہے اور مفتی اعظم پاکستان کی حیثیت سے آخر دم تک مسلمانوں کی اصلاح و فلاح کا فریضہ انجام دیتے رہے' ۹' ۱۰ شوال المکرم ۱۳۹۶ھ / ۵' ۶ اکتوبر ۱۹۷۶ء کی درمیانی شب میں رحلت فرمائی۔ ایک لاکھ سے زائد عقیدت مندوں نے نماز جنازہ پڑھی اور دارالعلوم کراچی کے احاطہ میں تدفین ہوئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا محمد صابر امروہوی ﷫

آپ ۱۸۹۸ء میں امروہہ میں پیدا ہوئے چھ سال کی عمر میں آپ کے والد محمد سعید صاحب نے آپ کو اسکول میں داخل کرادیا چودہ سال کی عمر میں مڈل پاس کیا پھر درس نظامی کی کتب پڑھنا شروع کیں اور مدرسہ اسلامیہ امروہہ سے تعلیم مکمل کر کے ۱۹۲۱ء شعبان ۱۳۴۰ھ میں سند الفراغ حاصل کی' دوران تعلیم ہی آپ کو حضرت حکیم الامت ﷫ سے عقیدت ہوگئی تھی اور حضرت ﷫ کی کتب زیر مطالعہ رہتی تھیں۔جب آپ تعلیم مکمل کر چکے تھے تو اتفاقاً ۱۳۴۱ھ میں حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کسی تقریب میں امروہہ تشریف لائے' آپ نے اپنے استاذ سے حضرت ﷫ سے بیعت ہونے کے لئے سفارش کرائی جو منظور ہوگئی اور آپ نے ۷ ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ کو بروز چہار شنبہ حضرت ﷫ سے بیعت کا شرف حاصل کیا' پھر حضرت ﷫ کی خدمت میں تھانہ بھون آنا جانا ہوگیا اور حضرت ﷫ کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے' ۱۳۴۲ھ میں آپ نے سلسلہ تدریس شروع کیا پہلے امروہہ میں ہی مدرس مقرر ہوئے اور مدرسہ رحمانیہ ٹانڈہ باولی ریاست رامپور میں صدر مدرس مقرر ہوگئے بعد ازاں ۱۳۵۰ھ میں مدرسہ عثمانیہ ریواڑی ضلع گڑگانوہ میں صدر مدرس ہوکر گئے' قیام پاکستان کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ کی نیابت میں دارالعلوم کراچی نانک واڑہ کی شاخ دارالافتاء میں تقرر ہوا' اور آخر دم تک درس وتدریس اور افتاء کی خدمات سرانجام دیتے رہے' اس کے ساتھ ساتھ آپ نے کئی تصانیف بھی تالیف کیں جن میں "سیرت الصدیق' مشکوۃ السراج' انوار البیوع' انوار النکاح' انوار العلوم' انوار الصوم' انوار الحج' اور انوار الجہاد" وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ حضرت حکیم الامت ﷫ کے مجاز بیعت تھے' ساری زندگی حضرت ﷫ کی تعلیمات وارشادات کے مطابق گزاری' زہد وعبادت اور تقویٰ میں کمال حاصل تھا اور حقوق العباد کا خاص اہتمام تھا' آخر ۱۲ صفر المظفر ۱۳۹۳ھ / ۷ مارچ ۱۹۷۳ء کو رحلت فرمائی۔حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔آمین۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی ﷫

آپ ۱۳۱۵ھ میں دیوبند میں پیدا ہوئے' آپ نسبی طور پر سیدنا حضرت ابوبکر صدیق ﷛ کی اولاد میں سے تھے آپ کے والد ماجد حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمی ﷫ چالیس سال دار العلوم دیوبند کے مہتمم اور اسی دوران میں چار سال ریاست حیدر آباد دکن عدالت عالیہ کے مفتی رہے۔

آپ کے دادا حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ﷫ دنیائے اسلام کے مشہور و معروف عالم ربانی' تحریک آزادی کے عظیم مجاہد اور دار العلوم دیوبند کے بانی تھے انہوں نے ۱۸۶۷ء میں دار العلوم کی بنیاد رکھی جو آج ایشیاء کی بے نظیر مذہبی یونیورسٹی سمجھی جاتی ہے آپ کے دادا کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد ہزارہا کی تعداد میں ہندوپاک اور دیگر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں جو حلقہ دار العلوم کہلاتا ہے اس لئے یہ خاندان پورے ملک اور بیرونی حلقہ اثر میں وقعت و عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ آپ کو ۱۳۲۲ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخل کیا گیا اور وقت کے ممتاز اکابر علماء کے عظیم الشان اجتماع میں کتب نشینی کی تقریب عمل میں آئی' دو سال کی مدت میں قرآن شریف تجوید و قرات کے ساتھ حفظ کیا' پانچ سال میں فارسی ریاضی اور حساب کا کورس مکمل کیا اور آٹھ سال میں دار العلوم دیوبند سے عربی کا نصاب پورا کیا اس طرح ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء میں تعلیم سے فراغت پاکر آپ نے سند فضیلت حاصل کی' دوران تعلیم میں دار العلوم کے تمام اساتذہ آپ کے ساتھ بوجہ خاندانی شرف اور آبائی نسبت کے شفقت و محبتوں سے پیش آتے تھے اور مخصوص طریق پر تعلیم و تربیت میں حصہ لیتے رہے' حدیث کی خصوصی سند آپ نے وقت کے مشاہیر علماء و اساتذہ سے حاصل کی اور بہت سے بزرگوں کی ہمت اور توجہ آپ کے ساتھ تھی' آپ کے اساتذہ میں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری ﷫ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی ﷫' حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی ﷫' علامہ شبیر احمد عثمانی ﷫ اور مولانا سید اصغر حسین دیوبندی ﷫ جیسے اکابر شامل ہیں۔

آپ نے اپنا سلسلہ بیعت ۱۳۳۹ھ میں اولاً شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی ﷫ سے قائم کیا جس کے پانچ ماہ بعد حضرت شیخ الہند کا وصال ہوگیا بعد ازاں ۱۳۵۰ھ میں آپ نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ﷫ سے سلسلہ بیعت قائم کیا اور بہت جلد خلافت سے نوازے گئے '۱۳۴۱ھ میں دار العلوم دیوبند کی تدریس کے زمانہ ہی میں آپ کو دار العلوم دیوبند کا نائب مہتمم بنادیا گیا تھا پھر ۱۳۴۸ھ میں باقاعدہ طور پر آپ کو دار العلوم کا مہتمم مقرر کیا گیا اور آخر وقت تک اسی عہدہ جلیلہ پر فائز رہے ' آپ کے دور اہتمام میں دار العلوم نے بہت زیادہ ترقی کی اور آپ نے اپنے زمانہ میں دار العلوم کی شہرت و عظمت کو چار چاند لگادیئے اور پوری دنیا میں دار العلوم دیوبند کا نام روشن ہوا ' دار العلوم کے اہتمام کے علاوہ درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا اور حدیث کی اونچی کتابیں زیر درس رہیں ' اس کے علاوہ فن خطابت اور تقریر میں بھی آپ کو خداداد ملکہ اور قوت گویائی حاصل رہی ' اور زمانہ طالب علمی ہی سے آپ کی تقریریں پبلک جلسوں میں شوق اور دلچسپی کے ساتھ سنی جاتی تھیں ' اہم سے اہم اسلامی مسائل پر دو دو تین تین گھنٹے مسلسل اور بے تکلف تقریر کرنے اور ٹھوس علمی مواد پیش کرنے میں آپ کو کوئی تکلف نہیں ہوتا تھا ' حقائق و اسرار شریعت کھولنا اور تخلیق و ایجاد مضامین آپ کا خاص حصہ ہے جسے آپ کے اکابر و اساتذہ بھی تسلیم کرتے تھے ' آپ نے دار العلوم کے اہتمام کے ساتھ ساتھ تبلیغ دین کا بھی حق ادا کیا پوری دنیا کے ممالک میں آپ نے متعدد بار سفر کئے اور اسلام کی سربلندی کے لئے کوشاں رہے آپ کی تقریروں نے ملک و بیرون ملک میں ایک وسیع حلقہ پیدا کیا اور آپ ایک عظیم خطیب ' ادیب ' محقق ' مدبر ' محدث ' مفسر ' متکلم ' مصنف اور شیخ کامل تسلیم کئے گئے ' آپ نے ہزاروں افراد کی اصلاح فرمائی اور لاکھوں کو اپنے فیض علمی و روحانی سے مالامال کیا ' متعدد بار حج و زیارت کی سعادت حاصل کی اور پورے عالم اسلام میں حکیم الاسلام کے لقب سے شہرت پائی ' تدریس و تبلیغ اور اہتمام دار العلوم کے علاوہ آپ نے بہت سی کتابیں بھی تالیف فرمائیں جن میں "التشبہ فی الاسلام" سائنس اور اسلام ' تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام ' مسئلہ زبان اور ہندوستان ' دین و سیاست ' خطبہ صدارت جمعیت علماء مراد آباد کانفرنس ' خطبہ

صدارت بمبئی، خطبہ صدارت سندھ کانفرنس، اصول دعوت اسلام، مشاہیرات، کلمات طیبات، تاریخ دار العلوم دیوبند، اسلامی مساوات، مسئلہ تقدیر، خطبات حکیم الاسلام، اور سفرنامہ افغانستان، وغیرہم مشہور تالیفات ہیں، آپ ایک مایہ ناز مصنف ہونے کے ساتھ ایک بہترین شاعر بھی تھے آپ کا مجموعہ کلام بھی شائع ہو چکا ہے، آپ اپنے اخلاق و اوصاف میں اپنے اسلاف کا نمونہ تھے، ساری حیات اپنے شیخ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک و مشرب پر عمل پیرا رہے اور انہی کے سیاسی نظریات کے پابند رہے، دو قومی نظریہ کے علمبردار رہے اور تحریک پاکستان میں اہم کردار ادا کرتے رہے، آپ کے ہم عصر قریبی ساتھیوں میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ المحدثین حضرت علامہ محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور محدث کبیر حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ الغرض آپ نے ساری حیات خدمت اسلام اور خدمت دار العلوم میں گزاری اور ۶ شوال ۱۴۰۳ھ / ۱۷ جولائی ۱۹۸۳ء کو دیوبند میں رحلت فرمائی اور آبائی قبرستان قاسمی میں تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت حافظ محمد عثمان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز بیعت تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ایک خاص لگاؤ اور تعلق تھا' آپ اردو بازار دہلی میں کتابوں کی اشاعت و فروخت کا کام کرتے تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کی بناء پر حقوق العباد کا بہت خیال رکھتے تھے۔ معاملات کی صفائی کو بطور خاص پیش نظر رکھتے تھے' کتابوں کی تجارت کے سلسلے میں بمبئی اور کلکتہ تک کا سفر کرتے تھے' آپ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ و ملفوظات کو خاص اہتمام سے شائع کرواتے تھے' حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے خاص تعلق و محبت کا معاملہ فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ فرمایا کہ آپ قیام تھانہ بھون کے دوران ہمیشہ میرے ہی یہاں سے کھانا کھایا کریں' آپ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو ایسا مٹادیا تھا کہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کچھ بھی نہیں' حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی دل و جان سے قدر کرتے اور فرماتے تھے کہ: "ان کا بڑا مقام ہے۔"

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ جب تھانہ بھون تشریف لیجاتے تو پہلے آپ سے ملنے دہلی کتب خانہ پر تشریف لاتے اور دعا کرواتے کہ دعا فرمائیں کہ تھانہ بھون کا قیام سہل ہوجائے اور ہمیں کچھ حاصل ہوجائے۔

آپ کی وفات سے کافی عرصہ قبل حافظ ریاض الحق کلیانوی آپ کے پاس تشریف لائے آپ نے حافظ صاحب کو فرمایا کہ جب میرا انتقال ہوجائے تو میری قبر لیاری ندی کے کنارے پر بنوانا تاکہ جب برسات میں باڑھ آئے تو میری قبر بہہ جائے اور میری مغفرت ہوجائے' چنانچہ حافظ ریاض الحق صاحب نے آپ کی وصیت پر عمل کیا' قدرت خداوندی کہ اسی زمانہ میں کراچی میں اس قدر شدید بارش ہوئی کہ سارے شہر میں کمر کمر تک پانی بھر گیا اور قبرستان میں دور دور تک قبروں کے نشان مٹ گئے' آپ کی قبر کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا' اور اس کا نشان بھی باقی نہ رہا' اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ آرزو پوری کردی۔ آپ نے ۷ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ / ۲۳ جون ۱۹۵۰ء کو کراچی میں وفات پائی تھی۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا محمد عیسیٰ الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سادات کے زیدی خاندان سے تعلق رکھتے تھے آپ کے والد کا نام میر سید خیرات علی تھا۔ آپ کی ولادت ۱۸۸۲ء میں ضلع الٰہ آباد تحصیل سورام کے ایک موضع محی الدین پور میں ہوئی۔ آپ کشیدہ قامت تھے۔ بدن چھریرا' رنگ گورا' چہرہ قدرے لانبا' کم گوشت مگر پر ہیبت' آنکھیں چھوٹی' آپ بچپن ہی سے روزہ نماز کے بہت پابند اور دین کی طرف مائل تھے' ناظرہ قرآن گھر پر پڑھا پھر اردو مڈل تک اسکول میں پڑھی پھر انگریزی پڑھنے لگے۔ میٹرک' ایف اے اور بی اے کیا اسی دوران حسن اتفاق سے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ الٰہ آباد تشریف لائے اور ریلوے اسٹیشن کے قریب مسجد شیخ عبد اللہ میں مقیم ہوئے' آپ کو غائبانہ عقیدت پہلے سے تھی اب جو زیارت اور ملاقات کی اور وعظ میں شرکت کی تو دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا فکر آخرت کا غلبہ ہو گیا اور آپ نے فیصلہ کر لیا کہ اب میں آگے انگریزی نہیں پڑھوں گا اور اب عربی درسیات کی کتب پڑھوں گا چنانچہ آپ نے فتح پور کے مشہور عالم مولانا نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اجل حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ میں عربی درسیات فقہ و حدیث پڑھنا چاہتا ہوں' آپ نے درخواست قبول کرتے ہوئے عربی درسیات کے اسباق پڑھانا شروع کر دیئے پھر آپ لکھنؤ چلے اور مولانا عبد الباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ سے مکمل عربی درسیات کی کتب پڑھیں اور ۱۹۲۲ء میں آپ نے عربی و فارسی کی پروفیسری قبول کی اور آخر تک اسی ملازمت پر رہ کر ۱۹۳۷ء میں پنشن پائی۔ ۱۹۰۲ء میں جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ الٰہ آباد تشریف لائے تو اس وقت آپ نے بیعت کی تھی اور پھر تھانہ بھون جا کر چالیس دن تک قیام کیا اور یکسوئی کے ساتھ ذکر و شغل میں لگ گئے' توفیق الٰہی نے مرشد کامل کی خاص توجہ و ریاضت شاقہ کی شکل میں ظہور کیا اور آپ نے بہت جلد سلوک کے منازل طے کئے' یہاں تک کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو غالباً ۱۹۱۲ء میں خلافت عطا کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے متعلق فرمایا تھا کہ:

"مولوی عیسیٰ پر زہد کا بہت غلبہ ہے۔"

اس لئے حضرت ؒ نے سب سے زیادہ طالبین اور مسترشدین آپ ہی کے سپرد کئے تھے' آپ بیعت سے پہلے شیروانی پہنتے تھے' بیعت کے بعد آپ نے سادہ عبا پہننی شروع کر دی' آپ کا ریاض اتنا بڑھا ہوا تھا کہ فتح پور میں جب آپ مولانا نور محمد صاحب ؒ سے درسیات پڑھتے تھے اس وقت آپ کے ایک ہم سبق مولوی محمد صادق صاحب ناقل تھے کہ جب استاذ سبق کی تقریر فرماتے اور ہم لوگ خاموش رہتے ۔میں مولانا محمد عیسیٰ کے پاس بیٹھتا تھا تو صاف سنائی دیتا تھا کہ مولانا صاحب کا قلب ذکر کر رہا ہے ۔

آپ نے ۱۹۱۷ء میں مولانا عبد الباری فرنگی محلی ؒ کے ہمراہ حج کیا ۔ ۴۴ سال کی عمر میں حفظ قرآن کا شوق پیدا ہوا چونکہ آپ کو تلاوت قرآن سے خاص شغف تھا اس لئے بہت جلد حفظ کر لیا اور کئی سال محراب میں سنائی اور پھر ہمیشہ آپ کا معمول رہا کہ ایک منزل تلاوت روزانہ کرتے تھے' آپ تقویٰ اور حقوق العباد میں اپنی نظیر آپ تھے' ایک دفعہ کچھ سامان لیکر ریلوے اسٹیشن پہنچے تو آپ نے اسٹیشن ماسٹر سے سامان کا کرایہ لینے کا کہا' اسٹیشن ماسٹر نے کہا حضرت! کوئی بات نہیں یہ تھوڑا سا سامان ہے لیکن آپ نے اصرار کر کے سامان کا ٹکٹ لیکر پھاڑ دیا' اسی طرح حقوق العباد اور صفائی معاملہ کا بہترین نمونہ اپنے عمل سے دکھایا جب آپ الہ آباد تبدیل ہو کر آئے تو آپ کی اہلیہ نے اپنے مال سے ایک مکان خرید لیا ۔آپ بھی اسی مکان میں رہنے لگے مگر بیوی سے کہا کہ چونکہ مکان تمہارا ہے جبکہ تمہارا ٹھہرانا میرے ذمہ ہے اس لئے میں اس مکان میں اس شرط پر رہوں گا کہ مجھ سے اس کا کرایہ لو کیونکہ تمہاری ملکیت ہے چنانچہ مدت العمر دس روپے ماہوار مکان کا کرایہ دیتے رہے ۔

۱۹۴۰ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا' علاج سے وقتی افاقہ ہو گیا مگر دماغ پر آخر وقت تک اثر رہا' آخر بغرض علاج اپنے پیر بھائی حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب عارفی ؒ کے پاس جونپور تشریف لے گئے اور وہیں بہ عمر ۶۳ سال اپنے مرشد حضرت تھانوی ؒ کے انتقال کے صرف ۸ ماہ بعد ۵ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ / ۲۱ مارچ ۱۹۴۴ء داعی اجل کو لبیک کہا ۔انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

(ماخوذ از بزم اشرف کے چراغ)

حضرت مولانا حکیم محمد مصطفیٰ بجنوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بجنور میرٹھ کے رہنے والے تھے آپ کے والد ماجد مردان علی صاحب بڑے عہدیدار اور خطاب یافتہ کارگزار اور اسکے ساتھ ہی نہایت دیندار تھے اپنے سب صاحبزادوں کو بجائے انگریزی کے عربی دینی تعلیم دلائی' آپ نے مختلف مدارس میں دینی تعلیم حاصل کی' پھر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مروجہ دینی کتب پڑھ کر تعلیم مکمل کی' آپ کی استعداد علمی بہت پایہ کی تھی اور عربی ادب کے بڑے ماہر تھے۔ سب سے پہلے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کو آپ ہی نے قلمبند کرنا شروع کیا تھا جو امت مرحومہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ثابت ہوا۔ آپ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصانیف "الانتباھات المفیدہ عن الاستباھات الجدیدہ، شوق وطن' بہشتی زیور' بہشتی گوہر' مناجات مقبول' مجالس الحکمت' امثال عبرت' اور مجربات وغیرہ کے تراجم و تشریحات بڑے سلیس انداز میں اردو میں قلمبند کئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر کے نوٹ عربی میں بطور مختصر نویس لیا کرتے تھے پھر سہل اردو میں پھیلا دیتے تھے اس طرح آپ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بے شمار وعظ قلمبند کر کے شائع کئے۔

آپ فن طب کے بھی بڑے ماہر تھے اور میرٹھ کے ایک مشہور حاذق طبیب تھے بہت سے نافع اور عجیب و غریب مرکبات کے موجد تھے' آپ نہایت لطیف الطبع اور ذکی الحس تھے یہاں تک کہ بعض اوقات کسی کے نقش تحریری سے اخلاق و مزاج کی کیفیت معلوم کر لیتے تھے اور فاسق و متقی کے قاروروں میں فرق کر لیتے تھے بہشتی زیور کے حصہ نہم میں اور بہشتی گوہر میں سب اصناف و امراض کے متعلق اپنے خاص خاص مجربات بے دریغ تحریر فرما کر نہایت مفید معالجات و تدابیر طبیہ درج فرمائی ہیں' اس کے علاوہ "معمولات اشرفیہ' مجالس الحکمت' امثال عبرت" وغیرہ کے بھی مصنف ہیں۔ آپ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد خلفاء میں سے تھے اور آپ کو تقویٰ کا بہت ہی اہتمام تھا دقیق دقیق شوائب نفس پر نظر رہتی تھی' صدق و خلوص آپ کا شعار اور عبدیت و انکسار آپ کا حال تھا' سفر حج میں موٹر چلانے والے نماز کے وقت جب کسی طرح موٹر روکنے پر

راضی نہ ہوئے تو آپ چلتی موٹر سے کودنے پر تیار ہوگئے لیکن خدا کی شان موٹر میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی، اور اسے خود بخود رکنا پڑا، آپ کارہائے خیر کے بے حد حریص تھے اور مساکین کا نہایت توجہ کے ساتھ مفت علاج کرتے تھے نیز اپنے آشنا عازمین حج کو سفر میں کام آنے والی دواؤں اور بعض دیگر کار آمد اشیاء مثلاً سمت قبلہ معلوم کرنے کا نقشہ وغیرہ اکثر ہدیہ عطا فرماتے تھے، بڑی عمر میں کلام پاک حفظ کیا اور حافظوں کو لقمہ دینے میں خاص طور سے ماہر تھے غرض آپ کی ذات والا صفات مجموعہ کمالات جلیلہ اور مخزن اوصاف جمیلہ تھی۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

> ''حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی تھے، مرید بھی، پھر خلافت سے بھی سرفراز ہوئے، ان کی علمی قابلیت کا اندازہ ان کی تصانیف سے ظاہر ہے، حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اگر طب کا مشغلہ اختیار نہ کرتے اور درس وتدریس کا شغل اختیار کرتے تو بڑے بڑے علماء کے ہمسر ہوجاتے، اللہ تعالیٰ نے ان کو فہم وفراست عطا فرمائی تھی اور اس کے ساتھ تقویٰ کی دولت سے بھی نوازے گئے تھے، مکائد نفس پر بڑی گہری نظر تھی۔ تربیت السالک میں آپ کے خطوط کے جوابات حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تفصیل سے دیئے ہیں، حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے تھے: ''حکیم مصطفیٰ صاحب فقیہ النفس ہیں، مکائد نفس پر گہری نظر ہے۔''

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاص تعلق تھا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کی بڑی عزت وقدر کرتے تھے، تمام خلفاء میں غالباً حکیم صاحب ہی کی ذات ایسی ہے جس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کبھی عتاب نہیں ہوا، حکیم صاحب کو فن طب میں کمال حاصل تھا اور تقویٰ کا خاص اہتمام تھا، حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا محمد موسیٰ مہاجر مدنی ؒ

آپ سخی سرور ڈیرہ غازی خان کے رہنے والے تھے لیکن بعد میں ہجرت کر کے حجاز کو وطن ثانی بنالیا تھا' مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ میں درس دیا کرتے تھے' معاملات کے بڑے صاف تھے' حق بات کہنے میں کسی سے نہیں ڈرتے تھے' ایک مرتبہ چند احباب کے ساتھ حج کے لئے تشریف لے گئے' سعی میں دیکھا کہ سعودی حکمران سواری پر سعی اس طرح کر رہے تھے کہ دوسروں کو تکلیف پہنچ رہی تھی اور سعی بھی خلاف قاعدہ ہو رہی تھی' آپ اپنے احباب کے ساتھ صفا پہاڑی پر کھڑے تھے' جیسے ہی شاہ مروہ پہاڑی سے واپس صفا پر آئے' آپ نے آگے بڑھ کر ان سے کہا کہ آپ سعی خلاف قاعدہ کر رہے ہیں' آپ کے دوستوں نے ازراہ شفقت آپ کا دامن پیچھے سے کھینچا کہ ایسا نہ کہیں' شاہ نہ کہا کہ ہمارے علمائے کرام نے تو ہم کو اس پر کبھی نہیں ٹوکا' آپ نے برجستہ جواب دیا کہ اگر آپ کے علماء نہ ٹوکیں تو اس سے مسئلہ نہیں بدلتا ہے' مسئلہ یہی ہے جو میں نے بتلایا ہے' آپ نے مدینہ منورہ میں حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی تصانیف مواعظ اور ملفوظات جمع کر کے اس بات کی کوشش کی کہ ان کا مصر میں عربی زبان میں ترجمہ ہو جائے جو مصر سے شائع ہو' آپ ہر معاملے میں اتباع سنت کا خاص خیال رکھتے تھے' آپ کا مدینہ منورہ میں کئی لاکھ روپے کا ایک باغ تھا ایک روز آپ عشاء کے بعد حضرت تھانوی ؒ کے ایک خلیفہ حافظ محمد عثمان دہلوی ؒ کے داماد مولوی نصرت علی صاحب کو وہاں لے گئے' راستے میں سڑک پر خربوزوں وغیرہ کے بیج پڑے تھے انہیں اپنے ہاتھ سے اٹھا کر گاڑی میں رکھتے جاتے' باغ میں پہنچ کر فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے راستہ میں سے ایک چنے کا دانہ اٹھایا مگر اس وجہ سے نہ کھایا کہ شاید زکوۃ کا نہ ہو' میں سڑک سے ایسی چیزیں اٹھالیتا ہوں جو کھائی نہیں جاسکتیں پھر انہیں گائے کو کھلا دیتا ہوں' اس طرح نہ کھانے والی سنت پر بھی عمل ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ میں گائے کے گوبر کے اپلے بنا کر بیچتا ہوں تاکہ نفس قابو میں رہے' فرمایا کہ میرا یہ باغ کئی لاکھ روپے کا ہے اسکی جس قدر کھجوریں ہوتی ہیں میں احباب میں تقسیم کر دیتا ہوں۔

آپ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے اور آپ نے ہزاروں افراد کی اصلاح و تربیت کی' حضرت تھانوی ؒ کے دوسرے خلفاء کے برعکس آپ اکثر اپنے ظن کی بناء پر بیعت و تلقین کی اجازت دے دیتے اور بعض کو یہ بھی اجازت ہوتی کہ وہ جس کو چاہے آپ کی طرف سے یہ اجازت دے دیں' اور آپ کو لکھ کر بھیج دیں' مولوی نصرت علی صاحب نے اس پر آپ سے عرض کیا کہ بعض بزرگوں کو آپ کا اس طرح اجازت مرحمت فرمانا پسند نہیں' جواب دیا کہ ان کا فرمانا درست ہی ہو مگر میں قاصر ہوں مجھ سے نہیں رہا جاتا' بہت تقاضا ہونے لگتا ہے' لہٰذا تب ہی ایسے شخص کو اجازت دے دیتا ہوں اور یہ سمجھ کر کہ اگر غلط شخص کو اجازت دی تو میری ذمہ داری ہوگی' اور میری پکڑ ہوگی اور اگر صحیح آدمی کو اجازت دی تو اس کا ثواب ہمارے حضرت والا تھانوی ؒ کو ملے گا۔

آپ نے مدینہ منورہ ہی میں انتقال فرمایا اور وہیں جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا محمد نبیہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ قصبہ ٹانڈہ باولی ریاست رام پور میں ۱۳۱۵ھ میں پیدا ہوئے' قرآن شریف اردو فارسی اپنے علاقے میں پڑھی' ۱۳۳۱ھ میں برائے تحصیل عربی مراد آباد مدرسہ شاہی مسجد چلے گئے' ۱۳۴۰ھ میں اکابرین دیوبند کی زیارت کا شوق ہوا جسے پورا کرنے کے لئے سہارنپور' دیوبند' رائپور اور تھانہ بھون حاضری ہوئی' حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور ان سب حضرات سے ملاقات کا شرف حاصل کیا بعد میں حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی جو منظور ہوئی' حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات حسن العزیز کو پڑھ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کا خیال ہوا۔ ۱۳۴۱ھ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مراد آباد تشریف لا رہے تھے آپ نے کوشش کی کہ کسی صورت ٹانڈہ تشریف لے آئیں یہ خواہش پوری ہوئی اور جمادی الاول ۱۳۴۱ھ میں حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مکان پر تشریف لے آئے چونکہ ایک صاحب کی معرفت تشریف لانا طے ہوا تھا اس لئے مجلس میں فرمایا کہ داعی صاحب کو دکھلایئے' آپ پیش ہوئے اس وقت عمدہ قسم کی شیروانی اور مخملی ٹوپی پہنے ہوتے تھے' نام دریافت کیا تو بتایا محمد نبی اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نبی کے بجائے نبیہ کر دیا جائے آپ نے بخوشی قبول کیا چنانچہ جمادی الاول ۱۳۴۱ھ سے نام محمد نبیہ ہو گیا' حضرت رحمۃ اللہ علیہ ٹانڈہ میں دو روز بڑی بشاشت سے رہے اور خلاف معمول ہدیہ وغیرہ بھی قبول فرمایا' آپ مراد آباد تک پہنچانے کے لئے گئے اس کے بعد ۱۳۴۲ھ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ٹانڈہ تشریف لائے پھر سفر بند ہو گیا' آپ شوال ۱۳۴۲ھ میں ایک ماہ کے لئے تھانہ بھون حاضر ہوئے اور پھر باقاعدہ تھانہ بھون آنا جانا شروع ہو گیا' ۱۳۴۴ھ میں آپ بحکم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے تشریف لے گئے واپسی پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قبول کی' بیعت کے بعد آپ نے اس شاہانہ لباس کو چھوڑ دیا اور سادہ کرتہ پاجامہ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ جیسی ٹوپی کا استعمال شروع کر دیا۔

آپ سال میں تقریباً چالیس روز تھانہ بھون گزارتے تھے اور حضرت ؒ کی مجالس روحانیہ سے خوب خوب مستفیض ہوتے تھے، حضرت حکیم الامت ؒ نے آپ کو ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ کو خلافت و اجازت سے نوازا، آپ تقریباً ۲۲ سال تک تھانہ بھون آتے جاتے رہے اور حضرت ؒ سے مسلسل مکاتیب رہی مگر ملاقات یا مکاتیب میں کسی قسم کی خفگی نہیں ہوئی، آپ فرماتے تھے کہ اس میں زیادہ تر حضرت والا کی شفقت ہی کو دخل تھا، دوسرے آپ کے مزاج میں احتیاط بہت تھی ضابطہ کے خلاف کوئی کام نہ کرتے تھے اور حضرت ؒ کے ہر ضابطہ سے محبت اور انس تھا اور کسی امر میں اعتراض پیدا نہ ہوا، آپ فرماتے تھے کہ :

> "تھانہ بھون کی مجلس اور وہاں کے حالات یاد آکر طبیعت تڑپ جاتی ہے اکثر اشکبار ہوتا ہوں کہ کیا تھا کیا ہو گیا، ہمارے حضرت بڑے شفیق تھے بڑی محبت فرماتے تھے۔"

بہر حال آپ نے ساری عمر اپنے شیخ حضرت تھانوی ؒ کے معمولات کی روشنی میں گزاری اور ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ / ۱۶ اپریل ۱۹۷۴ء میں رحلت فرمائی۔

حضرت مولانا مفتی محمد وجیہ صاحب آپ کے صاحبزادے ہیں جو علم و عمل میں آپ کا نمونہ ہیں۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت حاجی محمد یوسف رنگونیؒ

آپ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے ایک نہایت مخلص اور متمول خادم و مجاز تھے' آپ رنگون کے رہنے والے تھے' حضرتؒ کے بڑے عاشق صادق تھے' ساری زندگی حضرتؒ کی خدمت میں گزاری اور حضرتؒ کے بتلائے ہوئے اصولوں کے مطابق بسر کی تھی۔ حقوق العباد کے بڑے سختی سے پابند تھے' ذکر و عبادت اور زہد و تقویٰ میں اسلاف کا نمونہ تھے' آپ کا جب انتقال ہوا تو آپ نے اپنی کثیر رقم حضرتؒ کے نام بذریعہ تحریر وصیت فرمادی تھی مگر حضرتؒ نے وہ رقم اس وقت تک قبول نہیں کی جب تک اس کے متعلق شرعی فتویٰ اور گواہان کی گواہی نہ آگئی تھی۔ بہرحال آپ حضرتؒ کے مجاز بیعت تھے اور عمر بھر اصلاح و تربیت میں معروف رہے تھے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

"ہمارے حضرت والا حقوق العباد کا بہت اہتمام فرماتے ہیں' حضرت والا فرماتے ہیں کہ حقوق العباد کو ادا کرنا اوراد وظائف سے بدرجہا زیادہ ضروری ہے۔ اس کے ترک سے مواخذہ ہوگا اور ترک وظائف سے کچھ مواخذہ نہیں' حضرت والا فرماتے ہیں کہ میری تعلیم و تربیت کا سارا دارومدار اس پر ہے کہ میں طریق میں تہذیب و اخلاق کو سب سے زیادہ مقدم سمجھتا ہوں چنانچہ جب اخلاق درست ہوجاتے ہیں تو اعمال خودبخود درست ہوجاتے ہیں اور جب تک اصلاح اعمال و اخلاق نہ ہو' اس وقت تک ذکر و اذکار سے کوئی نفع نہیں ہوتا' اس لئے کہ اخلاق و اعمال کی خرابی ایسا حجاب ہے جو ان کے اثرات و انوار کو روح میں سرائیت کرنے سے روک دیتا ہے۔"

آپ نے ۸ محرم ۱۳۵۲ھ / ۳ مئی ۱۹۳۴ء کو وفات پائی۔[۱] انا للہ و انا الیہ راجعون۔

---

[۱] بزم اشرف کے چراغ ص ۲۴۴

حضرت مولانا محمود الغنی حیدر آبادی ؒ

آپ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری ؒ کے پوتے تھے' آپ کے والد سہارنپور چھوڑکر حیدر آباد دکن چلے آئے اور وکالت کا پیشہ اختیار کئے رکھا اور مستقل حیدر آباد کو اپنا وطن بنالیا' آپ کی ولادت حیدر آباد دکن ہی میں ہوئی' پھر جدید تعلیم و تربیت نے آزادخیالی پیدا کردی' اسی دوران حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ حیدر آباد تشریف لائے کہ سرراہ شیخ عارف اور اس خوش بخت گو بظاہر خود بین و خودگر جوان کی نظریں چار ہوگئیں اور نظریں کیا ملیں ؎

آں دل کہ ام نمودے از خوبرو جواناں
پیرانہ سال مردے بردہ بیک نگاہے

آپ بالکل ایسے گرویدہ ہوئے کہ حضرت تھانوی ؒ کے سوا سب کچھ بھلا بیٹھے' فرماتے تھے کہ "حضرت ؒ کو دیکھے بغیر چین ہی نہیں آتا تھا"

حضرت ؒ کا قیام آپ کے چچازاد بھائی حضرت مولانا عبد الحی صاحب ؒ خلیفہ حضرت تھانوی ؒ کے گھر پر تھا' چند روز قیام کے بعد حضرت ؒ وطن لوٹ رہے تھے تو اس گرفتار عشق کو ایک عجیب کٹھن اور نازک مرحلہ سے گزرنا پڑا۔

ادھر حضرت حکیم الامت ؒ کے قلب پر آپ کے اس امتزاج عشق و ادب کا بڑا اثر ہوا اور اسکی تحسین فرمائی' الغرض حضرت ؒ کی نظر نے دفعتاً آپ کی زندگی بدل دی' ذکر و شغل' خلوت گزینی اور فنائیت کا غلبہ ہوگیا اور پھر بار بار تھانہ بھون حاضر ہوتے رہے اور فیضیاب ہوتے رہے بالآخر بیعت و خلافت سے نوازے گئے' اور ساری زندگی اپنے شیخ معظم کی ہدایات پر عمل پیرا رہے' حضرت ؒ کے عشق کے ساتھ ساتھ ان کی تصانیف سے بھی حد درجہ عشق ہوگیا اور ایک ایک تصنیف کو بار بار پڑھتے اور عمل کرتے تھے۔

آپ نے ۱۹۵۶ء میں سفر آخرت اختیار فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری ﷫

مناظر اسلام حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری ﷫ صدر المبلغین دار العلوم دیوبند علماء حق کے اس قافلے سے تعلق رکھتے ہیں جو اپنے اسلاف کی روایات کو زندہ رکھتے ہوئے دین متین کے تحفظ کے لئے اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کر دیتے ہیں اور تمام زندگی خدمت اسلام میں گزار دیتے ہیں' آپ ۱۲۸۵ھ کو قصبہ چاند پور ضلع بجنور میں پیدا ہوئے' آپ کے والد گرامی حکیم سید بنیاد علی صاحب ﷫ ضلع بجنور کے مشہور اور حاذق طبیب تھے' آپ کے اجداد میں عارف باللہ شیخ طریقت اور صاحب کرامات بزرگ حضرت سید عارف علی شاہ صاحب ﷫ تھے جن کا سلسلہ نسب حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ﷫ سے جاملتا ہے' آپ درس نظامی کی تکمیل کے لئے ۱۲۹۷ھ میں مرکز علوم اسلامیہ دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور بڑی امتیازی شان سے سند فراغت حاصل کی' آپ کے جلیل القدر اساتذہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی ﷫' حضرت مولانا ذو الفقار علی دیوبندی ﷫' حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ﷫' اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی ﷫ شامل ہیں' آپ نے ان حضرات کی خدمت میں دورہ حدیث پڑھا اور فیض صحبت حاصل کیا' چونکہ آپ کو فن معقولات میں خاص دلچسپی تھی اس لئے اس فن میں تحصیل کمال کی غرض سے معقولات کے نامور استاذ حضرت مولانا احمد حسن صاحب ﷫ کی خدمت میں کانپور حاضر ہوئے اور معقولات کی اعلیٰ کتب پڑھ کر اس فن میں کمال و مہارت تامہ حاصل کی۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ اپنے وطن چاند پور واپس آگئے اور اپنے والد صاحب ﷫ کے مطب میں مشغول ہو کر تشخیص امراض و تجویز نسخہ جات و فن دوا سازی میں درجہ کمال حاصل کیا اور ایک جید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر و حاذق طبیب بھی بن گئے' اسی زمانہ میں مولانا منور علی صاحب ﷫ خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ﷫ نے در بھنگہ کے قریب مدرسہ امدادیہ قائم کیا تو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ﷫ کی فرمائش پر آپ طبی شغل چھوڑ کر تشریف لے گئے اور وہاں علمی درس میں مشغول ہو گئے اور ایک زمانہ تک وہیں صدر مدرس رہے پھر کچھ عرصہ مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں مدرس رہے اس دوران میں آپ نے آریہ سماج کے رد میں متعدد رسائل

تحریر فرمائے اور بابو رام چندر سے مشہور تاریخی مناظرہ کیا۔ ۱۹۲۰ء میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے مالٹا سے واپسی پر دار العلوم دیوبند آنے کا حکم دیا اور مولانا حافظ محمد احمد قاسمی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حبیب الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر معمولی اصرار فرمایا چنانچہ آپ دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں آپ کو ناظم تعلیمات مقرر فرما دیا گیا' ساتھ ہی سلسلہ تدریس بھی جاری رہا۔

اسی دور میں آپ نے قادیانیت کے رد میں بکثرت رسائل تالیف فرمائے جو خصوصیت کے ساتھ پنجاب و صوبہ سرحد میں بہت مقبول اور پسندیدہ ہوئے' آپ اپنے زمانہ میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مشہور مناظر اور اعلیٰ مقرر تھے ملک کے اطراف و اکناف کا کوئی بھی حصہ ایسا نہ ہو گا جو آپ کے مواعظ حسنہ سے مستفید نہ ہوا ہو' آپ کو فن تقریر میں ملکہ تامہ حاصل تھا' آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

> "وعظ سے قبل دل میں کوئی مضمون نہیں ہوتا ہے خطبہ پڑھنے کے بعد جو بھی مضمون اس وقت ذہن میں آتا ہے اسی پر حق تعالیٰ کی امداد سے تقریر شروع کر دیتا ہوں۔"

آپ کی تقریر پند و نصائح کے ساتھ لطائف علمیہ و نکات حکمیہ' معرفت' عبادات' قصص و حکایات سے پر ہوتی تھی' آپ نے امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ پنجاب کے مختلف علاقوں میں مرزائیت کے خلاف تقریریں اور مناظرے کئے اور اپنے فن مناظرہ کا لوہا منوایا۔ آپ نے متعدد حج کئے۔ پہلا حج اپنے والد کے ہمراہ کیا اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے' آپ نے فراغت تعلیم کے بعد حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سلوک و تصوف کے منازل طے کئے پھر قیام مکہ معظمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے ان کے بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی' حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا' ان کے بعد آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

> "سب ہی بزرگ اور سرپرست اللہ کو پیارے ہو گئے' بڑا

بدنصیب ہے وہ شخص جس کا کوئی بزرگ و سرپرست نہیں 'بھائی
اب تو میں نے اپنا بزرگ و سرپرست حضرت حکیم الامت
تھانوی ؒ کو بنالیا ہے' اللہ تعالیٰ حضرت تھانوی ؒ کے
فیوض وبرکات سے مجھ کو بھی مستفید فرمائے۔"

اس کے بعد آپ نے باقاعدہ حضرت حکیم الامت ؒ سے تعلق قائم کیا اور ان کے دست حق پر بیعت کی اور پھر خلافت سے نوازے گئے۔حضرت تھانوی ؒ سے آپ کو تعلق وعقیدت اس قدر تھی کہ کوئی کام ان کے مشورہ کے بغیر نہ کرتے تھے 'اسی طرح حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کو بھی آپ سے محبت تھی چنانچہ جب کبھی آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے۔حضرت تھانوی ؒ نے آپ کو اپنا مہران اور خصوصی مہمان بنایا اور بعد ظہر مجلس ارشاد میں حضرت تھانوی ؒ نے آپ کے لئے اپنے قریب مخصوص جگہ مقرر فرمادی تھی چنانچہ آپ اسی خاص جگہ پر نشست فرماتے تھے علاوہ ازیں حضرت تھانوی ؒ کی مجلس ارشاد میں کسی کو بولنے کی جرات نہ تھی صرف مولانا چاند پوری ؒ اس سے مستثنیٰ رہے اور آپ اکثر علمی سوالات کیا کرتے 'ایک مرتبہ زمانہ قیام تھانہ بھون میں آپ کے دو صاحبزادوں اور قریبی عزیزوں کو حضرت تھانوی ؒ نے مدعو کیا' آپ نے حضرت تھانوی ؒ سے درخواست کی کہ آپ ان چاروں کو بیعت فرمالیں۔ حضرت ؒ نے درخواست منظور فرماتے ہوئے کہا کہ آپ کے ساتھ یہ خصوصیت ہے اور اسی خصوصیت کی بناء پر آپ کے صرف ایک مرتبہ کہنے پر ان چاروں لڑکوں کو بیعت کرتا ہوں۔آپ اپنے متعلقین کو ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ :

"حضرت مولانا تھانوی ؒ کے ملفوظات و مواعظ کا مطالعہ
کرتے رہیں کہ یہ علم وتقویٰ میں ترقی کا باعث ہوں گے۔"

الغرض آپ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے مقدس قافلہ کے سالار کارواں تھے اور ساری عمر انہی کے ارشادات وتعلیمات پر عمل پیرا رہے اور بالآخر ۲۱ دسمبر ۱۹۵۱ء کو باآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اپنی جان 'جان آفرین کے سپرد کر دی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون - حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں - آمین۔

(تفصیل کے لئے اکابر علماء دیوبند دیکھئے۔)

حضرت مولانا مسیح اللہ خان شروانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا تعلق ضلع علی گڑھ کے مشہور شروانی خاندان سے تھا آپ ۱۳۰۲ھ میں اپنے وطن سرائے برلہ ضلع علی گڑھ میں پیدا ہوئے' ابتدائی اور ثانوی تعلیم اپنے وطن ہی میں حاصل کی پھر ۱۳۴۸ھ میں اعلیٰ تعلیم کے لئے دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۴۹ھ میں دورہ حدیث کی تکمیل کر کے سند الفراغ حاصل کی۔ آپ زمانہ تعلیم ہی میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوگئے تھے اور پھر بہت جلد ہی ۱۳۵۱ھ میں خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنے گیارہ مخصوص خلفاء کے نام ایک اعلان میں تحریر فرمائے تھے' اس میں لکھا تھا کہ :

"اپنے چند مجازین کے نام لکھتا ہوں کہ جن کے طرز تعلیم پر مجھے اعتماد ہے ان میں سے جس سے چاہیں اپنی تربیت متعلق کرلیں۔"

ان گیارہ مخصوصین میں حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی بھی شامل تھا' ۱۳۵۷ھ میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو جلال آباد کے نزدیک ایک مدرسہ میں مدرس بنا کر بھیج دیا اس وقت یہ مدرسہ صرف ایک مکتب کی حیثیت میں قائم تھا مگر چند ہی سالوں میں آپ کی مخلصانہ جدوجہد اور خون جگر کی آبیاری سے اس مدرسہ کا شمار جو اب "مفتاح العلوم" کے نام سے موسوم ہوگیا ہے ہندوستان کے بڑے مدارس عربیہ میں ہوتا ہے' آپ کی کمال جدوجہد اور سعی تبلیغ سے مدرسہ اور مسجد کی عظیم الشان عمارتیں قابل دید ہیں' مدرسہ کا احاطہ نہایت وسیع اور مسجد دیدہ زیب ہے' آپ کے ہاں آپ کی زندگی میں جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ ایک عام مجلس ہوتی تھی جس میں مدرسہ کے اساتذہ اور طلباء کے علاوہ گرد و نواح کے متعلقین و مریدین کا ایک بڑا مجمع ہوتا تھا' اس مجلس میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات و مواعظ آپ خود پڑھ کر سناتے تھے' حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان عام ہے اور ہندوستان و پاکستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی آپ کے متعلقین موجود ہیں' حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ :

"مجھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے غائبانہ عقیدت و محبت تو بہشتی زیور اور

دیگر کتب کے دیکھنے سے بچپن ہی میں پیدا ہوگئی تھی مگر جب سے
حضرتؒ کو دیکھا کسی دوسرے کی طرف خیال بھی نہیں گیا۔"

آپ کو حضرت حکیم الامتؒ سے خصوصی عقیدت و محبت تھی آپ جب بھی اپنے شیخ کا تذکرہ فرماتے تھے تو ایک عجیب سوز عشق کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی اور جب کوئی مسئلہ بیان فرماتے تو بار بار فرماتے کہ "اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اپنے شیخ کی برکت سے عرض کر رہا ہوں۔"

حضرت حکیم الامتؒ کو بھی آپ پر خصوصی اعتماد تھا' ایک مرتبہ فرمایا کہ :

"مولوی مسیح اللہ اور مولوی عیسیٰ دونوں بڑھ گئے ہیں۔"

ایک مرتبہ جلال آباد کے ایک جلسہ میں فرمایا کہ :

"مولوی مسیح اللہ صاحب سے مجھے محبت ہے۔"

ایک مرتبہ خواجہ صاحبؒ سے حضرتؒ نے فرمایا کہ :

"مولوی مسیح اللہ سے کہدو کہ وہ مجھ سے بے تکلف ہوں' اور
بولا کریں۔"

بہرحال آپ حضرتؒ کے محب و محبوب رہے' آپ نے دینی و اصلاحی موضوعات پر متعدد تصانیف تالیف فرمائیں خصوصاً فن تصوف پر آپ کی کتاب "شریعت و طریقت" مشہور زمانہ ہے۔

آپ ایک جید عالم دین اور شیخ کامل تھے' ہزاروں افراد کی اصلاح فرمائی اور متعدد حضرات کو خلافت و اجازت سے نوازا' آپ مجلس صیانت المسلمین کے سرپرست اعلیٰ بھی تھے اور سالانہ اجتماع پر متعدد بار جامعہ اشرفیہ لاہور تشریف لاتے رہے بڑے قابل قدر بزرگ تھے۔

آپ نے ۲۱جمادی الاولی ۱۴۱۳ھ / ۱۲نومبر ۱۹۹۲ء کو رحلت فرمائی' ہزاروں افراد نے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب مدظلہ کی امامت میں نماز جنازہ پڑھی اور جلال آباد ہی میں تدفین ہوئی۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند)

حضرت مولانا مقصود اللہ بنگالی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۵ اپریل ۱۸۸۴ء کو مشرقی بنگال کے ضلع باریسال کے گاؤں تلگاسیہ میں حاجی محمد ثناء اللہ کے گھر پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم مدرسہ اشرف العلوم کچوا میں مولانا سعید احمد صاحب فاضل دیوبند سے حاصل کی پھر مزید تعلیم کے لئے مراد آباد کے قصبہ حسن پور میں مدرسہ قادریہ تشریف لے گئے یہاں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ مولانا ولی احمد صاحب کیمبل پوری رحمۃ اللہ علیہ. شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیتے تھے' آپ نے انہی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور دورہ حدیث تک تعلیم کی تکمیل کی اور یہیں سے دستار فضیلت حاصل کی' فراغت کے بعد اپنے استاذ گرامی کے توسط سے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا ہر سال رمضان المبارک کا پورا ماہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خانقاہ تھانہ بھون میں گزارتے اور اصلاح و تربیت کا سلسلہ جاری رکھا بالاخر آپ نے بیعت کی درخواست کی اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو شرف بیعت سے مشرف کیا اور پھر جلد ہی مجاز بیعت بنالیا' آپ بچپن ہی سے نہایت سنجیدہ' نازک اور خلوت پسند طبیعت کے مالک تھے' آپ کو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی' تحصیل علوم کے بعد جب آپ واپس تلگاسیہ تشریف لائے تو اپنے استاد مولانا سعید احمد صاحب اور دیگر محبین کے مشورہ سے اپنے ننبال مدرسہ اشرف العلوم میں درس و تدریس میں مصروف ہوگئے' تقریباً چھ سال تک طلباء کو مستفید کرنے کے بعد تلگاسیہ میں ایک مدرسہ امدادیہ خانقاہ اشرفیہ کے نام سے قائم کیا جہاں آپ کی زندگی میں مشکوۃ شریف تک تعلیم ہوتی رہی' اور آج بھی یہ مدرسہ علاقے کی بنیادی تعلیمی ضروریات پوری کررہا ہے' زندگی کے آخری ایام میں آپ نے باریسال شہر کی تمام مساجد میں کم از کم ایک دن قیام کرکے تبلیغ و اصلاح کا پروگرام بنایا تھا کہ چند روز بیان کے بعد آپ شدید علیل ہوگئے آپ واپس گھر آئے مگر آپ ذکر الٰہی میں مشغول ہوگئے اور بالاخر اسی حالت میں کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے آپ نے اپنی جان' جان آفرین کے سپرد کردی۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا نذیر احمد کرنالی ؒ

آپ ۱۹۰۱ء میں ضلع کرنال میں سید محبوب علی صاحب کے گھر پیدا ہوئے آپ کے والد صاحب حضرت گنگوہی ؒ سے بیعت تھے' آپ نے ابتدائی اردو فارسی کی تعلیم کے بعد مدرسہ امینیہ سنہری مسجد دہلی میں داخلہ لیا' اس وقت مولانا امین الدین صاحب ؒ مدرسہ کے مہتمم اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی ؒ صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز تھے' آپ نے ان ہی حضرات سے دورہ حدیث پڑھا اور سند فراغ حاصل کی' فراغت تعلیم کے بعد آپ اصلاح باطن کے لئے تھانہ بھون میں حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت ؒ سے شرف بیعت حاصل کیا' تھانہ بھون چند روز قیام کے بعد مدرسہ امینیہ ہی میں مدرس رہے اور پھر وطن واپس آکر مکتب تعلیم القرآن جاری کیا اور سلسلہ مطب میں مشغول ہوگئے۔

آپ فرماتے ہیں کہ :

"حضرت شیخ حکیم الامت تھانوی ؒ کافی ایام زندہ وفیوض رساں طالبین رہے ہیں لیکن میں اپنی طبیعت سے آج تک آشنا نہیں ہوا کہ مست اور مستغنی کیوں اور کس لئے ہے یا بے حسی ہے اس لئے خط وکتابت تو رہی مگر تھوڑی تھوڑی اور کچھ مرتبہ قیام بھی کم ہی صرف جس وقت حضرت ؒ نے خلافت و اجازت سے نوازا' تقریباً ۳۵ روز قیام رہا' نہ ہی حضرت ؒ نے کسی موقع پر حاضری کا مشورہ تحریر فرمایا' اس قلت صحت کی وجہ سے حضرت خضر علیہ السلام کا ساتھی سکندر بن کر رہ گیا تھا' تہی دستاں قسمت کا مصداق ہوں نیز کبھی اپنے کو باوجود اجازت کے مشیخت کے قابل نہیں پاتا' محض تعمیل شیخ اور طالب کی درستی عقائد کی نیت پر بیعت کرلیتا ہوں ان تمام حالات میں برکات وانشراح وھبی بھی پیش آتے رہے' الحاصل یہ ہے کہ

میرا وجود نہایت بے کار اور قابل شمار نہیں' میں اجازت خدمت خلق و اصلاح کا کچھ بھی حق ادا نہ کر سکا' خائف و لرزاں ہوں' مدارج اخروی برحق ہیں' مجھے تو مغفرت میں بھی لالے نظر آتے ہیں' اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے درجہ مغفرت عطا فرمائیں تو زہے قسمت ہے۔"

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا مفتی واحد بخش بہاولپوری ؒ

آپ ۱۹ مئی ۱۸۹۰ء / ۲۹ رمضان ۱۳۰۷ھ کو ضلع بہاولپور میں پیدا ہوئے 'بچپن میں والد ماجد جناب محمد عیسیٰ صاحب کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا تو بڑے بھائی نے تربیت کی' آپ نے ابتدائی درسیات کی تحصیل اپنے علاقہ میں کی 'بعد میں مدرسہ اسلامیہ امروہہ مراد آباد میں زیر تعلیم رہے آخر میں دار العلوم دیوبند سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی' آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن ؒ' امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری ؒ' علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ اور مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ جیسے مشاہیر علماء شامل ہیں۔

فارغ التحصیل ہو کر کچھ عرصہ نگینہ (بھارت) میں تدریسی خدمات سرانجام دیں پھر اپنے برادر بزرگ اور عزیز و اقارب کے اصرار پر وطن واپس آئے اور خیر پور ٹامیوالی کو دینی تعلیم کا مرکز بنایا اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے' کچھ عرصہ بعد محکمہ تعلیم میں سرکاری ملازمت اختیار کر لی اور بتیس سال درس و تدریس میں گزارے' ملازمت سے سبکدوش ہو کر حسبۃ للہ تدریس و تعلیم میں مصروف رہے۔

آپ نے نوعمری میں جلالپور پیروالہ کے ایک مجذوب فقیر اللہ ڈوایا سے تعلق بیعت استوار کیا تھا پھر امروہہ اور دیوبند کے زمانہ طالب علمی میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کی خدمت میں آنا جانا ہوا اور حضرت ؒ سے اصلاح و تربیت کا سلسلہ جاری کیا اور ۱۹۳۵ء میں باقاعدہ حضرت حکیم الامت ؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور پھر جلد ہی خلافت سے نوازے گئے۔ آپ ایک جید عالم دین مفتی شرع متین اور خطیب و ادیب ہونے کے ساتھ ایک شیخ کامل اور بڑے عامل تھے' سادہ مزاج بے نفس اور منکسر المزاج بزرگ تھے' نام و نمود سے کوسوں دور تھے' ساری زندگی درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں بسر کی اور اپنے شیخ تھانوی ؒ کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فتح پور نرجا کے ایک گاؤں میں ۱۳۱۴ھ میں پیدا ہوئے دس بارہ سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا گھر میں عربی اور فارسی کی ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد ۱۳۲۸ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۳۵ھ میں سند فراغ حاصل کی' امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ' مولانا سید مرتضی حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ' علامہ شبیر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ' اور مولانا سید اصغر حسین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر آپ کے اساتذہ گرامی تھے' دوران تعلیم ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اصلاح اعمال کی فکر اور ذوق عبادت عطا فرمائی تھی' اجتماعات سے الگ تھلگ رہنے کے عادی تھے' خوش نصیبی سے طالب علمی کے زمانہ ہی میں آپ کو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری اور تربیت باطنی کا شرف حال ہوگیا اور نصاب تعلیم کو پورا کر کے خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے ہو رہے' آپ کی فطری قابلیت کو اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت سے چار چاند لگا دیئے اور بہت جلد باطنی تربیت مکمل کر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء مجازین میں شامل ہوگئے پھر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کی ذات طالبین کا مرجع بن گئی' فتح پور کے زمانہ قیام میں قرب و جوار کے اضلاع کے علاوہ دوسرے علاقوں کے لوگ بھی آپ تک پہنچتے رہتے' اس کے بعد آپ گورکھپور تشریف لے آئے جو ایک دینی و روحانی مرکز بن گیا پھر یہاں سے الہ آباد منتقل ہوگئے جہاں آپ کی مقبولیت کا اس پیمانہ پر ظہور ہوا جو کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواص اولیاء کے لئے ہوتا ہے' آپ کے انداز تربیت میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوب اصلاح کی جھلک پائی جاتی تھی جو اپنی اصلاح کے لئے آتا اس پر خود بھی کڑی نظر رکھتے اور محاسبہ نفس کی تاکید فرماتے' مخاطبین میں وکلاء' بیرسٹر' جج اور اعلیٰ حکام سے لے کر غریب امیر سب موجود ہوتے مگر ہر شخص کا محاسبہ اس طرح کیا جاتا تھا جو اس شخص کے خاص نفسیاتی خالات کے لحاظ سے مفید ہو' صبح کی مجلس خاص میں منتہی طلباء اور علماء شریک ہوتے' اور نماز ظہر کی مجلس میں عام لوگ شریک ہوتے' وعظ و نصیحت اور مجالس روحانیہ کے علاوہ متوسلین و

مریدین کی اصلاح کی خاطر "وصیۃ السالکین، وصیۃ الاخلاص، وصیۃ الاخلاق، توقیر العلماء" جیسی معرکۃ الآرا کتابیں تالیف فرمائیں۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب ﷫ کا شمار حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے ممتاز خلفاء میں ہوتا ہے اور آپ پر حضرت ﷫ کی خاص عنایات تھیں، ۱۳۴۶ھ سے باقاعدہ روزانہ مجلس خاص وعام میں شرکت فرماتے تھے ایک روز مجلس میں حضرت ﷫ نے مولانا وصی اللہ صاحب ﷫ کا تذکرہ ایک خاص محبت وعنایت اور تحسین کے انداز میں فرمایا اور مجھ سے دریافت کیا کہ کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟ تھانہ بھون کے اس قیام نے میرے قلب میں اپنے ہم سبق مولانا شاہ وصی اللہ کی سبقت کو قابلِ رشک اور اپنی تاخیر کو قابلِ حسرت و افسوس بنا دیا تھا، اس سوال پر بے ساختہ حضرت حکیم الامت ﷫ کے سامنے یہ شعر نکل گیا ؎

ماہ و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق
او بصحرا رفتہ مادر کوچہ ہا رسوا شدیم

اس پر حضرت حکیم الامت ﷫ نے ایک خاص لطف کے انداز میں ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ: "ہاں یہاں یہی دستور ہے کہ کسی کو صحرا دیا جاتا ہے کسی کو سہرا دیا جاتا ہے۔ ہر ایک کو جو کچھ عطا ہوا ہے اس پر راضی رہنا چاہئے۔" بات آئی گئی ہوگئی، لیکن اپنے اس صحرا نورد ہم سبق دوست کے کمالات کی عظمت ہمیشہ دل میں رہی، اس وقت بھی میں یہ سمجھا کرتا تھا کہ حضرت ﷫ کے خلفاء میں ایک خاص تعداد ایسے حضرات کی

ہے جو اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب ہیں اگر ان کی روشنی اس آفتاب عالمتاب کے سامنے ظاہر نہیں ہوتی' ان میں خصوصیت سے شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ' پر نظر جاتی تھی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان آنکھوں نے اس کا مشاہدہ کر لیا کہ ان بزرگوں کی مجلس ایک کیمیا تاثیر رکھتی تھی۔"[1]

بالآخر آپ نے ۵ ۲نومبر ۱۹۶۷ء کو رحلت فرمائی۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین

(بحوالہ اکابر علماء دیوبند)

تالیفات حکیم الامت تھانوی

---

[1] بزم اشرف کے چراغ بحوالہ "البلاغ" کراچی

حضرت مولانا ولی احمد فرخ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد اور مرید تھے، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو حسن پور میں مدرس بنا کر بھیجا تھا اور عرصہ تک اسی خدمت تدریس پر مامور رہے، آپ بڑے عابد و زاہد اور ذاکر و شاغل تھے، ایک روز فرمایا کہ:

> "جب میں ایک دفعہ کوئی کلمہ پڑھتا ہوں مثلاً سبحان اللہ تو اندر سے آواز آتی ہے ولی احمد ٹھیک ہے آگے پڑھو، پھر میں آگے پڑھتا ہوں پھر جب میں مسجد میں عبادت کرنے کے بعد گھر جانا چاہتا ہوں تو درخواست کرتا ہوں کہ اللہ اب بھوک لگی ہے اس لئے گھر جانا چاہتا ہوں تو آواز آتی ہے، ہاں ضرور جاؤ، اور خوب آرام کرو، اس کے بعد فرمایا، اس آواز کو میرا دل سنتا ہے۔"

ایک مرتبہ آپ کو شام کو سیر کرانے کے لئے لے جایا گیا تو سڑک پر موٹروں اور دوسری سواریوں کو دیکھ کر فرمایا:

> "جیسا شام ہونے سے پہلے لوگ جلدی جلدی کام ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان لوگوں کی دوڑ دھوپ کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی شام ہونے والی ہے۔"

ایک روز ایک واقعہ بیان فرمایا کہ:

> "مسجد میں صبح کی نماز کے وقت مٹی کے کوزے کو نلکے کے نیچے رکھ دیا اور انتظار کرنے لگا کہ جب کوزہ بھر جائے گا تو وضو کرلوں گا، مسجد میں چونکہ اندھیرا تھا اس لئے معلوم نہ ہوسکا کہ

کوزے کا منہ نلکے کی ٹونٹی کی سیدھ میں ہے یا نہیں 'جب کافی دیر
گزر گئی اور لوٹا نہ بھرا تو پھر ہاتھ سے ٹٹول کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ
کوزے کا رخ نلکے کی ٹونٹی کی طرف نہیں تھا اس لئے کوزے میں
پانی نہ بھر سکا 'صبح کی نماز کے بعد درس میں یہ واقعہ بیان کر کے
فرمایا کہ اس واقعہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ کی رحمت کا
پانی انسان کے دل کے کوزے میں آتا رہتا ہے اگر دل کے
کوزے کا رخ اللہ کی رحمت کی ٹونٹی کی سیدھ میں ہو تو کام بن جاتا
ہے لیکن اگر دل کے کوزے کا رخ اللہ کی رحمت کی ٹونٹی کی
طرف نہ ہو تو پھر کام نہیں بنتا۔"

آپ حضرت حکیم الامت ؒ کے مجاز بیعت تھے اور بڑے بزرگوں میں شمار ہوتے تھے '
اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں۔ آمین۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی ؒ

حضرت مولانا ولی محمد بٹالوی ؒ

آپ بٹالہ کے رہنے والے تھے' آپ کی والدہ نہایت دیندار اور عابدہ زاہدہ تھیں اور اپنے بیٹے کے لئے ولی ہونے کی دعائیں کیا کرتی تھیں' ایف اے تک انگریزی تعلیم حاصل کی اور فوج کے دفتر میں ہیڈ کلرک مقرر ہوئے' اللہ تعالیٰ نے ذہن اور فہم کمال کا عطا فرمایا تھا اپنے کام میں اس قدر ہوشیار تھے کہ تمام افسران بھی آپ کا بہت احترام فرماتے تھے' ادھر حضرت حکیم الامت ؒ سے تعلق پیدا ہوا' ادھر دل میں عشق الٰہی کی آگ لگ گئی اور ترک ملازمت کا پختہ ارادہ کر لیا' ایک روز گھر کا تمام فرنیچر اور سامان اکٹھا کر کے نیلام کر دیا' دوسرے تمام ساتھی حیران تھے 'کہ انہیں کیا ہو گیا ہے وہ سمجھانے لگے کہ آپ کے تمام افسر آپ سے خوش ہیں' آپ کی ترقی کے بھی مزید امکانات ہیں 'مگر آپ نے استعفیٰ دے دیا اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لے لیا اور سرکاری ملازمت چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی۔مدرسہ میں دینی تعلیم شروع کی اور مروجہ دینی کتب اساتذہ مظاہر العلوم سے پڑھنے لگے' حضرت ناظم صاحب نے آپ کے خورد و نوش کا انتظام کر دیا اور آپ کسی کے ہاں کھانا لینے جاتے' آپ فرماتے تھے ''جب کھانا لینے جاتا تو اکثر سالن باسی ہوتا اور بعض اوقات مکھی وغیرہ تک پڑی ہوتی چنانچہ دو پیسے کا گڑ لے کر اس کے ساتھ روٹی کھا لیتا تھا۔''

حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کو جب مظاہر العلوم میں آپ کے داخلے کا علم ہوا تو جناب ناظم صاحب کو تحریر فرمایا کہ ''ولی محمد میرا خاص آدمی ہے اس کا خاص خیال رکھنا۔'' حضرت تھانوی ؒ کی جب یہ چٹھی مدرسے پہنچی تو مدرسہ کے جملہ اراکین میں شور مچ گیا پھر وظیفہ مقرر ہوا۔جب عام لوگوں کو معلوم ہوا کہ اتنی بڑی قربانی دے کر انہوں نے یہ راستہ اختیار کیا ہے تو وہ بہت متاثر ہوئے 'نواب ڈھاکہ جو حضرت تھانوی ؒ کے بہت معتقد تھے ایک معقول ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا اس پر فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنا کرم کیا کہ جس طرح اونچے پیمانے کا خورد و نوش ملازمت کی حالت میں تھا اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے پہنچایا' تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم میں مدرس مقرر ہو گئے'

غالباً ۱۹۳۷ء میں رنگون کے ایک دینی مدرسہ میں درس وتدریس کے شغل میں مصروف ہوگئے اور ہزاروں طلباء نے آپ سے استفادہ کیا۔

قیام پاکستان کے بعد راولپنڈی میں مدرسہ آثار الولی کی بنیاد رکھی اور دینی کاموں میں مشغول ہوگئے آخردم تک تبلیغ واصلاح کاسلسلہ جاری رہا اور ۲۱اپریل ۱۹۵۹ء کو راولپنڈی میں انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی رح

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

مجازین صحبت

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر یوپی میں پیدا ہوئے آپ کے والد عنایت الرحمٰن صاحب مرحوم کاسلسلہ نسب قاضی ضیاء الدین سامی تک پہنچتا ہے' آپ نے ابتدائی تعلیم کاندھلہ ہی میں حاصل کی پھر آپ کے ماموں مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھانہ بھون لے گئے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ اشرفیہ میں داخل کرلیا اور ہدایہ و مشکوۃ کے درجہ تک کی تمام کتب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے خود پڑھائیں پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کی منشاء سے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں دورہ حدیث میں داخلہ لیا جہاں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد یحیی کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کتب احادیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی' فراغت کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم ہی میں مفتی کے عہدہ پر فائز ہوئے کیونکہ ابتداء ہی سے آپ کو افتاء و حدیث سے خاص شغف تھا آپ نے اپنے فرائض کو نہایت خوبی سے سرانجام دیا اور عرصہ دراز تک تدریس و افتاء کی خدمات انجام دیتے رہے۔

آپ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز صحبت تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق پیدا ہونے کا اصل سبب خانقاہ امدادیہ کے مدرسہ میں داخلہ ہے جہاں آپ کی ظاہری و باطنی تربیت کا اصل دور شروع ہوا' یہیں آکر آپ کے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل ہوئی کیونکہ آپ نے اکثر کتابیں خود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یا ان کے زیر تربیت حضرات سے پڑھی تھیں' جس سے تعلیمی دور ہی میں آپ کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے گہری عقیدت پیدا ہوگئی جس نے آپ کی زندگی کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا اور یہ کیفیت پیدا ہوگئی کہ آپ کی نظر میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق اور آپ کے یہاں حاضری سے بڑھ کر کوئی چیز مہتم بالشان ہی نہیں تھی' بار بار حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونا اور وہاں قیام فرمانا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی منشاء کے مطابق مراحل زندگی طے کرنا آپ کا خاصہ بن گیا۔ آپ کے اس تعلق اور جذب و کیف علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی بناء پر آپ سے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کافی تعلق و انس اور شفقت پیدا ہوگئی تھی پھر اسی تعلق و محبت کی بناء پر

آپ کو حضرت تھانوی ﷺ نے مجاز صحبت ہونے کا شرف بخشا' آپ حضرت ﷺ کی مجالس اور وعظ و تقریر میں کثرت سے شرکت فرماتے تھے اور حضرت ﷺ کے مواعظ و ملفوظات بھی قلمبند فرماتے رہتے تھے جو اکثر مختلف عنوانات سے طبع بھی ہوئے ہیں' علاوہ ازیں خانقاہ میں افتاء اور دوسری متعدد نقل مواعظ کی خدمات بھی سرانجام دیتے رہے' اس کے بعد حضرت ﷺ کے حکم سے مدرسہ اشرفیہ دہلی اور مدرسہ عالیہ فتح پوری میں بھی تدریس و تعلیم اور افتاء کی خدمات انجام دیں' ۱۹۴۶ء میں علامہ سید سلیمان ندوی ﷺ کی دعوت پر بھوپال تشریف لے گئے جہاں جامعہ احمدیہ میں صدر مدرس کے عہدہ پر فائز رہے' علامہ سید سلیمان ندوی ﷺ کے ساتھ مل کر انجمن ہدایت المسلمین بھوپال کے زیر اہتمام پوری ریاست کے تبلیغی دورے بھی کئے اور ہزاروں افراد کی اصلاح فرمائی' اسی طرح سے علامہ ندوی ﷺ کے یہاں دار القضاء میں درس قرآن کا سلسلہ تھا جس میں علامہ ندوی ﷺ کے علاوہ آپ بھی درس قرآن دیتے رہے' قیام پاکستان کے بعد آپ دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں درس حدیث دینے لگے اور یہ سلسلہ آخر دم تک قائم رہا۔

تدریس کے علاوہ تصنیف کا مشغلہ بھی تھا اور آپ کے قلم سے چند بلند پایہ کتب بھی منظر عام پر آئیں جن میں "جامع ترمذی کی مفصل شرح عربی' شمائل ترمذی کی شرح' حاشیہ سنن نسائی' مراۃ التفسیر' احسن البیان' مقدمۃ القرآن' تفسیر سورہ فاتحہ' اور احکام رمضان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

جنوری ۱۹۵۸ء میں آپ نے رحلت فرمائی' حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی اور احاطہ دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ میں تدفین عمل میں آئی۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا اشفاق الرحمن صاحب ﷺ کے صاحبزادوں میں حضرت مولانا عابد الرحمن صدیقی اور مولانا ساجد الرحمن صدیقی وغیرہ جید عالم و فاضل ہیں اور دینی و علمی خدمات میں مصروف ہیں۔ (تفصیلات "تحریک پاکستان اور علماء دیوبند" میں ملاحظہ فرمایئے۔)

حضرت مولانا محمد انوار الحسن کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز صحبت [۱] تھے اور کاکوری میں اعزازی مجسٹریٹ تھے۔ آپ ۹ ذی قعدہ ۱۲۸۳ھ کو بمقام قصبہ کاکوروی مولوی محمد محسن کے گھر پیدا ہوئے' آپ نے عربی و فارسی کی تعلیم اپنے والد کے سایہ عاطفت میں رہ کر حاصل کی اور انگریزی میں بے اے' ایل ایل بی کی سند حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے اور لکھنؤ میں پیشہ وکالت کو فروغ دیا' آپ اپنے بھائی مولوی نور الحسن نیر مرحوم' اہل و عیال اور دیگر اعزاء کی معیت میں ۱۳۴۴ھ میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے' سفر حج میں بمقام مدینہ منورہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک خواب دیکھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیمار امت کی اصلاح فرما رہے ہیں' چنانچہ بعد واپسی حج بیت اللہ پیشہ وکالت میں دروغ بیانی سے بچنا محال سمجھ کر کاروبار وکالت ترک کر کے وطن ہی میں خانہ نشین ہوگئے اور باغبانی و زراعت میں دلچسپی لیتے رہے اور اسی دوران حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست خدا پرست پر بیعت کی اور پھر اپنا بیشتر وقت دینی کتب بالخصوص تالیفات و مواعظ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعہ نیز اوراد و وظائف و اذکار و اشغال میں بسر کرنے لگے' فارغ از خلق اور مشغول بیاد حق مدت العمر رہے' فقہ حنفی اور استنباط مسائل میں ید طولی حاصل تھا ایک منزل قرآن شریف بلاناغہ تلاوت فرماتے اور پختہ عمر میں مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ سے فن تجوید و قرات سیکھی' نماز باجماعت کا اہتمام تھا اور اکثر ذکر و اذکار اور نوافل میں مشغول رہتے تھے' ساری حیات حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بتلائے ہوئے اصولوں کے مطابق گزاری' متعدد بار خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون جا کر کئی کئی دن قیام فرماتے اور فیض صحبت حاصل کرتے رہے' آخر وقت تک اپنے مکان اور مسجد خواص میں عام مجالس کا اہتمام رکھا جن میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ و ملفوظات پڑھ کر سنائے جاتے تھے۔

آپ نے ۱۲ جنوری ۱۹۵۵ء میں وفات پائی اور کاکوری میں اپنے جد اعلیٰ اور اپنے بھائی کے پہلو میں تدفین ہوئی۔

---

[۱] بزم اشرف کے چراغ ص ۴۵۰ فہرست مجازین صحبت نمبر ۹

حضرت مولانا بخشش احمد اعظم گڑھی ؒ

آپ اعظم گڑھ یوپی کے ایک گاؤں میں ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے آپ فاروقی النسل تھے' آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محمد حسن فاروقی سے حاصل کی پھر دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور تعلیم مکمل کی' دوران تعلیم ہی حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ سے تعلق قائم کرلیا اور سند فراغ حاصل کرنے کے بعد تھانہ بھون میں مقیم ہوگئے مگر ہمیشہ اپنے آپ کو نااہل سمجھتے ہوئے کبھی حضرت تھانوی ؒ سے بیعت کی درخواست نہ کی' بعد ازاں آپ گورکھپور تشریف لائے اور مدرسہ انجمن اسلامیہ میں مدرس ہوگئے' آپ نہایت خوددار اور مسکنت پسند تھے اور مشاہرہ لینے سے اعراض فرماتے تھے حتی کہ اپنی تعلیمی خدمات کے زمانہ تک حق الخدمت خود نہ لیا بلکہ آپ کے ایک قریبی رشتہ دار قبض الوصول پر دستخط کرکے آپ کے اہل و عیال کے لئے حق الخدمت وصول کرلیتے اور بچوں کے حوالے کردیتے' آپ درس کا فریضہ بڑی تندہی اور اوقات کی پابندی سے ادا کرتے تھے اور اپنے سے وابستہ متعلمین کو بڑی دلجوئی اور محبت سے تعلیم دیتے تھے' آپ اپنے زہد و تقویٰ کے باعث عوام و خواص میں کافی ہردلعزیز تھے' عبادت و ریاضت آپ کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی' آپ کی خوش کلامی سے لوگ مسحور ہوجاتے تھے لیکن شریعت کا اتنا پاس تھا کہ لغو ولاحاصل کلام و مزاح سے اپنا دامن ہمیشہ بچاتے تھے' جس کی وجہ سے ناسمجھ لوگ آپ کو زاہد خشک سے معنون کرتے تھے۔

آپ دینی تعلیم و تدریس میں مشغول تھے کہ تقریباً دس برس بعد حضرت حکیم الامت ؒ کی طرف سے مجاز صحبت ہونے کا خلافت نامہ ملا' جس میں حضرت ؒ نے فرمایا کہ:

> "اگر اب تک میرے مرید نہ ہوئے تو کیا مضائقہ اب کامل ارادت و خلافت تفویض کی جاتی ہے خدا مبارک کرے۔"

اس پر آپ حضرت حکیم الامت ؒ کے ہزار بار شکرگزار ہوئے اور حضرت

رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر فیوضات باطنی سے فیضیاب ہوئے۔ پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر گورکھپور میں ہی تدریس و تبلیغ کی خدمت انجام دیتے رہے، آخری وقت میں موضع کوٹھیا ضلع اعظم گڑھ تشریف لے گئے وہیں امراض میں اضافہ ہوگیا اور ۱۹۴۲ء میں صرف ۴۱ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت حکیم بہاء الدین ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۱۰ جون ۱۸۸۹ء کو ضلع ہردوئی میں ہوئی' آپ کے والد حکیم محمد سعید حسن تھے' ابتدائی تعلیم مدرسہ انجمن اسلامیہ میں پڑھنے کے بعد ۱۹۰۵ء میں جامع العلوم کانپور میں داخل ہوئے یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت جامع العلوم کے صدر تھے آپ کا طالب علمی کے زمانہ ہی سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف قلبی رجحان تھا مگر کم عمری اور طالب علمی کی وجہ سے شرف بیعت حاصل کرنا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اصول و طریقہ کے مطابق مشکل تھا' ۱۹۱۳ء میں لکھنؤ کی طبی درسگاہ تکمیل الطب کالج سے سند طب حاصل کی' اور زمانہ لکھنؤ میں حضرت مولانا عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے علمی استفادہ کیا۔ ۱۹۱۵ء میں ہردوئی تشریف لائے اور مطب قائم کیا' بعد ازاں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں تھانہ بھون حاضر ہوئے اور شرف بیعت حاصل کیا اور ۱۹۳۲ء میں مجاز صحبت کے اعزاز سے مشرف ہوئے' پھر اکثر تھانہ بھون حاضری ہوتی رہی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات و ارشادات سے سرفراز ہوتے رہے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ دعاؤں سے نوازتے اور بعض تالیفات بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مرحمت فرمائیں جن میں بوادر النوادر شامل ہیں۔

آپ نے کئی تالیفات بھی تحریر فرمائیں جن میں تاریخ علماء ضلع سیتا پور' تاریخ گوپائیو' افاضات حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ' مخدوم نظام الدین کی سوانح حیات اور مکتوبات وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

مارچ ۱۹۶۲ء میں سات ماہ مسلسل بیمار رہنے کے بعد انتقال فرمایا' حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت سید حسن نگرامی ﷫

آپ ۱۸۸۶ء میں نگرام ضلع لکھنؤ کے معزز سادات خاندان میں پیدا ہوئے‘ علی گڑھ کالج میں تعلیم حاصل کی‘ فراغت تعلیم کے بعد ڈپٹی کلکٹر ہوگئے‘ آپ کے والد سید حسین مولانا سید وارث حسن خلیفہ حضرت گنگوہی ﷫ سے بیعت تھے اور غالباً والد صاحب کے مشورہ ہی سے انہوں نے بھی آغاز شباب اور ملازمت میں مولانا وارث حسن کے ہاتھ پر بیعت کرلی‘ ملازمت شروع کرتے ہی داڑھی رکھ لی‘ داڑھی بڑھانا خود ان کے اقارب میں ان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کا سبب ہوگیا تھا مگر وہ مرد خدا دھن کے پکے اسکی پرواہ نہیں کیا کرتے تھے‘ صوم وصلوۃ کی پابندی کے علاوہ اعمال نافلہ کے شوق پر مداومت کی دیگر امور میں بھی پابندی شریعت کا بڑا لحاظ رکھتے‘ زکوۃ بہت شغف احتیاط اور احتساب کے ساتھ حساب کر کے دیا کرتے تھے‘ نہایت ذوق و شوق سے ذکر الٰہی میں مشغول رہتے‘ ریٹائرمنٹ کے بعد جب پراویڈنٹ فنڈ اور انشورنس کا روپیہ ملا تو اس کا نہایت احتیاط سے حساب بنوایا اور اپنا اصل روپیہ ہی لیا‘ سود کی رقم غریبوں میں بانٹ دی اور اپنی اصل رقم پر حساب لگوا کر زکوۃ نکالی اور اس طرح کئی ہزار روپے سے دستبردار ہوئے‘ یہ احتیاط کی ایک اعلیٰ مثال تھی۔

غالباً ۱۹۳۵ء میں ان کے شیخ اول مولانا وارث حسن صاحب ﷫ کا انتقال ہوگیا‘ حاجی حقداد خان اور مولوی محمد حسن کاکوروی خلفاء حضرت تھانوی ﷫ سے تعلقات کی بناء پر حضرت حکیم الامت ﷫ کی طرف رجوع کیا اور ۱۹۳۸ء میں حضرت حکیم الامت ﷫ سے بیعت ہوئے اور پھر جلد ہی حضرت ﷫ نے انہیں اجازت عطا فرمادی اور مجاز صحبت کی فہرست میں شامل کیا۔

آپ نے ۱۹۵۰ء میں وفات پائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مفتی حمید حسن دیوبندی ؒ

آپ ۷ مارچ ۱۹۰۷ء میں سید حسن صاحب کے گھر پیدا ہوئے جو حضرت گنگوہی ؒ سے بیعت تھے۔ آپ نے ابتدائی و ثانوی تعلیم میرٹھ اور دوسرے مدارس میں مختلف اساتذہ سے حاصل کی پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور چار سال میں تعلیم مکمل کر کے ۱۳۴۶ھ میں سند الفراغ حاصل کی، فراغت کے بعد چند سال دارالعلوم ہی میں معین المدرس رہے، پھر تھانہ بھون جاکر حضرت تھانوی ؒ سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور کئی کئی ہفتے وہیں مقیم رہے اسی دوران مولانا شبیر علی تھانوی ؒ کی معرفت حضرت حکیم الامت ؒ نے خانقاہ کے مدرسہ کے لئے بطور مدرس کام کرنے کے لئے فرمایا تو آپ نے اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہوئے مدرسہ اشرفیہ میں بطور مدرس کام شروع کر دیا اور تقریباً تین سال تک یہ خدمت انجام دیتے رہے، پھر حضرت ؒ کے حکم سے مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد چلے گئے اور پانچ سال تک پڑھاتے رہے، اس کے بعد ریاست مالیر کوٹلہ میں حضرت حکیم الامت ؒ نے بعہدہ مفتی ریاست، چیف منسٹر جمیل احمد خان کی درخواست پر ریاست بھیج دیا جہاں آپ بحیثیت مفتی ریاست حضرت حکیم الامت ؒ کی طرف سے تبلیغ و اشاعت کا کام بھی انجام دیتے رہے۔ اور اصلاح و تربیت بھی کرتے رہے، سینکڑوں افراد نے آپ سے فیض علمی و روحانی حاصل کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

> "مجھ نالائق پر حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی بہت ہی شفقت و عنایت تھی، حضرت ؒ نے اس ناکارہ کو بیعت و تلقین کی اجازت بھی مرحمت فرمائی اور مجاز صحبت کا اعزاز بخشا، حضرت ؒ سے تعلق کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ جس علم کو آٹھ سال یا دس سال محنت کر کے پڑھا تھا اسکو حضرت ؒ کی خدمت میں آکر سمجھا، اس پڑھے ہوئے علم میں انوار و برکات حضرت ؒ کے یہاں کھلی آنکھوں معلوم ہوتے تھے، اس

ناکارہ کے لئے یہ بھی بہت بڑا اعزاز ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے دوپہر کو پنکھا کھینچنے اور پاؤں دبانے کی اجازت تھی اور خدا کا شکر ہے کہ اتنے بڑے عرصہ میں کبھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خفگی نہیں فرمائی ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ان لوگوں سے تکلیف ہوتی تھی کہ جو غلطی کریں اور پھر تاویلیں کرنے لگیں ۔"

(تفصیلی تاثرات بزم اشرف کے چراغ میں پڑھئے)

تالیفات حکیم الامت تھانوی رح

حضرت مولانا ریاض الحسن باغپتی ؒ

آپ ریاست باغپت میں پیدا ہوئے آپ کے والد منشی ضیاء الحسن انصاری ریاست میں منیجر تھے' چودہ سال کی عمر میں آپ کے والد نے بغرض تعلیم و تربیت حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی خدمت میں بھیج دیا تھا اس طرح آپ بیں پچیّس سال تک حضرت ؒ کی خدمت میں رہ کر فیوضات علمی و روحانی سے مالا مال ہوئے 'طب کی باقاعدہ سند لکھنؤ سے حاصل کی اور میرٹھ میں حکیم غلام مصطفیٰ صاحب کے معاون کی حیثیت سے کچھ عرصہ طبابت کا کام انجام دیا۔فراغت تعلیم کے بعد آپ باغپت واپس آگئے اور پھر ساری زندگی جامع مسجد باغپت میں امامت و خطابت کی خدمات سرانجام دیں اور ہزاروں افراد کی اصلاح کی۔

آپ حضرت حکیم الامت ؒ کے مجاز صحبت تھے اس لئے دین کے احکام پر سختی سے عمل پیرا رہے 'حضرت تھانوی ؒ کے یہاں حقوق العباد کی ادائیگی پر بے حد زور دیا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ نے حقوق العباد کی ادائیگی پر خاص توجہ دی' ایک مرتبہ آپ نے اپنے بھانجے سے فرمایا کہ :

> "بھوپال میں حضرت تھانوی ؒ سے متعلق ایک صاحب رہتے ہیں ان کو تلاش کر کے کہنا کہ میرے پاس ان کی ایک کتاب جو میں نے مستعار لی تھی وہ گم ہوگئی ہے 'یا تو آپ اس کی قیمت لے لیں یا وہ کتاب صاف کر دیں تاکہ آخرت میں مواخذہ سے بچ سکیں۔"

بہرحال آپ کسی معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے طریق مبارک کے خلاف عمل کرنا گوارا نہ کرتے تھے۔ساری زندگی سادگی اور اتباع سنت میں گزاری اور عشق رسول ﷺ سے سرشار آپ نے ۱۹۴۸ء کو مکہ معظمہ ہجرت فرمائی اور وہیں ۱۹۶۱ء میں اللہ کو پیارے ہوئے اور مکہ معظمہ کے مشہور قبرستان جنت المعلی میں تدفین ہوئی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت حافظ زاہد حسن امروہی ؒ

آپ محلہ دربار کلاں امروہہ میں ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے' عربی و فارسی کی کچھ کتابیں میرٹھ میں پڑھیں مگر تکمیل نہ کر سکے' ۱۳۲۰ھ میں شادی ہوئی' ملازمت کے سلسلہ میں کوہ رانی کھیت میں قیام پذیر رہے' سال میں ایک ماہ کے لئے امروہہ تشریف لاتے تھے' وہاں ایک دوکان پر منیجر تھے مالک دوکان آپ کی دیانتداری و امانتداری کا معتقد تھا اور وہاں کے عوام بھی آپ کی ایمانداری سے بڑے خوش تھے اس لئے مالک دوکان نے سب کام آپ کے سپرد کر دیئے تھے ابتداء میں شاہ ابوالخیر دہلوی سے بیعت ہوئے پھر ان کی کچھ باتیں خلاف شرع دیکھیں تو وہاں سے برگشتہ ہو کر حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی طرف رجوع کیا' اور آخر وقت تک حضرت ؒ ہی کے مرید رہے' حافظ صاحب ؒ کو حضرت تھانوی ؒ سے بے پناہ عقیدت تھی' امروہہ کے قیام میں کچھ روز کے لئے تھانہ بھون ضرور تشریف لے جاتے تھے اور اوقات فرصت میں حضرت ؒ ہی کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے' معمولات کے بہت پابند اور تہجد گزار شب بیدار تھے اور جو معمولات حضرت ؒ نے بتلائے تھے وہ بیماری میں بھی جاری رکھتے تھے' روزانہ صبح دوپارہ اور مناجات مقبول پڑھتے تھے اور ہمیشہ تراویح میں قرآن سناتے تھے۔ گھر والوں کو دینداری کی تعلیم دیتے تھے اور رسومات اور خلاف شرع امور سے خود بھی بچتے تھے اور گھر والوں کو بھی تاکید کرتے تھے' ایک مرتبہ آپ کی دعوت پر حضرت تھانوی ؒ امروہہ تشریف لے گئے تھے اور وہاں ان کی دو لڑکیوں کا نکاح حضرت ؒ ہی نے پڑھا اور وعظ بھی کیا' دینداری میں یہ گھر ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ امروہہ میں جب قیام فرماتے تھے تو مولانا عبدالرؤف صاحب امروہی ؒ کے ساتھ روزانہ بخاری شریف کا دورہ فرماتے تھے خود پڑھتے تھے اور مولانا مذکور سنتے تھے' امروہہ کے قیام میں بلامعاوضہ امامت بھی فرماتے تھے اور نماز باجماعت کے بڑے پابند تھے' حضرت حکیم الامت ؒ کی طرف سے مجاز صحبت بنائے گئے اور ساری زندگی انہی کے اصولوں کے مطابق گزار کر ۱۳۶۰ھ میں بروز جمعہ رحلت فرمائی۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت حافظ سعید احمد خان علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی پیدائش علی گڑھ شہر میں ۱۳۱۷ھ میں ہوئی' آپ کے والد حافظ محمد مصلح الدین احمد تقوی وطہارت اور شغف قرآن مجید میں یکتا تھے 'حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے گہری عقیدت و مناسبت رکھتے تھے' ابتدائی تعلیم حافظ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی 'پھر دینی رجحان بڑھ گیا اور فکر آخرت پیدا ہوگئی آپ فرماتے ہیں کہ :

"میرے استاذ مولانا حافظ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے متاثر کیا اور میرے والد کی حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے گہری عقیدت کا میری زندگی پر بہت اثر پڑا تو میں نے بھی اپنے حقیقی بھائی حضرت مولانا جلیل احمد علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر بذریعہ خط و کتابت درخواست بیعت کی اور بحمدہ تعالیٰ سعادت بیعت بھی حاصل ہوگئی 'تقریباً ۱۳۵۰ھ سے لے کر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات تک وقتاً فوقتاً متعدد بار نعمت حاضری نصیب ہوئی' غالباً ۱۳۶۰ھ میں بفضلہ تعالیٰ نعمت بیعت مجھے حاصل ہوئی' آخری ملاقات جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی غالباً حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے ایک ماہ قبل ہوئی' حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کے بعد بحمدہ وبفضلہ تعالیٰ خوف آخرت پہلے سے زیادہ ہوگیا' حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت (خیر کثیر) سے زیادہ متاثر ہوا۔"

بہرحال آپ ساری زندگی حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کے مسلک و مشرب کے مطابق عمل کرتے رہے۔

حضرت مولانا مفتی سعید احمد لکھنوی ﷫

آپ حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے مجاز صحبت تھے اپنے علم وفضل میں یگانہ روزگار تھے' بہت بڑے فقیہ ومحدث تھے ہرفن میں کمال حاصل تھا اس کے باوجود آپ تواضع وانکساری کا پیکر تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کی وفات کے بعد آپ نے اپنے ہی تلمیذ رشید حضرت مولانا مسیح اللہ خان شروانی ﷫ سے رجوع کیا اور مجاز بیعت قرار پائے۔

ساری زندگی درس وتدریس اور فقہ وحدیث کی خدمت میں مصروف رہے اور آخر دم تک جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد (انڈیا) کے شیخ الحدیث رہے' ہزاروں طالبان علم حدیث وفقہ نے آپ سے کسب فیض کیا اور سینکڑوں سالکان طریقت نے آپ سے روحانی فیض حاصل کیا۔مولانا رشید احمد میواتی فرماتے ہیں کہ :

> "حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب لکھنوی ﷫ مجاز صحبت حضرت حکیم الامت تھانوی وشیخ الحدیث جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد انڈیا سے راقم الحروف کو شرف تلمذ اور خصوصی طور پر خدمت اقدس میں رہنے کی سعادت حاصل ہے آپ میرے شیخ حضرت والا مولانا مسیح اللہ خان صاحب شروانی ﷫ کے بھی استاذ تھے انہوں نے کئی سال تک حضرت مفتی صاحب ﷫ سے پڑھا اور مشکوۃ شریف تک غالباً مدرسہ ھذا ہی میں اپنے وطن میں حضرت مفتی صاحب ﷫ سے ہی کتب پڑھیں' حضرت مفتی صاحب ﷫ ذہانت وذکاوت 'حلم ووقار' اخلاق واوصاف حمیدہ میں اپنے اکابر کا نمونہ تھے' انتہا درجہ منسکر المزاج تھے باوجود حضرت والا (مولانا مسیح اللہ خان صاحب ﷫) کے استاذ تھے مگر حضرت حکیم الامت ﷫ کی

رحلت کے بعد آپ نے حضرت والا ؒ سے رجوع فرمایا
حالانکہ حضرت حکیم الامت ؒ کی طرف سے آپ مجاز صحبت
ہوچکے تھے ۔حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں ۔آمین ۔"

(ماخوذ تذکرہ مسیح الامت ؒ)

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا سلطان محمود کٹھالوی ؒ

آپ کٹھالہ شیخاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے' آپ کے ماموں ایک جید عالم دین تھے' آپ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے مجاز صحبت اور دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے تھے' آپ نے حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری ؒ سے دورہ حدیث پڑھا' فراغت کے بعد آپ دہلی تشریف لے گئے جہاں مدرسہ فتحپوری میں صدر مدرس اور شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہوگئے ان ہی ایام میں آپ نے مولانا عبید اللہ سندھی ؒ سے بھی علمی فوائد حاصل کئے' آپ نے حضرت حکیم الامت ؒ سے درخواست بیعت کی جو قبول ہوئی اور حضرت ؒ نے چاروں سلسلوں میں بیعت فرما کر خلافت و اجازت بھی عطا فرمائی اور مجاز صحبت قرار پائے۔ حضرت ؒ نے فرمایا کہ :

> آپ کے لئے اس سلسلہ میں کسی ورد اور وظیفہ کے تجویز کرنے کی ضرورت نہیں' کیونکہ آپ جو از خود تدریس دین اور تبلیغ اسلام کا باضابطہ کام کر رہے ہیں یہ کام وظائف اور اوراد مجوزہ سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔"

آپ ایک بڑے متبحر عالم اور فاضل اجل تھے' نمود و نمائش سے دور بھاگتے تھے' بڑی خودداری سے زندگی بسر کرتے رہے' شہرت پسند مجالس میں کم شریک ہوتے اگر اتفاقاً کسی مجلس علماء میں شریک ہوتے تو جس بات کو اپنے خیال میں بہتر اور صحیح سمجھتے اس کو علانیہ بیان فرمادیتے' علماء کو ہدایات کرتے ہوئے فرمایا کہ :

> "علماء کو چاہئے کہ دین کا کام اللہ تعالیٰ کا کام سمجھ کر کریں اور اپنی ضروریات زندگی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔"

بہرحال آپ ساری زندگی درس و تدریس اور دین اسلام کی خدمت میں مصروف رہے اور خصوصاً علم حدیث سے آپ کو والہانہ عشق و محبت تھی اور ہزاروں طالبان علم حدیث نے آپ سے استفادہ کیا آپ دہلی سے جب اپنے قصبہ کٹھالیہ میں

واپس تشریف لائے تو یہاں ایک دارالعلوم جاری کیا جس میں آخر وقت تک علمی خدمات انجام دیتے رہے۔

آپ نے ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ / ۱۸ اپریل ۱۹۶۵ء میں رحلت فرمائی، مولانا ولی اللہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور کٹھالہ میں تدفین ہوئی۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا سید حسن دیوبندی ﷫

آپ ۱۳۲۴ھ میں دیوبند میں پیدا ہوئے ابھی طالب علمی ہی کا زمانہ تھا کہ آپ کے والد مولانا نبیہ حسن ﷫ استاد دار العلوم دیوبند کا انتقال ہوگیا چنانچہ گھر کی تمام ذمہ داریاں آپ کے سر آن پڑیں، آپ نے دار العلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی اور تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے مادر علمی ہی میں آپ کا بحیثیت استاد تقرر ہوگیا۔

طالب علمی کے دور میں اپنے ماموں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ کے ذریعہ حضرت حکیم الامت ﷫ سے تعلق پیدا ہوا جو آخر دم تک جاری رہا، آپ کو حضرت تھانوی ﷫ کے ہر ہر قدم وارشاد سے فطری طور پر قلبی لگاؤ تھا اور حضرت تھانوی ﷫ بھی آپ سے محبت وشفقت فرماتے اور بیٹا کہہ کر پکارا کرتے تھے، آپ کو حضرت ﷫ سے اس قدر عقیدت تھی کہ ہر مجلس ہر نشست انفرادی یا اجتماعی ملاقات، موقع تدریس، وعظ وتبلیغ ہر جگہ فیض اشرفی سے حاصل کئے ہوئے اصلاحی یا رفاہی خیالات کو آگے پہنچایا اور مقصد حیات اسی کو قرار دیا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کی تعلیمات میں معاملات اور حقوق العباد کی ادائیگی سرفہرست ہیں، آپ بھی حقوق العباد کی ادائیگی پر خصوصی توجہ فرماتے، آپ میں تواضع وانکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، آپ کے ایک شاگرد نے آپ کے ساتھ کسی کوتاہی پر اپنے بوڑھے خانساماں کو ڈانٹ دیا اور اس سے معافی منگوائی، آپ کو یہ بات ناگوار گزری چنانچہ جب وہ بوڑھا خانساماں باورچی خانے میں گیا تو آپ نے اس کے پیچھے جاکر خود اس سے معافی مانگی، ۲۲ جمادی الاول ۱۳۸۱ھ کو آپ کا دیوبند میں انتقال ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت قاری محمد طیب صاحب ﷫ فرماتے ہیں کہ:

> "مولانا سید حسن صاحب ﷫ حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے مجاز صحبت اور دار العلوم دیوبند کے قابل اساتذہ میں سے تھے، بڑے ملنسار شفیق اور با اخلاق تھے حضرت اقدس تھانوی ﷫ کے سختی سے پیروکار رہے حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

حضرت سید شاکر علی گھیروی ﷫

آپ گولا ضلع گھیری کے رہنے والے تھے سرکاری ملازم تھے اور ملازمت کے سلسلہ میں زیادہ تر لکھم پور میں رہے' شروع میں جب آپ قانون گو تھے تو نہایت شوقین مزاج اور آزاد خیال انسان تھے فطرتاً شعر و شاعری کا بہت ذوق تھا بڑے ظریف الطبع انسان تھے کوٹ پتلون میں ملبوس رہتے تھے غالباً ۱۹۲۶ء میں حضرت حکیم الامت ﷫ سے بیعت ہوئے' حضرت ﷫ سے تعلق کے بعد ان میں بڑا حیرت انگیز انقلاب رونما ہوا' لباس پوشاک میں تبدیلی پیدا ہوگئی اور داڑھی رکھ لی گول بیچ کلی ٹوپی لمبا کرتہ ہاتھ میں تسبیح' اسی ہیئت سے اپنی باقی ماندہ ملازمت ختم کی' نماز قضاء عمری کا جب اہتمام کیا تو ایک ایک دن میں دس دس دن کی نماز قضاء ادا کی' اس کے علاوہ تہجد' اشراق' چاشت' اوابین نہایت پابندی سے ادا کرنے لگے' سب سے بڑی بات یہ کی کہ ملازمت کے سلسلے میں جن جن لوگوں سے رشوت لی تھی وہ سب رقوم ان لوگوں کا پتہ نکال نکال کر انہیں واپس کیں' یہ سب حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ سے تعلق کا نتیجہ تھا' ان کی اس حالت کو دیکھ کر ان کے ملنے والوں میں بہت سے لوگوں کے دلوں میں دین کی محبت اور عظمت پیدا ہوگئی' حضرت حکیم الامت ﷫ نے آپ کو مجاز صحبت میں شامل کر لیا تھا' ملازمت سے سبکدوش ہونے پر الہ آباد اور پھر کانپور میں ہومیو پیتھک ڈاکٹری شروع کی' قیام پاکستان کے بعد کراچی تشریف لائے اور پھر یہیں اسی سال ۱۹۴۷ء کے آخر میں وفات پائی۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی ﷫

حضرت پروفیسر شفیع محمد قریشی ؒ

آپ ۱۹۰۲ء میں قریہ پاٹ سندھ میں حاجی محمد احسان صاحب کے گھر پیدا ہوئے' سندھی' فارسی' عربی اور انگریزی کی تعلیم مختلف مقامات پر حاصل کی' پھر دیگر عربی کتب دوسرے مدارس میں پڑھیں' تعلیم کے بعد ۱۹۲۲ء میں حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ سے تعلق پیدا ہوا' اور خط و کتابت کا سلسلہ جاری کیا پھر سلسلہ ملاقات و مکاتبت حضرت ؒ کے آخر وقت تک جاری رہا' حضرت ؒ کے انتقال کے بعد حضرت مولانا محمد عیسی صاحب ؒ سے بیعت و اصلاح کا سلسلہ جاری کیا ان کے بعد ۱۹۵۲ء میں حضرت تھانوی ؒ کے خلیفہ حضرت مولانا شیر محمد صاحب ؒ سے درمیان عرفات و منی حج کے موقع پر تجدید بیعت کی' آپ فرماتے ہیں کہ :

> "حضرت تھانوی ؒ سے تعلق کے بعد گویا مجھے نئی زندگی ملی ورنہ شاید تمام عمر بیکار چلی جاتی' حضرت ؒ کی تعلیمات کی خصوصیات کثیر در کثیر ہیں' حضرت ؒ آدمیت سکھاتے تھے' نہ کشف و کرامات' نہ زیادہ شغل و اشغال' سنت کی پابندی' گناہوں سے نفرت' معاملات کی درستگی اور بس اخلاص و رضائے ربی کی مانگ سکھاتے تھے۔"

تقسیم ہند کے بعد ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولز رہے اور ۱۹۵۲ء سے لے کر ۱۹۵۷ء تک آپ گورنمنٹ کالج حیدر آباد میں عربی کے پروفیسر رہے' آخر دم تک حضرت ؒ کی تعلیمات پر عمل کرتے رہے آپ حضرت ؒ کے مجاز صحبت تھے اور ساری عمر تبلیغ و اصلاح میں مصروف رہے۔

حضرت پروفیسر شفیق احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۸۹۴ء میں گنگوہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے ' ابھی آپ کی عمر دس برس بھی نہیں تھی کہ اپنے پھوپھا شیخ نجف علی صاحب جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے ' ان سے نماز کے آداب سیکھنے لگے ' ابتدائی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا چونکہ مالی حالت اچھی نہ تھی اس لئے دن میں ٹیوشن کرتے اور رات میں خود اپنی پڑھائی کرتے 'بچپن ہی سے دوسروں کی مدد کرنا اپنا فرض اولین تصور کرتے ' ۱۹۱۵ء میں پہلی مرتبہ بھوپال میں الیگزینڈر بورڈنگ میں صدر مدرس مقرر ہوئے اس بورڈنگ میں شاہی خاندان کے فرزندان رہتے تھے جب کبھی بیگم صاحبہ بھوپال معائنہ کے لئے آتیں تو آپ کے حسن انتظام کی تعریف کیا کرتیں ' ۱۹۳۴ء میں سلیمانیہ اورینٹل کالج میں پرنسپل مقرر کئے گئے اور ۱۹۵۰ء میں پنشن حاصل کی۔

شروع ہی سے آپ زندگی میں تصنع اور بناوٹ کے سخت مخالف تھے 'سادہ زندگی پسند کرتے تھے ' اپنے احباب کو بھی اس کی تلقین کرتے 'نماز پابندی کے ساتھ وقت پر ادا کرتے ' ایک مرتبہ ایک انگریز افسر نے ڈیوٹی پر تاخیر سے آنے کا سبب پوچھا تو فرمایا یہ نماز کا وقت ہوتا ہے ' اس نے کہا کہ یہ نماز آپ بعد میں بھی ادا کرسکتے ہیں ' آپ نے جواب دیا نماز پہلے نوکری بعد میں ' وہ افسر آپ کے اس بے باکانہ جواب سے بہت متاثر ہوا ' آپ نے ۱۹۳۲ء / ۱۳۵۰ھ میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا تھا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مجازین صحبت کی فہرست میں داخل فرمایا تھا ' آپ ساری عمر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات و ارشادات پر عمل پیرا رہے اور دوسروں کی بھی اصلاح فرماتے رہے۔

حضرت الحاج ظفر احمد تھانوی ﷫

آپ کی پیدائش ۱۹۰۵ء میں قصبہ تھان بھون میں ہوئی' آپ کے والد حافظ عبدالرشید صاحب ﷫ تھانہ بھون کے مقتدر رئیس اور صاحب جائیداد تھے' ابتدائی تعلیم ناظرہ قرآن اور اردو وغیرہ قصبہ تھانہ بھون ہی میں ہوئی پھر تحصیل علوم اور انگریزی تعلیم کے لئے ضلع ہردوئی' علی گڑھ اور میرٹھ میں داخل رہے پھر بمبئی کے ایک ٹیکنیکل کالج میں داخلہ لیا اور چار سال کی علمی و فنی تعلیم و تربیت حاصل کر کے ٹیکنیکل انجینئرنگ میں ڈپلوما حاصل کیا' اس کے بعد عملی تجربہ حاصل کرنے کے لئے بمبئی میں رائل انڈین نیول ڈاکیارڈ میں ملازمت اختیار کرلی' بعد ازاں آپ بمبئی پورٹ ٹرسٹ کے شعبہ ٹیکنیکل انجینئرنگ میں بحیثیت اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ تعینات ہوئے' دوران ملازمت آپ کا زیادہ وقت تھانہ بھون سے باہر' ہردوئی' میرٹھ' علی گڑھ' بمبئی' ولایت اور سمندر میں بحری جہازوں پر گزرا' رخصت پر تھانہ بھون آنا جانا ہوتا تھا اسی دوران حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کی مجلس میں شرکت کا شرف حاصل ہوتا رہتا تھا' آپ فرماتے ہیں کہ:

> "میری شادی ۱۹۲۸ء میں جناب ڈپٹی علی سجاد صاحب ﷫ کی صاحبزادی سے ہوئی' نکاح حضرت حکیم الامت ﷫ نے پڑھایا اسکے دو ہفتے بعد میرے خسر حضرت ڈپٹی صاحب ﷫ نے حضرت ﷫ سے درخواست کی کہ ان (احقر) کو بیعت فرمالیں' حضرت ﷫ نے ازراہ شفقت درخواست منظور فرما کر بعد نماز مغرب خانقاہ میں بیعت فرمالیا اس وقت میری عمر چوبیس پچیس سال تھی' اصلاح و تربیت باطنی کے متعلق میری خط و کتابت حضرت ﷫ سے بہت کم ہوئی' ہاں البتہ ہر خط میں دعائے خیر و ظاہر و باطن کی اصلاح اور توفیق عمل کے لئے درخواست کرتا رہا اور حضرت قبلہ ﷫ نہایت شفقت و محبت

سے دعا فرماتے رہے' چنانچہ جو کچھ ظاہر و باطن کی نعمتیں بفضلہ تعالیٰ حاصل ہوئیں وہ حضرت ﷺ کی انہی دعاؤں کی بدولت ملیں جو احقر کے لئے یہ بیش بہا ہدیہ خزائن دین و دنیا کافی ہیں' پھر بہت بڑی عنایت و شفقت یہ فرمائی کہ احقر کو مجاز صحبت ہونے کا شرف عطا فرمایا یہ غالباً نومبر ۱۹۴۲ء کی بات ہے' اب ہمارا یہ حق ہے کہ ہم حضرت ﷺ کی تعلیمات و ہدایات اور مسلک پر عمل پیرا ہوں تاکہ صدقہ جاریہ کے طور پر حضرت اقدس کو برابر ثواب پہنچتا رہے۔"

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا ظہور الحسن کسولوی ؒ

آپ ۷ شعبان ۱۳۲۲ھ / نومبر ۱۹۰۴ء کو کسولی میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد سید محبوب علی وہاں کے ممتاز ذی اثر زمیندار اور نمبردار تھے' آپ ۱۳۳۸ھ میں تھانہ بھون کے مدرسہ اشرفیہ میں داخل ہوئے اور اپنے ماموں قاری سید محمد یامین منگلوری فاضل دیوبند اور حضرت مولانا انوار الحق امروہی ؒ سے استفادہ کیا' مشکوۃ اور جلالین تک تعلیم تھانہ بھون میں حاصل کی پھر ۱۳۴۸ھ میں حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے حکم پر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور دورہ حدیث کی تکمیل کی' فراغت کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم ہی میں نقل فتویٰ کا کام شروع کیا اور انجمن ہدایت الرشید کی نظامت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے' اسی دوران میں آپ نے تجارت کتب کا سلسلہ شروع کیا اور دورہ سے اگلے سال مدرسہ میں تدریس کے کچھ اسباق بھی مل گئے اور ۱۳۵۴ھ میں کتب خانہ مدرسہ سے باہر مستقل مکان بھی فراہم ہو گیا۔ ہر ہفتے دیہات اور شہر میں تبلیغی سلسلہ بھی جاری رہا اس میں طلباء اور بعض مدرسین شریک ہوتے تھے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ اس تبلیغی سلسلہ سے بہت خوش ہوئے اور تھانہ بھون حاضری پر اس کارروائی کو بہت دلچسپی سے دریافت فرماتے تھے' آپ نے تدریس و تبلیغ کے ساتھ ساتھ اپنی اصلاح باطنی کے لئے حضرت حکیم الامت ؒ کی طرف رجوع کیا اور باقاعدہ خط و کتابت کے ذریعہ اصلاح و تربیت کا کام بھی جاری رہا بالآخر شرف بیعت حاصل کرنے کے بعد جلد ہی آپ کو مجاز صحبت ہونے کا اعزاز حاصل ہوا' قیام پاکستان کے موقع پر مولانا شبیر علی تھانوی ؒ نے آپ کو خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا جسے آپ باحسن طریق آخر دم تک نبھاتے رہے' اور خانقاہ کی رونق میں حتی الوسع کمی نہ آنے دی' اس کے ساتھ ساتھ مدرسہ اشرفیہ جو خانقاہ ہی کا ادارہ ہے اس کے بھی آپ مہتمم رہے اور مدرسہ کی ترقی میں اضافہ ہوتا رہا۔

بہرحال آپ نے حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ اور مولانا شبیر علی تھانوی ؒ کے بعد خانقاہ و مدرسہ اشرفیہ تھانہ بھون کی بڑے خلوص دل سے خدمت سرانجام دیئے۔ اور بالآخر ۱۸ شعبان ۱۳۹۸ء کو آپ دار الفناء سے دار البقاء کی طرف رحلت فرماگئے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولوی عبد الرحمٰن ایڈووکیٹ پٹنوی ﷫

آپ ۱۸۸۷ء میں پٹنہ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کا نام سید عبد الرزاق تھا، آپ نے پٹنہ ہی سے ایم اے ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا، ایام کالج سے ہی آپ نماز روزہ کے پابند تھے، ۱۹۲۱ء میں سخت بیمار ہوئے دوبارہ صحت یاب ہوئے تو مذہبی رنگ اور چڑھ گیا، داڑھی رکھ لی، قرآن پاک کی روزانہ تلاوت معمول بن گئی، بڑی محنت سے وکالت کرتے تھے اور ناجائز کام سے ہمیشہ پرہیز کرتے رہے، ۱۹۳۲ء میں مولانا منفعت علی صاحب ﷫ ایڈووکیٹ جو کہ حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے مجاز صحبت تھے ان کے ہمراہ حج کیا پھر مولانا منفعت علی صاحب ﷫ کی ترغیب سے ۱۹۳۳ء میں تھانہ بھون پہنچے اور حضرت ﷫ سے تعلق روحانی قائم کیا اور پھر ساری زندگی سادگی میں گزاری اور حقوق العباد کا خاص خیال رکھتے، حضرت ﷫ سے بے حد محبت و عقیدت تھی، حضرت ﷫ سے تعلق کی بناء پر اپنی لڑکی کا نام "اشرف النساء" رکھا، ہر چیز میں حضرت تھانوی ﷫ سے رائے دریافت فرماتے تھے، عدالت میں جب بھی چھٹی ہوتی فوراً تھانہ بھون کا رخ کرتے، حضرت ﷫ سے تعلق کے بعد اس کا خیال رکھتے کہ کوئی حرکت حضرت ﷫ کی مرضی کے خلاف نہ ہونے پائے، آپ نے ہم عصر وکلاء کو اپنی کوششوں سے نماز روزہ کا عادی بنادیا اور ان کا رخ مذہب کی طرف پھیردیا۔ آپ نے دو حج کئے اور زکوٰۃ بھی ہمیشہ پابندی سے ادا کرتے تھے، آپ نے ۱۹۳۹ء میں وفات پائی، آخری بار جب تھانہ بھون حاضر ہوئے تو حضرت مفتی محمد حسن صاحب ﷫ نے فرمایا کہ:

> "مولوی عبد الرحمٰن آخری بار تھانہ بھون حاضر ہوئے تو انہوں نے قابل رشک عبادت و ریاضت اور مجاہدہ کیا۔"

آپ کا انتقال حضرت حکیم الامت ﷫ کے سامنے ہی ہو گیا تھا اس لئے حضرت ﷫ نے تعزیت نامہ بھیجا جس میں لکھا تھا کہ:

> "میرا ماننے والا میری قدر پہچاننے والا میرا قدر دان اٹھ گیا۔"

ایسے الفاظ حضرت ﷫ نے کسی کے بارے میں نہیں لکھے تھے۔

حضرت مولانا عبد الرشید محمود گنگوہی ﷫

آپ ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء کو گنگوہ میں پیدا ہوئے' آپ کے والد ماجد حضرت مولانا حکیم مسعود احمد گنگوہی ﷫ (خلف الرشید حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ﷫) ایک جید عالم اور ماہر طبیب تھے' آپ نے علوم درسیہ نظامیہ کی تحصیل اپنے والد گرامی سے کی جبکہ حضرت گنگوہی کی درسگاہ نہ صرف ہندوستان بلکہ شیراز و اصفہان' بلخ و بخارا' اور عراق تک کے تشنگان علوم ربانیہ کی پیاس بجھا رہی تھی' مشائخ چشتیہ کے فیضان کا مرکز بنی ہوئی تھی' علوم ظاہری و معارف باطنی کے چشمے ابل رہے تھے' ولی اللہی مکتب فکر اپنے منازل اقتراب و ارتفاق میں سالکین کی رہنمائی کر رہا تھا' آپ فرماتے ہیں کہ :

> "میں سن شعور کو پہنچا تو اندر باہر دینی ماحول دینی مذاکرہ حضرت قطب الارشاد گنگوہی ﷫ کی شخصیت کے اذکار و تذکار' متوسلین کی آمد و رفت' علماء و مشائخ وقت' حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب ﷫' حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ﷫' حضرت مولانا عبد الرحیم رائپوری ﷫ اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ﷫ جیسے سرآمد روزگار حضرات کا اکثر و بیشتر اور برابر مشاہدہ میں رہا قلب و دماغ کے ہر جز اور احساس و اعصاف کے ہر ریشہ میں جہاں دین اور اہل علم و دین کی عظمت اپنا گھر کرتی رہی' وہیں ان حضرات کی غایت شفقت رافت اور عطوفت کے باعث صاجزادوں والی ذہنیت اور تعظمھا الآباء کا ذمیمہ بھی پوری طرح کارفرما رہا' دار العلوم دیوبند پہنچا تو وہاں بھی چونکہ سب ہی اکابر و اصاغر منتسبین آستانہ قاسمی و رشیدی تھے اور ان ہردو احبار امت کی نسبتیں مجالس و مشارک اور متقارب تھیں' اس لئے وہاں بھی اپنا اختصاص نمایاں ہی محسوس ہوا' سب حضرات غایت لطف

وحرمت کا معاملہ فرماتے ` گویا آنکھوں میں رکھتے' اس فضاء ناز میں ظاہر ہے کہ جس طرح ناز پروان اولاد اکثر نالائق ہی رہتی ہے' میں بھی چھ سال دیوبند میں رہ کر جیسے تیسے نصابی مراحل تو عبور کر ہی گیا مگر اعتراف ہے کہ لے کر کچھ نہ لوٹا' علم کی وقعت اور علماء کی عظمت تو بے شک میرے قلب میں کسی راسخ فی العلم سے کم نہیں رہی لیکن اوصات علم کے اثمار مقصود سے تہی دست و خالی داماں ہی رہا۔ دیوبند سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ دہلی رہا` حضرت والد صاحب ؒ کی وفات کے بعد گنگوہ ہی میں قیام اور مطب مشغلہ رہا' ایک روز خواب دیکھا تھانہ بھون حاضر ہوا کہ محلہ فیض عام وخاص میں حضرت اقدس تھانوی ؒ کی خانقاہ ہے وہاں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت ؒ ایک کنویں پر بڑے سے ڈول سے مسلسل پانی کھینچ رہے ہیں پانی بڑی نالی سے شور کے ساتھ گزر رہا ہے' طاقتور مضبوط آنکھوں میں گھرا سرمہ مجھ کو دیکھ کر قریب آئے' مصافحہ یا کوئی اور بات یاد نہیں آنکھ کھل گئی' دو تین سال بعد پھر دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ کے حجرہ مبارکہ میں حاضر ہوں' دسترخوان بچھا ہوا ہے، بہت سے لوگ ہیں حضور ﷺ میزبان ہیں' سب کو کھانا کھلا رہے ہیں بڑے لطف کے ساتھ' کھانے پر بالائی اور سرخ مرچ پڑی ہوئی بھی یاد ہے' پھر منظر بدل گیا' اب گویا رخصت ہو رہا ہوں' رخصتی مصافحہ کے لئے حاضر ہوا تو حضور ﷺ ایک چوکی پر تشریف فرما ہیں' مصافحہ کے لئے جھکا تو بمشکل یہ الفاظ نکلے کہ یارسول اللہ فلاح دارین چاہتا ہوں' حضور ﷺ لطف سے سر پر ہاتھ پھیرنا چاہتے ہیں جلدی سے سر جھکا دیا ٹوپی اتار دی کہ بلا حائل دست مبارکہ سر کو مس

کرے' انتہی الرویا' اسکے چند روز بعد اطلاع کر کے تھانہ
بھون حاضر ہوا' غایت مرحمت و مسرت کا معاملہ فرمایا' کیا دیکھا
دربار عجیب تھا جہاں جلال بھی تھا' جمال بھی' قوت و سختی کا مظہر
تھا' مسکنت و عاجزی کا بھی' کوہ گراں بھی' آب رواں بھی'
شعلہ بھی اور شبنم بھی' سب کچھ دیکھا پھر رخصتی مصافحہ کے لئے
حاضر ہوا تو دولت کدہ پر تھے وہی خواب والا منظر سامنے تھا'
حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لاؤ سر پر ہاتھ پھردوں میں نے جلدی سے
ٹوپی اتاردی اور سر جھکایا بالکل وہی نقشہ خواب کوٹھری وہی'
روشنی ویسی ہی چوکی اسی طرح' پھر سر پر ہاتھ پھیرنا غلبہ گریہ میں
میرے وہی الفاظ دعا حیرت بھی ہوئی اور نشاط و بشاشت بھی'
حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق و عقیدت بڑھ گئی' چند روز بعد
درخواست بیعت کی' اور شرف بیعت سے نوازا' حضرت رحمۃ اللہ علیہ
سے تعلق کے بعد زندگی میں کیا تبدیلی ہوئی' حسرت سے کہتا
ہوں' کچھ بھی نہیں' بجز اس کے کہ اپنے حرمان کا احساس بڑھ
گیا' اپنی نااہلی کی شکایت مستقل رچ گئی۔"[1]

الغرض آپ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز صحبت' ایک جید عالم اور شیخ کامل تھے' دار العلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حفید رشید تھے' حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کے بعد انہی کے اصولوں کے مطابق تبلیغ و اصلاح میں مصروف رہے' بالآخر آپ نے ۲۱ شوال ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۳ مارچ ۱۹۹۵ء کو گنگوہ میں رحلت فرمائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

---

[1] ماخوذ بزم اشرف کے چراغ

حضرت مفتی عبد الصبور شاہجہان پوری ؒ

آپ شاہجہان پور کے رہنے والے تھے آپ کے والد عبد الغفور صاحب ایک صابر وشاکر انسان تھے' بزرگوں کے صحبت یافتہ اور بدعات ورسومات سے متنفر تھے' حضرت گنگوہی ؒ سے بیعت تھے' آپ نے حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کی' حضرت ؒ نے اصلاح رسوم اور تعلیم الدین کے مطالعہ کے لئے فرمایا' یہ دونوں کتابیں آپ کو حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب ؒ نے تحفہ دیں' بعد ازاں حضرت حکیم الامت ؒ نے چاروں سلسلوں میں آپ کو بیعت فرمالیا اور پھر ۱۰ جولائی ۱۹۴۰ء کو حضرت ؒ نے اپنا مجاز صحبت بنالیا' آپ خود فرماتے ہیں کہ:

> "حضرت حکیم الامت ؒ سے تعلق کے بعد زندگی ہی بدل گئی بلکہ صاف الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ میں نوجوان سے انسان بن گیا اور میرے اندر جو خامیاں اور خرابیاں تھیں ان کی حضرت ؒ سے تعلق کے بعد رفتہ رفتہ اصلاح ہوتی چلی گئی' حضرت ؒ کی زندگی کے تمام پہلو ایسے ہیں جو متاثر کرتے ہیں بشرطیکہ ہم میں صلاحیت ہو' ان کی حیات کے ہر پہلو میں ہمارے لئے نصیحت ہے اور ہم اس سے اپنی اصلاح کرسکتے ہیں' مگر مجھے تو حضرت ؒ کی غیر معمولی ذہانت' معاملہ فہمی' تقویٰ و طہارت اور معاملات کی صفائی نے بہت متاثر کیا۔"

حضرت حاجی عبد الغفور جودھپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ جودھپور کے رہنے والے تھے اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز صحبت تھے ' نہایت مخلص ' محنتی اور درویش صفت انسان تھے ' متواضع اور منکسرالمزاج تھے ' حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کے بارے میں خود فرماتے ہیں کہ :

> "حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے ذریعہ اور تھانہ بھون کے حضرات سے حالات سن سن کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ہو چکی تھی ' ایک دفعہ سنا کہ فلاں دن حضرت رحمۃ اللہ علیہ جودھپور سے تقریباً ۰ ۴ میل کی مسافت پر ایک قصبہ پی پاڑ تشریف لا رہے ہیں وہاں وعظ بھی ہو گا ' میں زیارت اور وعظ سننے کے شوق میں پیدل چل کر پی پاڑ پہنچا ' حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت پہلی بار وہیں ہوئی ' وعظ بھی سنا اور الحمد للہ دل پر بہت اثر ہوا ' موقع پا کر میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قریب جا کر عرض کیا ' میں جودھپور کا رہنے والا ہوں ' محنت مزدوری کرتا ہوں ' حضرت سے بیعت ہونا چاہتا ہوں ' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ اچھا فلاں وقت میرے پاس آجانا ' میں اس وقت حاضر ہوا ' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے میرے کچھ حالات دریافت فرمائے اور بیعت فرما لیا ' اس کے بعد سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم ہو گیا ' مجھے سب سے زیادہ مناسبت "مناجات مقبول" کی دعاؤں سے تھی اس کے اردو اشعار کا کافی حصہ حفظ ہو گیا تھا اور میں خوب مزے سے پڑھا کرتا تھا ' مجھے تو جو کچھ ملا ہے اسی سے ملا ہے ' حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کے بعد اللہ تعالیٰ نے دینی ترقی کے ساتھ ساتھ دنیاوی ترقیوں اور برکتوں کے دروازے بھی کھول دیئے ' کئی بار اللہ تعالیٰ نے حج و زیارت مدینہ کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے رزق میں اتنی وسعت عطا فرما دی کہ اہلیہ اور سب بچوں کو بھی حج کی سعادت نصیب ہوئی ' اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے پھر میں ٹھیکیداری کا کام کرنے لگا اور اپنا ایک شاندار مکان اشرف منزل کے نام سے تعمیر کرایا جو سرخ پتھر سے بنایا تھا ' یہ سب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کا کرشمہ تھا۔"

آپ نے ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ کو وفات پائی اور جودھپور ہی میں تدفین ہوئی ۔

حضرت مولانا مفتی سید عبد الکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا وطن ضلع کرنال کی تحصیل کیتھل کا مشہور قصبہ گمتھلہ گڑھو تھا اسی وجہ سے آپ اپنے نام کے ساتھ گمتھلوی لکھا کرتے تھے ' آپ کی ولادت باسعادت ۱۵ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ میں ہوئی ' آپ کے والد ماجد حکیم محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلی کے تعلیم یافتہ تھے فارسی میں بہت ذوق رکھتے تھے ' ابتدائی تعلیم کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور شیخ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ظل عاطفت میں علوم دینیہ کی باقاعدہ تعلیم شروع کی اسی اثناء میں درس نظامی کا کچھ حصہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ مدرسہ اشرفیہ تھانہ بھون میں پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور گاہ بگاہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ فرماتے رہتے ' خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی خاص اہتمام تھا اس لئے تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت روحانی کی کتابیں بھی پڑھتے رہے ' پھر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے ۱۳۳۷ھ میں دورہ حدیث کی کتابیں پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی اور حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک سے سند عطا ہوئی ' بعد فراغت مختلف مدارس عربیہ میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا پھر مستقل طور پر خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں اپنے شیخ و مربی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سرپرستی تدریسی وتالیفی اور فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دینے لگے ' حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو چونکہ آپ پر حد درجہ اعتماد اور اطمینان تھا اس لئے بڑے بڑے اہم کاموں کی انجام دہی پر آپ کو مامور کیا جاتا تھا اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا بڑا حصہ جس طرح اپنے مرشد کے زیر سایہ گزرا ہے اسی طرح آپ کے سوانح اور دینی خدمات کے تذکرہ کا بھی زیادہ حصہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح کے ساتھ منضبط ہو کر شائع اور محفوظ ہو گیا ہے ۔ آپ کی زندگی کا اکثر حصہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ گزرا ہے اور اس دوران خدمت درس وتدریس اور افتاء کے علاوہ بہت سے فتنوں کے خلاف تحریکات میں بھی عملی حصہ لیتے رہے اور تقریر و تحریر کے ذریعہ باطل نظریات کے خلاف جہاد فرماتے رہے ۔

پنجاب میں میراث دلانے کی تحریک میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اسی طرح

فتنہ ارتداد کے خلاف تحریک چلائی اور نہایت اہتمام کے ساتھ تبلیغ دین کا حق ادا کرتے رہے' علاوہ ازیں مرزائیت کے خلاف تحریک میں تقریری و تحریری کئی مناظرے و مباحثے کئے' اسی طرح ہندوستان کے اندر شرعی قاضی مقرر نہ ہونے کی وجہ سے جو مشکلات تھیں آپ نے حضرت حکیم الامت ؒ کے حکم پر اس طرف بھی توجہ فرمائی اور حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب ؒ کے ساتھ مل کر ایک کتاب "الحیلۃ الناجزۃ" کے نام سے تالیف فرمائی جس میں ان مشکلات کا حل تجویز فرمایا' اس کے علاوہ بھی کئی اور گرانقدر تصنیفی کام بھی کئے جن میں بہشتی زیور کی اصلاح' تفسیر بیان القرآن پر نظر ثانی' رسالہ جبریہ تعلیم' قانون اوقاف' المختارات' تجدید اللمعہ فی تعدد الجمعہ' وفاق المجتہدین' افادۃ العوام' اور ترجمہ نصوص خطبات الاحکام' وغیرہ علمی شاہکار ہیں۔

حضرت مفتی صاحب ؒ تقریباً پچیس سال حضرت حکیم الامت ؒ کے زیر سایہ تعلیمی' فقہی' تدریسی' تصنیفی' اور تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک خاص علمی ذوق سے ان کو حصہ عطا فرمایا تھا جو ہر کسی کو صرف مکتب نشینی و کتب بینی سے حاصل نہیں ہوسکتا' حضرت حکیم الامت ؒ کو آپ سے بڑی محبت تھی' فرماتے تھے کہ:

> "واللہ میں مفتی عبد الکریم کو اپنی اولاد کی طرح سمجھتا ہوں۔
> اسی طرح فرمایا کہ "میری دو آنکھیں ہیں یعنی مفتی محمد شفیع اور مفتی عبد الکریم"

آپ حضرت ؒ کے مجاز صحبت تھے اور ساری زندگی حضرت ؒ کے مسلک و مشرب پر قائم رہے' قیام پاکستان کے بعد قصبہ ساہیوال ضلع سرگودھا میں قیام پذیر ہوئے اور تقریباً سوا سال اسی قصبہ میں رہ کر بعارضہ بخار و اسہال ۹ رجب المرجب ۱۳۶۸ھ بمطابق ۸ مئی ۱۹۴۸ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کے خلف الرشید حضرت مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی مدظلہ آپ کے صحیح وارث و جانشین ثابت ہوئے اور علم و عمل میں آپ کا نمونہ ہیں۔"

(تفصیلات "بزم اشرف کے چراغ" میں دیکھئے)

حضرت حافظ عبد الولی کپور تھلوی ﷫

آپ بڈھانہ ضلع مظفر نگر میں جناب حافظ عبد الغنی صاحب ﷫ کے گھر پیدا ہوئے' قرآن شریف اور عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انگریزی اردو تعلیم حاصل کی' اور پھر ایک سکھ ریاست کپور تھلہ میں ملازمت اختیار کرلی' پھر ترقی کر کے اسٹیٹ منیجر ہوئے' ضابطہ کی پنشن کے بعد دوبارہ پنشن میں مزید اضافہ ہوا' حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کی طرف سے مجاز صحبت اور حضرت حاجی حقداد خان صاحب ﷫ اور حضرت مولوناعبد الغنی پھولپوری ﷫ کی طرف سے مجاز بیعت مقرر ہوئے' آپ فرماتے ہیں کہ:

> "۱۹۰۸ء میں خانقاہ تھانہ بھون کی حاضری اس طرح نصیب ہوئی کہ معلوم نہ تھا کہاں جاؤں' کہاں ٹھہروں' سرائے میں ٹھہر کر دریافت کرتا ہوا خانقاہ پہنچا' حضرت ﷫ تشریف فرماتھے' کون ہے کہاں سے آیا ہے کیوں آیا ہے' کہاں ٹھہرا ہے' جواب عرض کیا' پھر فرمایا کہ' یہاں بھی ٹھہرنے کی جگہ تھی' سرائے میں کیوں ٹھہرے' عرض کیا معلوم نہ تھا' پھر فرمایا' کیوں آئے ہو' جواب عرض کیا کہ اپنی غلامی میں قبول فرمالیجئے' اس لئے آیا ہوں' فرمایا کہ کب تک رہوگے' عرض کیا کہ کل واپس جانے کا ارادہ ہے' فرمایا ہم کسی کو جلدی مرید نہیں کیا کرتے' لیکن تجھ کو کرلیں گے کل آنا' دوسرے دن پھر حاضری ہوئی' ملفوظات ہوتے رہے' گاڑی کا وقت قریب ہونے لگا تو فرمایا گاڑی کا وقت ہونے لگا ہے جاؤ' میں نے عرض کیا' میری مراد تو پوری نہیں ہوئی' فوراً ہاتھ بڑھا کر مرید فرمالیا اور فرمایا وہاں سے خط و کتابت کرتے رہنا۔"

الغرض پھر یہ سلسلہ خط و کتابت اور ملاقات چلتا رہا' سال میں آٹھ دس دن کے لئے حاضری ہوتی رہی' حضرت ﷫ کے حکم پر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں تعلیم حاصل کی' تھانہ بھون میں حضرت ﷫ کے دوسرے متعلقین سے بھی شرف ملاقات حاصل ہوتا رہا

ایک مرتبہ حضرت ﷺ کی سفر میں بھی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا اور حضرت ﷺ نے مجاز صحبت ہونے کا اعزاز بھی عطا فرمایا۔

آپ نے کپور تھلہ سرانچ میں ۲۱ مئی ۱۹۷۹ء کو وصال فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت حافظ عرفان احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۹۰۲ء میں شیخ سلطان احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے' آپ نے انگریزی اور اردو تعلیم حاصل کی' پھر ڈسٹرکٹ بورڈ سہارنپور اور بعد میں ڈاک خانہ میں ملازمت کا پیشہ اختیار کیا' آپ کے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے گہرے روابط و تعلقات تھے' انہوں نے آپ کو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ حسنہ خصوصاً "دعوت عبدیت" پڑھنے کے لئے دی جس نے آپ کو بے حد متاثر کیا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا' آپ نے یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ اپنی اصلاح کے لئے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا دامن پکڑ لینا چاہئے چنانچہ یہ ارادہ لیکر آپ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی اصلاح و تربیت کی درخواست کی جو حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے منظور کی۔

حضرت حافظ عرفان احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"حق تعالیٰ کا مجھ ناچیز پر ایسا کرم اور رحمت ہوئی کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنے سلسلہ میں داخل فرما کر بیعت و خلافت سے نوازا' حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق بیعت کے بعد حتی الامکان یہ کوشش رہی کہ آپ کی تعلیم پوری طور پر اپنائی جائے اور آپ کی تصانیف اور خصوصاً مواعظ کا مطالعہ جاری رہے چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی میرے لئے مواعظ کا مطالعہ تحریر فرمایا تھا' افسوس یہ ہے کہ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے خستہ حالات من و عن نہ لکھے ورنہ معلوم نہیں کیسی کیسی تسلی فرما دیتے کیونکہ آپ کو حق تعالیٰ نے گرتے ہوئے کو سنبھالنے کا فن عطا کیا تھا ان کی تعلیم میں ترغیبات زیادہ تھیں' ترہیبات بہت کم بلکہ تھی ہی نہیں' میں نے اپنی بے وقوفی سے ان کو بس

دعاؤں کا ذریعہ سمجھا اور حقیقت یہ ہے کہ ان دعاؤں کی کھلی
برکتیں مشاہدہ کیں چنانچہ جب کوئی الجھن پیش آئی اور دعا کی
درخواست کی وہاں سے جواب ملا' ہاں دعا کرتا ہوں اور بعض
دفعہ جواب موصول ہونے سے پہلے ان کی دعا کی قبولیت کے
آثار نظر آنے لگے' ہمیشہ حق تعالیٰ نے حضرت ﷺ کی دعا کے
صدقہ کرم فرمایا اور بحمد اللہ تعالیٰ مجھ ناچیز پر ہمیشہ شفقت فرمائی
اور کبھی ناراض نہیں ہوئے۔"

(ماخوذ از بزم اشرف کے چراغ)

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت ڈپٹی سید علی سجاد جونپوری علیہ

آپ ۱۳۰۱ھ کو جونپور میں جناب منشی رضا حسین صاحب کے گھر پیدا ہوئے ' کانپور لکھنؤ اور ایم اے او کالج علی گڑھ میں تعلیم حاصل کی 'خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب علیہ علی گڑھ کالج میں اسی بارک میں قیام پذیر تھے جس میں آپ تھے اور ۱۹۰۰ء سے ۱۹۰۵ء تک ایف اے اور بی اے میں آپ کے ہم کلاس رہے 'آپ فرماتے ہیں کہ :

"خواجہ صاحب علیہ ہی کا مبارکباد کا خط آیا تھا جس سے مجھے اپنی کامیابی کا حال معلوم کر کے مسرت ہوئی 'خواجہ صاحب علیہ کانپور میں ڈپٹی کلکٹر تھے اور میں وہاں نائب تحصیلدار تھا 'ان کی دن رات یہ کوشش تھی کہ میں حضرت حکیم الامت تھانوی علیہ کا مرید ہو جاؤں 'چنانچہ ان ہی کی تحریک پر میں نے غالباً ۱۹۱۴ء میں اپنے حالات حضرت قبلہ تھانوی علیہ کو تحریر کئے 'میں بعدہ اکثر حضرت قبلہ کے پاس خواجہ صاحب علیہ کے ہمراہ حاضر ہوتا رہا '۱۹۱۸ء میں جبکہ احقر مچھلی شہر ' ضلع جونپور میں تحصیلدار تھا 'حضرت قبلہ نے مجھ کو بیعت کر لیا اور غالباً ۱۹۳۱ء میں جبکہ میں جونپور میں ڈپٹی کلکٹر تھا حضرت اقدس علیہ نے مجھے اپنے مجازین میں بحیثیت مجاز صحبت داخل فرمایا 'ناشکری سے ڈرتا ہوں ' اپنی اصلاح سے محرومی کا شکوہ کس طرح اور کیونکر کر سکتا ہوں 'بس دعا ہے کہ حق تعالیٰ خاتمہ بالخیر فرما دیں۔ ؎

ایمان چو سلامت بہ لب گور بریم
احسنت بریں چستی و چالاکی ما

مگر یہاں تو چستی و چالاکی کا بھی فقدان ہے لیکن قنوط اور مایوسی بھی کفر ہے 'حق تعالیٰ غفور الرحیم ہیں 'شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا۔ اللہ تعالیٰ میری توبہ بہ طفیل رسالت مآب ﷺ قبول فرمائیں 'نوے سال کی عمر میں قوی جواب دے رہے ہیں۔"

حضرت مولانا حافظ لقاء اللہ عثمانی ؒ

آپ پانی پت کے رہنے والے تھے' آپ نے تحریک خلافت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا' عمر کے سات برس قید وبند کی نذر کئے' طبعاً نہایت شگفتہ مزاج اور عملاً بڑے عابد و زاہد تھے روحانی تعلق حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ سے رہا اور ان کے مجاز صحبت قرار پائے' حضرت تھانوی ؒ نے تحریک خلافت میں چونکہ حصہ نہیں لیا تھا اور آپ تحریک میں پیش پیش تھے اس لئے اپنے شیخ کے زیر عتاب بھی رہے' ان کا ساجری بے خوف اور بے لوث ہونا سخت مشکل تھا' ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے وقت جب مشرقی پنجاب کے مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑی اور انہیں وہاں سے بیدخل ہونا پڑا تو پانی پت بھی عملاً مسلمانوں سے خالی ہو گیا لیکن مولانا لقاء اللہ صاحب ؒ نے اپنے جد امجد حضرت مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء کا آستانہ نہ چھوڑا' آپ کے اس استقلال سے مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدم جم گئے' اور مولانا کی دینداری اور حسن اخلاق سے وہ لوگ جو مسلمانوں کے خون کے پیاسے نظر آتے تھے ان کے عقیدت مند بن گئے' مولانا عبد الماجد دریا آبادی ؒ فرماتے ہیں کہ :

> "ہند و پاکستان کے مسلمانوں میں کوئی مجھ سے اگر فرمائش کرتا ہے کہ دس مخلص ترین انسانوں کے نام بتاؤ تو اس ننھی منھی سی فہرست میں میرے علم و یقین کے مطابق ایک نام مولانا حافظ لقاء اللہ عثمانی ؒ پانی پتی کا ضرور ہوتا' مخلص مسلمان نایاب نہیں ماشاء اللہ ابھی بڑی تعداد میں ہیں لیکن لقاء اللہ عثمانی ؒ ان میں گل سر سبز تھے۔ قومی و ملی کاموں میں پیش پیش رہے' کامل تدین و اخلاص کے ساتھ ادنی خدمت گاہ کے ساتھ گھل مل کر کام کرتے اور دوسروں کی خدمت کر کے خوش ہوتے تھے۔"

کوئی اسی برس کے قریب عمر پائی اور جنوری ۱۹۶۹ء میں پانی پت میں انتقال فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا محمد جلیل اعظم گڑھی ؒ

آپ ۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئے 'آپ کے والد شیخ محمد ولی جان صاحب اعظم گڑھ میں وکالت کرتے تھے آپ نے ابتدائی تعلیم اعظم گڑھ میں حاصل کی پھر آپ کے والد نے انگریزی اسکول میں داخل کرادیا میٹرک پاس کرنے کے بعد الہ آباد یونیورسٹی میں گریجویٹ کیا` پھر یونیورسٹی آف لا سے ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا اور والد صاحب کے ساتھ وکالت شروع کر دی 'آپ فرماتے ہیں کہ :

"وکالت میں میرا دل نہیں لگتا تھا چنانچہ میں نے الہ آباد ہائی کورٹ میں منصفی کیلئے درخواست دیدی اور دسمبر ۱۹۲۴ء میں میرا انتخاب بہ عہدہ منصف ہو گیا' فروری ۱۹۲۵ء میں منصف ہو کر پہلے فرخ آباد تعینات ہوا' وہاں ایک بزرگ سے نیاز حاصل کرتا رہا پھر جونپور میں اپنے فرائض انجام دیتا رہا' جونپور میں قیام کے دوران ڈپٹی علی سجاد صاحب اور ڈاکٹر عبد الحی صاحب کی صحبت میں حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کا ذکر اکثر ہوتا رہتا تھا ادھر احقر کے پاس حاجی عبد الستار صاحب خادم خاص حضرت تھانوی ؒ اکثر آتے رہتے تھے اور زور دیتے رہتے تھے کہ حضرت ؒ سے تعلق قائم کریں چنانچہ انہی دنوں حضرت تھانوی ؒ اعظم گڑھ تشریف لائے تو حضرت ؒ کی زیارت ہوئی' پھر کیا تھا کہ دل کی کیفیت بدل گئی اور حضرت ؒ سے بیعت ہونے کی خواہش پیدا ہو گئی احقر نے مولانا عبد الغنی صاحب بھولپوری ؒ سے عرض کیا کہ دعا فرمائیں حضرت تھانوی ؒ مجھے بیعت فرمالیں' مولانا نے کہا کہ تھانہ بھون چلے جاؤ میں دعا کرتا ہوں' بالآخر میں رخصت لیکر تھانہ

بھون پہنچ گیا اور پھر حاجی عبد الستار صاحب کی معرفت حضرت ؒ سے عرض کیا کہ بیعت فرمالیں، حضرت ؒ نے بلا کسی تامل کے بیعت فرمالیا، اس کے بعد بار بار تھانہ بھون حاضری ہوئی اور حضرت ؒ نے ازراہ شفقت بہت بڑا احسان فرمایا کہ اپنا مجاز صحبت مقرر فرمایا، حضرت ؒ سے تعلق کے بعد کیا بتاؤں زندگی میں کیا تبدیلی پیدا ہوئی، حضرت والا نے تو ایک ہی نظر میں مجھے بدل ڈالا اور آپ کی نظر نے کیمیا کا اثر کیا، احقر تو حضرت ؒ کی زندگی کے ہر ہر پہلو سے بے حد متاثر ہوا، حضرت ؒ کی عنایات بے شمار ہیں ` کس کس بات کا ذکر کروں، حضرت ؒ کی وفات کے بعد احقر اپنی حالت کی اطلاع مولانا عبد الغنی صاحب پھولپوری ؒ کو کرتا رہا، انہی سے مشورہ اور ان ہی کی تعلیمات پر عمل کرتا رہا، بالآخر مولانا عبد الغنی صاحب ؒ نے اس ناکارہ کو مجاز بیعت کے اعزاز سے نوازا۔"

(تفصیل بزم اشرف کے چراغ میں پڑھئے)

تالیفات حکیم الامت تھانوی ؒ

حضرت مولوی محمد حسن علویؒ

آپ کی پیدائش ۱۸۸۶ء میں کاکوری میں ہوئی' آپ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفہ مولانا انوار الحسن کاکوریؒ کے صاحبزادہ ہیں' اوٹاوہ میں ایک جلسہ میں حضرت تھانویؒ تقریر کے لئے تشریف لائے 'یہیں پر آپ نے حضرتؒ کا وعظ سنا اور حضرتؒ سے عقیدت پیدا ہوئی' ۱۹۲۲ء میں حضرت حکیم الامتؒ کو علی گڑھ کالج میں مدعو کیا گیا۔ مولوی محمد حسن صاحب نے علی گڑھ ہی میں ۱۹۲۲ء میں حضرتؒ سے بیعت کی' حضرت حکیم الامتؒ سے تعلق کے بعد زندگی کا رخ بدل گیا' حضرت حکیم الامتؒ کی شفقت اور خلوص سے بے حد متاثر ہوئے' حضرتؒ کی تعلیمات میں حقوق العباد کی ادائیگی پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا تھا' آپ کے زہد و تقویٰ اور احتیاط کا یہ عالم ہے کہ جب آپ سے آپ کے حالات کے سلسلے میں رابطہ قائم ہوا تو کئی ایک جوابی کارڈ اور لفافے بھیجے مگر ادھر سے جواب موصول نہ ہوا' آخر ایک روز تین پیسے کا منی آرڈر ملا جس کی پشت پر تحریر تھا:

> "مجھے سخت ندامت ہے کہ اپنی مسلسل علالت کے سبب آپ کے احکامات سے بے اعتنائی برتی گئی اور آپ کو بڑی الجھن اور پریشانی سے دوچار ہونا پڑا' اپنے حالات ہی کیا ہیں' جن کو لکھتا' برائے خدا معاف فرمائیں' آپ کے نہ معلوم کتنے لفافے اور کارڈ جوابی آئے اور کہاں گم یا ضائع ہوگئے مجموعی قیمت کا اندازہ نہیں ہوسکتا' براہ کرم یہ رقم وصول فرماکر مجھے مطمئن فرمائیں کہ امانت میں خیانت کا اندیشہ جو مجھے پریشان کر رہا ہے رفع ہوجائے اور جو خطوط میسر آسکیں ان کو استعمال میں لاسکوں۔"

بہرحال حضرت حکیم الامتؒ نے آپ کو مجاز صحبت بنایا اور آپ پھر ساری عمر حضرتؒ کی تعلیمات وارشادات کے مطابق زندگی گزارتے رہے۔

حضرت مولانا قاری محمد طاہر قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۹۰۴ء میں دیوبند میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمی رحمۃ اللہ علیہ بن حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند ایک جید عالم دین تھے، آپ اپنے برادر اکبر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند سے ۹ سال چھوٹے تھے، آپ کا شجرہ نسب سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے، آپ نے مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے غالباً ۱۹۲۴ء میں سند فراغت حاصل کی، آپ کے ممتاز اساتذہ میں علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید اصغر حسین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اعزاز علی امروہی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔ سند فراغ کے بعد ۱۳۴۶ھ میں دارالعلوم دیوبند میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور مختلف علوم وفنون کی کتب پڑھاتے رہے، اسی اثناء میں تصنیف وتالیف کا کام بھی کرتے رہے آپ کی آخری کتاب "عقائد الاسلام" ہے، آپ ۱۳۵۱ھ میں دارالعلوم کے نائب مہتمم بنائے گئے اور اس کے ساتھ ساتھ ۱۳۵۲ھ میں دارالعلوم کے کتب خانہ کے ناظم اور ۱۳۶۰ھ سے ۱۳۷۲ھ تک دارالعلوم کے شعبہ دارالصنائع کے باقاعدہ ناظم اعلیٰ رہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں، آپ زندگی بھر دارالعلوم کی خدمات میں مصروف رہے آپ نے روحانی تعلق حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کیا اور سلوک وتصوف کے منازل طے کئے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مجاز صحبت کے اعزاز سے نوازا اور پھر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے، سیاسی نظریات میں بھی اپنے شیخ کے تابع رہے اور تحریک پاکستان میں سرگرمی سے حصہ لیا، آپ نے انتہائی سادہ زندگی بسر کی، آپ رات بھر ذکر واذکار اور عبادات الٰہی میں مصروف رہتے، آپ نے ۱۴ محرم الحرام ۱۳۷۲ھ / ۴ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو ۳ بجے شب سے ایک منٹ قبل کلمہ توحید پڑھا اور داعی اجل کو لبیک کہا آپ قبرستان قاسمی دیوبند میں دفن ہوئے، آپ کے صاحبزادوں میں قاری زاہر قاسمی، مولانا آصف قاسمی، قاری شاکر قاسمی اور قاری وحید ظفر قاسمی مشہور ہیں، حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

حضرت حافظ محمد طٰہٰ گورکھپوری ؒ

آپ ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے آپ کے والد مولوی محمد اصغر صاحب پیدائشی ولی تھے 'سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق ؓ سے ملتا ہے' ابتدائی تعلیم کے بعد آپ کو قرآن مجید حفظ کرانے میں لگادیا گیا' آپ ۱۳ سال کی عمر میں حافظ ہوگئے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت خوبصورت بنایا تھا اور اس کے ساتھ آواز بھی بہت عمدہ عطا کی تھی 'زندگی بھر قرآن شریف کا ورد کرتے رہے اور تراویح میں قرآن سناتے رہے' حفظ قرآن کے بعد انگریزی تعلیم شروع کی اور S.L.C کا امتحان پاس کر کے محکمہ پولیس میں سب انسپکٹر مقرر ہوئے پھر کورٹ انسپکٹری کا امتحان پاس کر کے کورٹ انسپکٹر ہوگئے اور نہایت ایمانداری سے کام کرتے رہے' ۱۹۱۴ء کے لگ بھگ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے دربار میں حاضری ہوئی اور بیعت کا شرف حاصل کیا' بیعت کے بعد آپ کی زندگی میں ایک تغیر آگیا اور انقلاب برپا ہوگیا' اوائل نوکری میں اگر کسی سے کوئی چیز تحفہ میں قبول کی تھی تو بعد میں یاد کر کے اس کے ورثاء کا پتہ لگا کر ان کو اتنی ہی رقم منی آرڈر کر دیتے تھے 'ایک مرتبہ آپ کے بھتیجے اپنے وطن گورکھپور جارہے تھے 'حضرت حافظ صاحب نے ان کو ایک روپیہ کچھ آنے دیئے اور کہا کہ گورکھپور تک کا ایک تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لے کر پھاڑ دینا' انہوں نے حافظ صاحب کے کہنے پر عمل کیا' دوران ملازمت کبھی کسی کو سخت الفاظ یا گالی نہیں دی' کبھی شاذو نادر کسی سے بگڑ جاتے تو بعد میں اس سے معافی مانگ لیتے' اپنے نفس کو ملامت کرتے اور توبہ و استغفار کرتے تھے' تبلیغ دین کی ہمیشہ فکر رہی کچھ خاص لوگوں کو بلا کر دین کی باتیں کرتے تھے اور کبھی کبھی گاؤں کی عورتوں کو تبلیغ دین کیا کرتے تھے 'والدین کا بے حد احترام کرتے تھے' گفتگو کرتے وقت دونوں ہاتھ باندھ کر مودب کھڑے ہوتے 'نگاہیں نیچی رکھتے' حضرت ؒ سے آخر وقت تک خط و کتابت رہی اور حضرت ؒ کی کتابیں زیر مطالعہ رہیں 'حضرت ؒ نے آپ کو مجاز صحبت کی فہرست میں شامل کیا' پھر ساری عمر آپ حضرت ؒ کے ارشادات و معمولات کے پابند رہے 'حضرت حکیم الامت ؒ کے بعد حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب ؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور بالآخر ۱۸ جون ۱۹۶۰ء کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا محمد میاں فاروقی ﷫

آپ ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد حضرت مولانا شاہ ولایت حسین صاحب ﷫ اور دادا مولانا شاہ محمد حسین صاحب ﷫ سے حاصل کی' حفظ قرآن اور قرات استاذ القراء حضرت قاری عبد الرحمن مکی ﷫ سے کیا' مولانا رفیع الدین صاحب نے فارسی اور مختصر عربی کی ابتدائی کتب پڑھائیں' بعد میں آپ مدرسہ عالیہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ چلے گئے اور بقیہ تعلیم مکمل کی' حضرت مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محل ﷫ سے حدیث کی کتب کی تکمیل کی' بعد ازاں جامعہ ازہر مصر جاکر انتساب حاصل کیا۔

ہندوستان واپس آکر مدرسہ عالیہ نظامیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے اور مولانا حکیم خواجہ شمس الدین شفاء الملک لکھنؤ کے یہاں طب کی کتابوں کی تکمیل کی اور پھر مطب بھی کرتے رہے' ۱۹۲۴ء میں الہ آباد میں مدرسہ امدادیہ قائم کیا' جو ۲۴ برس تک بڑے پیمانے پر خدمت دین انجام دیتا رہا اور قابل استعداد علماء اس مدرسہ سے فارغ ہوئے' حضرت حکیم الامت ﷫ سے تعلق کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ :

> "بچپن ہی سے میں حضرت تھانوی ﷫ کو دیکھتا رہتا تھا حضرت ﷫ جب بھی الہ آباد تشریف لاتے تو میرے والد صاحب ﷫ ان کی دعوت ضرور کرتے تھے پھر حضرت قاری عبد الرحمن صاحب ﷫ کے مدرسہ احیاء العلوم میں بھی کئی بار حضرت ﷫ کی زیارت کی' تھانہ بھون کی حاضری میں مولانا محمد عیسی صاحب الہ آبادی ﷫ سے حضرت والا پوچھا کرتے تھے کہ مولانا شاہ ولایت حسین کی اولاد کا کیا حال ہے' اسی طرح حضرت ﷫ نے فرمایا کہ میرا دل محمد میاں کی جانب زیادہ مائل ہے اور ان کے لئے ہر وقت دعا کرتا رہتا ہوں۔ حضرت ﷫ کی شفقت و عنایت کو دیکھتے ہوئے میں نے حضرت ﷫ سے باقاعدہ خط و کتابت شروع کر دی پھر تھانہ بھون حضرت ﷫ کی خدمت میں حاضری ہوئی اور پھر برابر ہوتی رہی' یہاں تک کہ حضرت ﷫ کے

دست حق پرست پر بیعت کی، حاضری بدستور جاری رہی پھر
حضرت ؒ کی شفقتوں میں مزید اضافہ ہوا کہ حضرت
والا ؒ کی طرف سے لکھا ہوا ایک پوسٹ کارڈ ملا، جس میں
حضرت ؒ نے مجاز صحبت ہونے کا اعزاز بخشا، جبکہ میں اس
سرفرازی کے قابل نہ تھا یہ صرف حضرت ؒ کی شفقت و
عنایت تھی جسے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ حق تعالیٰ ہمارے
حضرت ؒ کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت منشی محمد یعقوب گلانوری ؒ

آپ ۱۹ شوال ۱۳۰۷ھ / ۹ جون ۱۸۹۰ء کو پیدا ہوئے آپ کے والد حافظ قرآن اور نارمل اسکول میں مدرس تھے' آپ بچپن ہی سے حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے مواعظ و ملفوظات پڑھتے تھے جن کی وجہ سے آپ کو حضرت ؒ کی زیارت اور ملاقات کا شوق پیدا ہوا' پھر ۱۹۲۵ء میں مدرسہ عبد الرب دہلی کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر آپ کو حضرت تھانوی ؒ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا' اور خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہو گیا پھر جب حاضری کی اجازت ملی تو تقریباً بارہ سال تک گاہ بگاہ حضرت ؒ کی خدمت میں خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون حاضر ہوتے رہے' ۱۹۲۶ء میں باقاعدہ تربیت باطنی کا آغاز ہوا' اصلاح باطنی کے ساتھ ساتھ حضرت ؒ کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے رہے' سال میں کم از کم دو مرتبہ خدمت اقدس میں حاضری دیتے رہے اور باوجود ملازمت اور کم فرصتی اصلاح باطن میں حتی الامکان سعی کرتے رہے حتی کہ ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ میں حضرت ؒ کی طرف سے فہرست مجازین صحبت میں شامل کر لئے گئے' حضرت ؒ نے اس کے ساتھ ضروری علم دینیات کے رسائل اور مواعظ کے مطالعہ کی بہت تاکید فرمائی' ۱۹۲۸ء میں آپ نے حج بیت اللہ کیا اور پھر واپس آکر حضرت حکیم الامت ؒ کے بتلائے ہوئے وظائف و ہدایات اور نصائح کے مطابق زندگی گزارتے رہے' حضرت ؒ نے آپ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ :

> "انسان کو بغیر علم کے آدمیت حاصل نہیں ہوتی اور علم سے مراد علم دین ہے خواہ وہ بذریعہ درسیات یا صحبت اولیاء و صالحین' شغل و کم فرصتی میں بھی کتب و طریقت از شیخ بقدر ضرورت دینیات و معاملات عام سے غافل نہ رہے اور اس ضرورت کے لئے بہشتی زیور موجود ہے' اس کے ساتھ جزاء الاعمال' حیات المسلمین' فلسفہ نماز' تعلیم الدین' قصد السبیل اور وہ مفید کتب جو بہشتی زیور میں مذکور ہیں تکمیل مسلمانی کے لئے اچھے اخلاق اور اصلاح باطن کا خیال رکھنا چاہئے۔"

آپ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ میں اس عالم فانی سے رخصت ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ؒ

آپ ۴ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۶ء میں پشاور کے قریب ایک گاؤں بنور میں پیدا ہوئے' آپ کے والد مولانا سید محمد زکریا بنوری ؒ ایک ممتاز عالم دین اور مشہور تاجر تھے' ابتدائی اور ثانوی تعلیم آپ نے اپنے علاقہ کے معروف علماء سے حاصل کی' پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں ۱۳۴۵ھ تا ۱۳۴۷ھ تک آپ نے مختلف علوم و فنون و حدیث کی تعلیم امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری ؒ' شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ' مولانا سید اصغر حسین دیوبندی ؒ' مولانا اعزاز علی امروہی ؒ اور مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی ؒ جیسے آفتاب علم و عمل اکابر اساتذہ سے حاصل کی اور ان حضرات کی خصوصی توجہات و عنایات کا مرکز رہے' آپ علامہ انور شاہ صاحب ؒ کے محبّ و محبوب رہے اور کئی بار آپ شاہ صاحب ؒ کے ہمراہ خادم کی حیثیت سے ساتھ رہے اور سفر کئے جب علامہ انور شاہ صاحب کشمیری ؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ دارالعلوم دیوبند سے الگ ہو کر ڈابھیل چلے گئے اور جامعہ اسلامیہ قائم کی تو آپ بھی ساتھ تھے' آپ کو جامعہ اسلامیہ کا صدر مدرس بنایا گیا اور اس کے ساتھ مجلس علمی ڈابھیل کا رکن بھی مقرر کیا گیا اس مجلس کی بہت سی کتب قاہرہ و مصر میں شائع ہوئیں' کتابوں کی طباعت کے سلسلے میں جب آپ ۱۹۴۷ء میں قاہرہ تشریف لے گئے تو خلافت عثمانیہ کے دینی امور کے جنرل سیکریٹری شیخ محمد زاہد الکوثری مصری سے بھی علمی استفادہ کیا علاوہ ازیں فقہ مالکی کے علماء سے بھی فیضیاب ہوئے اور حدیث کی سند حاصل کی۔

قیام پاکستان کے بعد شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ کے قائم کردہ دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں مولانا احتشام الحق تھانوی ؒ کی دعوت پر شیخ التفسیر کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے تین سال کے بعد آپ کراچی تشریف لے آئے اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ قائم کیا جو آپ کی یادگار ہے اور ہزاروں علماء یہاں سے فیضیاب ہو چکے ہیں' جامعہ اسلامیہ نیوٹاؤن میں آپ نے دینی علوم کی تحقیق کے لئے ایک ادارہ

قائم کیا جس کے تحت بیسیوں کتب شائع ہو چکی ہیں' اس کے علاوہ ایک ماہنامہ "بینات" جاری کیا جس کو آپ نے دینی جذبے کی تکمیل کے لئے جاری رکھا ظلم و استبداد کی پناہ دینے والے حکمرانوں کے خلاف استعمال کیا اس میں آپ کا قلم کبھی مصلحت کا پابند نہیں رہا' آپ کی تصانیف میں عربی کی چار بڑی کتابیں اور درجنوں مقدمات شامل ہیں جو دوسروں کی تصانیف پر تحریر کئے ہیں' آپ نے "معارف السنن" کے نام سے حدیث کی مشہور کتاب جامع ترمذی کی شرح چھ جلدوں میں شائع کروائی اس کے لئے مزید چھ جلدیں لکھنے کا ارادہ تھا مگر زندگی نے وفا نہ کی' آپ ایک بے مثال محقق اور عظیم محدث ہونے کے ساتھ عربی کے ادیب اور شاعر بھی تھے' آپ کی تحریروں میں سادگی اور روانی کا ایسا خوبصورت امتزاج ملتا ہے کہ پڑھنے والا اسکی افادیت کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا' آپ کی تحریروں میں استدلال و تفکر پیش کیا گیا ہے' بہرکیف آپ کی اردو تحریروں میں بھی وہی عظمت اور عالمانہ وقار ملتا ہے اور آپ کو یہاں بھی اسی قدر عبور حاصل تھا' آپ نے تقریباً ۴۵ سال تک مسند تدریس و تصنیف کو رونق بخشی اور درس حدیث و تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے' آپ سے فیضیاب ہونے والے اتنی بڑی تعداد میں موجود ہیں کہ ان کے بارے میں کوئی صحیح تعداد دینا ناممکن نہیں' آپ ساری زندگی پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے اور تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں آپ نے جو کارنامہ انجام دیا وہ صدیوں تک یاد رکھا جائے گا' آپ پاکستان کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک میں بھی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے آپ اسلامی نظریات کونسل کے ممبر بھی تھے اور متعدد دینی مدارس کے صدر بھی رہے آپ ملک و ملت کے لئے ایک عظیم سرمایہ تھے۔

آپ نے روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کیا تھا' تھانہ بھون میں آپ کی پہلی حاضری ۱۳۵۲ھ میں ہوئی تھی پھر ۱۳۵۴ھ کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے باقاعدہ مراسلت جاری رہی اور سلوک کے منازل طے کرتے رہے' غالباً ۱۳۵۸ھ میں ایک خط آیا جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے توکلا علی اللہ آپ کو مجاز صحبت کا اعزاز بخشا گیا جو آپ کے لئے بہت بڑی سعادت تھا' حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذکاوت اور حسن انتظام' عدم اضاعت اوقات اور کمال تربیت اور اصلاح نفس کی کمال اہلیت اور

علوم تصوف میں مجتہدانہ ذوق وبصیرت یہ صفات وکمالات مولانا بنوری ؒ کے نزدیک اپنے شیخ عالی مقام کی حیات طیبہ کے نمایاں پہلو ہیں 'حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے تعلق سے قبل آپ نے مکہ مکرمہ میں حضرت مولانا شفیع الدین نگینوی ؒ خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا تھا اور عند البیعت مجاز بھی بنائے گئے تھے ' مگر حضرت حکیم الامت ؒ سے تعلق کے بعد آپ کی جامع شخصیت کو چار چاند لگ گئے اور زندگی بھر آپ اپنے شیخ تھانوی ؒ کی تعلیمات و ارشادات پر عمل پیرا رہے اور ان کے علوم ومعارف کے امین رہے۔

بہرحال آپ پاکستان میں علماء دیوبند کی آبرو تھے 'نہایت خلیق 'ملنسار' باوقار' اور منکسر المزاج تھے 'مہمان نواز اور متبع سنت تھے ' مجسمہ علم وعمل اور زہد وتقویٰ کا مینار تھے صدر ضیاء الحق شہید نے آپ کی شخصیت کے پیش نظر آپ کو اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن مقرر کیا لیکن وقت نے آپ کو اس کام کے لئے مہلت ہی نہ دی اور وہ چراغ بجھ گیا جس سے روشنی کا سلسلہ جاری تھا آپ اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس میں شرکت کے لئے راولپنڈی تشریف لے گئے اور وہیں اچانک ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء / ۳ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ کو حرکت قلب بند ہونے سے رحلت فرماگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

میت کو کراچی لایا گیا ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ پڑھی امامت حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب عارفی ؒ نے فرمائی اور کراچی میں تدفین عمل میں آئی۔

(تفصیلی حالات کے لئے ماہنامہ بینات کراچی کا علامہ بنوری نمبر ملاحظہ فرمایئے۔)

حضرت مولوی محمود الحق حقیؒ

آپ میرٹھ میں پیدا ہوئے' ایم اے او کالج علی گڑھ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد وکالت کا آغاز کیا اور جلد ہی ضلع بھر کے نامور اور مشہور وکلاء میں شمار ہونے لگے' وکالت کا کام اس قدر چل نکلا کہ تین چار کلرک کام کرتے تھے' موکلوں کا ایک ہجوم آپ کے پیچھے دوڑتا پھرتا تھا اس تمام مصروفیت کے باوجود آپ دینی اور فلاحی کاموں میں پیش پیش ہوتے تھے' ہردوئی میں انجمن اسلامیہ کے نام سے ایک انجمن قائم کی تھی جس کے مقاصد میں مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی تعلیم اور یتیموں اور بیواؤں کی امداد شامل تھی' اپنے ضلع میں کوشش کر کے بہت سے دینی مدارس اور اسکول قائم کئے اسی لئے ہردوئی کے سرسید کہلاتے تھے' آپ کے اخلاق حسنہ سے عوام و خواص گرویدہ تھے' حقوق العباد کا خاص خیال رکھتے تھے' طبیعت میں خلوص و مروت بے انتہا تھی' زہد و تقویٰ زندگی بھر کا جزو تھا' زندگی بہت ہی سادہ گزاری' اپنے شیخ حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے بے حد عشق تھا' حضرتؒ سے خط و کتابت برابر جاری رہتی جونہی فرصت ملتی آپ تھانہ بھون پہنچ جاتے' حضرتؒ کے ملفوظات کا مطالعہ بڑے ذوق و شوق سے کرتے تھے' آپ کی بیوی اپنے لڑکے مولانا ابرار الحق صاحب کی شادی اپنے خاندان میں کرنا چاہتی تھیں مگر جب آپ کو حضرتؒ کی مرضی و منشاء معلوم ہوئی کہ ان کی شادی ڈاکٹر احمد علی شاہ کی لڑکی سے کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے اپنے خاندان والوں کی مرضی و منشاء کے خلاف اپنے حضرت حکیم الامتؒ کی خواہش پر عمل کرتے ہوئے وہیں شادی کی' حضرتؒ بھی آپ کا بہت خیال رکھتے تھے اور آپ کو اپنا مجاز صحبت مقرر کیا' آپ ساری عمر حضرتؒ کی تعلیمات و ارشادات پر عمل پیرا رہے اور ۱۹۴۶ء میں آپ کا انتقال ہوا۔

حضرت مولانا محمود داؤد ہاشم یوسف برمی

آپ کا وطن رنگون برما ہے آپ کے والد ماجد الحاج داؤد ہاشم یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد تھے' آپ نے ابتدائی کتب حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھ کر درجہ دوم فارسی میں ۱۳۴۷ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۵ھ میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبد الرحمن کاملپوری رحمۃ اللہ علیہ' مولانا اسعد اللہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا منظور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی' ان کے علاوہ مولانا عبد المجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ' مولانا اکبر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا امیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔

فراغت تعلیم کے بعد آپ درس و تدریس وعظ و تبلیغ اور اصلاح و تربیت میں مصروف رہے' ساتھ ہی جامعہ دار العلوم کی انتظامیہ ذمہ داری' مرکزی جمعیت علماء اسلام اور مرکزی دار الافتاء برما کی صدارت اور تبلیغی مشاغل جیسے اہم مشاغل میں منہمک رہے' آپ کی تصانیف میں ادعیہ مسنونہ اور تعلیم الحج اردو اہم کتابیں ہیں۔

آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم ہے آپ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور مجاز صحبت کے اعزاز سے نوازے گئے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاح و تربیت کا تعلق قائم کیا' اور حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خلافت و اجازت کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک و مشرب کے مطابق راندر ضلع سورت وغیرہ میں تبلیغ و اصلاح کا بے بہا کام کیا ہے۔

(تاریخ مظاہر العلوم)

حضرت مولانا مسعود علی ندوی ﷫

آپ نے بارہ بنکی کے ایک قصبہ بھیارہ میں قدوائی خاندان کے ایک زمیندار گھرانے میں آنکھ کھولی، تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں حاصل کی اور پھر سیاسی و قومی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے، خلافت کی تحریک اور ترک موالات میں آپ آگے آگے رہے، علامہ شبلی مرحوم کی وفات کے بعد جب علمی جانشینی کی دستار فضیلت علامہ سید سلیمان ندوی ﷫ کے سر بندھی تو دار المصنفین کے پریس اور تمام انتظامی امور آپ کے سپرد کئے گئے، دار المصنفین کی تمام عمارت دار العلوم ندوۃ العلماء کی شاندار مسجد، شبلی کالج کا وسیع کانوکیشن ہال آپ ہی کے ذوق کی یادگار ہیں۔ آپ بڑے خوش گفتار، خوش سلیقہ اور خوش مزاج تھے جس محفل میں بیٹھتے اس پر اپنی باتوں سے چھاجاتے تھے، ایک زمانہ میں آپ اعظم گڑھ میں تہذیب کے معلم سمجھے جاتے تھے، زندہ دلی، شگفتہ مزاجی کے بادشاہ تھے، کھانے پینے کے معاملے میں بہت لطیف المزاج تھے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ سے مدتوں باغی رہے مگر پھر زمانے نے ایسا جھکایا کہ ان ہی کے قدموں سے لگ گئے، تھانہ بھون جاکر ایسی حاضری دی کہ انہی کے گرویدہ ہوگئے، حضرت تھانوی ﷫ سے تعلق کے بعد اورادو نوافل وغیرہ کے سختی سے پابند ہوگئے، پھر حضرت ﷫ سے تعلق یہاں تک بڑھ گیا کہ حضرت ﷫ نے مجاز صحبت کے اعزاز سے نوازا۔

آپ نے ۷ ۲ اگست ۷ ۱۹۶ ء کو وفات پائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت حافظ مظہر احمد ادھمی علیہ الرحمۃ

آپ ۱۵ مارچ ۱۸۹۶ء کو تھانہ بھون میں پیدا ہوئے حفظ قرآن کے بعد مدرسہ سلیمانیہ بھوپال میں دینی تعلیم حاصل کی پھر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی اے کی ڈگری حاصل کی، تعلیم سے فراغت کے بعد دفتر، تصنیف و تالیف تاریخ بھوپال میں ملازمت کی، بعد ازاں ۱۹۱۳ء سے لیکر ۱۹۵۰ء تک جہانگیریائی اسکول بھوپال میں مدرس رہے۔

آپ کا تعلق چونکہ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کے خاندان سے تھا اس لئے روحانی سلسلہ آپ نے خود حضرت حکیم الامت تھانوی علیہ الرحمۃ سے قائم کیا اور غالباً ۱۹۳۸ء میں آپ کو مجاز صحبت کے اعزاز سے نوازا گیا، آپ بے حد متقی اور پرہیز گار تھے، نماز باجماعت کے سخت پابند تھے، آپ نے اسلام کی تبلیغ کے لئے بے حد قربانیاں دیں، بھوپال شہر سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر ایک مسجد تھی اس کے اطراف میں جو گاؤں آباد تھے وہاں پر کچھ مسلمان رہتے تھے مگر اللہ و رسول کے نام سے نابلد اور نماز روزہ سے ناواقف، آپ نے ان لوگوں میں تبلیغ کے لئے بڑی جانفشانی سے کام لیا، آپ ہر جمعہ کو صبح کی نماز پڑھ کر اپنے ساتھ تین چار آدمیوں کو لے کر ان کے گاؤں میں جاتے، ان کے کپڑے خود دھوتے اور ان کو سکھانے کے بعد ان کو نماز جمعہ پڑھا کر شام کو واپس گھر آتے یہ سلسلہ تقریباً بیس سال تک جاری رہا، آپ نے اوقات نماز کا صحیح نقشہ بھی بنایا جسے حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے بھی پسند فرمایا علاوہ عام فہم زبان میں آپ نے کئی کتب و رسائل بھی تالیف کئے جو عام مسلمانوں کے لئے بڑے مفید ثابت ہوئے۔

آپ یکم دسمبر ۱۹۵۰ء میں ایک کار کے حادثے میں جاں بحق ہوئے، ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ پڑھی اور بھوپال کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت ماسٹر منظور احمد سرحدی ؒ

آپ کی پیدائش ۶ دسمبر ۱۹۰۵ء کو ڈیرہ اسماعیل خان میں ہوئی ' مڈل تک تعلیم اپنے علاقے میں حاصل کی پھر لکھنؤ چلے گئے اور بقیہ تعلیم ایم اے او کالج علی گڑھ میں حاصل کی پھر اپنے اندر دینی کمی محسوس کرتے ہوئے ۲۰ فروری ۱۹۲۹ء کو آپ تھانہ بھون پہنچے اور حضرت ؒ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ' آپ فرماتے ہیں کہ :

"جب میں خانقاہ تھانہ بھون پہنچا تو بعد نماز فجر حضرت حکیم الامت ؒ سے مصافحہ کیا ' خانقاہ میں نہ تو کوئی شان و شوکت نظر آئی اور نہ کوئی غیر معمولی بات ' بلکہ سادگی فطرت کے مطابق تمام کارخانہ اور شریعت کے مطابق تمام اعمال ' مگر حضرت ؒ کی ہر بات میں ایسی کشش اور ہر ادا میں ایسی دل ربائی تھی کہ حضرت ؒ پر نثار ہونے کو دل چاہتا تھا۔"

حضرت ؒ سے تعلق کے بعد وضع و لباس خود بخود بالکل شریعت کے مطابق ہو گیا اور پھر حضرت ؒ سے دس سال مکاتبت جاری رہی اور پھر ۱۹۴۱ء میں آپ بیعت ہوئے ' آپ فرماتے ہیں کہ :

"حضرت ؒ نے مجھ پر بے شمار شفقتیں و عنایتیں کیں ' تھانہ بھون کی دوسری حاضری پر خصوصی مخاطبت کا بھی شرف عطا فرمایا جس پر حاضرین کو تعجب تھا ' حضرت ؒ نے مجاز صحبت کا اعزاز بھی بخشا ' حضرت ؒ سے آخری ملاقات جب ہوئی جب آپ مرض الموت میں مبتلا تھے اور چارپائی پر تشریف فرما تھے ظہر کے بعد مجلس ختم ہو چکی تھی ' ایک صاحب نے ہدیہ پیش کیا پھر دوسرے نے ' مجھے بھی ہمت ہوئی میں نے بھی نہایت قلیل ہدیہ پیش کیا جو حضرت ؒ نے قبول فرماتے ہوئے کہا ' یہ تو چندہ ہی ہونے لگا ' یہ چندہ بھی موجب خندہ ہے ' آہ آہ کیا اثر تھا حضرت ؒ کے الفاظ میں جب وہ سماں یاد آتا ہے تو سوائے گریہ کے کچھ اور نہیں سوجھتا ' بھی کہا کرتا ہوں۔ ؎

جانے کیا سحر تری چشم فسوں ساز میں ہے

آپ نے مارچ ۱۹۶۲ء کو وفات پائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولوی منفعت علی وکیل سہارنپوری ؒ

آپ کی پیدائش ضلع مظفر نگر میں ۱۸۸۴ء میں ہوئی' ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی نماز روزے کا بچپن سے ہی شوق تھا اور میٹرک کرنے سے پہلے ہی آپ نے حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے دست حق پر بیعت کرلی تھی' آپ نے ۱۹۱۲ء میں علی گڑھ کالج سے بی اے اور ۱۹۱۴ء میں بی اے ایل ایل بی کیا اور ہمیشہ نمایاں پوزیشن حاصل کی' اگست ۱۹۱۴ء سے سہارنپور میں وکالت شروع کی' ایام تعطیلات اکثر حضرت تھانوی ؒ کی خدمت میں گزارتے اور اسی دوران میں آپ نے مولانا محمد یحیی کاندھلوی ؒ سے عربی کی تعلیم حاصل کی' ۱۹۳۱ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے اس وقت اسٹیشن پر اس قدر ہجوم تھا کہ لوگوں کا کہنا تھا کہ جب حضرت رائپوری ؒ حج کے لئے تشریف لے گئے تھے تب ہی اتنا ہجوم دیکھنے میں آیا تھا' حضرت تھانوی ؒ آپ سے بے حد محبت فرماتے تھے اور حضرت تھانوی ؒ کے سہارنپور آمد کے وقت قیام آپ کے یہاں ہی ہوتا تھا' ۱۹۳۷ء میں آپ نے جب مسلم لیگ کے ٹکٹ پر یوپی اسمبلی کا انتخاب لڑا تھا تو حضرت تھانوی ؒ نے ایک استفسار کے جواب میں کہا تھا کہ مولوی منفعت علی کو ووٹ دیا جائے اور یہ حضرت ؒ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ آپ کو الیکشن میں کامیابی حاصل ہوئی۔

آپ کے والد اور والدہ بھی حضرت تھانوی ؒ سے بیعت تھے' حضرت تھانوی ؒ نے آپ کو اپنے مجازین صحبت میں شامل کیا تھا' آپ کو حضرت تھانوی ؒ سے زمانہ طالب علمی ہی میں عقیدت پیدا ہوگئی تھی اور جب آپ حضرت ؒ کو کوئی ہدیہ پیش کرتے تو آپ واپس کرتے ہوئے فرماتے کہ:

> "ابھی تو تمہارا مجھ پر حق ہے اور فرمایا کہ اگر میں اسی طرح
> سے ہدیہ لینے لگوں تو سونے کی دیواریں کھڑی کرلوں۔"

ایک مرتبہ جب حضرت تھانوی ؒ نے لاہور کا سفر اختیار فرمایا اور واپسی پر آپ سہارنپور تشریف لے گئے تو اسٹیشن سے اتر کر سیدھے آپ کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں کچھ دیر ٹھہر کر شربت نوش فرمایا پھر مدرسہ مظاہر العلوم تشریف لے گئے واپسی پر

مولانا ظہور الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اطلاع دی کہ مولانا رحم علی صاحب نے دعوت کا انتظام کیا ہے مگر مولوی منفعت علی صاحب کو افسوس ہے کہ میں اس سعادت سے محروم رہا جاتا ہوں، اس پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"منفعت پر رحم مقدم ہے۔"

بہرحال آپ اپنے شیخ کے عاشق، متبع سنت، سادہ مزاج، اور قناعت پسند تھے، آپ نے ۵ فروری ۱۹۶۱ء کو کراچی میں رحلت فرمائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت بابا نجم احسن نگرامیؒ

آپ قصبہ نگرام ضلع لکھنؤ میں ۱۳۱۰ھ میں پیدا ہوئے' آپ کے والد حافظ محمد احسن صاحبؒ نگرامی مرحوم اپنے دور کے ممتاز ادیب و شاعر تھے' ابتدائی تعلیم و تربیت گھر میں ہوئی پھر انگریزی تعلیم کے لئے لکھنؤ گئے ۔ آپ نے ۱۹۱۶ء میں لکھنؤ سے بی اے اور ۱۹۱۸ء میں ایل ایل بی الہ آباد سے کیا' پھر اپنے والد کے حکم پر حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے روحانی تعلق قائم کیا' حضرتؒ سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا' حضرتؒ بڑی محبت و شفقت سے تعلیم و تربیت فرماتے رہے' ۱۹۲۶ء میں آپ بہ اجازت حضرتؒ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضرتؒ کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل کیا' کچھ روز قیام رہا اور مہمان بھی حضرتؒ ہی کے رہے' دوسری بار کی حاضری میں دست بدست بیعت کا شرف حاصل ہوا' اور غالباً پانچویں یا چھٹے سال حضرتؒ نے مجاز صحبت کا اعزاز بخشا' آپ کا حضرت حکیم الامتؒ سے یہ تعلق ۱۹۲۶ء سے ۱۹۴۳ء تک سترہ سال قائم رہا' حضرتؒ کی ہر ہر ادا پسند آئی اور ساری عمر حضرتؒ کے مسلک کے مطابق گزاری' ۱۹۵۲ء میں آپ ہندوستان سے کراچی آگئے اس دوران کئی بزرگوں سے اصلاح و تربیت کا سلسلہ جاری رکھا اور ان کی طرف سے اجازت بیعت بھی حاصل ہوئی' آپ ۱۹ رمضان ۱۳۹۶ھ کو فوت ہوئے ۔

آپ ایک عارف کامل ہونے کے ساتھ ایک عظیم شاعر بھی تھے' شعر و سخن سے دلچسپی آپ کو شروع ہی سے تھی اور آپ کے ہاں باقاعدگی سے روزانہ مغرب کے بعد تقریباً نصف شب تک اہل ذوق کی نشست رہتی تھی' اپنے شیخ حضرت تھانویؒ کی رحلت کے بعد اکثر یہ غزل احباب کے سامنے پیش کرتے رہتے تھے' چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

ہونٹوں کا تبسم یاد آیا' آنکھوں کا تبسم یاد آیا
آواز کے نغمے یاد آئے لہجے کا ترنم یاد آیا
مخمور ہوائیں یاد آئیں پر کیف فضائیں یاد آئیں
باتوں کی شرابیں یاد آئیں نازوں کا تکلم یاد آیا

تقوے کی طہارت اپنی جگہ توبہ کی صداقت اپنی جگہ
لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ پھر مے سے بھرا خم یاد آیا
وہ ہائے تحیر مستی کا وہ مہر بہ لب سا ہو جانا
اس بزم میں اپنا اے احسن ہو جانا وہ گم گم یاد آیا

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا نذیر احمد کیرانوی ؒ

آپ کیرانہ ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے آپ کے والد سید ممتاز علی صاحب کاشتکاری کیا کرتے تھے' ابتدائی تعلیم مظفر نگر میں حاصل کرنے کے بعد ایک عربی مدرسہ موضع گڑھی پختہ متصل تھانہ بھون میں داخل ہوئے پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا جہاں سے آپ نے دستار فضیلت حاصل کی' طالب علمی کے زمانہ ہی سے حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی خدمت میں حاضری ہوتی رہی پھر دیوبند سے فراغت کے بعد حضرت شیخ الہند ؒ کے حکم سے رئیس بجنور کے بچوں کو پڑھاتے رہے پھر مظفر نگر میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور پھر حضرت شیخ الہند کے حکم کے مطابق آخر دم تک مظفر نگر کے اسی مدرسہ سے وابستہ رہے' درس و تدریس کے علاوہ وعظ و تلقین آپ کا مستقل مشغلہ رہا' تقویٰ و طہارت میں یگانہ تھے' امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر شدت سے عامل تھے' حق بات کہنے سے کبھی نہ چوکتے تھے' کسی امیر و غریب کی رو رعایت کئے بغیر کلمہ حق ادا کرتے تھے' آپ حقوق العباد کا بھی بہت خیال فرماتے تھے اپنے دشمنوں سے بھی عفو کرم سے کام لیتے تھے' ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ کو زہر دے دیا' آپ کیرانہ تشریف لائے' اور مولوی محبوب الٰہی صاحب سے جن کو آپ سے بے حد انس و محبت تھی اپنا علاج کروایا' مگر اس شخص کا نام ظاہر نہ کیا اور نہ ہی کوئی انتقام لیا۔ آپ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے مجاز صحبت تھے' ساری حیات حضرت ؒ کی تعلیمات و ارشادات پر عمل کیا اور دینی و علمی و اصلاحی خدمات میں مصروف رہے اور ۸ دسمبر ۱۹۵۸ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مجازین خلفاء

اور

ممتاز متوسلین

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی ؒ

آپ قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر کے ایک رئیس خاندان سے تعلق رکھتے تھے' آپ نسباً صدیقی تھے' آپ کے والد مکرم مولانا ظہور الحق صاحب ؒ ایک جید عالم دین اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ کے متوسلین میں سے تھے' آپ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۵ء میں شہر اناوہ میں پیدا ہوئے پھر ہوش سنبھالتے ہی اپنے ماموں حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی خدمت میں تھانہ بھون آگئے اور دس بارہ سال کی عمر میں حضرت حکیم الامت ؒ کی زیر نگرانی قرآن مجید حفظ کیا پھر انہی کے حکم پر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے جہاں حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب ؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ؒ کی خصوصی شفقت و عنایت کا مرکز بنے رہے' بعد ازاں مرکز علوم اسلامیہ دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۷ء میں حدیث و تفسیر' فقہ و ادب و معانی' فلسفہ و کلام' اور جملہ علوم دینیہ میں امتیازی حیثیت کے ساتھ نمبر اول کی سند فراغ حاصل کی' دیوبند سے فراغت کے بعد الہ آباد یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی دونوں جگہ سے فاضل و مولوی فاضل پاس کیا' دار العلوم دیوبند میں آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ' علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ' مفتی محمد شفیع ؒ' مولانا اعزاز علی امروہی ؒ' مولانا محمد ابراہیم بلیاوی ؒ اور علامہ شمس الحق افغانی ؒ قابل ذکر ہیں' فراغت تعلیم کے بعد حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی قائم کردہ مجلس دعوۃ الحق کے پروگرام کے مطابق آپ نے جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں بالخصوص مرکزی حکومت ہند سے متعلق سرکاری ملازمین میں تبلیغی کام کا آغاز نئی دہلی میں خواجہ میر درد کی مسجد سے فرمایا جہاں پر یومیہ درس قرآن دیا کرتے تھے اور ہر جمعہ کو کونسل چیمبر کے پاس نئی دہلی کی جامع مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے آنریری طور پر مولانا کا خطاب ہوتا تھا جس میں مرکز کے سرکاری افسران کے علاوہ مرکزی اسمبلی اور کونسل آف اسٹیٹ کے ممبران بڑی تعداد میں شریک ہوتے تھے' جس میں خواجہ ناظم الدین' مولانا ظفر علی خان' مولوی تمیز الدین' سردار عبد الرب نشتر' سر عبد العلیم غزنوی' اور سر عثمان وغیرہ حضرات بڑے شوق و ذوق کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔

تحریک پاکستان کے زمانہ میں حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے سیاسی نظریات

کے مطابق آپ نے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ﷫ کی قیادت میں جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے دوقومی نظریہ کی تائید وحمایت میں بڑی سرگرمی سے کام کیا پھر قیام پاکستان سے آٹھ روز قبل حضرت شیخ الاسلام علامہ عثمانی ﷫ کے ہمراہ کراچی تشریف لائے اور مہاجرین کی آبادکاری میں نمایاں عملی حصہ لیا' جامع مسجد جیکب لائنز میں خطابت شروع کی جو ایک مختصر سی مسجد تھی لیکن آج کراچی کی عظیم الشان مساجد میں شمار ہوتی ہے' یہ آپ کی مقناطیسی شخصیت کا نتیجہ ہے' قیام پاکستان کے بعد سب سے بڑا اور اہم کام دستور اسلامی کی ترتیب وتدوین کا مسئلہ تھا' اس میں شیخ الاسلام علامہ عثمانی ﷫ مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع ﷫ اور مولانا ظفر احمد عثمانی ﷫ کے بعد سب سے اہم کردار مولانا احتشام الحق تھانوی ﷫ نے ادا کیا' ۱۹۵۱ء میں آپ نے ہر مکتبہ فکر کے جید علماء کرام کو اپنی رہائش گاہ پر جمع کیا اور متفقہ طور پر اسلامی مملکت کے بائیس اصول بائیس نکات کی شکل میں مرتب کئے جو آپ کی زندگی کا نادر کارنامہ ہے اور ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہے گا' پھر عائلی کمیشن میں اختلافی نوٹ مولانا کی حق گوئی کا منہ بولتا ثبوت ہے علاوہ ازیں پاکستان میں علوم دینیہ کی ایک مرکزی دینی درسگاہ کے قیام کی ذمہ داری اور اہتمام آپ کا عظیم کارنامہ ہے آپ نے اپنی اعلیٰ قابلیت وصلاحیت کے ساتھ ٹنڈو الہ یار میں ایک مرکزی دارالعلوم قائم کیا جو پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کا ثانی کہلایا اور ملک وبیرون ممالک کے ہزاروں طلباء نے یہاں سے اکتساب فیض کیا' آپ نے عرصہ دراز تک ریڈیو پاکستان سے درس قرآن دیا جسے پوری اسلامی دنیا بڑے ذوق وشوق سے سنتی رہی ہے' آپ کی تفسیر قرآن' بالاقساط روزنامہ جنگ کراچی میں شائع ہوتی رہی ہے' آپ پاکستان کے عظیم خطیب اور ملت اسلامیہ کے عظیم رہنما تھے ساری زندگی تبلیغ واصلاح میں بسر کی' بیعت کا تعلق حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ سے تھا اور اجازت وخلافت حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ﷫ کی طرف سے تفویض کی گئی' آپ نے ہزاروں افراد کی اصلاح فرمائی' اور آخر دم تک دین اسلام کی خدمت میں مصروف رہے اور ۱۱ اپریل ۱۹۸۰ء کو آپ نے رحلت فرمائی' جامع مسجد جیکب لائن کراچی کے احاطہ میں تدفین عمل میں آئی' حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

(ماخوذ حیات احتشام)

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن ﷫

آپ ۱۹۳۹ء میں سہارنپور میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری ﷫ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں صدارت تدریس کے منصب پر فائز تھے' ابتدائی تعلیم مدرسہ مظاہر العلوم میں حاصل کی پھر قیام پاکستان کے بعد آپ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں داخل ہوئے اور حفظ قرآن سمیت درس نظامی کی متعدد کتب یہیں پڑھیں پھر جامعہ خیر المدارس ملتان میں پڑھتے رہے بعد ازاں جب حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری ﷫ نے کراچی میں جامعہ العلوم اسلامیہ کی بنیاد رکھی تو جامعہ کی امتیازی خصوصیات کا سن کر آپ کراچی تشریف لے آئے تاکہ مزید تعلیم حضرت علامہ بنوری ﷫ کی نگرانی میں حاصل کریں' چنانچہ آپ نے دورہ حدیث کی کتب حضرت بنوری ﷫ کی نگرانی میں جامعہ العلوم الاسلامیہ کراچی سے پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی' فراغت کے ساتھ ہی حضرت علامہ بنوری ﷫ نے جامعہ میں مدرس اور مفتی کے منصب پر سرفراز کیا' ابتدائی سالوں میں ہی آپ ترقی کرتے ہوئے اونچے درجہ کے اساتذہ کی صف میں شامل ہوگئے۔

حضرت علامہ مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:

> "مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب ﷫ برصغیر کے مشہور عالم و عارف حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب کاملپوری ﷫ کے فرزند ارجمند تھے اور شیخ الحدیث حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری ﷫ کے داماد' اس طرح نسب اور مصاہرت دونوں جہتوں سے ان کو بڑی عظیم نسبتیں حاصل تھیں' ان کے والد ماجد حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب ﷫ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ﷫ کے اجل خلفاء میں سے تھے اور حضرت ﷫ کے خلفاء میں آپ کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ حضرت ﷫ نے آپ کو بیعت سے پہلے ہی خلافت عطا فرمادی تھی' آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے والد ماجد ﷫ کے فیوض سے

نوازا، اور اس کے بعد حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ؒ سے تلمذ اور استفادے کی دولت عطا فرمائی، حضرت بنوری ؒ کی مسلسل صحبت حاصل ہوئی، یہاں تک کہ حضرت بنوری ؒ نے اپنی صاحبزادی کا عقد بھی ان کے ساتھ کر دیا، آپ نے حضرت بنوری ؒ سے علم حدیث میں استفادے کے علاوہ حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ؒ سے افتاء کی تربیت حاصل کی، حضرت بنوری ؒ کی حیات طیبہ کے دوران انہوں نے عموماً کم آمیزی کی زندگی گزاری، لیکن حضرت ؒ کی وفات کے بعد جب مدرسے کے انتظام واہتمام کی تمام تر ذمہ داریاں ان کے کاندھوں پر آگئیں تو انہوں نے اپنی زندگی مدرسے اور اس کے متعلقہ امور کے علاوہ دین کی نشر و اشاعت کے لئے وقف کر دی، حضرت بنوری ؒ کے علمی و عملی مقام بلند کی وجہ سے ان کے قائم کردہ مدرسے کو اپنے تعلیمی معیار اور وقار کے لحاظ سے دینی مدارس میں ایک امتیاز حاصل تھا اور حضرت ؒ کی وفات کے بعد اس اعلیٰ معیار کو برقرار رکھنا آسان نہ تھا لیکن مفتی احمد الرحمٰن صاحب ؒ نے اپنی متواتر جدوجہد سے مدرسے کو اسی معیار پر قائم رکھنے کی پوری کوشش فرمائی، اور جامع مسجد بنوری ٹاؤن کے علاوہ شہر کے متعدد دوسرے مقامات پر بھی مدرسے کی ایسی شاخیں قائم فرمائیں جو خود مستقل مدارس کی حیثیت رکھتی ہیں۔

مدرسے کی خدمات کے علاوہ مفتی صاحب ؒ مسلمانوں کے اجتماعی امور میں بھی گہری دلچسپی لیتے تھے، اور ان کی فعال زندگی دین کے مختلف شعبوں میں گوناگوں خدمات کے لئے وقف ہوگئی تھی، آپ "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے نائب صدر بھی تھے اور "سواد اعظم اہلسنت" کے ناظم اعلیٰ بھی اور اب

حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی ﷫ کی وفات کے بعد "وفاق المدارس عربیہ" کے ناظم اعلیٰ کی ذمہ داریاں بھی انہی کے کندھوں پر آگئی تھیں ' ان میں سے ہر کام ایسا ہے جو ہمہ وقتی توجہات اور مصروفیات کا طالب ہے لیکن مفتی صاحب ﷫ کی متحرک شخصیت ان تمام ذمہ داریوں کو حسن و خوبی کے ساتھ نبھا رہی تھی 'ان ذمہ داریوں سے عہدہ بر آہونے کے لئے ان کو ملک اور بیرون ملک طویل سفر بھی پیش آئے اور اس طرح ان کی خدمات کا دائرہ نہ صرف برصغیر بلکہ افریقہ اور یورپ کے علاقوں تک پھیل گیا تھا۔

آپ کا روحانی تعلق حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری ﷫ خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ سے تھا اور آپ ان کے مجاز بیعت اور خلیفہ تھے 'حضرت مولانا فقیر محمد صاحب ﷫ کی شخصیت اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت تھی کہ اس پر حق شکر ادا نہیں ہو سکتا 'بلکہ حضرت حکیم الامت ﷫ کے کاروان مقدس کا ہر فرد اپنی اپنی جگہ رشد و ہدایت کی شمع روشن کئے ہوئے تھا اور حضرت حکیم الامت ﷫ کے تمام خلفاء و مجازین نے اپنے اپنے حلقوں میں تعمیر انسانیت اور افراد سازی کی وہ خدمات انجام دی ہیں کہ ان میں سے ایک ایک شخص کی خدمات بڑی بڑی جماعتوں کے کام پر بھاری ہیں 'مفتی صاحب ﷫ نے بھی حضرت ﷫ کے خلیفہ خاص حضرت مولانا فقیر محمد صاحب ﷫ سے اصلاح و تربیت کا سلسلہ قائم کر کے پوری زندگی تعلیمات تھانوی ﷫ کے مطابق گزاردی اور پھر اچانک دل کا دورہ پڑنے سے ۴ ارجب المرجب ۱۴۱۱ھ / ۳۱ جنوری ۱۹۹۰ء کو مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

(ماخوذ از نقوش رفتگاں)

حضرت مولانا ارشاد احمد فیض آبادی ﷫

آپ دسمبر ۱۹۲۱ء میں موضع کوڑھا تحصیل بیکا پور ضلع فیض آباد میں مفتی محمد ابراہیم صاحب ﷫ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی پھر دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور تمام علوم وفنون کی تکمیل کی ۱۳۶۶ھ میں اکابر اساتذہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی' آپ کے اساتذ میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی ﷫' حضرت مولانا اعزاز علی امروہی ﷫' حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی ﷫' اور حضرت مولانا عبد السمیع دیوبندی ﷫ شامل ہیں۔

فراغت کے بعد آپ دار العلوم دیوبند کے شعبہ تبلیغ سے منسلک ہوئے اور پورے ملک میں آپ نے تبلیغی دورے شروع کئے اور آخر تک یہی سلسلہ رہا۔ آپ نے ملک بھر میں باطل نظریات کے خلاف آواز بلند کی اور جب تک احقاق حق اور ابطال باطل نہ کر لیتے آپ کو سکون نہ ملتا تھا۔

آپ نے اپنا اصلاحی تعلق حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی ﷫ سے قائم کیا تھا اور انہی سے آپ کو خلافت و اجازت کا شرف حاصل تھا۔ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ ﷫ آپ پر بہت اعتماد فرماتے تھے' اکثر اپنی مجلس میں آپ کو اپنی ترجمانی کے لئے کھڑا کر دیتے تھے اور آپ کے دلنشین انداز بیان پر بہت تحسین فرماتے تھے۔

آپ کی زندگی سراپا جہد و عمل تھی' عبادت و ریاضت' تلاوت قرآن' اور مسجد میں نماز باجماعت آپ کی خصوصیات میں سے ہیں۔

آپ نے ۸ ارجب المرجب ۱۴۰۹ھ کو وفات پائی۔

(ماخوذ ماہنامہ دار العلوم دیوبند وفیات نمبر)

حضرت مولانا اشرف علی کمرلائی

آپ بنگلہ دیش کے ضلع کمرلا کے رہنے والے ہیں' آپ نے ۱۳۶۴ھ میں دار العلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی اور ۱۳۶۵ھ سے تدریس کا آغاز کیا۔مدرسہ لاوڑی دار العلوم جرلاکھ پور ییز مدرسہ ہیبت نگر کے مدرسہ عالیہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکے ہیں' اور درس نظامی کی تقریباً ساری ہی کتابیں پڑھانے کا آپ کو اتفاق ہوا ہے' بنگال میں سینکڑوں طلباء آپ سے دینی وعلمی فیض حاصل کر چکے ہیں اپنے علاقے میں فتویٰ نویسی کا اہم کام بھی انجام دیتے ہیں اور میدان مناظرہ میں اپنی صلاحیتوں کے غیر معمولی جوہر دکھا کر اہل علم سے داد وتحسین حاصل کر چکے ہیں' بنگلہ زبان کے فصیح البیان اور پرجوش مقرر ہونے کے ساتھ آپ ایک کامیاب مضمون نگار مترجم اور مصنف بھی ہیں 'عرصہ ہوا جب آپ نے شمائل ترمذی اور صحیح بخاری شریف کے ترجمے بنگلہ زبان میں شروع کئے تھے امید ہے کہ وہ شائع ہوگئے ہوں گے۔

آپ نے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا تھا پہلے بیعت کا شرف حاصل کیا اور پھر خلافت و اجازت سے نوازے گئے' آپ ایک عالم باعمل ہیں اور حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے مسلک و مشرب کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں اور درس وتدریس کے علاوہ تقریر وخطابت وعظ وتلقین' دینی و سماجی اصلاح وفلاح اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ سے بنگال میں قابل قدر خدمات انجام دے رہے ہیں' مرکزی جمعیت علماء اسلام ونظام اسلام پارٹی کے ناظم اعلیٰ بھی رہے ہیں اور ملک میں اسلامی نظام حکومت قائم کرانے کے لئے کوشاں رہے ہیں۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا قاری اظہار احمد تھانوی

آپ ۷ ۱۹۲ء کو تھانہ بھون میں حافظ اعجاز احمد صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن مدرسہ امداد العلوم اشرفیہ تھانہ بھون سے کیا اور عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم بھی وہیں حاصل کی' یہاں کے اساتذہ میں مولانا امیر احمد میرٹھی' مولانا محی الدین بنگالی' مولانا مدثر بنگالی' مولانا سراج احمد امروہی ؒ اور مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی ؒ شامل ہیں' پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۴۳ء میں آپ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء کو دورہ حدیث حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ؒ' مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری ؒ' مولانا اسعد اللہ رامپوری ؒ' مولانا عبد الشکور کاملپوری ؒ' مولانا عبد اللطیف اور مولانا قاری سعید احمد سے پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

تقسیم ملک کے بعد آپ پاکستان آگئے اور یہاں ۱۹۵۲ء میں منشی فاضل اور ۱۹۵۵ء میں مولوی فاضل کے امتحانات پاس کئے' ۱۹۵۳ء میں استاذ القراء حضرت مولانا قاری عبد المالک صاحب ؒ سے علم قرات کی تحصیل شروع کی اور ۱۹۵۹ء میں قرات عشرہ کی تکمیل کر کے سند حاصل کی۔

فراغت کے بعد دار العلوم الاسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں بطور استاذ عربی آپ کا تقرر ہوا اور دس سال تک مسلسل پڑھاتے رہے پھر چلیانوری مسجد لاہور میں گیارہ سال تک صدر شعبہ تجوید رہے۔ ۱۹۶۴ء میں حضرت قاری فضل کریم صاحب کی دعوت پر مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور میں تشریف لے گئے اور اب تک وہیں اعلیٰ تدریسی خدمات میں مصروف ہیں اور شعبہ تجوید کے سربراہ ہیں' آپ نے متعدد تصانیف بھی تالیف کی ہیں جو بہت مفید ہیں۔

آپ کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری ؒ سے رہا اور ان کے بعد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ سے بیعت کی اور خلافت و اجازت حاصل کی' اور اب انہی بزرگوں کی ہدایات کے مطابق تبلیغ و اصلاح میں مصروف ہیں۔

حضرت الحاج اعجاز علی ایٹوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ضلع ایٹہ یوپی انڈیا کے رہنے والے تھے ایک عرصہ سے سکھر میں مقیم تھے' آپ حضرت اقدس مسیح الامت مولانا شاہ مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے' بڑی برگزیدہ اور صاحب نسبت شخصیت تھی ` تقریباً ہر سال پیرانہ سالی میں بھی اپنے شیخ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں تین ماہ کے لئے جلال آباد حاضر ہوتے' آپ کو اپنے شیخ سے عشق کے درجہ میں محبت تھی۔ دو سال قبل جب جلال آباد حاضر ہوئے تو حضرت مسیح الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

> "حاجی صاحب اب آپ بہت کمزور ہوگئے ہیں' بینائی بھی بہت کمزور ہوگئی ہے سفر بھی بہت لمبا اور کٹھن ہے ہر سال نہ آیا کریں کبھی کبھی آجایا کریں۔ عرض کیا کہ حضرت جی! جب تک ٹانگوں میں جان ہے انشاء اللہ حاضر ہوتا رہوں گا' فرمایا بہت اچھا آپ کی مرضی!؟"

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ معمولات کے بڑی سختی سے پابند تھے' نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے' آپ نے اپنے آپ کو حضرت مسیح الامت رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ کبھی ظاہر نہیں کیا بلکہ اپنے کو ان کا خادم بتلاتے تھے ` بہت سے لوگوں کے علم میں بھی نہ تھا کہ آپ حضرت مسیح الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے' افسوس ہے کہ ماہ جنوری ۱۹۹۳ء کو آپ وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا اکبر علی سہارنپوری ﷫

آپ ۱۳۲۶ھ میں شیخ احسان علی بن شیخ شیر علی کے گھر سہارنپور میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۳۴۲ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ۱۳۴۷ میں درس نظامی کا مکمل نصاب پڑھ کر مظاہر العلوم سے سند الفراغ حاصل کی' آپ کے ممتاز اساتذہ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ﷫' حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب ﷫' حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ﷫' حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری ﷫ اور حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ﷫ قابل ذکر ہیں' فراغت کے بعد ۱۳۴۸ھ سے مدرسہ مظاہر العلوم ہی سے تدریس کا آغاز کیا اور پورے تیس سال تک ۱۳۷۷ھ تک تمام علوم و فنون کی کتب زیر درس رہیں۔ ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۷ء میں مظاہر العلوم سہارنپور سے مستعفی ہو کر پاکستان آگئے اور یہاں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ کی دعوت پر دار العلوم کراچی میں استاذ حدیث کی حیثیت سے کوئی بیس سال تک دورہ حدیث تک کی کتابیں پڑھاتے رہے۔

حضرت علامہ جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں کہ :

> "استاذ محترم حضرت مولانا اکبر علی صاحب ﷫ دار العلوم کراچی کے بزرگ ترین استاذ تھے انہوں نے مظاہر العلوم سہارنپور کے اکابر علماء سے براہ راست علم دین حاصل کیا پھر پچاس سال علوم دینیہ کی تدریس میں مصروف رہے وہ ان خوش نصیب اہل علم میں سے تھے جنہیں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ﷫ اور حضرت مولانا محمد یحیی صاحب کاندھلوی ﷫ کی زیارت اور ان سے استفادے کی سعادت بھی ملی تھی' انہوں نے مسلسل تیس سال تک مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں علمی و تدریسی خدمات انجام دیں اور قیام مظاہر العلوم کے دوران حضرت مولانا کے ہاتھوں

اطراف عالم کے ہزارہا شاگرد عالم بنے جو اپنے اپنے حلقوں میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ۱۳۷۷ھ میں جب دار العلوم کراچی کا قیام عمل میں آیا تو احقر کے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ کی دعوت پر حضرت مولانا نے یہاں فرائض تدریس انجام دینا منظور فرمایا اور پھر آخر دم تک دار العلوم ہی میں مصروف تدریس رہے اور اس طرح استاذ مکرم کی تدریس کو پورے پچاس سال مکمل ہوگئے، اس نصف صدی کے دوران بڑے بڑے علماء نے حضرت مولانا ؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔"[1]

"تدریس کے ساتھ آپ نے تصنیف کا کام بھی کیا ہے آپ نے کئی علمی کتابیں تالیف کی ہیں مگر آپ کی زندگی کا سب سے قیمتی شاہکار اور وقت کی سب سے بڑی ضرورت حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی ؒ کی مشہور تصنیف "اظہار الحق" ہے جو عربی کی دو مبسوط جلدوں پر مشتمل ہے اس کا اردو ترجمہ "بائیبل سے قرآن تک" کے نام سے تین جلدوں میں سترہ سو اکتالیس صفحات پر مشتمل ہے، لندن ٹائمز نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اگر یہ کتاب اسی طرح طبع ہوتی رہی تو مذہب عیسائیت کی ترقی بند ہو جائے گی، اب تک اردو کا دامن اس بیش بہا کتاب سے خالی تھا، اور شکر کا مقام ہے کہ مدرسہ مظاہر العلوم کے ایک لائق فرزند نے اس خلاء کو پر کر دیا ہے۔"[2]

---

[1] البلاغ کراچی جنوری ۱۹۷۷ء
[2] تاریخ مظاہر العلوم

"آپ کاسلسلہ بیعت حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ سے منسلک تھا آپ نے عرصہ دراز تک حضرت حکیم الامت ؒ کی صحبت اٹھائی اور مدتوں تک ان سے اصلاح و تربیت کاسلسلہ جاری رکھا' آپ فرماتے تھے کہ :

"مجھے بحمد اللہ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی مجلسوں میں بکثرت حاضر ہونے کا شرف ملا' وہاں حضرت ؒ کے بہت سے خلفاء کو بھی دیکھا لیکن اپنے شیخ حضرت تھانوی ؒ کے ساتھ والہیت کا جو تعلق میں نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ؒ میں دیکھا وہ حضرت مجذوب صاحب ؒ کے سوا کسی اور میں نظر نہیں آیا"۔[۵]

بہرحال آپ بھی کاروان تھانوی ؒ کے ایک ممتاز رکن تھے ساری عمر حضرت تھانوی ؒ ہی کے طریق کے مطابق زندگی گزاری اور خدمت دین میں مصروف رہتے ہوئے ۲۲ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ءمیں اس دار فانی سے رخصت ہوگئے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

حق تعالیٰ شانہ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

---

[۵] البلاغ مفتی اعظم نمبر

حضرت مولانا میر امام الدین ہاشمی ﷺ

آپ ۱۸۹۱ء میں اپنے آبائی وطن تعلقہ اوسہ ضلع عثمان آباد میں پیدا ہوئے۔ اردو فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ریاست حیدر آباد دکن کے محکمہ امور مذہبی میں اہم عہدہ پر فائز ہوئے اور وہیں سے پچپن سال کی عمر میں ریٹائرڈ ہوئے' ملازمت کے دوران بلاوجہ رخصت نہ لیتے تھے وقت کے بڑے پابند اور حقوق العباد کا بڑا خیال کرتے تھے' ہر سال بڑی پابندی کے ساتھ حضرت حکیم الامت تھانوی ﷺ کی خدمت میں تھانہ بھون حاضر ہوتے اور ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اپنے گھر کے سامنے کی مسجد میں اعتکاف کرتے اور اسی مسجد میں روزانہ بعد نماز عصر درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے' عشاء کی نماز کے بعد گھر پر تفسیر القرآن کا سلسلہ جاری تھا' لوگوں سے بڑی خوشدلی سے ملتے اور نہایت شفقت ومحبت کا برتاؤ رکھتے تھے' آپ کا اصلاحی تعلق حضرت حکیم الامت تھانوی ﷺ سے تھا اور ان کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷺ سے تعلق قائم کیا اور حضرت مفتی صاحب ﷺ کی طرف سے خلیفہ اول ہونے کا شرف حاصل کیا' آپ رشد وہدایت کے اعلیٰ مقام پر تھے اور تبلیغ و ارشاد میں ایک خاص ملکہ تھا' سینکڑوں لوگوں کی آپ کے ذریعہ اصلاح ہوئی اور کئی غیر مسلم پکے اور سچے مسلمان بنے' ماشاء اللہ آپ صاحب اولاد تھے' آپ کے سب لڑکے زیور تعلیم سے آراستہ ہیں' بڑے لڑکے مولانا سید احتشام الدین ہاشمی نے دار العلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی تھی دوسرے لڑکے سید علیم الدین ہاشمی بھی علوم شرقیہ سے آراستہ ہیں' اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ﷺ کے مرید ہیں' آپ نے تقریباً ۶۵ سال کی عمر میں حیدر آباد دکن میں ۱۹۵۶ء میں وفات پائی' اور محلہ کے قریب ہی ریلوے پٹڑی کے اس پار قبرستان میں دفن کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

(مضمون البلاغ مفتی اعظم نمبر سے اخذ کیا گیا ہے)

جناب حکیم امداد اللہ احمد ذکی

آپ بیڈ صوبہ اورنگ آباد ریاست حیدر آباد دکن کے رہنے والے ہیں' آپ کے والد مکرم مولانا حافظ حمید اللہ صاحب حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے مرید اور دیندار بزرگ تھے۔ آپ ۳ فروری ۱۹۲۲ء میں اپنے شہر بیڈ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ اورنگ آباد کالج سے سند حاصل کی۔ ۱۹۴۴ء میں نظامیہ طبی کالج حیدر آباد دکن سے طبیب مستند کا امتحان پاس کیا اور آصف جاہ سابع کے ہاتھ سے انعامی کتابیں اور تمغے حاصل کئے پھر کراچی یونیورسٹی سے معارف اسلامی میں ایم۔اے کیا ہے۔ ۱۹۴۹ء سے سرکاری ملازمت محکمہ تحفظ نباتات میں آگئے اور اب تک اسی جگہ کام کررہے ہیں۔ ۱۹۵۲ء میں اپنے محلہ میں مدرسہ القرآن قائم کیا جس میں اولا علامہ سید سلیمان ندوی ﷫ اور بعدہ مولانا حکیم عبد الجبار کی نگرانی میں کام کرتے رہے اور اب تک حسبۃللہ اللہ قرآن پاک اور فقہ کی تعلیم دے رہے ہیں۔

آپ کا صوفیانہ مسلک حضرت حکیم الامت تھانوی سے منسلک ہے۔ ۱۹۴۲ء میں آپ علامہ سید سلیمان ندوی ﷫ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور انہی سے اصلاح کرواتے رہے' انہوں نے آپ کو اپنا مجاز صحبت بنایا ان کے وصال کے بعد آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ سے دل کا تعلق جوڑا اور آخر میں ان کی طرف سے بھی آپ کو اجازت بیعت عطا ہوئی اور چند تبرکات سے بھی نوازے گئے۔ آپ کو بچپن ہی سے شعروشاعری کا ذوق ہے اور اچھے شعراء میں شمار ہوتے ہیں' آپ کے قصائد وقطعات ملک کے رسائل و مجلات میں اکثر چھپتے رہتے ہیں بہت سی نعتیں اور نظمیں شائع ہوئی ہیں۔ اپنے شیخ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ کے وصال پر بھی آپ کے اردو قطعات البلاغ اور دیگر رسائل میں چھپے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی بشیر احمد کشمیری

آپ ۱۹۴۳ء کو کفل گڑھ تحصیل باغ ضلع پونچھ کشمیر میں پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی' ۱۹۵۹ء میں میٹرک کا امتحان دیا پھر دار العلوم پلندری میں داخلہ لیا اور مولانا محمد یوسف خان سے درس نظامی کی کتب پڑھیں' اعلیٰ تعلیم کے لئے دار العلوم کراچی میں داخلہ لیا اور تعلیم مکمل کی' ۱۹۶۸ء میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷺ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی' اسی سال ایف اے کا امتحان بھی پاس کیا' فراغت کے بعد دار العلوم ہی میں مدرس ہوگئے اور ساتھ ہی افتاء کا کام حضرت مفتی صاحب ﷺ کی نگرانی میں کرتے رہے' علاوہ ازیں تخصص فی الفقہ میں بھی داخل رہے' دو سال تک تعلیم و تعلم کے بعد افتاء اور تدریس کرتے رہے۔ ۱۹۷۲ء میں سردار عبد القیوم خان صدر آزاد کشمیر نے محکمہ افتاء کو فعال بنانے کا ارادہ کیا تو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ﷺ نے آپ کو اپنے وطن کشمیر میں کام کرنے کے لئے روانہ کیا اور ساتھ ہی سردار عبد القیوم خان کو ایک خط بھی لکھا' چنانچہ حضرت مفتی صاحب ﷺ کے حکم پر آپ محکمہ افتاء سے منسلک ہوگئے' اسلامی قوانین کی ترتیب میں آپ شریک رہے اور مسودے کو آخری شکل دینے میں کافی محنت کی' آپ اس وقت تحصیل باغ کے قاضی ہیں اور محکمہ عدلیہ سے متعلق ہیں' دفتر اوقات کے علاوہ دار العلوم باغ ضلع پونچھ میں پڑھانے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ آپ کا صوفیانہ مسلک حضرت حکیم الامت تھانوی ﷺ کے سلسلہ اشرفیہ سے منسلک ہے۔ اور آپ نے اپنے استاذ مکرم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور انہی کے بتلائے ہوئے اوراد و وظائف کے مطابق عمل پیرا ہیں اور تبلیغ و اصلاح کی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے کئی کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں "اسلامی تعزیراتی قوانین' (پانچ جلدیں)" زیادہ مشہور ہے۔

حضرت مولانا بہاء الحق قاسمی ؒ

آپ ۱۹۰۰ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی پیر غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری ؒ امرتسر کے مشہور عالم دین' درویش صفت انسان اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد سے حاصل کی پھر ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ نعمانیہ میں داخلہ ہوئے جہاں مخدوم الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری ؒ صدر مدرس کی حیثیت سے درس حدیث پڑھا رہے تھے' آپ نے تمام علوم و فنون کی تعلیم حضرت مفتی صاحب ؒ کے زیر سایہ مکمل کی اور حضرت ؒ کی شفقتوں اور عنایتوں سے خوب خوب مالامال ہوئے' فراغت تعلیم کے بعد آپ نے حضرت مفتی صاحب ؒ کے ایماء پر تدریس و تبلیغ کا آغاز کیا اور پوری زندگی پھر اسی خدمت دین میں لگے رہے' ساتھ ہی ساتھ آپ نے تحریک آزادی پاکستان میں بھی بھرپور حصہ لیا' عمر بھر فرنگی قوتوں اور اہل باطل کے خلاف جہاد کیا اور بارہا قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں' قیام پاکستان کے بعد حضرت مفتی محمد حسن امرتسری ؒ کے حکم پر امرتسر سے لاہور ہجرت کی اور ماڈل ٹاؤن میں رہائش پذیر ہوئے' جہاں آخری دم تک جامع مسجد ماڈل ٹاؤن میں درس قرآن و خطابت جمعہ کے فرائض انجام دیتے رہے' ہزاروں لوگوں کے قلوب میں آپ نے ایمان و یقین کی حرارت بیدار کی اور سینکڑوں کی اصلاح کا ذریعہ بنے' آپ نے حضرت مفتی محمد حسن صاحب ؒ کے علوم و معارف سے خوب استفادہ کیا انہی کے دست حق پر بیعت کی اور انہی کے ارشادات پر عمل پیرا رہے۔ آپ ایک متقی' پرہیزگار عالم دین' مفسر قرآن خطیب شعلہ بیان تھے' بہترین ادیب و مصنف تھے' تذکرہ اسلاف' اور اسلام و اشتراکیت' آپ کی گرانقدر تالیفات ہیں۔ آپ نے یکم فروری ۱۹۸۷ء کو وفات پائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا تنویر احمد خان حیدر آبادی

آپ حضرت مولانا مسیح اللہ خان شروانی ؒ کے خلیفہ مجاز ہیں اور حیدر آباد کی مختلف مساجد اور مقامات پر اصلاح و تربیت کا کام اور اپنے فیوض و برکات سے عوام و خواص اور طلباء و علماء کو سیراب فرمارہے ہیں' آپ ہفتہ میں دو مجلسیں فرماتے ہیں جن میں تشنگان علوم و معرفت' پریشان حال مخلوق اور بے راہ لوگوں کو اپنے باطنی نور علم و معرفت سے ہدایت کا راستہ بتلاتے ہیں' آپ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ اور اپنے شیخ و مرشد حضرت مسیح الامت مولانا شروانی ؒ کے علوم و عرفان کے دریا بہا رہے ہیں اور الحمدللہ آپ کی مجالس میں لوگوں کا ذوق و شوق بڑھ رہا ہے۔

آپ مجلس صیانۃ المسلمین حیدر آباد کے صدر بھی ہیں اور آپ اس کے بنیادی مقاصد کو زندہ رکھے ہوئے ہیں اور مجلس کا باقاعدہ اجلاس بلاتے رہتے ہیں اور عوام و خواص میں اصلاح و تربیت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں' اپنی رہائش گاہ لطیف آباد میں ہفتہ کے تین دن مجلس کی فلاح و بہبود کے لئے احباب کو جمع کر کے ایک خاص مجلس منعقد کرتے ہیں' علاوہ ازیں عوام و خواص کی پیاس و تشنگی اور طلب صادق کے پیش نظر آپ نے ایک خانقاہ اشرفیہ کے قیام کا عزم بھی کیا ہے اور مجلس صیانۃ المسلمین کی طرف سے شہر میں مختلف مقامات پر "مکاتب برائے تعلیم بالغاں" کا پروگرام بھی بنایا ہے۔

آپ اس وقت اپنے شہر کے کئی دینی مدارس کے مہتمم اور نگران اعلیٰ بھی ہیں جن میں "مدرسہ اشرفیہ لیاقت کالونی حیدر آباد' جامعہ مفتاح العلوم حیدر آباد' مدرسہ نور الاسلام' اور مدرسہ مظاہر العلوم حیدر آباد شامل ہیں۔

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی ﷫

آپ قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یوپی میں ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا حافظ سعید احمد تھانوی ﷫ علی گڑھ کالج میں پروفیسر تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ اشرفیہ تھانہ بھون میں حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے زیر نگرانی حاصل کی، پھر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور ۱۳۴۲ھ میں دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ﷫، حضرت مولانا عبد اللطیف ﷫، حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری ﷫ اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ﷫ قابل ذکر ہیں، سند حدیث حضرت سہارنپوری ﷫ کے دست مبارک سے عطا ہوئی۔

بعد فراغت کھمم ضلع ونگل حیدر آباد دکن کے مدرسہ میں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب ﷫ کے حکم پر تدریس و تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے، کچھ عرصہ بعد مدرسہ نظامیہ حیدر آباد میں نائب شیخ الادب کے عہدہ پر فائز ہوئے پھر حضرت سہارنپوری ﷫ کے حکم سے واپس آکر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مدرسہ اعلیٰ مقرر ہوئے اور تمام علوم و فنون کی کتابیں پڑھائیں، مدرسہ سے دو رسالے "المظاہر" اور ماہنامہ "دیندار" جاری کئے جو ایک عرصہ تک دعوت و تبلیغ کی خدمات انجام دیتے رہے، ۱۳۵۰ میں آپ حج کے لئے تشریف لے گئے اور ۱۳۶۰ھ میں حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کی تیمارداری و خدمت کی غرض سے تھانہ بھون آگئے اور حضرت ﷫ کی خدمت میں مصروف رہے۔ قیام تھانہ بھون کے دوران خانقاہ کے مدرسہ امداد العلوم اشرفیہ میں حضرت ﷫ کے حکم سے درس و تدریس اور فتاوی نویسی کی خدمت میں مشغول رہے پھر ہندوستان کے مختلف مدارس عربیہ خصوصاً مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور اور مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں ہزاروں طالبان علم کو اپنے فیض علمی سے مستفید کرنے کے بعد ۱۳۷۰ھ میں پاکستان کے لئے رخت سفر باندھا اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری ﷫ کی دعوت پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں تدریسی و فقہی خدمات کے لئے تشریف لے گئے یہاں ۱۳۹۱ھ تک بلند پایہ کتب زیر درس رہیں بعد ازاں طبعی اعذار کی وجہ سے اسباق

بند کر دیئے گئے اور صرف افتاء کا کام باقی رہا پھر آخر دم تک جامعہ اشرفیہ کے صدر مفتی کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے' آپ کے فتاویٰ کو ملک و بیرون ملک میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا اور پاکستان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اعظم پاکستان) کے بعد فتاویٰ میں آپ ہی کو اعلیٰ مقام حاصل رہا ہے یہاں تک کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی علمی قابلیت اور فقہی بصیرت پر اعتماد کا اظہار فرما چکے ہیں' آپ کا روحانی سلسلہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے منسلک تھا اور دونوں حضرات سے آپ نے خوب خوب فیض علمی و روحانی حاصل کیا' حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کروایا تھا اور خود بھی خصوصی توجہات و عنایات سے نوازتے رہے تھے' تربیت و اصلاح حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی اور پھر اجازت بیعت سے نوازا تھا۔ بہرحال آپ ایک جید عالم دین عظیم الشان فقیہ اور شیخ کامل تھے۔ متبع سنت اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے' ساری عمر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے طریق پر سختی سے عمل پیرا رہے اور ہزاروں کی اصلاح فرمائی۔ آپ اردو' عربی' اور فارسی کے بہترین ادیب اور قادر الکلام شاعر بھی تھے بہت سی نعتیں' نظمیں' قصائد' قطعات عربی فارسی اور اردو میں مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں' علاوہ ازیں بہت سی کتب و رسائل کے آپ مصنف تھے' جن میں "احکام القرآن' دعوت التبلیغ' تراجم الحماسین' ارث الحفید' نبی کل کائنات' عظمت حدیث' اور فضائل بیعت" وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

الغرض ساری زندگی خدمت اسلام میں گزارتے ہوئے آپ نے ۱۲ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ / ۲۵ دسمبر ۱۹۹۴ء کو رحلت فرمائی۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

ہزاروں افراد نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں نماز جنازہ پڑھی' امامت کے فرائض مولانا عبد اللہ صاحب مدظلہ نے انجام دیئے اور دار العلوم الاسلامیہ کے قریب قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں آمین۔

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ

آپ ۱۳۱۹ھ میں ضلع اعظم گڑھ میں مولانا محمد صابر بن عنایت اللہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد اور خسر سے حاصل کی پھر منطق وفلسفہ، فقہ و حدیث مشکوۃ و ترمذی حضرت مولانا عبد الغفار صاحب تلمیذ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے پڑھی بعد ازاں ۱۳۲۷ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور دورہ حدیث حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ سے پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ پھر بنارس سے ۱۹۱۸ء میں لاء اور الہ آباد سے ۱۹۱۹ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔

آپ نے ۱۳۴۰ھ سے دار العلوم موضع اعظم گڑھ میں تدریس کا آغاز کیا۔ ۱۳۴۱ھ سے دورہ کی کتب کا درس دینا شروع کیا، ۱۳۴۳ھ میں مظہر العلوم بنارس میں مدرس اول کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ ۱۳۴۹ھ میں مفتاح العلوم مئو کی نشاۃ ثانیہ فرماتے ہوئے اسکی بناء نو ڈالی اور صدر مدرس و شیخ الحدیث کی حیثیت سے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور ۱۳۶۹ھ میں پہلی بار حج و زیارت کی سعادت حاصل ہوئی اور اسی طرح چھ بار اللہ نے یہ توفیق عطا فرمائی، ۱۳۶۹ھ / ۱۹۵۲ء یوپی لیجلیٹو اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور پانچ سال تک ممبر رہے اسی دوران مولانا ابو الحسن علی ندوی کے اصرار پر ایک سال دار العلوم ندوۃ العلماء میں بخاری شریف کا درس دیا، ۱۳۷۲ھ میں دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر منتخب ہوئے اور آخر دم تک رہے، اسی سال مرکزی جمعیت علماء ہند دہلی کی مجلس عاملہ کے بھی رکن منتخب ہوئے پھر نو سال تک الہ آباد یونیورسٹی کے فاضل دینیات کے آپ ممتحن رہے اور تین سال تک پنجاب یونیورسٹی کے فاضل کا امتحان بھی آپ سے متعلق رہا، آپ کے علمی مقام سے متاثر ہو کر دار العلوم دیوبند کی طرف سے آپ کو مفتی اور شیخ الحدیث کے منصب پر بلایا گیا مگر آپ اپنی مجبوری طبع کی وجہ سے نہ جا سکے، آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں جن میں مولانا منظور نعمانی مدیر الفرقان لکھنؤ، مولانا عبد الجبار اعظمی، مولانا محمد حسین بہاری، مولانا عبد الستار لکھنوی، مولانا ظفیر الدین مفتاحی، اور مولانا محفوظ الرحمٰن نامی خاص طور پر قابل ذکر

ہیں۔

تدریس کے علاوہ آپ نے تصنیف کا کام بھی کیا ہے اور آپ نے متعدد عربی فارسی اور اردو تصنیفات لکھیں، جو علمی شاہکار ہیں، علاوہ ازیں آپ عربی زبان کے شاعر بھی ہیں۔ اپنے استاذ گرامی شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر "برہان" دہلی میں آپ کا لکھا ہوا ایک مرثیہ شائع ہوا تھا۔

آپ کا صوفیانہ مسلک حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے منسلک ہے۔ آپ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور انہی کے مسلک و مشرب پر قائم رہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی بہت عزت کرتے تھے جیسا کہ تنقید سید کی تقریظ سے اور اس تحریر سے جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی معرکہ الارا کتاب "نصرۃ الحدیث" پڑھ کر آپ کو بھیجی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز متوسلین میں شمار کئے جاتے ہیں اور انہی کے اصولوں کے مطابق زندگی گزاری ہے۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت الحاج ڈاکٹر شاہ حفیظ اللہ سکھروی

آپ حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب ؒ کے اجل خلفاء میں سے ہیں، قیام پاکستان سے ہی سکھر میں مقیم رہے ہیں اور اپنے شیخ کی ہدایات کے مطابق تبلیغ و اصلاح میں مصروف رہے اپنے شیخ و مربی حضرت مفتی صاحب ؒ سے ایک خاص تعلق و عشق تھا اور حضرت ؒ کے فیوضات و برکات سے خوب استفادہ کیا ہے، اتباع سنت اور خلوص وللہیت میں اپنے شیخ کا نمونہ ہیں، عشق الٰہی اور حب رسول ﷺ میں سرشار ہیں اور اسی لئے کئی سال سے اپنی عمر کے آخری لحات مدینہ طیبہ میں گزار رہے ہیں کہ آخر وقت میں آقائے دوجہاں کے قدموں میں رہوں، اپنے شیخ سے تعلق اور حضرت مفتی صاحب ؒ کے والہانہ جذبہ عشق کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ:

"میرے شیخ و مربی کا وجود ایک نعمت عظمیٰ تھا وہ احقر سے بڑی محبت و شفقت فرماتے تھے۔ حضرت سیدنا و مرشدنا قبلہ مفتی صاحب ؒ اپنے شیخ حضرت تھانوی ؒ کے علوم و معارف کا خزانہ تھے اور حضرت والا کو اپنے مرشد کے ساتھ فنافی الشیخ کا تعلق تھا حضرت تھانوی ؒ کی محبت عشق کے درجہ میں تھی اپنے شیخ کے حالات و کمالات بیان کرتے وقت حضرت مفتی صاحب ؒ پر ایک عجیب و غریب کیفیت ہوتی تھی اور اس وقت حضرت ؒ کی بشاشت اور قلبی کیفیت قابل دید ہوتی تھی اور حضرت تھانوی ؒ کے ذکر میں آپ کو خاص لطف آتا تھا۔"

سیدی حضرت مفتی صاحب ؒ سے حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی محبت کا بھی یہی حال تھا کہ حضرت مفتی صاحب ؒ کی غیبت میں کئی بار ان مبارک الفاظ کے ساتھ ان کے بے نظیر اور بے مثال درجات کا اظہار فرمایا۔ حضرت مفتی صاحب ؒ کے

بارے میں فرماتے تھے کہ :

"جب یہ آجاتے ہیں تو خانقاہ میں نور ہی نور معلوم ہوتا ہے۔"

اسی طرح ارشاد فرمایا کہ :

"مجھے دنیا سے اپنے جانے کا کوئی غم اور فکر نہیں جب کہ میرے بعد مفتی محمد حسن ہیں۔"

(بحوالہ احسن السوانح)

حضرت حکیم الامت تھانوی ﷺ کی اتنی تعریف اور اعتماد کے باوجود حضرت والا حضرت مفتی صاحب ﷺ کے کمال پستی کا یہ عالم تھا کہ :

"ایک روز حضرت والا نے انتہائی شفقت کے ساتھ احقر کو اپنے قریب بیٹھنے کے لئے کہا' قریب بیٹھا تو مزید قریب ہونے کے لئے ارشاد فرمایا' قدرے اور قریب ہو گیا' اس دوران دل پر جو کچھ گزری تھی وہ بات زبان پر آگئی' عرض کیا حضرت! آخرت میں بھی اسی طرح اپنا قرب عطا فرمائیں۔ حضرت والا مفتی صاحب ﷺ یہ سن کر اس طرح اچھل پڑے گویا کوئی بہت ہی عجیب بات کر دی گئی ہو' فرمانے لگے 'توبہ توبہ' آپ نے بھی آخرت کے لئے کس ناکارہ شخص کا قرب تلاش کیا۔ الغرض میرے حضرت والا' تواضع' انکساری' صبر' توکل' ریاضت اور استقامت میں بے نظیر تھے' معمولات کے بہت پابند تھے' شدید تکلیف کے اندر بھی معمولات کا ناغہ نہیں ہوتا تھا' انتہائی غریب پرور اور مشفق تھے' حق تعالیٰ میرے حضرت والا کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

(تذکرہ احسن مطبوعہ لاہور)

بہر حال حضرت الحاج ڈاکٹر شاہ حفیظ اللہ صاحب اس وقت پاکستان میں سلسلہ چشتیہ صابریہ اشرفیہ کے ممتاز مشائخ میں سے

ہیں اور بفضلہ تعالیٰ ایک خلق کثیر کو ظاہری و باطنی افادہ میں
مصروف ہیں، حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ بڑے خوش قسمت
بزرگ ہیں کہ وہ تین بزرگوں کے خلیفہ و مجاز بیعت ہیں اول
حضرت اقدس مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی
رحلت کے بعد حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ سے اور
پھر آخر میں حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ
سے مجاز بیعت ہوئے۔ حضرت مولانا جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے
خلفاء میں آپ ہی ایسے خلیفہ ہیں کہ جن کو بیعت کرنے کے
ساتھ بیعت و تلقین کی اجازت بھی مرحمت فرمادی گئی تھی،
حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ:
"ڈاکٹر صاحب سے مجھے بہت نفع ہوا ہے۔"

الغرض حضرت ڈاکٹر صاحب کی خوش نصیبی ہے کہ حضرت مسیح الامت رحمۃ اللہ علیہ کے یہ دو عظیم ارشادات ان کے متعلق ہیں، آپ پہلے سکھر میں اور اب مدینہ منورہ میں ایک گھنٹہ کی نشست میں آپ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مسیح الامت رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر و شیوخ کے ملفوظات و ارشادات بیان فرماتے ہیں، اور متعلقین کو بہت فائدہ پہنچا رہے ہیں۔(ماخوذ ماہنامہ الصیانۃ لاہور)

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی

آپ کا وطن مالوف لدھیانہ ہے جو مشرقی پنجاب میں واقع ہے' آپ کے والد ماجد مولانا محمد سلیم صاحب ؒ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے صحبت یافتہ تھے اور بزم اشرف میں صاحب الرویا کے لقب سے معروف تھے' آپ ۳ صفر المظفر ۱۳۴۱ھ / ۲۶ ستمبر ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے' ابتدائی اور ثانوی تعلیم مختلف دینی مدارس میں پڑھ کر آپ ۱۳۶۰ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور شعبان ۱۳۶۱ھ میں تمام علوم و فنون اور دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی' آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ' حضرت مولانا اعزاز علی امروہی ؒ' حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی ؒ' حضرت مولانا مفتی ریاض الدین ؒ' حضرت مولانا ظہور احمد دیوبندی ؒ' حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی ؒ اور حضرت مولانا عبد الحق نافع قابل ذکر ہیں' اسی سال آپ نے دورہ حدیث کے ساتھ ساتھ کتب تجوید حضرت قاری عزیر احمد صاحب اور قاری حفظ الرحمن صاحب صدر القراء دیوبند سے پڑھیں۔

تدریس کا سلسلہ ۱۳۶۲ھ میں مدرسہ مدینۃ العلوم حیدر آباد سندھ سے شروع ہوا' ۱۳۶۴ھ میں آپ کو صدر مدرس بنا دیا گیا اور اسی سال بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث کی تدریس بھی فرمائی پھر ۱۳۶۶ھ سے دار الافتاء کا کام بھی سنبھالا اور اس طرح آپ ۱۳۶۹ھ تک بیک وقت شیخ الحدیث اور مفتی رہے' ۱۳۷۰ھ میں آپ بحیثیت شیخ الحدیث مدرسہ دار الہدیٰ ٹھیڑھی تشریف لے گئے اور ۱۳۷۶ھ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ کی فرمائش پر آپ بحیثیت شیخ الحدیث دار العلوم کراچی تشریف لائے اور شعبان ۱۳۸۳ھ تک دار العلوم میں رہے' اس دوران بڑے بڑے علماء و فضلاء نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا' درس حدیث کے ساتھ ساتھ آپ نے فتاویٰ نویسی' شان تحقیق اور تعمق نظر میں اس قدر شہرت حاصل کی کہ ملک و بیرون ملک کے علماء بھی مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں' آپ کے مستند فتاویٰ احسن الفتاویٰ کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں جو بے حد مقبول ہوئے ہیں۔

۸۳ ۱۳ھ میں آپ نے حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری ﷫کی خواہش کے مطابق مدرسہ اشرف المدارس کی بنیاد رکھی جو ناظم آباد کراچی میں واقع ہے پھر اسی سے ملحقہ عوام وخواص کی اصلاح کے لئے خانقاہ اشرفیہ کا قیام عمل میں آیا جو بعد میں دار الافتاء والارشاد کے نام سے معروف ہے یہاں اعلیٰ استعداد رکھنے والے فارغ التحصیل علماء کو تمرین افتاء کے لئے داخل کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ فیض باطنی اور تقویٰ' استغناء اور تعلق مع اللہ کی دولت سے بھی مالامال کیا جاتا ہے اور اس کے نشست و برخاست کا مستقل سبق شریعت محمدی پر چلانا ہے' اور ہر آنے والے کے کان میں کچھ نہ کچھ دین کی بات پہنچاکر چھوڑتے ہیں' آپ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری ﷫کے خلیفہ مجاز ہیں اور حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫کے سلسلہ کے مطابق تبلیغ و اصلاح میں مصروف ہیں' بہرحال آپ کی پوری زندگی شریعت مقدسہ کی ایک جیتی جاگتی عملی تصویر ہے اور ہزاروں مردوخواتین آپ کے فیض علمی و روحانی سے سیراب و شاداب ہوچکے ہیں۔

(تفصیلات کے لئے دیکھئے "انوار الرشید")

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا رفیق احمد بھسانوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا وطن بھسانی تھا آپ نے ابتداء سے موقوف علیہ تک کی تعلیم جلال آباد میں حاصل کی، اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند چلے گئے اور وہیں سے فراغت حاصل کی، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث کی سند حاصل کی پھر ایک عرصہ تک مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفر نگر میں اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زیر نگرانی شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے، پھر دارالعلوم (وقف) دیوبند جس کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد سالم قاسمی صاحب ہیں، میں شیخ الحدیث رہے بعد ازاں حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے اصرار پر مظاہر العلوم آگئے اور آخر دم تک بحیثیت شیخ الحدیث تدریس بخاری شریف کی خدمت انجام دیتے رہے۔

آپ نے بیعت کا تعلق حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کیا اور پھر انہی سے خلافت و اجازت حاصل ہوئی، حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی علالت کے دوران آپ دارالعلوم (وقف) دیوبند کے قائم مقام مہتمم بھی رہے اور ساری زندگی اپنے شیخ حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات و ارشادات کے مطابق گزاری، آپ باوجود محدث اور خطیب ہونے کے سراپا اخلاص و محبت، سادگی پسند، متواضع اور منکسر المزاج تھے، کئی دینی مدارس اور دینی تنظیموں کے سرپرست و نگران اعلیٰ رہے تھے الغرض آپ بڑی خوبیوں کے مالک تھے، معمولات کے بڑے پابند اور معتدل مزاج بزرگ تھے، نہایت خوش اخلاق ملنسار اور اعلیٰ درجے کی صفات کے حامل انسان تھے، کئی بار مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے اجتماع پر لاہور تشریف لائے اور بڑے ہشاش بشاش رہے اور بڑے عالمانہ اور عارفانہ انداز میں خطاب فرماتے رہے، بالآخر ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۰ء ربیع الاول ۱۴۱۱ھ کو آپ نے مظاہر العلوم سہارنپور میں وفات پائی۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت چودھری روشن علی ؒ

آپ حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب ؒ خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے خلیفہ مجاز تھے 'آپ بڑے کروفر اور رعب داب اور دبدبہ والے تھانیدار تھے 'حضرت اقدس مفتی صاحب ؒ کی خدمت میں پہنچے تو جھوٹی شان وشوکت کی عمارت دھڑام سے نیچے گر پڑی 'عرض کیا حضرت! اجازت دیجئے کہ اس نوکری کو چھوڑ دوں 'جواب ملا بھائی مزہ تو جب ہے جب تھانیداری میں فقیری کرو۔"

چنانچہ حضرت اقدس قبلہ مفتی صاحب ؒ کی ہدایات اور رہنمائی میں اپنے آپ کو ایسا مٹایا کہ لوگ حیرت کرتے تھے 'بذات خود حضرت اقدس مفتی صاحب ؒ چودھری صاحب مرحوم کا ذکر ان الفاظ میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ :

"چوہدری صاحب کو برے اعمال کی وجہ سے بعض لوگ بندر اور خنزیر کی شکل میں نظر آتے ہیں۔"

اور اپنے شیخ معظم حضرت قبلہ مفتی صاحب ؒ کے بارے میں چوہدری صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ :

"حضرت ؒ کی جوتیوں کی دھول نے دل سے غم وحزن کو نکالا اور مستی بھردی 'اللہ تعالیٰ کا ہر سلوک پیارا محسوس ہونے لگا' دنیا کا فانی ہونا دل میں نقش ہوگیا۔ اپنے عیب اور دوسروں کے ہنر نظر آنے لگے اور نفس کی شرارتوں سے آگاہی ہونے لگی۔"

(ماخوذ احسن السوانح)

تالیفات حکیم الامت تھانوی

جناب حافظ ریاض الحق کراچوی ؒ

آپ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبد المجید صاحب بچھرایونی ؒ کے مجازین میں سے تھے۔

آپ بچپن ہی سے حضرت حکیم الامت ؒ کی خدمت اقدس میں کثرت سے حاضر ہوتے رہتے تھے۔ اور کئی کئی ماہ حضرت ؒ کی مجالس روحانیہ سے استفادہ کرتے تھے' آپ نے حضرت ؒ کو بہت قریب سے دیکھا اور بہت فیض اٹھایا۔ جوانی ہی میں حضرت اقدس حکیم الامت ؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور بیعت کے لئے درخواست کی جو منظور ہوئی۔ حضرت ؒ کے وصال کے بعد ان کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا عبد المجید صاحب ؒ سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کیا اور مجاز بیعت قرار پائے۔ ان کے وفات پاجانے کے بعد یہاں کراچی میں حضرت حکیم الامت ؒ کے دوسرے خلفاء کے ہاں کثرت سے آنا جانا رہا۔ خاص طور پر مفتی اعظم حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ' عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب ؒ' حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری ؒ' اور حضرت بابا نجم احسن صاحب ؒ سے بڑا گہرا تعلق ورابطہ رہا اور ان حضرات اکابر سے خوب فیض حاصل کرتے رہے۔ آپ زندگی بھر حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ اور ان کے خلفاء عظام کے مسلک ومشرب پر قائم رہے اور عمر بھر حضرت حکیم الامت ؒ کے مواعظ وملفوظات بکثرت پڑھتے رہے' آپ نے کراچی میں وفات پائی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی اولاد صالحہ میں جناب حافظ ابرار الحق صاحب بھی اسی کاروان تھانوی کے ایک فرد ہیں جو حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبد الحی صاحب ؒ کے خلیفہ ومجاز ہیں اور بزرگوں کی روایات کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں۔

(ماخوذ البلاغ ڈاکٹر عبد الحی عارفی نمبر)

حضرت مولانا سحبان محمود

۱۳۴۵ھ میں حضرت مد ظلہم کی پیدائش ہندوستان کے شہر مراد آباد میں ہوئی۔
آپ کا نام ونسب یہ ہے: سحبان محمود بن سلطان محمود بن مشتاق احمد بن مولوی محمد یاسین بن مولوی محمد ناصر مراد آبادی ہندی۔

تقریباً ۱۳۵۰ھ میں ابتدائی تعلیم کے لئے مکتب میں داخل ہوئے۔ حضرت مد ظلہم کے سب سے پہلے استاذ اور مودب مولوی خدا بخش صاحب ﷫ تھے۔ ان کو بچوں کی دینی تربیت کی خاص مہارت حاصل تھی اور اس وقت ان کی عمر تقریباً ایک سو سال تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے حضرت کو قرآن کریم پڑھایا پھر اردو اور کچھ حساب بھی سکھایا۔ ۱۳۵۲ھ میں حفظ قرآن کے لئے حضرت مد ظلہم اپنے استاذ محترم حافظ عبد الخالق صاحب ﷫ کے پاس مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں داخل ہوگئے' پھر استاذ محترم کے ساتھ ہی مدرسہ شاہی مراد آباد آگئے اور یہیں رجب ۱۳۵۵ھ میں حفظ قرآن کریم کی تکمیل کی۔ اور اسی سال یعنی ختم قرآن کے ایک ماہ کے بعد رمضان میں ایک مسجد میں ایسی محراب سنائی کہ شہر کے حضرات حفاظ دیکھنے کے لئے گھر پر آتے تھے۔ مکمل ایک سال اس کو پختہ کرنے کے لئے دور کیا' پھر درجہ فارسی و ریاضی میں داخلہ لیا۔ اس وقت حضرت کی عمر صرف دس برس تھی۔

۱۳۵۸ھ میں اسی مدرسہ میں حضرت نے درجہ عربی (درس نظامی) میں داخلہ لے لیا اور عربی کی ابتدائی کتابیں 'نحو میر' میزان الصرف اور نور الایضاح وغیرہ شروع کیں' اور ساتھ ساتھ حضرت استاذ مشفق مولانا محمد شاہ صاحب ﷫ کی خصوصی توجہات حاصل کیں۔ استاذ محترم نے نحو میر اور میزان منشعب لفظاً حفظ کرا دیں ساتھ ہی مختلف انداز میں اجراء کراتے رہے۔ ۱۳۶۳ھ تک حضرت وہاں کے اساتذہ کرام خصوصاً علامہ انصار الحق صاحب ﷫ شیخ الحدیث و مہتمم مدرسہ شاہی اختر الاسلام بن شیخ الحدیث مولانا فخر الدین صاحب ﷫' علامہ ادیب اریب مولانا محمد میاں صاحب ﷫' علامہ

محمد اسماعیل صاحب ﷫' اور علامہ واحد رضا صاحب ﷫ غیرہ سے استفادہ فرماتے رہے۔ ۱۳۶۴ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا' وہاں تقریباً دو سال تعلیم حاصل فرمائی' فقہ اور تفسیر حضرت مولانا امیر احمد صاحب ﷫ سے' اصول فقہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب' قدوسی گنگوہی ﷫ سے' حدیث و اصول حدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب ﷫ سے' ادب و بلاغت علامہ اسعد اللہ صاحب ﷫ سے اور شیخ فاضل محدث کامل مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری ﷫ سے منطق کی کتابیں ملا حسن میرزاہد ملا جلال وغیرہ' اور حضرت مولانا منظور احمد ﷫ سے میبذی' شرح عقائد خیالی اور شرح مواقف پڑھیں۔

پھر پاکستان بن گیا اور حضرت نے اپنے خاندان والوں کے ساتھ پاکستان کی طرف ہجرت فرمائی' مختلف شہروں لاہور' راولپنڈی' اور پشاور میں قیام رہا جس کی وجہ سے حضرت اس پورے عرصہ میں تحصیل علم کی طرف مشغول نہ ہوسکے اور ساتھ ساتھ پاکستان میں مدارس کی قلت بھی تھی کہ پورے مغربی پاکستان میں قابل ذکر صرف دو مدرسے تھے ایک کراچی میں مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ دوسرا سندھ میں دار الہدیٰ ٹھیڑی۔ لہٰذا یہ چیز بھی تحصیل علم میں رکاوٹ کا ذریعہ بنی۔ تھوڑے عرصے کے بعد ملتان میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب ﷫ نے "خیر المدارس" کی بنیاد ڈالی' حضرت مولانا کاملپوری ﷫ بھی اس سے منسلک ہوگئے۔ چنانچہ حضرت مدظلہم نے ملتان کا سفر فرمایا' اور "خیر المدارس" میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب ﷫' حضرت کاملپوری ﷫' حضرت مولانا مفتی عبد اللہ صاحب ملتانی ﷫' اور حضرت مولانا عبد الشکور صاحب ﷫' سے استفادہ کرتے ہوئے ۱۳۶۹ھ میں فراغت حاصل کی۔

اس کے بعد ـــــ حضرت واپس ـــــ پشاور تشریف لے گئے اور تقریباً چھ مہینے اپنے والد ماجد (علیہ الرحمہ) کی خدمت میں رہے۔ پھر کراچی کی طرف سفر فرمایا۔ اور یہاں پہنچ کر اولاً خطاطی کو اپنا ذریعہ معاش بنایا۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد ۱۳۷۱ھ میں حضرت علامہ سید سلیمان ندوی ﷫ نے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا صدر مدرس حضرت والا مدظلہم کو بنایا گیا۔ چنانچہ حضرت والا نے کچھ عرصہ تک یہ ذمہ داری بحسن وخوبی انجام

اس کے بعد حضرت سید صاحب ﷫ نے اس کی سرپرستی سے کنارہ کشی اختیار کرلی تو آپ بھی وہاں سے مستعفی ہوگئے۔

۱۳۷۲ھ میں جبکہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ کو دارالعلوم کراچی کی بنیاد رکھے چند ہی یوم گزرے تھے کہ حضرت والا دارالعلوم تشریف لے آئے۔ اور دارالعلوم میں بحیثیت مدرس تقرر ہوا۔ اس کے بعد حضرت والا بتدریج ترقی کے مدارج طے فرماتے ہوئے ۱۳۹۰ھ میں دارالعلوم کراچی کے "شیخ الحدیث" کے جلیل القدر منصب پر فائز ہوگئے اور تا حال یعنی تقریباً ستائیس سال سے ماشاء اللہ اسی منصب عظیم پر فائز ہیں اور لاکھوں تشنگان علم آپ کے مشہور زمانہ "درس بخاری" سے فیضیاب ہوکر دنیا کے گوشے گوشے میں دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کا سایہ صحت وعافیت وسلامتی کے ساتھ دارالعلوم پر اور ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔ آمین

دارالعلوم کی جانب سے اہم انتظامی ذمہ داریاں بھی آپ کے سپرد ہیں اس کے علاوہ ملک کے کئی مدارس کی سرپرستی بھی آپ کو حاصل ہے۔ ماشاء اللہ حضرت مدظلہم تقریباً پینتالیس سال سے دارالعلوم کراچی میں استاذ ہیں اور اسی جامعہ کی انتظامی ذمہ داری سنبھالے ہوئے آپ کو تقریباً بتیس سال کا عرصہ ہوچکا ہے۔ ماشاء اللہ قابل رشک حافظے کے مالک اور اعلیٰ درجے کے مدرس ہیں اعلیٰ علمی استعداد کے ساتھ تفسیر وحدیث اور فتاویٰ نویسی میں خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ صدر دارالعلوم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم اور شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اور دیگر اساتذہ دارالعلوم آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ اس اعتبار سے آپ بلاشبہ "استاذ الکل" ہیں ـــــ دارالعلوم کی بے پناہ علمی خدمات، محیر العقول قبولیت اور ارتقائی منازل جہاں حضرت مفتی اعظم ﷫ کے اخلاص، للہیت اور شبانہ روز مساعی کی مرہون منت ہے وہیں حضرت مدظلہم جیسے وفاکیش، سلیم الطبع مخلص اور اطاعت شعار خدام کا بھی اس میں برابر کا حصہ ہے۔ حضرت نے اپنے عالم شباب کی تمام دینی وعلمی صلاحیتوں کو دارالعلوم پر نچھاور فرمادیا اور آج ان کی قربانیوں کا ثمرہ عالم اسلام کی عظیم

دینی یونیورسٹی کی صورت میں سب کے سامنے ہے۔ حضرت نے تقریباً پچیس سال تک حضرت مفتی اعظم ؒ کی مبارک مجالس کے انوارات کو دیکھا اور سمیٹا ہے۔

بیعت و ارشاد

حضرت والا نے اپنے زمانہ طالب علمی سے فارغ ہوتے ہی اصلاحی تعلق، شیخ المشائخ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری ؒ سے قائم فرمایا اور ایک عرصہ تک حضرت والا اپنے شیخ کی خدمت میں رہے۔ یہاں تک کہ ۱۳۸۵ھ میں حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری ؒ کی وفات ہوگئی۔

یہ وہ دور تھا جب حضرت والا پر دار العلوم کی تدریسی اور انتظامی مشغولیت کی بھرمار تھی اس لئے سردست اس پیدا ہونے والے خلاء کو پر کرنے کی طرف حضرت والا متوجہ نہ ہوسکے۔

اس وقت دار العلوم میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ؒ کی ہستی ایسی تھی جو جامع شریعت و طریقت تھی۔ چنانچہ ۱۳۹۰ھ میں حضرت والا نے حضرت مفتی صاحب ؒ سے بیعت کی درخواست۔

حضرت مفتی صاحب ؒ نے بڑی شفقت سے فرمایا کہ: "میرا اور آپ کا انتظام مدرسہ کا تعلق موجود ہے اور نظم و نسق کے معاملات میں بعض اوقات غلط فہمیاں اور اختلافات پیدا ہوجاتے ہیں جو اس طریق میں سالک کے لئے سم قاتل ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ آپ کسی اور سے رجوع کریں۔ حضرت والا نے حضرت مفتی صاحب ؒ سے مشورہ کیا تو حضرت مفتی صاحب ؒ نے حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب ؒ کا انتخاب فرماتے ہوئے فرمایا کہ: حضرت تھانوی ؒ کے علوم و معارف کا چشمہ فیض جس قدر حضرت ڈاکٹر صاحب سے جاری ہے اس وقت کسی اور سے نہیں۔

چونکہ حضرت عارفی ؒ مروجہ علوم عربیت میں شہرت نہ رکھتے تھے اس لئے

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس انتخاب پر حضرت والا کو قدرے حیرت ہوئی۔[1]

بہرکیف! حضرت والا، حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ کی اولین مجلس جو خود حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر ہو رہی تھی میں حاضر ہوگئے اور بعد مجلس حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا تعارف کرا کے حرف مدعا عرض کیا۔

حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی شفقت فرمائی اور سورہ فاتحہ کی آخری آیت کے متعلق ایسی تشریح فرمائی کہ مروجہ علوم میں حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور نہ ہونے کا جو وسوسہ حضرت والا کے دل میں آیا تھا وہ نہ صرف یہ کہ دور ہوگیا بلکہ حضرت والا فرماتے ہیں کہ اس وقت بے ساختہ دل سے یہ صدا آئی کہ "علوم تو یہ ہیں جو حضرت نے بیان کئے ہیں ہم تو اب تک لکیریں پیٹنے والوں میں سے ہیں۔" اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سو فیصد صحیح انتخاب کی داد دینا پڑی۔ بہرحال! حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ ہی عرصہ کے بعد یعنی ۱۳۹۰ھ میں حضرت والا کو باقاعدہ بیعت فرمالیا۔ حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ کی پیر کے دن خصوصی مجلس ہوتی تھی جس میں دارالعلوم کراچی کے اساتذہ کرام شریک ہوتے تھے اور جمعہ کے دن عمومی مجلس ہوتی تھی۔ حضرت والا مدظلہم نے ان دونوں مجلسوں میں پابندی کے ساتھ شرکت فرمائی اور یہ سلسلہ حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات تک جاری رہا۔ مزید جب بھی موقعہ ملتا تو صبح کو حضرت کے مطب میں حاضر ہوکر خصوصی فیض حاصل کرتے۔ اس کے علاوہ حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ سے خطوط کے ذریعہ بھی حضرت والا کا تعلق بدستور قائم رہا۔

یہاں تک کہ ۱۳۹۹ھ میں حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرما کر اجازت بیعت عطا فرمادی اس کے کچھ ہی عرصہ کے بعد یعنی ۱۴۰۶ھ میں حضرت عارفی

---

[1] حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ کا جو مقام حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں تھا اس کا تھوڑا سا اظہار حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب مدظلہم کے سامنے ان کو حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تلقین کرتے ہوئے ان الفاظ کے ساتھ کیا کہ "یہ ضرور ہے کہ وہ (حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ) ضابطہ کے "اصطلاحی عالم" نہیں مگر "عالم گر" ہیں، جو علوم ان کے پاس ہیں ظاہر بین خشک علماء کو ان کی ہوا بھی نہیں لگی، بلکہ ضابطہ کے فارغ التحصیل علماء کو ایسے مصلح سے بیعت ہونے میں ایک مزید فائدہ یہ ہوتا ہے کہ علم کا جو "خناس" بہت سے ظاہر بین علماء کے دل میں پیدا ہوجاتا ہے وہ ایسے مرشد کی خدمت و تربیت میں جلدی دور ہوجاتا ہے۔" (از مرتب عفی عنہ)

ﷺ اس دنیا سے رحلت فرماگئے ۔حضرت عارفی ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت والامد ظلہم نے خصوصی توجہ کے ساتھ حضرت عارفی ﷺ کی تعلیمات کو عام اور اجاگر کرنا شروع فرمایا۔ باوجود اپنی انتظامی اور تدریسی ذمہ داری کے آپ نے امت کی اصلاح کرنے میں کوئی کمی نہیں فرمائی۔ ایسامعلوم ہوتا ہے کہ گویا حضرت عارفی ﷺ کو جو امت کی اصلاح کی فکر اس پرفتن دور میں تھی وہی فکر حضرت والا پر بھی سوار ہے جیسا کہ حضرت والا کے بیانات سے ظاہر ہے ۔چنانچہ مختلف مقامات میں حضرت کے اصلاحی بیانات ہوتے رہتے ہیں اور کثیر تعداد میں لوگ حضرت کے بیانات سن کر راہ راست پر آچکے ہیں ۔دل سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت کا سایہ ہم سب پر صحت 'عافیت وسلامتی کے ساتھ قائم ودائم رکھے اور امت کو ان سے خوب مستفیض فرمائے ۔آمین ۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا سعید احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۳۰۵ھ میں دیوبند ضلع سہارنپور میں شیخ لطیف احمد عثمانی بن شیخ نہال احمد صاحب کے گھر پیدا ہوئے' آپ نے قرآن مجید دیوبند ہی میں حفظ کر لیا تھا' پھر اپنے ماموں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلے گئے اس وقت حضرت حکیم الامت مدرسہ جامع العلوم کانپور کے شیخ الحدیث و صدر مدرس تھے' آپ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی دینی تعلیم کا آغاز کیا' حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ آپ کی تعلیمی و اخلاقی ہر طرح سے نگرانی فرماتے رہے' اور پھر جب ۱۳۱۵ھ میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کانپور سے ملازمت ترک کر کے مستقل طور پر تھانہ بھون میں قیام پذیر ہو گئے تو آپ کو بھی اپنے ساتھ لے آئے اور اپنی نگرانی میں خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے مدرسہ اشرفیہ میں داخل کر دیا' آپ نے تیسیر الوصول' توضیح و تلویح' شرح عقائد' جلالین شریف اور دیگر بڑی کتب کے علاوہ درس نظامی کی کچھ دوسری کتابیں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور مولانا روم کے چند دفتر بھی سبقاً سبقاً حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہی پڑھے تھے' بعد ازاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کے حکم سے ۱۳۲۵ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اساتذہ کرام سے دورہ حدیث پڑھا اور درجہ اول میں سند فراغ حاصل کی۔

فراغت تعلیم کے بعد آپ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں مدرس مقرر ہوئے اور کئی سال تک تدریس و علمی و تصنیفی خدمات میں مصروف رہے' آپ نہایت ہی ذہین و ذکی تھے' آپ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ اگر وہ زندہ رہتے تو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل نمونہ ہوتے' آپ نہایت خوش بیان مقرر تھے آپ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں کئی سال تک وعظ و تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر بیان القرآن پر ایک حاشیہ "تبیان البیان" کے نام سے لکھا جسے خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پسند کیا۔ علاوہ ازیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے وعظ بھی آپ نے قلمبند کر کے شائع کرائے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ سے جو قلبی تعلق و محبت تھی اس کا

اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے انتقال کے بعد حضرت ﷫ نے ایک موقع پر فرمایا کہ :

> ”مجھ کو مولوی سعید احمد سے سب سے زیادہ محبت تھی جسے عشق کہنا چاہئے قلب میں بار بار بے اختیار تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ سب کام چھوڑکر قبر پر جاؤں، لیکن میں بہ تکلف اس تقاضے کو روکتا ہوں اور اس کے مقتضاء پر عمل نہیں کرتا اور اپنے آپ کو مختلف کاموں میں برابر مشغول رکھتا ہوں کیونکہ اگر کہیں ایک بار بھی اس تقاضے پر عمل کرلیا تو بس پھر علت ہی لگ جائے گی۔“

لیکن اس قلبی تعلق و محبت کے باوجود حضرت حکیم الامت ﷫ نے تربیت و اصلاح باطن کے لئے سب سے زیادہ سختی کا برتاؤ بھی آپ ہی کے ساتھ کیا تھا اور یہ اسی کی برکت ہے کہ اپنی مثالی خوش لباسی ترک کر کے نہایت سادہ وضع میں رہنے لگے تھے، چنانچہ جب انتقال کے بعد ان کے کپڑے بغرض تقسیم نکالے گئے تو ان کی سادگی دیکھ کر سب کو حیرت و حسرت ہوئی تھی ۔(بحوالہ اشرف السوانح)

آپ نے عمر بہت کم پائی تھی آپ کی شادی پیرجی ظفر احمد مرحوم کی صاحبزادی کے ساتھ ہوئی تھی اور شادی کے صرف چھ ماہ بعد ۱۳۲۰ھ میں مرض طاعون میں آپ نے بروز جمعہ وفات پائی۔ آپ کی صلبی یادگار صرف ایک صاحبزادی تھیں جو ان کی وفات کے چند ماہ بعد پیدا ہوئی تھیں اور ان کو حضرت ﷫ نے اپنی آغوش تربیت میں پالا تھا، جن کا عقد مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی ﷫ کے ساتھ کیا تھا وہ صاحب اولاد تھیں اور ماشاء اللہ ان کے صاحبزادگان سب صاحب علم اور دینی علوم کی خدمت میں مصروف ہیں اور اپنے نانا مولانا سعید احمد عثانی مرحوم کے لئے باقیات صالحات اور ان کی یاد کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔

(تذکرۃ الظفر)

حضرت مولانا سلیم اللہ خان

آپ ۱۹۲۸ء میں حسن پور لوہاری ضلع مظفر نگر یوپی میں پیدا ہوئے' والد صاحب کا نام جناب عبد العلیم خان ہے قومیت کے لحاظ سے پٹھان ہیں' ابتدائی تعلیم وطن ہی میں حاصل کی اس کے بعد مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں عربی کی تعلیم کے لئے حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب ﷫ کی خدمت میں پہنچے اور دو سال تک ثانوی تعلیم حاصل کرتے رہے' پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ ۱۹۴۲ء میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور وہاں پانچ سال رہ کر تمام علوم وفنون اور دورہ حدیث کی تکمیل کی اور ۱۹۴۷ء میں سند الفراغ حاصل کی آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد شریف کشمیری ﷫' مولانا عبد الحق اکوڑوی ﷫' مولانا عبد الخالق ملتانی ﷫' مولانا محمد ادریس کاندھلوی ﷫' مفتی محمد شفیع دیوبندی ﷫' مولانا اعزاز علی امروہی ﷫ اور مولانا سید حسین احمد مدنی ﷫ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں بعہدہ صدر مدرس و ناظم اعلیٰ آٹھ سال تک خدمات انجام دیں اس دوران فنون کی آخری کتابیں اور دورہ حدیث بھی پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ پھر دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں تین سال تدریس کی' بعد ازاں دار العلوم کراچی میں دس سال تک جملہ علوم وفنون کی کتابیں پڑھاتے رہے اسی دوران علامہ محمد یوسف بنوری ﷫ کی خواہش پر جامعہ العلوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں درس حدیث دیتے رہے' آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں' جو علمی وتدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

دار العلوم کراچی کی تدریس کے بعد آپ نے جامعہ فاروقیہ کے نام سے ایک دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی جس میں پورا درس نظامی پڑھایا جارہا ہے اس وقت ملک وبیرون ملک کے سینکڑوں طلباء زیر تعلیم ہیں' آپ نے مختلف موضوعات پر چند کتب ورسائل بھی تصنیف فرمائے ہیں ان کے علاوہ شمائل ترمذی' مشکوۃ شریف اور ترمذی شریف پر بھی آپ

نے کام کیا ہے' آپ کے جامعہ کا دینی ماہنامہ الفاروق بھی ملک بھر میں معروف ہے۔

آپ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور انہی سے اصلاح کرواتے رہے پھر خلافت سے نوازے گئے ان کے علاوہ حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ کو خلافت و اجازت حاصل ہے' آپ اس وقت وفاق المدارس کے صدر ہیں' اولاد میں آپ کے تین فرزند ہیں جن میں مولانا محمد عادل خان حافظ قاری اور جامعہ کے فارغ التحصیل ہیں اور بی اے بھی کر چکے ہیں' ماہنامہ الفاروق کراچی کے مدیر اعلیٰ ہیں اور دینی و علمی خدمات میں مصروف ہیں۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا شبیر علی تھانوی ﷫

آپ ماہ رمضان ۱۳۱۲ھ میں بانس بریلی یا شاہجہاں پور میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد محترم جناب اکبر علی صاحب مرحوم کسی بڑے سرکاری عہدہ پر فائز تھے' آپ نسباً فاروقی تھے' اور حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ آپ کے حقیقی چچا تھے آپ کا اصلی وطن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ہی ہے' بچپن ہی سے حضرت حکیم الامت ﷫ کی خدمت میں تھانہ بھون رہے' اور ان ہی کی نگرانی میں ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا پھر حضرت ﷫ کے حکم سے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا جہاں دوسرے مشاہیر علماء کے علاوہ حضرت مولانا عبد اللہ گنگوہی ﷫ اور حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری ﷫ جیسے مقدس بزرگوں سے خصوصی علمی استفادہ کیا اور ان کے فیوض و برکات سے خوب مالامال ہوئے' حضرت سہارنپوری ﷫ کی آپ پر خصوصی توجہ تھی اور بہت ہی محبت و شفقت فرماتے تھے' فراغت تعلیم کی سند خود اپنے دست مبارک سے عطا کی' بعد ازاں آپ مکرر دورہ حدیث کے لئے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور حضرت شیخ الہند ﷫ کے درس حدیث میں شرکت کی اور وہاں سے بھی سند حدیث حاصل کی۔

بعد فراغت حضرت حکیم الامت ﷫ کے حکم سے آپ تھانہ بھون میں قیام پذیر ہوئے اور مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے پھر ۱۳۴۳ میں حضرت ﷫ نے آپ کی ذہانت و قابلیت کے پیش نظر مدرسہ اشرفیہ اور خانقاہ اشرفیہ کا اہتمام و انتظام آپ کے سپرد کیا جسے آپ نے قیام پاکستان تک احسن طریقے سے انجام دیا' ساتھ ہی ساتھ آپ نے کتابوں کی تجارت کا مشغلہ بھی شروع کیا اور ایک پریس "امداد المطابع" کے نام سے جاری کیا اور ایک رسالہ خانقاہ اشرفیہ امدادیہ کی طرف سے "ماہنامہ الامداد" جاری کیا' پھر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ﷫ کے ساتھ مل کر تفسیر بیان القرآن کا خلاصہ "تلخیص البیان" کے نام سے شائع کیا' حضرت حکیم الامت ﷫ کی کلید مثنوی کے کچھ بقایا حصے مکمل کر کے "شرح شبیری" کے نام سے شائع کئے' علاوہ ازیں حضرت حکیم الامت ؒ کی متعدد تصانیف مواعظ و ملفوظات اور حضرت

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تالیف "اعلاؤالسنن" اور "احکام القرآن" کی پہلی طباعت کا مکمل انتظام آپ ہی کا کارنامہ ہے اور بقول سیدی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ :

"حق تعالیٰ شانہ نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف اور مواعظ سے جو عظیم فائدہ اپنی مخلوق کو پہنچایا ہے اس میں حضرت مولانا شبیر علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خاص حصہ ہے۔" (ذکر رفتگاں)

آپ ایک عظیم مدبر و منتظم اور عالم باعمل تھے، دینی و علمی حلقوں میں بے حد مقبول اور امتیازی شان کے حامل تھے، حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات و ارشادات پر سختی سے عمل پیرا تھے، بچپن سے لیکر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت تک ان کے خصوصی فیوضات و برکات سے مالا مال ہوتے رہے اور انہی کی مجلس و صحبت سے استفادہ کرتے رہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نظر شفقت و عنایات اور خصوصی توجہات کا مرکز رہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم کے سرپرست اور دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے ممبر بھی رہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں "مجلس دعوت الحق" کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس کے مرکزی صدر آپ ہی منتخب ہوئے، اور آپ نے بڑی تندہی اور جانفشانی سے مجلس کے پروگرام کو پورے ہندوستان میں پھیلا دیا، پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے دربار اشرفیہ کے سفیر کی حیثیت سے قائد اعظم کی خدمت میں تبلیغی وفود کی آپ ہی قیادت فرماتے رہے بہرحال آپ ساری عمر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم ترجمان رہے، گو آپ مجاز بیعت نہ تھے لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خاص تربیت یافتہ اور صحبت یافتہ تھے اور کاروان تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم فرد اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی محفل و بزم کے روشن چراغ تھے، قیام پاکستان کے بعد آپ کراچی تشریف لائے اور یہاں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف و مواعظ کی اشاعت کا کام جاری رکھا اور بالآخر کچھ عرصہ علیل رہنے کے بعد ۲۸ رجب ۱۳۸۸ھ / ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو ناظم آباد کراچی میں رحلت فرماگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے تعزیتی خطاب میں فرمایا کہ :

"مولانا شبیر علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے شیخ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خاص نشانی اور ان کی بہت سی خصوصیات کے تنہا وارث تھے ان کی ذات سے تھانوی سلسلہ سے تعلق رکھنے والے حضرات آج اپنے ایک امام امیر کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

(بحوالہ ذکر رفتگان)

تالیفات حکیم الامت تھانوی رح

حضرت مولانا سید شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۷ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء کو ترنگ زئی تحصیل چارسدہ ضلع پشاور میں مولانا غلام حیدر بن مولانا خان عالم بن مولانا اسعد اللہ کے گھر پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی' ۱۹۰۹ء میں پرائمری میں داخلہ لیا اور ۱۹۱۳ء میں فارغ ہوئے پھر سرحد وافغانستان کے مختلف علماء سے فنون کی کتابیں پڑھیں بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۲۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۹۲۱ء میں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ' علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا اصغر حسین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ' اور مولانا رسول خان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی' ۱۹۲۲ء میں آپ نے حج کی سعادت حاصل کی' حج سے واپس ہوئے تو ہندوستان میں شدھی تحریک زوروں پر تھی' آپ کو دارالعلوم دیوبند کی طرف سے شہر دھانند کے فتنہ ارتداد اور شدھی تحریک کی روک تھام کے لئے پچاس علماء کے وفد کا قائد بنا کر بھیجا گیا' آپ نے آریہ سماج کے خلاف تبلیغ کا مرکز آگرہ شہر کو بنایا اور آپ نے شب وروز تبلیغی کام کئے بالآخر آپ کی مخلصانہ تبلیغی سعی رنگ لائی اور بے شمار ہندو حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور مسلمانوں کو فتنہ سے بچالیا گیا' آریوں کے مشہور مناظرین کو عام جلسوں میں عبرتناک شکست کا منہ دیکھنا پڑا' جب فتنہ ارتداد کے خاتمہ پر کامیابی کے ساتھ دارالعلوم دیوبند واپسی ہوئی تو دارالعلوم میں ایک جلسہ ہوا' جس میں علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے' ان کے ارشاد پر آپ نے تبلیغی حالات وکوائف پر ایسی جامع تقریر فرمائی کہ ان بزرگوں نے دل کھول کر دعائیں دیں' آپ کم وبیش ایک سال تک دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں نادر کتب کا مطالعہ کرتے رہے' قیام حجاز کے دوران سلطان عبدالحمید خان کے مکتبہ حمیدیہ میں خوب خوب مطالعہ کرتے رہے' ۱۳۴۱ھ میں مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی میں بطور صدر مدرس آپ کا تقرر ہوا' ۱۳۴۲ھ میں مدرسہ ارشاد العلوم لاڑکانہ سندھ میں صدر مدرس رہے' ۱۳۴۶ھ میں مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ دروازہ لاہور میں بطور صدر مدرس تعلیمی وتدریسی خدمات انجام دیں' ۱۳۵۰ھ

میں دار الفیوض ہاشمیہ سجاول سندھ میں صدر مدرس رہے پھر ۵۴ ۱۳ھ میں دار العلوم دیوبند میں درجہ علیاء کے استاد اور شیخ التفسیر رہے اور ۵۷ ۱۳ھ / ۹ ۱۹۳ء میں قلات کے وزیر معارف مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں دوبارہ اسی عہدہ پر فائز ہوئے اس سے قبل ۱۹۴۴ء سے ۱۹۴۷ء تک جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے مدرس اعلیٰ رہے' ۱۹۶۴ء میں شیخ التفسیر والحدیث اکیڈمی علوم اسلامیہ کوئٹہ کے منصب پر کام کیا اور پھر ۱۹۶۴ء ہی میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شیخ التفسیر کے منصب پر فائز ہوئے اور تقریباً بارہ تیرہ سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے' آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ملک وبیرون ملک علمی خدمات انجام دے رہے ہیں' آپ نے درس وتدریس کے ساتھ بہت سی کتابیں بھی تالیف کی ہیں جن میں "علوم القرآن' سوشلزم اور اسلام' اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے معین القضاۃ والمفتین عربی' شرح ضابطہ دیوانی اردو' سرمایہ دارانہ اشتراکی نظام کا موازانہ اسلام سے' عالمی مشکلات اور ان کا حل' مدارس کا معاشرہ پر اثر' ترقی اور اسلام' آئینہ آریہ' متنازعہ مسائل کا حل' تصوف اور تعمیر کردار' اسلامی جہاد' کمیونزم اور اسلام' احکام القرآن' مفردات القرآن' مشکلات القرآن' حقیقت زمان ومکان" وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ کا سلسلہ روحانی حضرت حکیم الامت تھانوی ﷺ سے وابستہ ہے آپ حضرت حکیم الامت ﷺ سے بیعت ہوئے اور انہی کے مسلک پر قائم رہے۔ حضرت ﷺ کے بعد ان کے خلیفہ خاص حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب ﷺ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور ان کے خلیفہ مجاز مقرر ہوئے' پھر آخر وقت تک وعظ و نصیحت کے ذریعہ عوام وخواص کی اصلاح میں مصروف رہے اور آخر کار ۶ ذی قعدہ ۱۴۰۳ھ / ۱۶ اگست ۱۹۸۳ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا شمس الحق فرید پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۹۰۸ء میں سابق مشرقی پاکستان کے شہر فرید پور میں پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی میں حاصل کی' پھر ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا جہاں حضرت مولانا عبد الرحمن کاملپوری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا اسعد اللہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے یگانہ روزگار علماء سے فیض حاصل کیا' اور سند فراغ حاصل کی' بعد ازاں مکرر دورہ حدیث کے لئے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے آفتاب علم و عمل اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا' غیر منقسم ہندوستان میں علم دین کے یہ دو بڑے مرکز تھے یعنی مظاہر العلوم سہارنپور اور دار العلوم دیوبند' آپ نے ان دونوں مرکزوں سے اکتساب فیض کیا تھا اور ان دونوں اداروں میں آپ کو اکابر اہل اللہ کی صحبت اٹھانے کا موقعہ ملا تھا پھر ان دونوں مرکزوں سے تحصیل علم کے بعد آپ نے تھانہ بھون کا رخ کیا اور وقت کے مجدد اعظم حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چشمہ فیض سے بھی سیراب و شاداب ہوئے جہاں علم کی حقیقت کے سامنے قلب کو سوز و گداز نصیب ہوا' آپ کو ایک عرصہ تک حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہنے کا موقع نصیب ہوا' انہی کے دست حق پر بیعت کی اور اصلاح و تربیت کا سلسلہ جاری رکھا ان کی رحلت کے بعد آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی تعلق قائم کیا اور تجدید بیعت کی' اور پھر حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خلعت خلافت سے نوازے گئے' حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خودنوشت سوانح حیات "انوار النظر فی آثار الظفر" میں آپ کا اسم گرامی اپنے خلفاء و مجازین کی فہرست میں لکھا ہے' آپ ساری زندگی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک و مشرب پر قائم رہے اور حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات کے مطابق ساری عمر بسر کی' کئی بار حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حج و زیارت کی سعادت حاصل کی اور سیاسی نظریات میں بھی انہی کے مقلد رہے' تحریک پاکستان اور سلہٹ ریفرنڈم میں آپ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست راست رہے اور آخر دم تک نظام اسلام کے لئے کوشاں رہے۔ آپ نے فراغت تعلیم کے بعد سے ہی تدریس و تعلیم کا سلسلہ بھی جاری

کیا تھا اور ڈھاکہ شہر میں لال باغ کے پاس جامعہ قرآنیہ کے نام سے ایک دینی درسگاہ کی بنیاد ڈالی جو ڈھاکہ کی مرکزی دینی درسگاہ کہلاتی ہے' ہزاروں طلباء یہاں سے فیض علمی حاصل کر چکے ہیں' آپ ایک بڑے عالم و محدث و مفسر ہونے کے ساتھ بنگلہ زبان کے بڑے اچھے مصنف بھی تھے' بنگال کے عوام کو دینی تعلیمات سے روشناس کرانے کے سلسلے میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں "بہشتی زیور" حضرت حکیم الامت ﷫ کی مقبول عام کتاب ہے آپ نے اس کتاب کا بنگلہ ترجمہ کیا ہے جو ان اطراف میں بہت مقبول ہوا ہے' اس کے علاوہ حضرت حکیم الامت ﷫ کی کئی اہم تصانیف و مواعظ کا بھی بنگلہ زبان میں ترجمہ کرنے کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری ﷫ فرماتے ہیں کہ :

> "مشرقی پاکستان کے مشہور عالم ربانی جامعہ قرآنیہ لال باغ ڈھاکہ کے بانی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا شمس الحق فرید پوری ﷫ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل عالم تھے اور سرچشمہ سلوک تھانہ بھون سے روحانی فیض حاصل کیا تھا' آپ مخلص و حق گو تھے' بلا خوف لومتہ لائم ہمیشہ اعلان حق کرتے رہے' استقامت رائے' اصابت فکر اور اظہار حق میں فرید وحید تھے۔"

بہرحال آپ ہمیشہ دین کی خدمت کے لئے کوشاں رہے' اور آپ کے عزم و حوصلہ میں کبھی کمی نہیں آئی اور خدمت دین کے ولولے اور جذبے جوان رہے' آپ نے کوئی زیادہ عمر نہیں پائی اور بمشکل ساٹھ کے قریب پہنچے ہوں گے کہ آپ کو بیماریوں نے گھیر لیا مگر ضعف و علالت میں بھی آپ دینی خدمات میں مصروف رہے اور بالآخر یہ مرد حق ۲ ذی قعدہ ۸۸ ۱۳ھ / ۲۱ جنوری ۱۹۶۹ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ پڑھی اور اپنے آبائی وطن میں مدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا مفتی عبد الحکیم سکھروی ﷫

آپ اصلاً ریواڑی ضلع گوڑگانوہ مشرقی پنجاب کے رہنے والے تھے اور ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے' آپ کے والد ماجد مولانا عبد العزیز صاحب ﷫ ایک متقی پرہیز گار عالم دین تھے' آپ ۱۵ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ کو پیدا ہوئے' مڈل تک تعلیم ریواڑی میں حاصل کی ابتدائی تعلیم عربی شرح جامی تک اپنے نانا سے حاصل کی پھر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا وہاں ایک سال پڑھ کر اگلے سال دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور تمام علوم وفنون کی مختلف کتب کی تکمیل کے بعد دورہ حدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ﷫ سے پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی' آپ کے دوسرے اساتذہ میں مولانا صدیق احمد کشمیری ﷫' مولانا قاری محمد طیب قاسمی ﷫' مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی ﷫' علامہ محمد ابراہیم بلیاوی ﷫' مولانا اعزاز علی امروہی ﷫' اور مولانا سید اصغر حسین دیوبندی ﷫ قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد آپ نے اپنے وطن میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھاتے رہے' ساتھ ہی ساتھ تجارت کا مشغلہ بھی جاری رکھا مگر اس سے تدریس میں کوئی فرق نہیں آیا' قیام پاکستان کے بعد آپ پاکستان آگئے اور سکھر میں قیام کیا' یہاں بھی درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کا سلسلہ جاری فرمایا' پھر مدرسہ اشرفیہ کے قیام کے بعد حضرت مولانا محمد احمد تھانوی ﷫ بانی ومہتمم مدرسہ اشرفیہ سکھر کی دعوت پر مستقل طور پر درس وتدریس پر مامور ہوئے۔ یہاں آپ کو تمام درسی کتابیں پڑھانے کا موقع ملا پھر چند آخری سالوں میں تو صرف بخاری شریف کی کتاب پڑھاتے رہے اور مدرسہ اشرفیہ کے دار الافتاء کے صدر بھی رہے' آپ کے فیض علمی سے ہزاروں طالبان علم فیضیاب ہوئے اور آپ کے قلم سے ہزاروں فتاویٰ جاری ہوئے علاوہ ازیں تدریس حدیث کے ساتھ تصنیف وتالیف کا مشغلہ بھی رہا اور متعدد کتب ورسائل منظر عام پر آئے۔ جو نہایت مفید اور عام فہم ہیں' ان میں علیکم بسنتی' شان رسالت' دین کی باتیں دو جلدیں' جنت کے پھول اور دوزخ کے کانٹے' کیا خدا ہے' مکہ مدینہ' اعتکاف' مفید دعائیں'

رمضان المبارک‘ آخری منزل کے احکام‘ رحمت کے مستحق انسان‘ قصیدہ بردہ کی اردو شرح‘ اور حرمین شریفین‘‘ مشہور تالیفات ہیں۔

آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ سے منسلک ہے‘ آپ نے ۱۳۴۷ھ میں حضرت حکیم الامت ؒ کے خلیفہ حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب ؒ سے بیعت ہوئے اور پھر ان کے انتقال کے بعد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور بذریعہ خط ہی بیعت ہوئے اور ۱۳۷۵ھ میں اجازت وخلافت سے نوازے گئے‘ خلافت کے بعد حضرت الشیخ قبلہ مفتی اعظم ؒ نے سلوک طے کرانے کے لئے فرمایا کہ کراچی میرے پاس آکر کچھ وقت لگاؤ‘ چنانچہ آپ نے یہ وقت لگایا نیز پھر آپ کا یہ معمول رہا کہ ہر سال مدرسہ کی تعطیلات کے دوران حضرت شیخ ؒ کی خدمت اقدس میں حاضری دیا کرتے تھے‘ ایک مرتبہ آپ کے شیخ و مرشد حضرت مفتی اعظم پاکستان ؒ نے فرمایا کہ :

> ’’ہزاروں مریدین میں کوئی ایک ایسا بھی مرید ہوتا ہے جو اپنے شیخ سے بڑھ جاتا ہے‘ لیکن یہ بہت قلیل ہوتا ہے‘ پھر مفتی عبدالحکیم صاحب ؒ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ مولوی عبدالحکیم مجھ سے بڑھے ہوئے ہیں‘ جب یہ موجود ہوا کریں تو مجھ سے دعا کرانے کے بجائے ان سے دعا کے لئے کہا کرو۔‘‘

بہرحال آپ نے حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے سلسلہ کو کافی آگے بڑھایا اور آپ نے ہزاروں لوگوں کی اصلاح و تربیت فرمائی اور متعدد حضرات کو اجازت و خلافت سے نوازا‘ ساری زندگی خدمت اسلام میں بسر کی اور ۱۳ شوال ۱۴۰۶ھ / ۲۱ جون ۱۹۸۶ء کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور دارالعلوم کراچی میں اپنے شیخ حضرت مفتی اعظم ؒ کے قدموں میں آرام فرما ہیں‘ حق تعالیٰ شانہ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

(اکابر علماء دیوبند)

حضرت مولانا عبد الرحمٰن اشرفی

آپ حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری ﷫ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت امرتسر میں ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد اور دیگر اساتذہ سے مدرسہ نعمانیہ امرتسر ہی میں حاصل کی جہاں حضرت مفتی صاحب ﷫ صدر المدرسین کے عہدہ جلیلہ پر فائز تھے پھر تقسیم ملک کے بعد لاہور آگئے، یہاں حضرت مفتی محمد حسن صاحب ﷫ نے جامعہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی، آپ نے اسی جامعہ میں ثانوی اور اعلیٰ تعلیم اکابر اساتذہ سے حاصل کی، دورہ حدیث حضرت مولانا رسول خان ہزاروی ﷫، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ﷫، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی ﷫، اور اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری ﷫ سے پڑھ کر ۱۹۵۲ء میں سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت تعلیم کے بعد آپ نے جامعہ اشرفیہ ہی میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اونچے درجہ کی کتب آپ کے زیر درس رہیں، حضرت مفتی صاحب ﷫ کی رحلت کے بعد آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب مدظلہ جامعہ اشرفیہ کے مہتمم اعلیٰ اور آپ نائب مہتمم مقرر ہوئے، اور تادم تحریر اسی منصب پر فائز ہیں، حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی ﷫ کی وفات کے بعد آپ جامعہ کے شیخ الحدیث منتخب کئے گئے اور الحمدللہ درس حدیث جاری ہے۔

جناب فاضل حبیب اللہ رشیدی ﷫ فرماتے ہیں کہ:

> "مولانا عبد الرحمٰن اشرفی مدظلہ ایک بلند پایہ عالم دین اور روشن خیال بزرگ ہیں، انہوں نے اپنے والد محترم مولانا مفتی محمد حسن صاحب ﷫ کی نگرانی میں تعلیم مکمل کی اور ۱۹۵۳ء سے جامعہ اشرفیہ میں درس وتدریس کا کام شروع کردیا، مولانا موصوف مشکوٰۃ اور مسلم شریف جیسی اہم کتابیں پڑھاتے ہیں، جامعہ اشرفیہ میں خطبہ جمعہ آپ ہی دیتے ہیں،

لاہور کے تمام بڑے بڑے عالم جو خود جمعہ کہیں نہیں پڑھاتے وہ مولانا کی اقتداء میں جمعہ پڑھتے ہیں' مولانا مودودی مرحوم آخر وقت تک نماز جمعہ کے لئے جامعہ اشرفیہ پہنچتے رہے اور مولانا امین احسن اصلاحی اب تک نماز جمعہ یہیں ادا کرتے ہیں' اس اعتبار سے مولانا موصوف نہ صرف عوام بلکہ علمائے کرام کے لئے بھی قابل اعتماد ہیں۔"

مولانا موصوف اپنے علم و عمل میں اپنے والد مکرم کا عین نمونہ ہیں اور آپ جامع المعقول والمنقول ہیں' آپ کا انداز درس نہایت دلکش' موثر اور عالمانہ ہوتا ہے ۔ آپ ایک عظیم محدث' محقق' مدبر' مفسر' اور خطیب ہیں۔ آپ نے "نکات القرآن" کے نام سے تفسیر بھی لکھی ہے جو بہت مقبول ہوئی ہے ۔

آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا رسول خان صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے منسلک ہے آپ نے اصلاح و تربیت پہلے اپنے والد ماجد حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی پھر حضرت مولانا رسول خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق بیعت قائم کیا اور خلافت حاصل کی' ان کے بعد حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق قائم رکھا اور ان کی طرف سے بھی اجازت و خلافت کا شرف حاصل کیا۔ آپ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک و مشرب کے مطابق دینی و علمی وتدریسی' تبلیغی و اصلاحی خدمات میں مصروف ہیں اور اپنے والد ماجد کے لگائے ہوئے گلشن کو آباد و شاداب کئے ہوئے ہیں۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا عبد الرحیم امرتسری ﷫

آپ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب ﷫ کے صاحبزادے تھے' آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی' قرآن کریم قاری خدا بخش صاحب ﷫ سے حفظ کیا اور درس نظامی کی مکمل تعلیم جامعہ اشرفیہ لاہور ہی میں حاصل کی اور دورہ حدیث حضرت مولانا رسول خان ہزاروی ﷫' حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ﷫ اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی ﷫ سے پڑھا۔

فراغت کے بعد آپ جامعہ اسلامیہ بہاولپور تشریف لے گئے جہاں آپ نے ۱۹۶۳ء میں تخصص فی التفسیر والحدیث میں داخلہ لیا اور دو سال کی مسلسل محنت و جانفشانی سے عظیم الشان کامیابی حاصل کی اور حضرت مولانا شمس الحق افغانی ﷫ سے خوب خوب استفادہ کیا' آپ نے تدریس کا سلسلہ جامعہ اشرفیہ ہی سے شروع کیا اور تادم آخر اسی جامعہ میں اونچے درجہ کی کتب پڑھاتے رہے' درس و تدریس کے ساتھ آپ جامعہ اشرفیہ قدیم کے نائب مہتمم بھی منتخب ہوئے جس کو آپ نے بطریق احسن تاوقت وصال انجام دیا۔

آپ نے اصلاحی سلسلہ اپنے والد ماجد ہی سے قائم کیا تھا جو ان کے انتقال تک جاری رہا پھر اپنے والد مکرم کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا شمس الحق افغانی ﷫ سے اصلاح و تربیت کا تعلق جوڑا اور تادم وصال حضرت افغانی ﷫ سے کسب فیض کرتے رہے' حضرت افغانی ﷫ آپ کو انتہائی شفقت و محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور آپ کا خاص خیال رکھتے تھے' آپ کے والد مکرم حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب ﷫ کے زمانہ میں جامعہ اشرفیہ نہ صرف عوام و خواص کا مرجع تھا بلکہ ہروقت علماء و مشائخ کا ایک جھمگٹھا ہوتا تھا اور ان تمام شیوخ کی خدمت کا سہرا آپ کے سر ہوتا تھا' حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ﷫' حضرت مولانا رسول خان ہزاروی ﷫' حضرت علامہ سید سلیمان ندوی ﷫' حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی ﷫' حضرت مفتی محمد شفیع ﷫' حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ﷫' حضرت مولانا عبد الباری ندوی ﷫' اور حضرت مفتی جمیل

احمد تھانوی ﷫ جیسے شیوخ و اکابر سب ہی آپ سے بے پناہ محبت وشفقت فرماتے تھے ' آپ بے حد خلیق 'ملنسار اور خوش طبع تھے 'ایک حق گو اور جو انمرد عالم تھے ان کی پوری زندگی تدریس وتبلیغ و اصلاح میں بسر ہوئی۔

آپ نے ۱۰ اگست ۱۹۷۲ء کو عالم شباب ہی میں وفات پائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کے دو بچے اور دو بچیاں ہیں ماشاء اللہ سب تعلیم یافتہ ہیں اور لڑکے حافظ و قاری اور عالم ہیں۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف سکھروی

آپ کا وطن اصلی سکھر ہے وہیں آپ کی ولادت ہوئی' قرآن حکیم اپنی والدہ محترمہ سے پڑھا' پھر اسلامیہ پرائمری اسکول میں چار جماعتیں پاس کیں اور درس نظامی کی تعلیم کی غرض سے مدرسہ جامعہ اشرفیہ سکھر میں داخل ہوئے جہاں ابتداء سے موقوف علیہ تک کی تعلیم مکمل کی' اس مدرسے میں اپنے والد محترم حضرت مولانا مفتی عبد الحکیم سکھروی ﷫ کے علاوہ خاص طور سے شیخ الحدیث حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب ﷫ سے استفادہ کیا۔ ۱۳۷۹ھ میں دورہ حدیث کی تکمیل کے لئے دار العلوم کراچی تشریف لائے اور ۱۳۸۰ھ میں فراغت حاصل کی' حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ سے آپ کو بخاری شریف جلد اول کا کچھ حصہ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی' نیز حضرت مفتی صاحب ﷫ نے آپ کو تمام کتب صحاح وغیرہ کی اول و آخر عبارت پڑھوا کر خود پڑھ کر اپنی تمام اسانید کے ساتھ اجازت روایت حدیث مرحمت فرمائی' فراغت کے بعد آپ نے حضرت مفتی صاحب ﷫ کی نگرانی میں دو سال تخصص فی الفقہ والافتاء میں لگا کر فتاویٰ نویسی کی مشق کی اور چند اسباق بھی تدریس کے لئے آپ کے سپرد کئے گئے' دریں اثناء ۱۳۹۰ھ میں آپ نے حضرت مفتی صاحب ﷫ سے اصلاحی تعلق بھی قائم کیا اور بیعت ہوئے' تخصص سے فراغت کے بعد بحیثیت معین مدرس و معین مفتی آپ کا تقرر ہوا یہ خدمت تاحال جاری ہے۔

۸ رمضان ۱۳۹۴ھ میں حضرت مفتی صاحب ﷫ نے آپ کو اپنے پیڈ پر تحریر کردہ مکتوب میں بیعت و تلقین کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ حضرت مفتی صاحب ﷫ کے غالباً سب سے کم سن اور نوجوان خلیفہ ہیں' آپ نے حضرت مفتی صاحب ﷫ سے فقہ ظاہر کے ساتھ فقہ باطن میں بھی کسب فیض کیا' اجازت بیعت و تلقین کے علاوہ افتاء و روایت حدیث کی بھی تحریری اجازت اور سند آپ کو حضرت مفتی صاحب ﷫ سے حاصل ہے' ماشاء اللہ آپ کے اوپر حضرت مفتی صاحب ﷫ کے فیض صحبت کا بے حد اثر ہے' طلباء کی اصلاح و اخلاق کی درستگی کی طرف آپ خاص طور سے توجہ دیتے ہیں اور ان کے

اعمال و افعال کی نگرانی بھی رکھتے ہیں' دارالعلوم کراچی میں ہفتے میں دو مرتبہ بعد عصر آپ کی اصلاحی مجلس پابندی کے ساتھ ہوتی ہے ان میں تلامذہ و طلباء کے علاوہ شہر سے آنے والے معزز حضرات بھی شریک ہو کر کسب فیض کرتے ہیں۔ البلاغ میں آپ کے علمی و اصلاحی مضامین اور اہم تقاریر شائع ہوتے رہتے ہیں' آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ اسلامی مسائل پر کئی رسالے شائع ہو چکے ہیں۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا مفتی عبد الستار ملتانی

آپ جامعہ خیرالمدارس کے ممتاز اساتذہ میں سے ہیں اور اس وقت جامعہ کے دار الافتاء کے صدر ہیں' آپ نے قرآن پاک کے حفظ کے بعد ۱۹۴۷ء میں مدرسہ اشاعت العلوم جامع مسجد فیصل آباد میں ایک سال میں ابتدائی کتابیں کافیہ' کنز اور اصول الشاشی تک پڑھیں' دوسرے سال خیرالمدارس ملتان میں درجہ مشکوۃ شریف میں داخلہ لیا اور پھر دار العلوم الاسلامیہ اشرف آباد ٹنڈوالہ یار سندھ سے دورہ حدیث کیا بعد ازاں ۱۳۷۰ھ میں واپس آکر تکمیل خیرالمدارس میں کی' آپ کے اساتذہ میں حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب جالندھری ﷫' حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری ﷫' حضرت مولانا محمد یوسف بنوری ﷫' حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی ﷫' حضرت مولانا مفتی عبد اللہ ملتانی ﷫ اور حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی ﷫ کے اسماء گرامی آتے ہیں۔ فراغت کے بعد آپ جامعہ خیرالمدارس میں مدرس مقرر ہوئے اور پھر خیرالمدارس کے دار الافتاء سے وابستہ ہوئے اور سینکڑوں فتاویٰ اپنے قلم سے جاری کئے' آپ کے فتاوی علم و تحقیق میں ملک بھر میں نمایاں مقام رکھتے ہیں نیز آپ کی تعلیم و تدریس بھی مثالی ہے۔ آپ تقریر و تحریر میں بھی ید طولی رکھتے ہیں اور آپ کے وقیع علمی مضامین ماہنامہ ''الخیر'' اور دیگر رسائل میں اکثر چھپتے رہتے ہیں۔

آپ کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ﷫' حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری ﷫' حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ﷫ اور حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتی ﷫ سے رہا ہے اور حضرت صوفی محمد اقبال مدنی اور حضرت قاری فتح محمد پانی پتی ﷫ خلیفہ حضرت مفتی محمد حسن صاحب ﷫ کی طرف سے مجاز بیعت بھی ہیں۔ آپ کے اصلاحی مواعظ و نصائح عوام و خواص کے لئے نہایت مفید اور نافع ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا عبد السلام خیری

آپ حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب جالندھری ؒ بانی جامعہ خیر المدارس ملتان کے تلمیذ رشید اور خلیفہ مجاز ہیں' ساری زندگی تدریس و تبلیغ و اصلاح میں گزر رہی ہے' آپ نے کئی مدارس دینیہ میں علمی و تدریسی خدمات انجام دی ہیں اور حضرات اکابر یعنی خلفائے حکیم الامت تھانوی ؒ سے بڑا گہرا رابطہ و تعلق رہا ہے خصوصاً اپنے شیخ و مربی حضرت مولانا خیر محمد صاحب ؒ سے تو حد درجہ تعلق و عشق تھا علاوہ ازیں حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب ؒ سے بھی بڑا نیازمندانہ تعلق رہا ہے اور یہ حضرات بھی آپ سے بڑی محبت و شفقت کا معاملہ فرماتے تھے' ذیل میں آپ کے تاثرات تعزیت درج کئے جاتے ہیں کہ جن سے اپنے شیخ حضرت مولانا خیر محمد صاحب ؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب ؒ سے محبت و تعلق کا اندازہ ہو سکے گا' آپ فرماتے ہیں کہ:

> "حضرت قبلہ مفتی محمد حسن صاحب ؒ کی رحلت سے تو اپنی دنیا ہی لٹ گئی' ایک شفقت پدری کا سایہ جس میں ہم آرام سے چل رہے تھے اٹھ گیا گزشتہ سردیوں میں آخری بار قدم بوسی سے مشرف ہوا' اور اس بقرعید سے ایک دو روز پیشتر آخری خط سے نیاز حاصل کیا' جس کا جواب عید کے بعد ملا' میں کس سے کیا تعزیت کروں کہ خود ہی مجروح القلب اور محتاج شفقت ہو رہا ہوں' حضرت اقدس مفتی صاحب ؒ نے صرف ہمارے بزرگ تھے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ پوری ملت پاکستان پر سایہ خداوندی تھے' میرے خیال میں پاکستان کا امن و امان حضرت ؒ کے وجود باوجود کے برکت سے تھا گزشتہ اٹھارہ انیس سال سے نیاز حاصل تھا اور جب بھی حضرت ؒ کو دیکھا' دل میں بھی آیا جس نے قطب العالم حضرت شاہ حاجی

امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو نہ دیکھا ہو وہ ہمارے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لے 'بلاشبہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ امداد اللہ الوقت تھے نسبت امدادی واشرفی کے حامل تھے۔شفقت رحمت کے دریائے بے پایاں تھے یہاں مدرسہ اشاعت العلوم کا کاخیل لائلپور میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و مناقب کے بارے میں محفل منعقد ہوئی اور قرآن خوانی کا اہتمام بھی ہوا۔"

اسی طرح سے حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ :

"میرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور میرے شیخ و مربی حضرت مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت سے تو دنیا ہی اجڑ گئی اور آج اپنے آپ کو یتیم سمجھتا ہوں 'حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت و عنایت کا کیا کہنا وہ تو میرے لئے سراپا رحمت تھے قلب و روح کو ہرگز سکون نہیں ہے 'کسی سے کیا تعزیت کروں خود مستحق تعزیت ہوں 'حق تعالیٰ میرے حضرت کے درجات بلند فرمائیں اور ہمیں صبر جمیل عطا فرمائیں۔آمین۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی

آپ کی ولادت باسعادت اپنی ننھیال موضع ارون ریاست پٹیالہ مشرقی پنجاب میں ۱۱رجب المرجب ۱۳۴۱ھ کو ہوئی۔تاریخی نام مرغوب النبی نکالا گیا' آپ کے والد محترم حضرت مولانا سید مفتی عبد الکریم گمتھلوی ﷫ سلسلہ اشرفیہ کے معروف و مشہور بزرگ صاحب تصانیف و افتاء' معروف عالم دین تھے' اور عرصہ دراز تک حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے فیض صحبت سے مستفید ہوتے رہے اور ان کے زیر سایہ رہ کر تصنیف و تالیف' افتاء و تدریس نیز تعلیمی و تبلیغی تمام شعبوں میں گرانقدر خدمات انجام دیتے رہے' آپ کی تعلیم کی ابتداء تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کے مدرسہ اشرفیہ سے قرآن پاک حفظ ناظرہ ریاضی اردو دینیات اور بہشتی زیور وغیرہ کی تعلیم سے ہوئی' اس کے ساتھ ہی بچپن ہی سے حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کی بابرکت مجلس عام و خاص میں بھی حاضری کی دولت اور آپ کے ارشادات طیبات سے استفادہ کا موقع نصیب ہوا' پھر عربی فارسی کی ابتدائی اور بعض متوسط کتب ہدایہ جلالین وغیرہ تک اپنے والد ماجد اور دیگر اساتذہ سے پڑھیں بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں حضرت مولانا حسین احمد مدنی ﷫' حضرت مولانا اعزاز علی امروہی ﷫' حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی ﷫' حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ﷫' اور حضرت مولانا جلیل احمد کیرانوی ﷫ جیسے اکابر اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کئے اور ۱۳۶۵ھ میں سند فراغ حاصل کی' دوران تعلیم ہی ۱۳۵۹ھ میں اپنے والدین کے ہمراہ حج کی سعادت نصیب ہوئی اور مزید ایک سال مدینہ منورہ میں قیام رہا اور مولانا قاری فتح محمد پانی پتی ﷫' قاری حسن شاعر اور شیخ القراء حضرت قاری محی الاسلام سے سبعہ اور ثلاثہ میں استفادہ کا موقع ملا اور قرات میں اعلیٰ مقام حاصل ہوا۔

فراغت کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور مدرسہ عربیہ راجپورہ ریاست پٹیالہ میں تدریسی خدمات انجام دینے پر مامور ہوئے اس کے بعد مدرسہ حقانیہ شاہ آباد میں درس نظامی کی تدریس کرتے رہے یہاں تک کہ پاکستان بن گیا اور آپ ساہیوال ضلع سرگودھا میں قیام پذیر ہوئے' یہاں شہر کی قدیم جامع مسجد میں ایک مدرسہ قاسمیہ جاری

کیا جس میں مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھاتے رہے، ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں تقریباً چار ماہ کی نظربندی کے زمانہ میں مدرسہ بند ہوگیا پھر رہائی کے بعد دوبارہ کوشش کر کے آپ نے مستقل مدرسہ کے لئے جگہ حاصل کی اور یکم ربیع الاول ۱۳۷۰ھ سے باقاعدہ مدرسہ کا افتتاح کیا گیا، اس مدرسے کا نام حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ حقانیہ شاہ آباد کے نام پر "جامعہ حقانیہ" رکھا، مدرسہ جامعہ حقانیہ میں اکابر کے مسلک ومشرب کے مطابق درس نظامی کی تعلیم دیجاتی ہے۔ اور آپ مدرسے کے اہتمام کے ساتھ ساتھ مدرسہ میں اونچے درجہ کی کتابیں بھی خود پڑھاتے ہیں اور خدمت افتاء بھی انجام دے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں جامع مسجد حقانیہ میں آپ ہی خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں اور الحمدللہ ہزاروں لوگ آپ کے فیض علمی وروحانی سے فیضیاب ہوچکے ہیں، آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے منسلک ہے اور بچپن ہی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا پھر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاح وتربیت کا تعلق قائم کیا اور عرصہ دراز تک حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوضات سے سیراب وشاداب ہوتے رہے اور خلافت واجازت سے نوازے گئے، حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا اور انہوں نے بھی بہت جلد آپ کو اجازت بیعت وتلقین سے سرفراز فرمایا۔

آپ فرماتے ہیں کہ:

> "شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شروع سے آخر عمر تک اس ناکارہ پر احسانات عظیمہ رہے دونوں حضرات مجھ ناکارہ پر اپنی اولاد کی طرح شفقت فرماتے تھے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان حضرات کا بہت گہرا تعلق تھا یہ حضرات ہمیشہ اس ناکارہ کی ہمت افزائی فرماتے تھے اور معمولی معمولی دینی خدمات پر اظہار خوشنودی فرماتے تھے۔"

الغرض آپ درس وتدریس تبلیغ وارشاد اور تصنیف وتالیف میں زندگی گزار رہے ہیں، متعدد تالیفات ومقالات طبع ہوچکے ہیں۔ اور آپ کا فیض علمی وروحانی جاری وساری ہے۔

حضرت مولانا عبد الشکور کاملپوریؒ

آپ ملک محمد خان کے گھر بہبودی ضلع کیمبلپور میں پیدا ہوئے، دسویں جماعت تک مقامی اسکول میں تعلیم حاصل کی پھر شاہ ہارون کے مولانا قاضی محمد جی کے ہاں صرف ونحو کی تعلیم حاصل کی وہاں سے واپس گھر آئے تو وہاں حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوریؒ بھی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے آئے ہوئے تھے انہوں نے آپ کو مظاہر العلوم میں داخل ہونے کی ترغیب دی، آپ نے ۱۳۳۸ھ میں مظاہر العلوم میں داخلہ لیا اور ۱۳۴۰ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ مولانا ثابت علی، مولانا عنایت الٰہی، مولانا عبد الواحد، مولانا حافظ عبد اللطیف، مولانا محمد یحیٰ کاندھلویؒ، مولانا عبد الرحمٰن کاملپوریؒ، اور مولانا منظور احمد خان سے دورِ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد مظاہر العلوم میں تدریس پر مامور ہوئے، آخر میں جلالین، بیضاوی شریف، اور نسائی شریف جیسی بلند پایہ کتابیں آپ کے زیر درس رہیں، تقسیم ملک کے بعد آپ پاکستان چلے آئے یہاں مدرسہ خیر المدارس ملتان، جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک، اور مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں اونچے درجے کی کتابیں اور آخری دور میں بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھاتے رہے، تدریس کے ساتھ تبلیغ بھی کیا کرتے تھے، خوش بیان واعظ بھی تھے، بیعت کا تعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے تھا، حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوریؒ کو اپنا محسن سمجھتے تھے اور والہانہ محبت رکھتے تھے، ان کے انتقال کے بعد آپ کی طبیعت میں اضمحلال پیدا ہو گیا اور ۲۳ رجب المرجب ۱۳۹۰ھ / ۲۵ ستمبر ۱۹۷۰ء میں آپ کا وصال ہوا، اور آبائی گاؤں بہبودی میں دفن کئے گئے، آپ کے بارے میں الحق میں لکھا گیا ہے کہ:

> "جانے والے قدسی صفات بزرگوں میں حضرت مولانا عبد الشکور کاملپوریؒ بھی ہیں، اخلاص، سادگی، اور بے تکلفی اور زہد و تقویٰ کا چلتا پھرتا نمونہ، جید عالم، اور خوش بیان

مقرر' زندگی ساری درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ میں گزاری' تقسیم سے پہلے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور اور بعد میں پاکستان کے کئی مدارس میں پڑھاتے رہے' پچھلے کئی دنوں سے بیمار تھے اور راولپنڈی میں زیر علاج رہے' ۲۵ ستمبر ۱۹۷۰ء کو نماز جمعہ کے بعد واصل بحق ہوئے' جسد خاکی کو آبائی گاؤں بہبودی لایا گیا اور دوسرے دن دس بجے آغوش رحمت کے سپرد کئے گئے' نماز جنازہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب نے پڑھائی اور سینکڑوں علماء وصلحاء اس میں شریک ہوئے"۔

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری ﷫ اپنے تاثرات میں فرماتے ہیں کہ :

"حضرت مولانا عبد الشکور صاحب ﷫ موضع بہبودی ضلع کیمبلپور علاقہ چھچھ کے رہنے والے تھے' مستند عالم' خوش بیان واعظ' سراپا اخلاص اور مجسم زہد وتقویٰ' حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ﷫ کے زمانہ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے فارغ التحصیل ہوئے' فراغت کے بعد وہیں مدرس ہوئے اور آخر میں وہاں شیخ التفسیر کے عہدے پر فائز ہوئے' زندگی بھر تھانوی طریق رہا اور تمام عمر بے سروسامانی میں گزاری جو علماء ربانیین اور علماء آخرت کی بڑی نشانی ہے' عرصہ دراز سے صحت خراب ہوچکی تھی' راولپنڈی میں عرصہ تک علاج جاری رہا' آخر اس فانی دنیا سے اکتاکر عالم آخرت کا رخ کیا اور پنڈی میں واصل بحق ہوگئے' اور اپنے مسکن اصلی بہبودی ضلع کیمبل پور میں اس امانت الٰہی کو سپرد خاک کیا گیا' حق تعالیٰ اپنی رحمت و مغفرت و رضوان سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

(ماہنامہ بینات کراچی نومبر ۱۹۷۰ء)

حضرت مولانا قاری عبد العزیز شوقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ انبالہ میں پیدا ہوئے' حفظ قرآن کے بعد آپ کی تعلیم و تربیت حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں ہوئی' اس کے بعد مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور وسطائی کتب کے ساتھ مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے فن شاعری میں بھی کمال حاصل کیا' بعد ازاں آپ اعلیٰ تعلیم کے لئے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی' علم قرات کی تحصیل وہیں حضرت مولانا قاری حفظ الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کی پھر مولانا قاری عبد الوحید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتخاب پر دار العلوم دیوبند کی مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

قیام پاکستان کے بعد یہاں آگئے اور ریڈیو پاکستان راولپنڈی سے منسلک ہوگئے۔ پھر لاہور چلے گئے اور مسلم مسجد چوک انارکلی میں شیخ التجوید مقرر ہوئے' اسی اثناء میں سہ روزہ "دعوت" کے مدیر بھی رہے' تنظیم اہلسنت والجماعت کی تشکیل میں آپ کا اہم حصہ ہے پھر دار العلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں بطور صدر مدرس پندرہ سال تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں' آپ کے تلامذہ کا حلقہ کافی وسیع ہے' آپ کا روحانی و صوفیانہ مسلک حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے منسلک ہے۔ آپ نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پر بیعت کی اور پھر ان کی ہدایات ونصائح کے مطابق تدریس و تبلیغ و اصلاح میں مصروف رہے آخر دار العلوم اسلامیہ لاہور کی صدر مدرسی کے دوران آپ گلے کے سرطان میں مبتلا ہوگئے اور اسی مرض میں ۹ شعبان ۱۳۹۱ھ / ۲۰ ستمبر ۱۹۷۱ء بروز جمعرات صبح گیارہ بجے لاہور میں انتقال فرماگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت پیرجی عبد اللطیف لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد خاص اور خلیفہ ارشد تھے' حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت پیرجی رحمۃ اللہ علیہ پر اتنا اعتماد تھا کہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور کا ناظم مالیات مقرر فرمایا تھا' اور ساتھ ہی اپنی قربت خاص سے بھی نوازتے رہے' حضرت پیرجی رحمۃ اللہ علیہ کے مقام و مرتبہ اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محبت و اعتماد کا اس بات سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام خلفاء و مجازین کی فہرست اپنے آخری سفر کراچی کی روانگی سے دو یوم قبل آپ کے سپرد فرمائی تھی اور ایسے انداز میں سپرد کی تھی گویا کہ پھر دوبارہ لاہور تشریف نہ لائیں گے' حضرت پیرجی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اسی وقت یہ بات کھٹک گئی تھی کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اب مشکل ہی آئیں گے' حضرت پیرجی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خوب فیضیاب ہوئے اور ساری عمر اپنے شیخ عالی مقام کی تعلیمات و ارشادات کے مطابق گزاری' حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خلفاء کرام کی صحبت سے بڑی حد تک یہ بات واضح ہو جاتی تھی کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان خلفاء کی تعمیر ظاہر و باطن کر کے امت پر کتنا بڑا احسان فرمایا ہے' حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تمام خلفاء اپنی اپنی جگہ پر روشنی کا ایک مینار ہیں اور امت مسلمہ کے لئے ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ ہیں' ان میں سے ہر ایک عشق الٰہی اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معمول و سرشار ہے اور اپنے فیوض و برکات اور انوارات سے اپنے اپنے ماحول کو مستفیض و مستفید فرماتے رہے ہیں' حضرت پیرجی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان ہی اوصاف و کمالات کے مالک تھے اور ساری عمر تبلیغ و اصلاح میں مصروف رہے' اللہ تعالیٰ مقام عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا عبد اللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۳۱۲ھ میں پیدا ہوئے' اور ابتدائی و ثانوی تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۳۲ھ میں آپ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ ترمذی شریف کے ابتدائی اسباق حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھے پھر دورہ حدیث کے اسباق کی تکمیل امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' اور حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ دیوبند سے واپس آکر حضرت مولانا حسین علی واں بھچرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے اور ترجمہ قرآن پڑھا اور سلوک و تصوف کی بھی تعلیم حاصل کی۔ اگلے سال آپ نے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر پڑھی اور ان کی معیت میں حضرت اقدس مولانا امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی اور آپ دونوں بزرگوں کے منظور نظر بن گئے' اسی دوران حضرت مولانا فضل علی قریشی مسکین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی آمد و رفت رہی۔

آپ نے خود اپنے حالات میں تحریر فرمایا ہے کہ:

> "ان بزرگوں کی شفقت و عنایت کے باوجود تشنگی معرفت نہ بجھی اور فیض صحبت چشت اہل بہشت حاصل کی اور حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں تھانہ بھون جاکر حاضری دی اور بیس پچیس سال تک حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں آمدورفت رہی اور خطوط نویسی و عرض پردازی ہوتی رہی۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے خصوصی توجہات و عنایات سے نواز' اور بیعت و خلافت سے شرف یاب فرمایا۔"

آپ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کے بعد مطمئن ہوگئے اور اسی لئے آپ کی زندگی پر اس تعلق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے گہرے نقوش تھے۔ اور عمر بھر اسی مسلک تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق کام کرتے رہے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ نے اپنے آخری

سفر حرمین شریفین میں سلسلہ چشتیہ کے ایک اور نامور بزرگ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ﷫ سے مدینہ منورہ میں ملاقات کی تو انہوں نے بھی تبرکاً آپ کو اجازت وخلافت مرحمت فرمائی اور اس طرح سے سلاسل چشتیہ امدادیہ کے فیضان کی عجیب شان جامعیت پیدا ہوگئی تھی۔

آپ ایک متبحر عالم ربانی، جلیل القدر محدث اور عظیم المرتبت مفسر تھے، آپ نے ساری زندگی درس وتدریس اور ارشاد وتبلیغ میں گزاری، سینکڑوں علماء نے آپ سے سند حدیث حاصل کی اور ہزاروں نے درس تفسیر میں شرکت کی، آپ نے شجاع آباد ضلع ملتان میں اپنے شیخ و مربی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ﷫ کے نام پر "مدرسہ اشرف العلوم" قائم کیا جو ماشاء اللہ جاری وساری ہے، آپ نے اپنے فیض علمی وروحانی سے ہزاروں طالبان علم ومعرفت کو فیضیاب کیا ہے، متعدد حضرات کو آپ نے خلافت واجازت سے نوازا ہے اور سینکڑوں کی اصلاح فرمائی ہے۔ آپ نے کئی تصانیف و رسائل بھی تالیف کئے جو مقبول عام ہوئے۔ آپ نے ۲۲ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ کو وصال فرمایا اور قبر مبارک مدرسہ اشرف العلوم شجاع آباد میں ہے۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا عبد اللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ضلع لدھیانہ کے موضع بلیہ والی کے رہنے والے تھے' آپ کے والد مولانا محمد اسماعیل ایک مشہور عالم دین تھے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد مکرم سے حاصل کی پھر تعلیم کے لئے امرتسر چلے گئے۔ جہاں مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا' بعد میں ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور چار سال بعد واپس لدھیانہ آگر تعلیم وتدریس کے کام میں مشغول ہوئے۔ زمانہ قیام دیوبند میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور ان سے ہی سند اجازت حدیث حاصل کی۔

دیوبند سے آنے کے بعد مدرسہ عزیزیہ لدھیانہ میں مدرس ہوگئے تھے مگر علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے درس حدیث سے استفادہ کی خواہش تھی چنانچہ دوسری بار مع اہل وعیال دیوبند چلے گئے' دار العلوم کے منتظمین نے ابتدائی اور درمیانی درجے کے کچھ اسباق آپ کے سپرد کر دیئے' دو سال بعد حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کے بعد آپ لدھیانہ آئے اور مدرسہ اللہ والا میں مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر تبلیغ وتدریس کا کام شروع کیا' مدرسہ اللہ والا' کے سالانہ جلسہ کے موقع پر حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لدھیانہ تشریف لائے اور ایک عظیم الشان اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے مولانا عبد اللہ صاحب کے بارے میں فرمایا کہ :

"مجھے اس شخص کے علم ودیانت پر پورا اعتماد ہے۔"

یہ آپ کے لئے بہت بڑا اعزاز تھا' آپ اسی مدرسے میں مصروف تدریس تھے کہ آپ کے بڑے بھائی مولانا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا جو آبائی گاؤں میں اسلاف کے مسند نشین تھے' گاؤں والوں کے اصرار پر آپ کو وہاں جانا پڑا' وہاں مدرسہ انوریہ کے نام سے آپ نے ایک دینی مدرسہ قائم کیا' بعد میں یہ مدرسہ لدھیانہ کی شاہی مسجد میں منتقل ہوگیا' لدھیانہ کے زمانہ تدریس میں مدرسہ انوریہ عربیہ کی کمیٹی سے بعض اختلافات پیدا ہوئے اور آپ مدرسہ سے الگ ہوگئے اور ایک نیا مدرسہ "دار العلوم نعمانیہ" کے نام سے قائم کیا۔ تقسیم ہند تک آپ اسی مدرسہ سے منسلک رہے اور اسی مدرسہ میں

فرائض تدریس انجام دیتے رہے۔

آپ نے اپنے استاد مکرم حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پر بیعت کی اور ان کی طرف سے خلافت و اجازت بھی حاصل ہوئی' آپ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں نمایاں مقام رکھتے تھے' آپ نے تدریس کے ساتھ تصنیف کا کام بھی کیا اور تقریباً اٹھائیس کتب و رسالے شائع ہوئے۔ تقسیم ہند کے بعد آپ پاکستان آگئے۔

حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

"مولانا محمد عبد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موضع بلیہ والی ضلع لدھیانہ (مشرقی پنجاب) کے ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے' مولانا مرحوم کو مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل تھا' حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے' مولانا مرحوم نے زندگی کا طویل سفر اپنے اسلاف و اکابر کے نقش قدم پر طے کیا' مدت العمر تعلیم و تدریس اور ارشاد و تلقین کے پاکیزہ مشاغل میں منہمک رہے تقسیم سے قبل لدھیانہ وغیرہ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے اور تقسیم کے بعد گوجرانوالہ میں آرہے' اور وہاں دار العلوم نعمانیہ کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا جس کے آخر دم تک مہتمم رہے' مولانا نے ایک ادارہ تصنیف و تالیف بھی قائم کیا تھا جس کے زیر اہتمام متعدد کتابیں خود مرتب کر کے ہزاروں کی تعداد میں شائع کیں۔ مولانا نے ۲۹ جمادی الاخری ۱۳۹۵ھ / ۱۰ جولائی ۱۹۷۵ء کو بروز پنجشنبہ قبل مغرب گوجرانوالہ میں رحلت فرمائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ مولانا مرحوم کو اپنی رحمت و رضوان سے نوازے۔ آمین"۔ (بینات کراچی ستمبر ۱۹۷۵ء)

حضرت مولانا عبد الماجد دریا بادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۸۹۲ء میں ضلع بارہ بنکی (بھارت) کے مشہور قصبہ دریا باد میں مولانا عبد القادر صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ لکھنؤ سے بی اے کیا، ۱۹۳۰ء میں دار الترجمہ حیدر آباد دکن میں عثمانیہ یونیورسٹی سے منسلک ہوگئے لیکن جلد دل برداشتہ ہوکر لکھنؤ چلے گئے، وہاں سے ایک اصلاحی ہفت نامہ "سچ" نکالا، ۱۹۵۰ء میں اس کا نام "صدق جدید" رکھدیا جو آخر وقت تک جاری رہا ہے، آپ نے کوئی درجن بھر کتابیں بھی تالیف کی ہیں جن میں مبادی فلسفہ، فلسفہ جذبات، فلسفہ اجتماع، مکالمات برکلے، تاریخ اخلاق یورپ، تفسیر قرآن ماجدی، ترجمہ قرآن انگریزی، تصوف اسلام، حیوانات القرآن، پیام امن، زود پشیماں، ہم آپ، سات ہفتے پاکستان میں، محمد علی ذاتی ڈائری، حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ، اور شذرات ماجدی، وفیات ماجدی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

حضرت علامہ مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں کہ:

> "مولانا دریا بادی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات برصغیر میں کسی تعارف کی محتاج نہیں تھی، وہ ایک صاحب طرز ادیب، بلند پایہ صحافی، صاحب تصنیف، فلسفی اور اردو انگریزی کے مشہور مفسر قرآن تھے، ان کی ابتدائی زندگی فلسفے کے گماں آباد میں بسر ہوئی اور وہاں سے وہ دین اور دینی عقائد کے بارے میں شکوک و شبہات میں ایسے مبتلا ہوئے کہ مدتوں الحاد و تشکیک کا شکار رہے، لیکن پھر اللہ نے ایسی توفیق دی کہ قرآن و سنت کی صداقت و حقانیت واضح ہوئی، فلسفے کا خمار اترا، عقل و عقلیت کے فریب کھلے، تصوف کا رنگ چڑھا اور بالآخر مل اسپنسر کا یہ شیدائی خانقاہ تھانہ بھون کے ایک بوریہ نشین (حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کے آگے دو زانو ہوگیا۔ مولانا دریا بادی رحمۃ اللہ علیہ اس لحاظ سے بھی ایک مثالی شخصیت تھے کہ

انہوں نے بیعت تو حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر فرمائی لیکن حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی اجازت بلکہ ایماء پر تربیت کا تعلق آخر تک حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم رکھا۔ یہ پوری داستان انہوں نے اپنی کتاب ''حکیم الامت'' میں جس دلنواز انداز سے بیان کی ہے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی ملاقات سے لیکر تربیت کے مختلف مراحل تک کے حالات جس دلکشی کے ساتھ قلمبند کئے ہیں وہ مولانا دریابادی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا حصہ تھا' آپ کا شمار حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں تو نہیں لیکن ممتاز متوسلین میں ضرور تھا وہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق تھے' اور اپنی تحریروں میں جگہ جگہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مرشد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں' لیکن بہت سے معاملات میں ان کی رائے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مختلف رہی ہے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے متعدد مسائل پر سوال و جواب ہوئے اور مولانا دریابادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت کی فہمائش کے بعد بھی اپنی رائے پر قائم رہے' اس کے باوجود تعلق اور عقیدت میں فرق نہیں آیا۔''[لے]

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

''مولانا عبد الماجد دریابادی مرحوم ایک مفکر' صاحب بصیرت' فلسفی مزاج' حقیقت آگاہ شخصیت تھے' آخری ساٹھ سالہ زندگی کا شاید ایک لمحہ بھی مولانا مرحوم نے ضائع نہیں کیا' ہماری نگاہ میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد پہلی شخصیت ہے جس نے نظم وضبط کے ساتھ تمام علمی مشاغل جاری

لے نقوش رفتگاں

رکھے جس میں کوئی خلل نہیں آنے دیا' اردو میں مخصوص ادبی
اسلوب کے مالک تھے اور ایک خاص طرز انشاء کے ممتاز
ترین ادیب تھے اور متحدہ ہندوستان میں جو ممتاز ارباب قلم
گزرے ہیں ان میں سے ایک ممتاز فرد تھے 'احادیث اور قرآنی
آیات سے اصلاحی نکات کے استنباط کا اچھا سلیقہ اللہ تعالیٰ نے
ان کو عطا فرمایا تھا' مولانا مرحوم رسمی عالم نہ تھے لیکن باوجود اس
کے اپنی علمی صلاحیت سے بڑا کام لیا' قرآن کریم کی تفسیر تین
جلدوں میں لکھی اور عربی دان طلبہ پر بڑا احسان کیا کہ عربی
تفسیر کی اصلی عبارتیں سب نقل کر دیں"۔

آپ نے صفر المظفر ۱۳۹۷ھ / فروری ۱۹۷۷ء میں وفات پائی۔ اناللہ و
انا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت ورحمت سے نوازے۔ آمین۔

(بصائر و عبر جلد ۲ ص ۱۸۷)

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا قاری عبد المالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۳۰۲ھ کو شیخ جیون علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں علی گڑھ میں پیدا ہوئے آپ نے ابتدائی تعلیم حافظ محمد صدیق سے حاصل کی پھر ۱۳۱۲ھ میں اپنی والدہ کے ہمراہ حج کے لئے گئے تو مدرسہ صدیقیہ مکہ مکرمہ میں ایک عرصہ تک تعلیم پاتے رہے۔ آپ نے استاذ القراء حضرت قاری عبد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن مجید حفظ کیا پھر روایت حفص کی تکمیل کی' آپ نے حفظ قرآن و تجوید کے ساتھ حدیث' فقہ' تفسیر اور عربی ادب کا درس بھی یہیں لیا۔ ۱۳۲۰ھ میں بڑے بھائی قاری عبد الخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سال قبل ہندوستان واپس آئے اور ۱۳۲۱ھ میں قاری عبد الخالق صاحب بھی واپس آگئے اور سہارنپور کے ایک جلسے میں دونوں بھائیوں نے قرات سنائی' ہر طرف سے تحسین و آفرین کے نعرے بلند ہوگئے اور ۱۳۲۳ھ میں دونوں بھائی مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں مامور ہوگئے' تین سال تعلیم دینے کے بعد ۱۳۲۶ھ میں آپ ترک ملازمت کر کے تھانہ بھون چلے گئے' ۱۳۲۸ھ میں آپ آگرہ پہنچے اور قرات سبعہ کی تکمیل حضرت قاری ضیاء الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کی اس دوران تدریس کا شغل بھی جاری رہا پھر بریلی' ٹونک اور مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ جا کر طلباء کو فیض پہنچاتے رہے' ۱۳۳۷ھ میں الہ آباد جا کر شیخ القراء عبد الرحمٰن مکی رحمۃ اللہ علیہ سے قرات عشرہ کی تکمیل کی پھر مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں ایک عرصہ تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں بعد ازاں ۱۳۵۵ھ میں مولانا حیدر حسن خان شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ آپ کو اپنے ساتھ ٹونک لے گئے وہاں بھی آپ ایک عرصہ تک پڑھاتے رہے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ ۱۹۵۰ء کے آخر میں پاکستان تشریف لے آئے اور مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں دو سال کے لگ بھگ تدریس کی' پھر دار العلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں شیخ التجوید مقرر ہوئے اور آٹھ سال تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں' ۱۹۵۸ء میں آپ نے دار العلوم اسلامیہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور لٹن روڈ مزنگ چنگی لاہور پر مرکزی دار الترتیل کی بنیاد رکھی' یہاں بھی طلبہ کا ہجوم ہوگیا اور آخر دم تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے' آپ کی پاکستان میں تشریف آوری پر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

لاہوری ﷫ نے فرمایا تھا کہ :

"لاہور میں حضرت قاری عبد المالک صاحب کی تشریف آوری اہل پاکستان کے لئے عموماً اور اہلیان لاہور کے لئے خصوصاً خداوند تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔"

حضرت قاری صاحب ﷫ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ سے منسلک ہے آپ نے حضرت حکیم الامت ﷫ کے دست حق پر بیعت کی اور انہی سے باطنی اصلاح کراتے رہے ساری زندگی انہی کے بتلائے ہوئے اصولوں پر عمل کرتے رہے اور تبلیغ و اصلاح میں مصروف رہے۔

آپ ایک نہایت خوش الحان اور بے شمار عربی لہجوں کے ماہر اور جامع تھے' حسینی لہجہ 'مصری لہجہ 'عشاق لہجہ' اور خصوصیت سے مایہ لہجہ زیادہ تر پڑھتے تھے' آپ کے پڑھانے کا انداز اتنا عمدہ تھا کہ آپ کے شاگردوں میں آپ کی صفات صاف جھلکتی دکھائی دیتی ہیں' آپ کی آمد سے قبل اس فن سے لوگ واقف نہ تھے' آپ کی مخلصانہ خدمات کے بعد یہ فن عام ہوا' اور لاہور تجوید و قرات کا بھی عام مرکز بن گیا' آپ نے نصف صدی سے زیادہ کا عرصہ تجوید و قرات کی تدریس و تعلیم میں صرف کیا' آپ کے شاگرد اور آگے ان کے شاگرد بلا مبالغہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور ملک و بیرون ملک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں' آپ نے تجوید و قرات پر کئی اہم تصانیف بھی تالیف کی ہیں جو قراء حضرات کے لئے مشعل راہ کا کام دیتی ہیں۔ آپ اردو زبان کے ایک اچھے شاعر بھی تھے' خلش تخلص تھا اور مشاعروں میں بھی شرکت کیا کرتے تھے۔ آپ کے کلام سے استادانہ مہارت کا اندازہ ہوتا ہے' بہرحال آپ ساری عمر قرآن پاک کی تدریس و تعلیم میں منہمک رہے اور اسی خدمت کو انجام دیتے ہوئے آخر دسمبر ۱۹۵۹ء کو آپ کا وصال ہوا' اناللہ و انا الیہ راجعو ن۔

عربی میں مولانا قاری اظہار احمد تھانوی نے اپنے استاد گرامی کا مادہ تاریخی اشعار کی صورت میں لکھا۔ حق تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا ڈاکٹر عبد المجید ریواڑوی ﷫

آپ جامعہ خیر المدارس ملتان کے ناظم اور حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ﷫ کے مخصوص متعلقین میں سے تھے عارف باللہ حضرت اقدس مولانا عبد المجید صاحب بچھرایونی ﷫ خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے معتمد علیہ اور خلیفہ اعظم تھے' آپ کی سادگی بے تکلفی' بے ساختگی' پختگی' بزرگی اور سب سے بڑھ کر شفقت و رحمت اور خصوصی محبت کا نقش ہمیشہ دل میں ثبت رہے گا' آپ تواضع و انکساری' حلم و بردباری اور قناعت وصبر کا پیکر تھے' حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی اور ساری عمر انہی کے مسلک و مشرب پر بڑی سختی سے عمل پیرا رہے' مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے اجتماع پر بڑی پابندی سے تشریف لے جاتے تھے اور ہم خدام کو نہایت لطف و کرم سے نوازتے تھے علاوہ ازیں خدام مجلس کی استدعا پر دور دراز شہروں اور علاقوں میں بھی ضعف و پیرانہ سالی کے باوجود تبلیغی اسفار میں برابر شریک رہتے تھے' حضرت مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانوی سابق صدر مجلس صیانۃ المسلمین فرماتے ہیں کہ:

> "حضرت ڈاکٹر صاحب ﷫ کا مجلس کے ساتھ جو تعلق تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ نہ صرف وہ سالانہ اجتماع میں بڑی پابندی' اہتمام و لگن کے ساتھ تشریف لاتے بلکہ ضعف و علالت کے باوجود نہایت بشاشت اور خندہ پیشانی سے تبلیغی اسفار میں ہمراہ تشریف لے جاتے' ایک بار تو مجھے یاد ہے کہ ایک ایسا ہی سفر سخت گرمی اور لو کے زمانے میں ہوا' اور سفر بھی بارہ تیرہ روز کا تھا' سفر بھی ریل اور بسوں کا تھا' جگہ جگہ قیام کرنا' سفر لاہور سے شروع ہوا اور کراچی پر ختم ہوا' مگر اس جھلسا دینے والی گرمی اور لو کے تھپیڑوں میں وہ تکالیف کی پرواہ کئے بغیر خانیوال سے غالباً سکھر تک ہمراہ رہے اور ہر ہر قدم پر

رہنمائی اور شفقت و محبت سے نوازا' اس سفر میں ان کے
قلبی تعلق کے بے مثال مناظر سامنے آئے' اللہ اللہ آج
ہمارے قلوب میں جو ان کی بے پناہ محبت و عظمت اور تعلق ہے
وہ ایسالگتاہے کہ ہمارا کمال نہیں بلکہ انہی جیسے مخلص بزرگوں
کے تعلق اور محبت کا پرتو ہے۔"

آپ کو حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار بڑی کثرت سے یاد تھے اور آپ بڑے ذوق وشوق اور ترنم سے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انداز ہی میں سناتے تھے آپ کی مجالس روحانیہ اکابر و مشائخ کے تذکرہ سے پر ہوتی تھیں اور آپ کی مجلسوں اور صحبتوں سے سینکڑوں افراد نے استفادہ کیا' آپ نے ۹ ستمبر ۱۹۸۸ء کو رحلت فرمائی۔ اور ملتان میں تدفین ہوئی۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا عبد الودود قریشی ؒ

آپ فروری ۱۹۱۲ء کو مولانا ریحان گل صاحب کے گھر علاقہ ڈیگری پشاور شہر میں پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب ؒ سے حاصل کی پھر مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی پشاور میں درسیات پڑھتے رہے' مولانا نقیب احمد صاحب فاضل دیوبند اوچوی ؒ آپ کے اساتذہ میں سے ہیں' اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ سے دورہ حدیث کی تکمیل کی' دیگر اساتذہ میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ' مولانا سید اصغر حسین دیوبندی ؒ' مولانا اعزاز علی امروہی ؒ اور مولانا محمد ابراہیم بلیاوی ؒ قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد آپ نے تدریس کا آغاز کیا اور ایک عرصہ تک پڑھانے کے بعد ایک مستقل ادارہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے پشاور کی تاریخی مسجد "مہابت خان" میں ۱۳ اپریل ۱۹۵۳ء کو جامعہ اشرفیہ پشاور کی بنیاد رکھی' پھر طلبہ کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ کے بعد عید گاہ روڈ پر ۲۶ کنال کا ایک رقبہ خرید اگیا جس میں آپ جامعہ اشرفیہ کے تدریسی مشاغل انجام دیتے رہے اور آخر دم تک اس کے مہتمم رہے' تحریک آزادی وطن میں آپ نے نمایاں حصہ لیا اور مصائب و مشکلات برداشت کئے۔ ۱۹۴۵ء میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ کی قیادت میں جمعیت علماء اسلام میں شامل ہوئے' اور ۱۹۴۶ء میں قائد اعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ کی حمایت میں کام کرتے رہے' پھر سرحد کے ریفرنڈم میں علامہ عثمانی ؒ اور مفتی محمد شفیع صاحب ؒ کی معیت میں جگہ جگہ جاکر رائے عامہ کو ہموار کرتے رہے' آپ نے تحریک ختم نبوت میں بھی بھرپور کردار ادا کیا' آپ نے قادیانیت کے خلاف ایک کتاب لکھی جو بے حد پسند کی گئی مگر جلد ہی اس کتاب کو ضبط کرکے آپ کو ضلع بدر کردیا گیا تھا۔ آپ نے اصلاحی تعلق حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ سے قائم کیا اور شرف بیعت حاصل کیا پھر آخر دم تک انہی کے مسلک و مشرب پر قائم رہے' ۸ اگست ۱۹۶۵ء کو آپ کا پشاور میں وصال ہوا' اور ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

مولانا محمد یوسف قریشی آپ کے جانشین مقرر ہوئے اور مولانا اشرف علی قریشی مدیر صدائے اسلام پشاور تدریس و تبلیغ میں مصروف ہیں۔

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ایبٹ آبادی

آپ ریاست اسب دربند کے مشہور گاؤں سوکال میں مولانا عبد الحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ۱۹۰۴ء / ۱۳۲۲ھ میں پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی پھر شوال ۱۳۴۱ھ کو دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا موقوف علیہ کی تکمیل کر کے ۱۳۴۳ھ میں حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری و ترمذی' علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے مسلم شریف' مولانا رسول خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیضاوی و نسائی اور مولانا سید اصغر حسین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے ابوداؤد پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے سہارنپور میں پڑھانے کے لئے بھیج دیا ایک سال کے بعد واپس بلایا اور دار العلوم دیوبند میں مدرس مقرر کر دیا' کچھ عرصہ بعد وہاں سے آکر جامع مسجد میرٹھ' کوٹ عبد الخالق ضلع ہوشیار پور' اوکاڑہ' لائلپور' اور پشاور وغیرہ مختلف مقامات پر تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۲۷ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات پاس کئے اور یکم ستمبر ۱۹۲۹ء کو بطور مدرس اول دینیات اسلامیہ ہائی اسکول پشاور میں پڑھانا شروع کیا پھر گورنمنٹ ہائی اسکول بنوں میں پڑھاتے رہے اور ۱۳۴۸ھ میں وہاں سے تبدیل ہو کر ایبٹ آباد آگئے' ساتھ ہی ۱۹۴۳ء سے ۱۹۵۰ء تک جامع شہزادہ بخارہ ایبٹ آباد میں خطابت کے فرائض انجام دیئے پھر لوئر ملک پورہ میں عزیز المساجد کے نام سے ایک مسجد تعمیر کرائی اور عربی مدرسہ "امداد العلوم عزیزیہ" کی بھی بنیاد رکھی جو مسجد کی مشرقی جانب واقع ہے' اسکول کی ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد آپ اسی مدرسہ کی جانب متوجہ ہوئے اور پورے انہماک سے اسکی ترقی کے لئے کوشاں رہے۔

آپ کا بیعت کا تعلق حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے اور اصلاح و تربیت کا سلسلہ بذریعہ خط و کتابت جاری رہا پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد انہی کے خلیفہ خاص حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا اور ان کی طرف سے اجازت بیعت حاصل ہوئی' آپ نے کئی تصانیف بھی تالیف کی ہیں' جن میں' فیوض الرحمٰن' القول العزیز' نصائح عزیزیہ' وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ آپ نے کئی بار حج کی سعادت حاصل کی ہے اور دینی و اصلاحی خدمات میں مصروف ہیں۔

جناب نواب عشرت علی خان قیصر

آپ سلسلہ اشرفیہ کے ایک مستند بزرگ ہیں اور حضرت مولانا شاہ فقیر محمد پشاوری ﷫ اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی ﷫ کے خلفاء کرام میں سے ہیں۔ماشاء اللہ خاندانی رئیس اور نواب ہونے کے ساتھ ساتھ دین کے بھی رئیس اور نواب ہیں۔حق تعالیٰ نے آپ کو دین اور دنیا دونوں کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے۔صاحب نسبت بزرگ ہیں۔آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہوتی ہے اور ولی کامل کی ایک پہچان بھی یہی ہے کہ اسکو دیکھ کر اللہ یاد آئیں اور ان کے پاس بیٹھ کر قلب میں دین کی عظمت دین کی محبت اور دنیا کی بے وقعتی اور اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے'حضرت نواب صاحب کی مجلس میں بیٹھ کر بھی دین کی عظمت و محبت پیدا ہوتی ہے اور آپ کی مجلس میں بزرگوں کی مجالس کا نمونہ ہوتا ہے بفضلہ تعالیٰ آپ کا سلسلہ بیعت بہت پھیلا ہوا ہے اور مخلوق خدا کو آپ سے فیض پہنچ رہا ہے۔آپ کو براہ راست حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ سے بھی بیعت کا شرف حاصل ہے اور آپ کی والدہ مرحومہ بھی حضرت تھانوی ﷫ سے بیعت تھیں اور تقریباً پندرہ سال ان کا حضرت ﷫ سے اصلاحی تعلق رہا تھا'حضرت ﷫ کے مواعظ و ملفوظات کثرت سے ان کے زیر مطالعہ رہتے تھے۔ اور بقول حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ کہ "وہ کشف و کرامت والی بی بی ہیں"۔آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال ۸ اکتوبر ۱۹۸۵ء میں کراچی میں ہوگیا تھا بعد میں آپ اسلام آباد میں مقیم ہوگئے اور اب اسلام آباد ہی میں تبلیغ و اصلاح میں مصروف ہیں اور مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے پروگرام کے مطابق عوام و خواص کو فیضیاب فرما رہے ہیں۔

حضرت مولانا سید علی شاہ جہلمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت اقدس مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ خیر المدارس ملتان کے خلیفہ مجاز تھے' آپ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجلہ تلامذہ میں سے تھے' فراغت تعلیم کے بعد سے ہی عمر بھر علمائے دیوبند کی روایات کے مطابق شہرت و ریا اور نمود و نمائش کے عصری طریقوں اور حیلوں سے کنارہ کش رہ کر تقریباً ستر برس نہایت خاموشی سے دین متین کی خدمت میں گزارے' کسب معاش کے لئے طب کا مشغلہ اختیار فرمایا اور تعلیم و تدریس' تبلیغ و اصلاح اور تصنیف و تالیف اور امامت و خطابت کی ذمہ داریاں لوجہ اللہ ادا فرماتے رہے' تبلیغی و اصلاحی نوعیت کے چند رسائل کے علاوہ جامع مسجد مقبول اور مدرسہ شبیریہ ڈومیلی ضلع جہلم یادگار چھوڑی ہیں۔

آپ غالباً مارچ ۱۹۸۷ء کے لگ بھگ وصال فرماگئے ہیں' آپ عوامی حلقوں میں نسبتاً کم معروف اور دینی و علمی حلقوں کی جانی پہچانی مقبول شخصیت تھے' اپنے شیخ حضرت مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے سلوک و طریق کے مطابق عمر بسر کی اور سینکڑوں افراد کی اصلاح فرمائی' اللہ تعالیٰ درجات عالیہ سے نوازیں اور ان کی خدمات کو قبول فرمائیں۔ آمین۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا قاری غلام ربانی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۹۳۴ء میں قاضی شمس الدین صاحب کے گھر بمقام سلمیہ ' چکار ' آزاد کشمیر میں پیدا ہوئے ' ابتدائی تعلیم اردو اور انگریزی مڈل تک حاصل کی پھر عربی فارسی کی کتب اپنے ماموں مولانا عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور ۱۹۵۳ء میں باقاعدہ طور پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخل ہوئے اور ۱۹۵۹ء میں درس نظامی کی تکمیل فرماکر جامعہ اشرفیہ سے سند فراغ حاصل کی ' علاوہ ازیں دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں بھی دو سال تک حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ' حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ ' حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر اساتذہ سے بھی استفادہ کیا ' جامعہ اشرفیہ میں آپ نے جن اساتذہ سے دورہ حدیث پڑھا ان میں حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ ' مولانا رسول خان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ' مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ' مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبید اللہ امرتسری قابل ذکر ہیں۔

۱۹۵۹ء میں فارغ ہوتے ہی آپ کو مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے جوہر آباد ضلع خوشاب میں تدریسی خدمات کے لئے مامور فرمایا اور اس مدرسہ جامعہ قادریہ جوہر آباد میں تقریباً اکیس سال تک آپ نے تدریس کی پھر پانچ سال تک دار العلوم میں پڑھایا اور اس کے بعد کاشف العلوم جوہر آباد میں درس حدیث دیتے رہے اس کے ساتھ ساتھ ۱۹۶۳ء سے کوہ نور شوگر مل جوہر آباد میں خطابت کی ذمہ داری قبول فرمائی اور پھر آخر وقت تک یہیں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے ' آپ نے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ' مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ' اور حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فیض علمی کے ساتھ فیض روحانی بھی حاصل کیا پھر باقاعدہ اصلاح باطن اور تصوف و سلوک کی تعلیم حاصل کی ' اور حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک و مشرب کے مطابق تبلیغ و اصلاح میں مصروف رہے ' اور ساری زندگی

انہی بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے رہے اور انہی کے سیاسی نظریات سے وابستہ رہے
بالآخر ۴ رجب ۱۴۰۸ھ کو بروز جمعہ اچانک وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
آپ کے بڑے بھائی مفتی نذیر حسین کشمیری نے نماز جنازہ پڑھائی۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا غلام ربانی لودھی رحمۃ اللہ علیہ

آپ جنوری ۱۸۹۹ء کو برکت اللہ لودھی کے گھر سرائے صالح تحصیل ہری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے' حفظ قاری میر عبید اللہ صاحب سے کیا پھر میٹرک گورنمنٹ ہائی اسکول ایبٹ آباد سے پاس کیا بعد ازاں اسلامیہ کالج پشاور میں داخلہ لیکر ۱۹۱۸ء میں انٹر کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۲۰ء میں بی اے کا امتحان دیا۔ پھر کئی اخبارات سے بطور ایڈیٹر وابستہ رہے اور ۱۹۴۰ء میں مولانا میر واعظ محمد یوسف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر نصرت الاسلام کالج سری نگر میں کئی سال تک تدریس کی' ۱۹۴۳ء میں اینگلو ڈگری کالج امرتسر میں بطور لیکچرار آپ کا تقرر ہوا' اور تقسیم ملک تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے' قیام امرتسر کے دوران ہی آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دار العلوم نعمانیہ میں درس نظامی کی تکمیل کی اور ۱۳۵۲ھ میں سند الفراغ حاصل کی' آپ کے اساتذہ میں مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ' مولانا داؤد غزنوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا نیک محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔

تقسیم ملک کے بعد آپ ایم اے او کالج لاہور میں آگئے جہاں ۱۹۵۴ء تک آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں پھر وطن آگر تدریسی و تبلیغی اور تصنیف و تالیف کی خدمات حسبۃ للہ انجام دیتے رہے' آپ کی تصانیف میں "مشیر قوم' سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم' ذخیرۃ المضامین' سیری الغازی' تذکرہ جمال پاشا' تفسیر سورہ اخلاص' الفرقان' مشکوۃ الانوار' ہدایت الہدایہ' دیدار الٰہی' مسنون دعائیں" وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھا اور حضرت مفتی صاحب کی حیات طیبہ تک ان سے فیضیاب ہوتے رہے' آپ ایک جید عالم دین بھی تھے اور بلند پایہ صحافی و سیاستدان بھی تھے اور آخر تک قومی و سیاسی خدمات میں بھی حصہ لیتے رہے تھے' آپ نے ۱۲ اپریل ۱۹۷۴ء کو وصال فرمایا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا ڈاکٹر غلام محمد

آپ ۱۹۲۲ء کے لگ بھگ حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے' آپ نے دینی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم میں بی اے' ایل ایل بی' کیا آپ نے مارچ ۱۹۴۴ء سے حضرت حکیم الامت ﷫ کے خلیفہ ارشد حضرت علامہ سید سلیمان ندوی ﷫ سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور باقاعدہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا اور تقریباً رمضان ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۵ء میں آپ نے حضرت علامہ سے بیعت کی درخواست کی جو منظور ہوئی' اس سلسلے میں آپ خود فرماتے ہیں کہ :

"حضرت والا سے تعلق کے بعد اشتیاق بیعت تیز تر ہو گیا دن آتے رہے اور راتیں گزرتی رہیں' یہاں تک کہ قدر والی رات یعنی ستائیسویں شب رمضان ۱۳۶۵ھ اپنی ساری برکات و انوار کے ساتھ آپہنچی' نماز تہجد سے فارغ ہو کر حسب معمول حضرت والا کے ساتھ سحری کھانے کا شرف حاصل رہا' پھر یہ سراپا تقصیر اپنے کمرہ میں آکر مصلے پر بیٹھ گیا کہ ابھی طلوع فجر میں کچھ دیر باقی تھی اور قدر کے لمحات ابھی حاصل تھے' تلاوت کے لئے کلام پاک کھولا ہی تھا کہ دروازہ کھلنے کی آہٹ کان میں پڑی' آنکھ اٹھا کر دیکھا تو حضرت والا تھے' ابھی ابھی تو ان کے دیدار سے آنکھیں مشرف ہو چکی تھیں مگر اس وقت وہ سرتاپا نور ہی نور نظر آرہے تھے' میں شدت حیرانی سے اپنی جگہ مبہوت ہو رہا' اٹھ بھی نہ سکا' حضرت والا خود قریب تر آئے اور ارشاد فرمایا' کیوں' ارادہ ہے؟ غلبہ شوق میں زبان کھل نہ سکی مگر اپنا بال بال لبیک کہہ رہا تھا اور مرشد عارف اس رمز بے زبانی کو سمجھ رہے تھے' قریب تر تشریف لائے مصلے پر بالکل میرے روبرو جلوہ فرما ہو گئے' میں قبلہ رخ بیٹھا تھا' قبلہ

نما اب میرے سامنے تھا' حضرت والا نے اپنا دست مبارک بڑھادیا' میں اپنی آلودگیوں سے شرمسار حضرت شیخ کی عظمت و مرتبت کے تصور سے دبا جا رہا تھا' ڈرتے جھجکتے بڑی ہمت سے اپنی ارادت کا ہاتھ بڑھا کر حضرت والا کے دست حق پرست میں دیدیا اور جھک پڑا' پیر دست گیر نے اس طفل سلوک کی دست گیری فرما کر ارشاد فرمایا کہ ' آپ اس ہاتھ کو میرے مرشد اقدس (حضرت تھانوی ؒ) کا دست مبارک سمجھئے۔' پھر قرآن پاک کی چند سورتیں اور آیات تلاوت فرمائیں' پھر استغفار کروایا' تلقین کلمہ توحید ہوئی' ایمان مفصل کے اجزاء کا اقرار کروایا گیا اور عہد واثق لیا گیا کہ اب مرتے دم تک فرائض و واجبات کی پابندی کی جائے گی اور اتباع سنت کی تکمیل کی کوشش اور بدعات و معاصی سے اجتناب قائم رہے گا' اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ' میں نے آپ کو چشتیہ نقشبندیہ' قادریہ اور سہروردیہ سلسلوں میں داخل کر لیا' اللہ تعالیٰ مجھ کو اور آپ کو ہر سلسلہ کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔' اب حضرت والا سیدی ؒ نے اپنا دست مبارک کھینچ لیا' دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے' احقر نے بھی اس کے اتباع کا شرف پایا' حضرت والا سیدی و مرشدی ؒ بہت دیر تک خاموشی سے دعا فرماتے رہے اور احقر بھی دل ہی دل میں آمین' آمین کہتا رہا۔''

بہرحال آپ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی ؒ کی حیات طیبہ میں ان کے خادم خاص رہے اور ان کی ہدایات ونصائح پر عمل پیرا رہے' حضرت علامہ ندوی ؒ کی رحلت کے بعد آپ نے حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب ؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور سے تعلق قائم کیا اور ان کے فیض صحبت سے بھی مالا مال ہوتے رہے' حضرت مفتی

صاحب ﷫ سے فیضیاب ہونے کے بعد حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری ﷫ خلیفہ حضرت تھانوی ﷫ سے رجوع کیا اور خلافت و اجازت حاصل کی' آپ کو اپنے ان بزرگوں سے گہری عقیدت و محبت تھی اور اس ضمن میں آپ کی تصنیف کردہ کتب حیات اشرف ﷫' مقالات رحمانی' تذکرہ سلیمان ﷫' اور حیات حسن ﷫' شاہد عدل ہیں' ان کتب کے علاوہ بھی آپ نے کئی تصانیف چھوڑی ہیں' آپ ساری زندگی تدریس و تصنیف اور تبلیغ و اصلاح میں مصروف رہے ہیں اور سینکڑوں حضرات کی اصلاح فرما چکے ہیں۔

(ماخوذ از تذکرہ سلیمان جلد ۲)

تالیفات حکیم الامت تھانوی ؒ

حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ میں پانی پت ضلع کرنال میں پیدا ہوئے' ابھی ڈیڑھ سال ہی کے تھے کہ قضائے الٰہی سے نابینا ہوگئے' پانچ سال کی عمر میں قرآن کریم کی تعلیم شروع کی اور مدرسہ اشرفیہ میں قاری شیر محمد صاحب سے حفظ کی تکمیل کی پھر سید القراء مولانا ابو محمد محی الاسلام سے تجوید و قرات کی تعلیم حاصل کی اور ۱۳۴۶ھ میں سید القراء سے سند اور اجازت حاصل کی پھر تکمیل علوم کے لئے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے' امتحان داخلہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لیا' آپ کو آخر تک امتحان داخلہ کے وقت حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوالات اور اپنے جوابات بخوبی یاد ہیں' آپ نے ۱۳۴۷ھ میں دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی' آپ کے اساتذہ میں مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا اعزاز علی امروہی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علماء شامل ہیں۔ فراغت کے بعد وطن واپس آکر قاری شیر محمد صاحب کی معیت میں تدریس شروع کی' اس مدرسہ میں تقریباً پچیس سال تک آپ قرآن پاک کی خدمت انجام دیتے رہے' ۱۳۶۵ھ میں آپ کو حج کی سعادت حاصل ہوئی' مدینہ منورہ میں شیخ القراء حافظ حسن الشاعر سے ملاقات ہوئی وہ آپ کی علمی قابلیت اور زبردست حافظہ سے بے حد متاثر ہوئے' بعد میں آپ ۱۳۸۴ھ میں پاکستان تشریف لے آئے اور عرصہ دراز تک دار العلوم کراچی کے شعبہ حفظ و تجوید کے سرپرست اور صدر مدرس رہے' طریقت و سلوک میں آپ نے حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق قائم فرمایا تھا اور سلوک و تصوف کے منازل طے کئے تھے پھر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کی طرف سے اجازت و خلافت سے نوازے گئے تھے' حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق قائم رکھا' آپ کے اخلاص تواضع اور فنائیت کا ثمرہ تھا کہ اتنے عظیم کمالات اور اتنی بڑی روحانی نسبتوں کے بعد بھی اپنے آپ کو اصلاحی تعلق سے مستغنی نہیں سمجھا' آپ نے ہزاروں طالبان حق کو اپنے فیض روحانی سے مستفیض کیا ہے۔

آپ تقریباً ۱۳۹۵ھ میں مدینہ منورہ ہجرت فرماگئے تھے اور آخر وقت تک وہیں مقیم رہے 'وفات سے سات آٹھ سال قبل آپ پر فالج کا حملہ ہوا 'اس وقت معذوری اور بڑھ گئی ' مسلسل علاج کے باوجود بے تکلف بولنے پر آخر وقت تک قدرت نہیں ہوئی لیکن اس حالت میں بھی حرم شریف کی حاضری میں فرق نہیں آیا' ہر نماز حرم شریف میں ادا فرماتے اور عصر سے عشاء تک کا وقت حرم شریف ہی میں گزارتے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ کسی طرح جنت البقیع کی مٹی نصیب ہو جائے اور بالآخر یہ تمنا پوری ہوگئی اور ۸ اشعبان ۱۴۰۷ھ کو آپ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے ۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ نے جہاں ہزاروں تلامذہ اپنے پیچھے چھوڑے ہیں وہاں علم القرات پر کئی محققانہ تصانیف کا عظیم الشان ذخیرہ بھی چھوڑا ہے 'حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔

حضرت مولانا محمد اشرف خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

> "حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت اقدس مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد تھے ساری عمر تدریس و تعلیم کا مشغلہ رہا اور قرآن پاک کی خدمت میں مصروف رہے 'تجوید و قرات پر متعدد کتب اور رسائل تالیف فرمائے جو عظیم صدقہ جاریہ ہیں' آخری عمر مدینہ منورہ میں گزاری اور دل کی تمنا پوری ہوئی اور اسی خاک پاک میں ہمیشہ کے لئے محو آرام ہیں۔ ؎
>
> پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا
>
> حق تعالیٰ درجات عالیہ سے سرفراز فرمائیں۔ آمین۔

(ماخوذ از البلاغ مفتی اعظم نمبر)

حضرت مولانا محمد احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۳۱۲ھ میں اپنی ننھیال راجو پور ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے جو دیوبند سے چھ میل مشرقی جانب واقع ہے۔ آپ نسباً فاروقی النسل ہیں اور آپ کے والد مولانا حافظ سعید احمد بن حافظ امیر احمد تھانوی علی گڑھ کالج میں پروفیسر تھے' آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنی والدہ اور برادر اکبر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی پھر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مدرسہ اشرفیہ تھانہ بھون میں داخل کیا گیا اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے جہاں حفظ قرآن سمیت تمام علوم و فنون کی کتب پڑھ کر ۱۳۵۲ھ میں سند الفراغ حاصل کی' آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا عبد الرحمن کاملپوری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔ فراغت کے بعد کئی برس تک اساتذہ کی نگرانی میں مدرسہ مظاہر العلوم ہی میں تدریس کا سلسلہ رہا پھر اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر چونڈہ ضلع سیالکوٹ کے ایک عربی مدرسہ میں مدرس ہو کر گئے' ازاں بعد جامع العلوم کانپور میں جہاں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس رہ چکے تھے استاذ حدیث کی حیثیت سے تشریف لے گئے اور قیام پاکستان تک وہاں علمی و تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

جامع العلوم کانپور کی مدرسی کے دوران ہی آپ نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی تعلق قائم کیا جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال تک جاری رہا' دوران تعلق حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ :

"میں مولوی محمد احمد سلمہ کو اجازت دے دیتا مگر ابھی اسکی عمر کم ہے۔"

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد آپ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ' اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی و اصلاحی تعلق قائم رکھا اور ان حضرات سے فیض حاصل کرتے رہے بعد میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی

ﷺ کی طرف سے مجازِ بیعت مقرر ہوئے اور آخر دم تک ان تمام بزرگوں کے خوشہ چیں رہے' آپ کا سیاسی مسلک بھی حضرت حکیم الامت تھانوی اور ان کے خلفاء کے مطابق رہا' قیام پاکستان کے بعد آپ صوبہ سندھ کے ضلع سکھر میں آباد ہوئے اور "مدرسہ اشرفیہ سکھر" کے نام سے ایک عظیم دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی اس کے ساتھ ہی ایک جامع مسجد کی تعمیر کرائی جو آپکی عظیم یادگار ہے' مدرسہ اشرفیہ کی بنیاد ۱۳۷۴ھ میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی' آپ نے ایک طرف دینی تعلیم کی ترقی کے لئے انتھک محنت کی تو دوسری طرف عوام میں دینی روح بیدار کرنے کے لئے وعظ و نصیحت کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور آخر دم تک درس وتدریس اور تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے' حضرت علامہ محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ :

> "حضرت مولانا محمد احمد تھانوی ﷺ خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون کے منتسبین میں معرف عالم تھے' انہوں نے سکھر میں مدرسہ اشرفیہ کی بنیاد ڈالی جو اپنے علاقے کی ممتاز ترین دینی درسگاہ ہے اور اس خطے میں اس مدرسے نے علم دین کی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں"۔

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری ﷺ فرماتے ہیں کہ :

> "مولانا محمد احمد تھانوی مرحوم بڑے عالم تھے' فاضل تھے' مدرسہ اشرفیہ سکھر کے بانی و مہتمم تھے اور مادہ ہائے تاریخی کے استخراج میں یکتائے وقت تھے۔"

الغرض ساری عمر دین اسلام کی خدمت سرانجام دیتے ہوئے آپ ۷ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ بمطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۷۶ء کو واصل بحق ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ہزاروں عقیدت مندوں نے کراچی میں نماز جنازہ پڑھی' حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب عارفی ﷺ نے امامت فرمائی' پاپوش نگر کے قبرستان میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ﷺ' حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری ﷺ اور حضرت مولانا شبیر علی تھانوی ﷺ کے پہلو میں تدفین ہوئی۔ حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر

آپ صوبہ یوپی ہند کے ضلع پرتاب گڑھ کے ایک قصبہ اٹھیہ میں پیدا ہوئے' ابتدائی دینی تعلیم مولانا قاری محمد صدیق صاحب علیہ الرحمۃ سے حاصل کی پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڑھ میں داخل ہوئے جو حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری علیہ الرحمۃ خلیفہ حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کا قائم کردہ مدرسہ تھا وہاں مشکوٰۃ و جلالین وغیرہ کتب حضرت مولانا عبد القیوم صاحب علیہ الرحمۃ فاضل دیوبند سے پڑھیں' مسلم شریف حضرت مولانا محمد مسلم صاحب جونپوری علیہ الرحمۃ سے پڑھی اور بخاری شریف حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری علیہ الرحمۃ سے پڑھ کر علوم کی تکمیل کی' زمانہ تعلیم ہی سے حضرت حکیم الامت تھانوی علیہ الرحمۃ کا ایک وعظ "راحت القلوب" آپ کے ہاتھ لگا اس کے مطالعہ نے بقول خود آپ کے صحیح دین کی راہ دکھادی' اور حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ سے آپ نے بیعت ہونے کے لئے سلسلہ مکاتبت شروع کر دیا مگر افسوس یہ کہ حضرت علیہ الرحمۃ ان دنوں علیل تھے اور زندگی کے آخری ایام گزار رہے تھے' حضرت مولانا شبیر علی تھانوی علیہ الرحمۃ نے آپ کو لکھا کہ خلفاء میں سے کسی مصلح کا انتخاب کر لیا جائے چنانچہ آپ نے حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری علیہ الرحمۃ سے تعلق بیعت قائم کیا اور مولانا پھولپوری علیہ الرحمۃ کے آخری لمحہ حیات تک ان کے خادم خاص رہے اور فیض علمی و روحانی سے خوب استفادہ کیا' حضرت پھولپوری علیہ الرحمۃ کے بعد آپ نے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی سے تعلق قائم کیا اور خلافت و اجازت سے نوازے گئے' ان دونوں بزرگوں کی صحبت و عنایت نے آپ کو کہاں سے کہاں پہنچادیا اور آج خود بھی ایک کامل شیخ کا مقام حاصل کئے ہوئے ہیں' آپ ایک عالم باعمل ہونے کے ساتھ مایہ ناز مصنف بہترین محقق ایک اچھے شاعر' مدبر' صاحب قلم اور صاحب دل ہیں۔ آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع ہے آپ نے ہزاروں افراد کو اپنے وعظ و تبلیغ سے راہ مستقیم پر لگا دیا ہے۔ آپ کی تصانیف میں "معارف مثنوی' معارف شمس تبریز' دنیا کی حقیقت' اصلاح نفس' روح کی بیماریاں' مجالس ابرار' صدائے غیب" وغیرہ اصلاحی تصانیف ہیں جو بے حد مفید ہیں۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا آبائی وطن یوپی کا مردم خیز علاقہ قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر ہے آپ کے والد ماجد مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک جید عالم دین اور صاحب نسبت بزرگ تھے ' ور حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے ' آپ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ / ۱۹۰۰ء میں بھوپال میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد محکمہ جنگلات کے آفیسر تھے ' نو سال کی عمر میں آپ نے اپنے والد ماجد سے قرآن مجید حفظ کیا پھر آپ کے والد ابتدائی دینی تعلیم کے لئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں آپ کو ساتھ لیکر حاضر ہوئے اور فرمایا کہ :

> "میں ادریس کو خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں داخل کرنے آیا ہوں اور اسے آپ کے سپرد کرتا ہوں ۔"

اس پر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ فرمایا کہ :

> "یوں نہ کہئے کہ خانقاہ میں داخل کرنے آیا ہوں بلکہ یوں کہئے کہ خانقاہ کے مدرسہ اشرفیہ میں داخل کرنے آیا ہوں ۔"

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد پر آپ کو خانقاہ اشرفیہ کے بجائے مدرسہ اشرفیہ میں داخل کر دیا گیا اور صرف و نحو کی ابتدائی کتب خود حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائیں ' اس کے بعد ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ساتھ لیکر خود مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ' حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے جہاں آپ نے حدیث و تفسیر فقہ و کلام منطق و فلسفہ اور دیگر علوم و فنون کی تکمیل حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ ' حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف ' حضرت مولانا ثابت علی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر علماء سے کی اور انیس برس کی عمر میں ۱۳۳۶ھ میں سند فراغ حاصل کی ' پھر آپ مکرر دورہ حدیث کے لئے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ' مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ' مولانا حبیب الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ '

مولانا سید اصغر حسین دیوبندی ﷫ اور علامہ شبیر احمد عثمانی ﷫ سے مایہ ناز اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیے۔ اور نمایاں پوزیشن میں مکرر دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت تعلیم کے بعد ۱۹۲۱ء سے آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز ہوا' سب سے پہلے مدرسہ امینیہ دہلی سے آپ کا تعلق قائم ہوا' یہ مدرسہ امینیہ دہلی کا وہ زمانہ تھا جب مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی ﷫ مدرسہ کی روح رواں تھے' مدرسہ امینیہ سے ایک سال کا تعلق رہنے کے بعد دار العلوم دیوبند کی کشش آپ کو دیوبند کھینچ لائی اور خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ شرف بخشا کہ اپنے عظیم اساتذہ کے پہلو بہ پہلو مسند درس وتدریس پر فائز ہوئے' اور نو برس تک دار العلوم دیوبند سے وابستگی کے بعد آپ حیدر آباد دکن چلے گئے جہاں کم وبیش نو برس تک دار العلوم سے دور رہ کر علمی خدمات انجام دیں اگرچہ نہ وہاں دار العلوم سے وابستگی جیسی نعمت تھی اور نہ علامہ انور شاہ کشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانی جیسے علم وحکمت کے سرچشموں سے قرب حاصل تھا مگر اس اعتبار سے حیدر آباد دکن کا زمانہ قیام آپ کی زندگی کا ایک قیمتی حصہ گردانا جاسکتا ہے کہ "التعلیق الصبیح شرح مشکوۃ المصابیح" جیسی مایہ ناز تالیف کو مرتب کرنے کا موقع ملا اور اس کی ابتدائی چار جلدیں اس قیام کے دوران دمشق جاکر طبع کرائیں' ۱۹۴۹ء میں شیخ الاسلام علامہ عثمانی ﷫ کے بلانے پر پاکستان تشریف لائے اور دو برس جامعہ عباسیہ بہاولپور میں شیخ الجامعہ کی حیثیت سے قیام فرمایا اور پھر جب لاہور میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری ﷫ کی سعی وکاوش سے جامعہ اشرفیہ کا قیام عمل میں آیا تو حضرت مفتی صاحب ﷫ نے آپ سے فرمایا کہ:

"میں آپ کو پراٹھا اور پلاؤ چھوڑ کر سوکھی روٹی کی دعوت دیتا ہوں۔"

اس پر آپ نے فوراً فرمایا کہ:

"حضرت خدمت دین کی خاطر مجھے منظور ہے۔"

اس طرح سے آپ حضرت مفتی محمد حسن صاحب ﷫ کی دعوت پر جامعہ اشرفیہ

لاہور میں شیخ الحدیث و التفسیر کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے اور آخر دم تک اسی جامعہ سے وابستہ رہے اور جامعہ اشرفیہ ہی آپ کی تدریس و تبلیغ کا مرکز رہا' ہزاروں طالبان علم اسی چشمہ علم و عمل سے سیراب و شاداب ہوئے 'کراچی سے خیبر تک آپ نے تبلیغی دورے کئے اور ہر باطل کے سامنے اعلائے کلمہ الحق بلند کیا' اپنی وعظ و تقاریر سے لاکھوں مسلمانوں کی اصلاح فرمائی' آپ کی نورانی مجالس و تقاریر میں ہر مکتب فکر کے لوگ بڑے ذوق و شوق سے شریک ہوتے تھے ' اور آپ کی علمی و دینی بصیرت پر حیران و ششدر رہ جاتے تھے 'شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ فرمایا کرتے تھے :

"مولانا ادریس صاحب صرف عالم ہی نہیں بلکہ ایک چلتا پھرتا کتب خانہ ہیں۔"

آپ نے تدریس کے ساتھ تصنیف کا کام بھی بڑی خوبی سے سرانجام دیا' آپ کی تصانیف میں 'تفسیر معارف القرآن' شرح مشکوۃ' سیرت مصطفی ﷺ 'عقائد اسلام' خلافت راشدہ 'ختم نبوت اور اسلام و نصرانیت" علمی شاہکار ہیں۔

آپ کی تالیف "شرح مشکوۃ" کے بارے میں امام العصر علامہ کشمیری ؒ فرماتے ہیں کہ :

"مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی شرح مشکوۃ کی مانند کوئی شرح روئے زمین پر موجود نہیں ہے۔"

آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ سے منسلک تھا' آپ نے اولاً اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ؒ کے دست حق پر بیعت کی ان کے بعد حضرت تھانوی ؒ سے سلوک کے منازل طے کئے اور اصلاح و تربیت کا تعلق رکھا اور حضرت حکیم الامت ؒ ہی سے بیعت ہوئے اور پھر ساری زندگی انہی کے مسلک و مشرب کے مطابق گزاری 'حضرت حکیم الامت ؒ نے آپ کی تالیف "سیرت مصطفی" کے بارے میں فرمایا کہ :

"مولوی محمد ادریس صاحب جو علمی و عملی کمالات کے جامع ہیں ان کی کتاب "سیرت مصطفی" قلب پر بے حد اثر کرتی ہے اور

قلب کو سکون بخشتی ہے۔"

حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کو جن حضرات پر کامل اعتماد تھا ان میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ﷫ بھی شامل ہیں "دلائل القرآن علی مسائل النعمان" جیسی عظیم تالیف کو مرتب کرنے کے لئے حضرت حکیم الامت ﷫ نے جن ممتاز علماء کو حکم دیا ان میں مولانا ظفر احمد عثمانی ﷫' مولانا مفتی محمد شفیع ﷫' مفتی جمیل احمد تھانوی ﷫ اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی ﷫ شامل ہیں' جناب مولانا محمد میاں صدیقی کاندھلوی فرماتے ہیں کہ:

"حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ حضرت والد صاحب ﷫ (مولانا محمد ادریس کاندھلوی ﷫) کے اولین استاد اور اولین مربی تھے' حضرت ﷫ کی نظر میں والد صاحب ﷫ کی کتنی قدرومنزلت تھی اس کا اندازہ تو اس محبت ' توجہ اور خصوصی برتاؤ سے ہی لگایا جاسکتا ہے جو حضرت ﷫ کو زندگی میں ان کے ساتھ تھا' والد صاحب ﷫ نے سب سے پہلے انہی کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا اور حضرت ﷫ کی مجلس' خانقاہ اور مدرسے ہی سے والد صاحب ﷫ کی تعلیم و تربیت کا آغاز ہوا' حضرت ﷫ کی محبت وشفقت کے واقعات والد صاحب ﷫ اکثر سناتے رہتے تھے' حضرت ﷫ کے دل میں والد صاحب ﷫ سے کس قدر تعلق و محبت تھی وہ والد صاحب ﷫ کی تصانیف پر حضرت ﷫ کی تقاریظ سے بھی نمایاں ہے' اس کے علاوہ والد صاحب ﷫ کے ساتھ خط و کتابت بھی رہی' بعض مسائل پر حضرت ﷫ نے تبادلہ خیال بھی کیا' حضرت ﷫ کی عادت تھی کہ وہ اپنے خصوصی اور معتمد خلفاء و تلامذہ کو بعض عنوانات پر لکھنے کے لئے فرماتے' خود اس پر نظر ثانی کرتے اور بعد میں اس تحریر کو حضرت ﷫ کے حکم سے

شائع کیا جاتا' حضرت ؒ نے تصنیف و تالیف کے کاموں میں
جن حضرات سے سب سے زیادہ مدد لی' ان میں حضرت
مولانا ظفر احمد عثمانی ؒ' مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ' حکیم
محمد مصطفیٰ صاحب ؒ' مفتی عبد الکریم صاحب ؒ اور مولانا
محمد ادریس صاحب ؒ سر فہرست ہیں۔ حضرت ؒ کے بعض
خطوط ایسے ہیں جن میں حضرت ؒ نے والد محترم کے علم و
فضل کا اعتراف ایسے انداز میں کیا ہے کہ آج کے دور میں
شاید کوئی اپنے کسی ہم عصر کے لئے بھی آمادہ نہ ہو۔"

بہرحال حضرت مولانا کاندھلوی ؒ' حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے رہے اور ساری زندگی حضرت ؒ کے مسلک و مشرب پر قائم رہے' سیاسی نظریات میں بھی آپ حضرت تھانوی ؒ کے پیرو کار رہے۔

آپ نے ۷ رجب المرجب ۱۳۹۴ھ / ۲۸ جولائی ۱۹۷۴ء کو رحلت فرمائی۔

اناللہ و انا الیہ راجعون۔

حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

(ماخوذ از تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ)

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا حکیم سید محمد اسحاق سنسار پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اصل وطن قاضی پور ضلع مظفر نگر تھا وہاں کے مشہور سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد حضرت حافظ صاحب کے نام سے مشہور تھے جو بہت بڑے عالم اور نامور طبیب بھی تھے' ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی' اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی' پھر علم طب کی تحصیل کے لئے حکمت آصفیہ طبیہ کالج بھوپال میں داخلہ لیا اور وہاں تکمیل کر کے سند حاصل کی۔

تربیت اخلاق کے سلسلہ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ان سے روحانی فیض حاصل کیا' ان کے وصال کے بعد ۱۹۴۶ء میں حضرت مولانا عبد القادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور منازل سلوک طے کر کے خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے' آپ ایک جید عالم و فاضل اور صاحب درس و تدریس' اور واعظ و خطیب تھے' حلقہ تلامذہ و مریدین بہت وسیع تھا' انجمن اصلاح المسلمین جس کا مقصد مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح تھا' کے آپ مختلف مدارس کے ممتحن بھی رہے' آپ نہایت عبادت گزار اور بہت مجاہدہ کرنے والے بزرگ تھے' طبیعت میں بہت انکسار تھا۔

۱۹۵۴ء کے قریب آپ کا وصال ہوا' مزار سنسار پور ضلع سہارنپور میں ہے' آپ کے ایک بھائی سید محمد مشتاق مولوی فاضل اوناوہ ہائی اسکول میں عربی کے استاذ تھے اولاد میں تین فرزند سید مظفر حسین' سید مکرم حسین اور سید معظم حسین اور ایک دختر یادگار چھوڑیں۔

حضرت مولانا محمد اشرف خان پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۶ مئی ۱۹۲۵ء کو محلہ مقرب خان شہر پشاور میں محمد اکبر خان صاحب کے گھر پیدا ہوئے، آپ قبائل افاغنہ کی صحبت اکبر خیل شاخ سے تعلق رکھتے ہیں، آپ نے ۱۹۴۰ء میں اسلامیہ ہائی اسکول پشاور سے میٹرک کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا، ۱۹۴۱ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ادیب فاضل کا امتحان پاس کیا، پھر ۱۹۴۵ء میں اسی یونیورسٹی سے بی اے کیا اور بعد میں سیاست میں آگئے اور مسلم لیگ ضلع پشاور کے جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے، ۱۹۵۲ء میں حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر سیاست کو خیرباد کہا اور دوبارہ حصول علم کی طرف متوجہ ہوئے اور ۱۹۵۲ء میں شعبہ عربی پشاور یونیورسٹی میں ایم اے کا داخلہ لیا اور ۱۹۵۴ء میں درجہ اول میں ایم اے عربی کا امتحان پاس کیا پھر پرائیویٹ ایم اے فارسی بھی کیا، دینی تعلیم آپ نے مولانا قاضی نور الاعظم باجوڑی سے حاصل کی، صحاح الستہ ابن ماجہ انہی سے حرفاحرفا پڑھیں۔ آپ کی دینی تعلیم زیادہ تر انہی کا فیض ہے، بعد میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جامعہ العلوم الاسلامیہ کراچی کی طرف سے حدیث کی سند عطا کی، آپ نے اولاً حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاح و تربیت کا سلسلہ قائم کیا جو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں شمار ہوتے تھے، ان کے بعد حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ سے سلوک و تصوف کے منازل طے کئے اور انہی سے مجاز بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے فراغت تعلیم کے بعد سے آخر تک اسلامیہ کالج پشاور یونیورسٹی میں بحیثیت صدر شعبہ عربی تدریسی خدمات انجام دیں اور اپنی عمر میں تبلیغ و اصلاح کے ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا اور متعدد دینی کتب منظر عام پر آئیں، جن میں "سلوک سلیمانی، ہمارا نبی، جادہ حبیب، پیام رساں امت، اسلام کا نظریہ عدل و سزا، شاہراہ معرفت، مکتوبات سلیمانی، رومی کا پیغام، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاشی نظام" وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

جناب صوفی محمد اقبال قریشی

آپ ستمبر ۱۹۴۵ء کو ضلع اورنگ آباد حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے' والد صاحب قریشی اور ہاشمی' والدہ صاحبہ صدیقی خاندان سے تھیں' آپ کے والد نے ۱۹۵۲ء میں پاکستان کی طرف ہجرت کی' آپ نے باقاعدہ کسی دینی مدرسہ میں تعلیم حاصل نہیں کی مگر اردو' فارسی اور انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بطور ٹیچر ملازمت اختیار کی اور دینی تعلیم کی کتابیں بھی پڑھتے رہے پھر آپ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی طرف مائل کر دیا اور آپ نے حضرت ؒ کے وعظ و ملفوظات بکثرت پڑھنا شروع کر دیئے' کراچی سے الابقاء اپنے نام جاری کرایا' حضرت ؒ کی دیگر تصانیف بھی زیر مطالعہ رہیں جن سے آپ کی دنیا ہی بدل گئی اور ۲۲ مئی ۱۹۶۲ء کو آپ نے حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی' ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ کی طرف رجوع کیا۔ماہ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ میں حضرت مفتی ؒ نے بیعت عثمانی میں داخل کیا' اور یکم مئی ۱۹۷۵ء کو لاہور میں دست بدست بیعت کی توفیق ہوئی اور ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ میں چاروں سلسلوں میں بیعت و تلقین کی اجازت عطا فرمائی اور خلافت سے نوازا' اب آپ اس سلسلہ کو آگے بڑھا رہے ہیں اور تبلیغ و اصلاح میں مصروف ہیں۔

آپ نے متعدد کتب و رسائل اور طویل مقالات و مضامین بھی تالیف کئے ہیں جو خاص طور پر اصلاحی عنوانات پر ہوتے ہیں اور ملک کے مشہور رسائل و مجلات میں شائع ہوتے رہے ہیں' آپ کی تصانیف و رسائل میں "معارف نانوتوی ؒ' معارف گنگوہی ؒ' معارف امدادیہ' جواہرات یعقوبی' اشرف البیان' اشرف اللطائف' معارف شیخ الہند ؒ' معارف تھانوی ؒ' معارف گنج مراد آبادی ؒ' خیر الافادات' اور تذکرہ حسن" وغیرہ شامل ہیں۔ مجلس صیانۃ المسلمین ہارون آباد اور ادارہ تالیفات اشرفیہ آپ کی سرپرستی میں دینی کام کر رہے ہیں' آپ نہایت متواضع' منکسر المزاج اور بااخلاق و ملنسار ہیں اور دینی و اصلاحی خدمات میں مصروف ہیں۔

حضرت مولانا سید حکیم محمد ایوب مظاہری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز بیعت تھے' آپ کا خاندان سہارنپور میں ممتاز تھا اکابر مظاہرالعلوم سے گہرے روابط تھے آپ کے والد ماجد مولانا حکیم محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرافت و نجابت میں یگانہ تھے' آپ کی ابتداء تا انتہاء تعلیم و تربیت مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور میں ہوئی۔ ۱۳۴۴ھ سے ۱۳۴۸ھ تک ساری کتب مختلف اکابر اساتذہ سے پڑھیں اور پھر ۱۳۴۹ھ میں صحیح بخاری شریف حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں حضرت مولانا محمد یحیی صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ' اور حضرت مولانا اسعد اللہ سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

فراغت کے بعد آپ مظاہرالعلوم سے وابستہ ہوگئے اور آخر دم تک درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ آپ کی زندگی میں سب سے نمایاں چیز آپ کا مظاہرالعلوم سے خادمانہ تعلق تھا' آپ کی علمی و عملی اور اخلاقی و اصلاحی تکمیل مظاہرالعلوم کے ذریعہ ہی ہوئی تھی' آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ مظاہرالعلوم ہی کا فیضان تھا۔ اسی لئے آپ نے اپنی تمام صلاحیتوں کو مظاہرالعلوم کے لئے وقف کر رکھا تھا آپ ایک طویل عرصہ تک مظاہرالعلوم کے سرپرست بھی رہے لیکن مظاہر کے ساتھ آپ کا اخلاص اور خادمانہ تعلق کسی منصب و عہدہ پر منحصر نہ تھا بلکہ مظاہر کی خدمت آپ کا ذاتی جذبہ تھا جو آپ کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھا اور یہ سب اوصاف و کمالات اور علمی و عملی صلاحیتیں سب ان کے اکابر و اساتذہ کی محبت و شفقت کا ثمرہ تھیں۔

۲۷ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ میں رحلت فرمائی۔ حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

(ماخوذ بینات ذی قعدہ ۱۴۰۷ھ)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

آپ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ کے فرزند ارجمند ہیں اور پاکستان کے ممتاز ترین علماء میں سے ہیں' آپ ۵ شوال المکرم ۱۳۶۲ / ۱۹۴۳ء بروز شنبہ' دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے' تعلیم کی بسم اللہ وہیں ہوئی پھر رجب ۱۳۶۷ھ / مئی ۱۹۴۸ء کو والد محترم کے ساتھ پاکستان ہجرت کی۔ ابتدائی تعلیم مختلف اساتذہ سے حاصل کی' جب ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء میں آپ کے والد مکرم نے دار العلوم کراچی کی بنیاد رکھی تو آپ نے اسی دار العلوم میں پورے درس نظامی کی تکمیل کی' اور شعبان ۱۳۷۹ھ میں بعمر سترہ سال دورہ حدیث سے فراغت ہوئی' دورہ حدیث میں آپ اول آئے' آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫' حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب' حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب' حضرت مولانا قاری رعایت اللہ صاحب' حضرت مولانا اکبر علی صاحب ﷫ اور حضرت مولانا سبحان محمود صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سولہ سال کی عمر میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پہلی پوزیشن میں پاس کر لیا تھا پھر اسی دار العلوم کراچی ہی کے شعبہ تخصص فی الافتاء میں داخلہ لے کر باقاعدہ دو سال میں فتویٰ کی تربیت حاصل کی' پھر پنجاب بورڈ سے میٹرک' جامعہ کراچی سے بی اے' سندھ مسلم کالج کراچی سے ایل ایل بی اور جامعہ پنجاب سے ایم اے عربی کے امتحانات امتیاز سے پاس کئے' لاء کے امتحان میں دوسری پوزیشن حاصل کی' شوال ۱۳۷۹ھ سترہ سال کی عمر میں دار العلوم کراچی میں ابتدائی عربی کتب کی تدریس شروع کی' ۱۵ برس کی مدت میں مختلف علوم و فنون کی تقریباً ساری کتب زیر درس رہیں' اور اس وقت ترمذی زیر درس ہے فقہ و تفسیر و حدیث آپ کا شب و روز کا مشغلہ ہے۔

آپ نے تدریس کے ساتھ تصنیف کا بھی زبردست کام کیا ہے اور متعدد تصانیف آپ کے قلم فیض رقم سے منصۂ شہود پر آئی ہیں جن میں "الادب العربی' تجارتی سود' بائبل سے قرآن تک' عیسائیت کیا ہے' حضرت معاویہ ﷛ اور تاریخی حقائق' ضبط

ہمارے عائلی مسائل' احکام اعتکاف' آسان نیکیاں' اسلام اور جدت پسندی' علوم القرآن' مقدمہ معارف القرآن' بائبل کیا ہے' جہان دیدہ تقلید کی شرعی حیثیت' اصلاح معاشرہ' اسلام اور سیاست حاضرہ' تراشے' حجیت حدیث' اصلاحی خطبات' اسلام اور جدید معیشت و تجارت' اکابر دیوبند کیا تھے؟' پرنور دعائیں' فرد کی اصلاح' عدالتی فیصلے' میرے والد میرے شیخ' ملکیت زمین اور اس کی تحدید' نقوش رفتگان' نفاذ شریعت اور اس کے مسائل' ہمارا تعلیمی نظام' ہمارا معاشی نظام' درس ترمذی' فقہی مقالات' حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی افکار' تکملہ فتح الملہم اور بحوث فی قضایا وغیرہ" علمی و اصلاحی شاہکار ہیں۔

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دار العلوم کراچی کے ترجمان "ماہنامہ البلاغ کراچی" کے آپ ۱۹۶۷ء سے مدیر اعلیٰ چلے آرہے ہیں' اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد آپ کے برادر معظم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دار العلوم کراچی کے مہتمم اور آپ ۱۹۷۶ء سے نائب مہتمم کے عہدہ پر فائز ہیں' دار العلوم کے شعبہ تصنیف و تالیف کے نگران اعلیٰ بھی آپ ہی ہیں اور غالباً ۱۹۷۸ء سے شریعت بنچ سپریم کورٹ آپ پاکستان کے آپ جج بھی ہیں علاوہ ازیں عالم اسلام کی متعدد دینی تنظیموں کے معزز رکن اور پاکستان کے کئی بڑے دینی مدارس کی شوریٰ کے رکن اعلیٰ بھی ہیں' حق تعالیٰ شانہ آپ سے علم دین کا کام لے رہے ہیں۔ ہزاروں افراد آپ کے فیض علمی و روحانی سے سیراب و شاداب ہو چکے ہیں۔

آپ کا روحانی سلسلہ حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبد الحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ سے منسلک ہے اور انہی سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل ہوا' ان کے بعد آپ نے حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کیا اور انہوں نے بھی آپ کو اجازت و خلافت سے نوازا' اس وقت آپ بین الاقوامی شہرت کے حامل ہیں' ایک جید ترین عالم و محقق' مفسر و مدبر' محدث و فقیہ اور بہترین متکلم اور شیخ کامل ہیں۔ حق تعالیٰ نے بہت سے اوصاف و کمالات سے نوازا ہے اور صحیح معنوں میں اپنے اکابر و اسلاف کی جانشینی کا حق ادا کر رہے ہیں اور اپنے علم و عمل میں ان کی عظیم یادگار ہیں۔

حضرت مولانا محمد حسین پسوالی ؒ

آپ ۱۸۷۱ء میں جناب سید احمد صاحب مرحوم کے گھر موضع پسوال' ہری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں حاصل کی پھر امرتسر مدرسہ سلفیہ میں داخلہ لیا اور حضرت مولانا محمد معصوم ہزاروی ؒ' استاذ مدرسہ سلفیہ نے علم معقول معانی اور علم فقہ کی کتابیں پڑھیں' ازاں بعد کچھ عرصہ دارالعلوم دیوبند میں بھی تعلیم حاصل کی' تکمیل حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی ؒ کے مدرسہ سے کی۔

فراغت کے بعد اسی مدرسہ میں تدریس پر مامور ہوئے اور تقسیم ملک تک پچاس سال کے قریب اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس اثناء میں علم نحو معانی اور کتب حدیث زیر درس رہیں' آپ کی علمی قابلیت اور حسن عمل سے متاثر ہو کر حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی ؒ نے اپنی دختر جو مولانا داؤد غزنوی ؒ کی حقیقی بہن تھیں کا نکاح آپ سے کر دیا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے باعث وطن کو مراجعت کی' آپ کا قیمتی کتب خانہ امرتسر میں رہ گیا تھا' اس کا صدمہ آخر تک رہا' آپ نے حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی اور آخر دم تک انہی کے بتلائے ہوئے اورادو وظائف پر عمل پیرا رہے' آپ نے ۱۹۵۱ء میں اپنے وطن ہی میں وصال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے دو فرزند حافظ عبدالولی صاحب اور حافظ عبدالقدوس صاحب ہیں۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی ؒ

حضرت مولانا مفتی محمد خلیل گوجرانوالوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء میں اپنے گاؤں موضع اوپی تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے' آپ کے والد محترم حافظ علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے علاقے کی مسجد میں امامت کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیم دیا کرتے تھے جن سے کافی لوگ فیضیاب ہوئے' ہوش سنبھالتے ہی اپنے والد سے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا اور چھوٹی عمر ہی میں آپ نہایت پختہ کار حافظ ہوگئے پھر بھلوال میں مولانا محمد اشرف ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے مشکوۃ شریف تک تعلیم حاصل کی اس کے بعد حضرت مولانا ولی اللہ صاحب الٰہی شریف ضلع گجرات کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے علمی استفادہ کیا بالآخر جمادی الاول ۱۳۵۷ ھ / ۱۹۳۸ء میں مرکز علوم اسلامیہ دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ ء کو دورہ حدیث میں شرکت کا شرف حاصل ہوا' اور احادیث مبارکہ کے دروس اکابر اساتذہ سے تکمیل فرمائے جن اساتذہ سے آپ نے دورہ حدیث پڑھا وہ یہ ہیں۔ بخاری شریف و ترمذی شریف حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے 'مسلم شریف حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ سے' ابوداؤد شریف حضرت مولانا اعزاز علی امروہی رحمۃ اللہ علیہ سے' ابن ماجہ حضرت مولانا نافع گل رحمۃ اللہ علیہ سے 'نسائی شریف حضرت مولانا ریاض الدین رحمۃ اللہ علیہ سے اور طحاوی اور موطائین حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں' قرات حضرت مولانا قاری عتیق الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔

فراغت کے بعد ۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۰ء میں آپ اپنے گاؤں اوپی پہنچے اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا ایک سال کے بعد مدرسہ عزیزیہ بھیرہ ضلع سرگودھا میں مدرس مقرر ہوگئے پھر حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر فیروز پور چھاؤنی میں دو سال تک تعلیم و تدریس کرتے رہے' پھر مولانا محمد چراغ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ میں مدرس مقرر ہوئے اور تقریباً آٹھ نو سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے' ۱۹۵۱ء میں آپ نے فریضہ حج ادا کیا اور ۱۹۵۲ء میں زیر سرپرستی حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد شیخاں گوجرانوالہ میں مدرسہ اشرف العلوم کے نام سے ایک دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی پھر ۱۹۵۳ء میں محلہ باغبانپورہ حافظ آباد روڈ

گوجرانوالہ پر تقریباً چار کنال زمین خرید کر مدرسہ اشرف العلوم کو منتقل کیا گیا جو تادم تحریر تعلیمی وتدریسی خدمات انجام دے رہا ہے۔ مدرسہ اشرف العلوم میں علاوہ درس نظامی کے تبلیغی، اصلاحی، اخلاقی اور روحانی تربیت کا بھی اکابر کے طریق پر خاطر خواہ انتظام ہے اور مدرسہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک ومشرب کے مطابق آج بھی بحمدہ تعالیٰ احسن طریق پر چل رہا ہے۔

آپ نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق قائم کیا پھر ان کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاح باطنی کے لئے رجوع کیا، آپ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر اصلاح و تربیت حاصل کرتے رہے اور ان کے فیوضات و برکات سے آپ خوب مالا مال ہوئے، حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ۱۹۵۲ء میں توکلا علی اللہ بیعت وتلقین کی اجازت مرحمت فرمائی، اس کے بعد آپ نے تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ تربیت و اصلاح کا سلسلہ بھی شروع فرمادیا اور تشنگان علم ومعرفت کو اپنے فیوضات علمی وروحانی سے عوام وخواص کو خوب سیراب وشاداب کیا، اپنے مواعظ حسنہ اور مجالس روحانیہ کے ذریعہ آپ نے ملک بھر کے مختلف مقامات پر پہنچ کر ہزاروں افراد کی اصلاح فرمائی، آپ متبع سنت، خوش اخلاق اور زہد وتقویٰ کا پیکر تھے۔ اپنے شیخ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے گہری عقیدت و محبت رکھتے تھے اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ سے بڑی محبت وشفقت فرماتے تھے، ساری عمر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات وارشادات کے مطابق زندگی گزاری اور فنافی الشیخ کا مقام حاصل کیا، آپ نے بھی کئی خوش نصیبوں کو خلعت خلافت سے نوازا تھا اور آپ کی اولاد صالحہ میں چاروں صاحبزادے الحمدللہ عالم وفاضل اور حافظ وقاری ہیں بہرحال آپ دینی وعلمی اور روحانی خدمات سرانجام دیتے ہوئے ۵ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ / ۳۰ اپریل ۱۹۸۲ء کو مکہ مکرمہ میں انتقال فرماگئے جہاں آپ مع اہلیہ محترمہ عمرے کے لئے تشریف لے گئے تھے، آپ کی نماز جنازہ خانہ کعبہ میں ادا کی گئی اور جنت المعلی میں تدفین ہوئی، حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

(تفصیل کیلئے احقر راقم کی کتاب "سوانح خلیل" ملاحظہ فرمایئے)

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی

آپ مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ کے قابل فخر فرزند رشید ہیں اور دار العلوم کراچی کے صدر' استاذ حدیث' صدر مفتی اور خطیب ہیں' آپ کی ولادت باسعادت شب جمعہ ۲' ۳جمادی الاول ۵۵ ۱۳ھ میں بمقام دیوبند ہوئی' حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ نے ''محمد رفیع'' نام تجویز فرمایا' اپنے والدماجد سے قاعدہ بغدادی پڑھ کر پانچ سال کی عمر میں دار العلوم دیوبند کے شعبہ حفظ میں داخل ہوئے' پندرہ پارے حفظ کئے تھے کہ پاکستان بن گیا چنانچہ حفظ کی تکمیل کراچی میں ہوئی' ختم قرآن مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی ﷫ نے کرایا' پھر دار العلوم کراچی میں اردو فارسی کی ابتدائی تعلیم کے بعد ۷۲ ۱۳ھ میں درس نظامی کی تعلیم کا آغاز ہوا اور اپنے وقت کے ممتاز علماء و محدثین سے کسب علم کرنے کے بعد ۷۹ ۱۳ھ میں فراغت حاصل کی' زمانہ طالب علمی ہی میں ۱۹۵۸ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا' آپ کو حضرت مفتی اعظم ﷫ سے جن کتابوں کو درساً پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ان میں موطاء امام مالک' شمائل ترمذی' درمختار' شرح عقود رسم المفتی' وغیرہ شامل ہیں' فراغت کے بعد حضرت مفتی اعظم ﷫ نے فتاویٰ نویسی کی مشق بھی کرائی' اور اپنی نگرانی میں ہزار سے زائد فتاویٰ بھی لکھوائے' آپ کو حضرت مفتی اعظم ﷫ کے علاوہ شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی ﷫' شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی ﷫' حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی ﷫' شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ﷫ اور شیخ محمد حسن بن المشاط مالکی ﷫ جیسے اکابر علماء و محدثین سے بھی اجازت حدیث حاصل ہے' دار العلوم کراچی میں حضرت مفتی اعظم ﷫ کے علاوہ جن ممتاز علماء سے کسب فیض کا موقع ملا' ان میں مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی' مولانا سلیم اللہ خان' مولانا اکبر علی ﷫' مولانا سبحان محمود اور مولانا شمس الحق قابل ذکر ہیں۔

۹۲ ۱۳ھ میں آپ کو دار العلوم میں نائب مفتی نامزد کیا گیا اور ۹۳ ۱۳ھ میں آپ کو حضرت مفتی اعظم ﷫ نے باقاعدہ سند افتاء عطا فرمائی۔ پھر استاذ حدیث کی حیثیت

سے دار العلوم میں تدریس پر مامور ہوئے اور تقریباً بیس بائیس سال سے آپ کو دورہ حدیث کے اسباق پڑھانے کی سعادت حاصل ہے۔

۱۳۹۵ھ میں آپ نائب مفتی کے ساتھ دار العلوم کے نائب صدر بھی مقرر ہوئے۔ اور پھر حضرت مفتی اعظم ﷺ کی رحلت کے بعد دار العلوم کے اہتمام کی تمام ذمہ داریاں آپ کے سپرد ہوئیں جنہیں تادم تحریر آپ بطریق احسن اپنے والد ماجد کے مزاج ومذاق کے مطابق انجام دے رہے ہیں۔

آپ نے سلسلہ بیعت اپنے والد ماجد کے حکم پر عارف باللہ حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبد الحی عارفی صدیقی ﷺ سے قائم کیا' اور ان کی مجالس روحانیہ سے خوب خوب استفادہ کیا' حضرت عارفی ﷺ کی رحلت تک آپ انہی کے دامن سے وابستہ رہے اور نیک صحبتوں سے فیضیاب ہوتے رہے یہاں تک کہ حضرت ﷺ نے اجازت وخلافت سے نوازا' بہرحال آپ کو حضرت ڈاکٹر صاحب ﷺ اور حضرت مفتی اعظم ﷺ کی خدمت و صحبت سے استفادہ کا خوب موقع ملا' اور آج آپ خود بھی محدث و مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ عارف کامل اور شیخ کامل ہیں اور درس و افتاء کی خدمات کے علاوہ تبلیغ و اصلاح کا بھی حق ادا کر رہے ہیں' علاوہ ازیں آپ نے متعدد تصانیف بھی لکھی ہیں جن میں "یہ تیرے پر اسرار بندے' عورت کی سربراہی کی شرعی حیثیت' میرے مرشد حضرت عارفی' علم الصیغہ' دینی جماعتیں اور موجودہ سیاست' مستحبات' بڑا بننے کا شوق' احکام زکوۃ' علامات قیامت اور نزول مسیح'' پراویڈنٹ فنڈ پر سود اور زکوۃ کے مسائل' حاشیہ شرح عقود رسم المفتی' حاشیہ تسہیل الوصول' حیات مفتی اعظم' سوشلزم کا پس منظر' رفیق حج' اسلامی قانون میں طبی رپورٹ کی عدالتی حیثیت' فقہ اور تصوف ایک تعارف' کتابت حدیث عہد رسالت وعہد صحابہ میں' اور فقہ میں اجماع کا مقام" قابل ذکر ہیں' ان کے علاوہ البلاغ کراچی اور دیگر رسائل و اخبارات میں آپ کے علمی و اصلاحی مقالات و مضامین اور اہم فتاویٰ وبیانات اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں۔

جناب محمد زکی کیفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ کو دیوبند میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ آپ کا نام "محمد زکی"، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تجویز فرمایا تھا۔ آپ کی ذہانت و ذکاوت اور حاضر جوابی بچپن ہی سے حیرت انگیز تھی، آپ کے جد امجد حضرت مولانا محمد یسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ سے بے پناہ محبت کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے والد محترم حضرت مولانا محمد یسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دہلی جانا ہوا، آپ بھی ساتھ تھے اور ابھی بہت چھوٹے تھے، اس دوران فتح پوری کی مسجد میں کسی نماز کے لئے جانا ہوا، وہاں سے واپسی میں آپ نے اپنے والد محترم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جوتے اٹھالئے مگر اپنے دادا جان کے جوتے نہیں اٹھائے، دادا جان نے ازراہ تفنن پوچھا "کیوں بھئی یہ کیا؟ تم نے میرے جوتے کیوں نہیں اٹھائے۔" آپ نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے برجستہ جواب دیا "آپ کے جوتے یہ اٹھائیں گے"۔

آپ نے ابتدائی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں شروع کی اور فارسی و ریاضی کی تکمیل کے بعد درس نظامی شروع کیا مگر بعض حالات کی بناء پر چوتھے سال کے بعد درس نظامی کی تعلیم جاری نہ رکھ سکے، اس کے باوجود بزرگوں کی صحبت اور وسیع مطالعہ نے آپ کو علم و عمل کی وہ دولت نصیب فرمائی جو بسا اوقات اچھے اچھے فضلاء میں نظر نہیں آتی، مطالعہ کی وسعت کا عالم یہ تھا کہ دین و مذہب، شعر و ادب اور تاریخ و سیاست کا کوئی موضوع ایسا نہ تھا جو آپ کے مطالعہ کی حدود سے خارج ہو، خاص طور سے بزرگان دیوبند کی کوئی کتاب کیا چھوٹا سا رسالہ بھی ایسا نہ ہوگا جو آپ کی نظر سے نہ گزرا ہو، کتاب سے آپ کو عشق تھا اور نئی کتاب کو دیکھ کر اسے بغیر پڑھے چھوڑ دینا آپ کے لئے ممکن ہی نہ تھا، خاص طور سے تاریخ و تصوف پر آپ کا مطالعہ قابل رشک تھا، آپ بڑے بڑے اہل علم و فکر کی مجلس میں بیٹھتے اور محفل پر چھائے رہتے، برصغیر کی دینی شخصیات اور ان کے ضروری حالات انہیں

ازبر تھے، حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے مواعظ و ملفوظات اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ کی تصانیف کا حتی الامکان حرف حرف پڑھنے کی کوشش کرتے تھے، آپ کا حافظہ لطائف و ظرائف اور عجائب و نوادر کا خزانہ تھا اور تقریباً ہر ملاقات میں آپ کی زبان سے کچھ نئے واقعات یا علمی و ادبی فوائد سننے میں آتے تھے، شعر و سخن کا بچپن ہی سے شوق تھا اور آپ ۱۹۴۵ء سے باقاعدہ شعر کہنے لگے تھے، جگر مرادآبادی مرحوم سے آپ کے بڑے اچھے تعلقات تھے اور دوسرے ملک کے نامور شعراء آپ کی غزلوں کے نہایت مداح تھے، بلاشبہ آپ اپنے فکر و فن کے لحاظ سے اپنے دور کے گنے چنے شعراء میں سے تھے، آپ کا مجموعہ کلام ''کیفیات'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔

آپ کا بیعت کا تعلق حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ سے ہے اور آپ کو حضرت حکیم الامت ﷫ کی صحبت اور خدمت کا شرف بھی حاصل ہوا ہے، تقریباً اٹھارہ سال کی عمر تک آپ حضرت حکیم الامت ﷫ کی ہدایات اور عنایات سے فیضیاب ہوتے رہے، حضرت حکیم الامت ﷫ آپ سے بہت محبت فرماتے تھے، بارہا حضرت ﷫ نے آپ کو سر کی مالش کرنے کا موقع دیا، آپ اکثر حضرت ﷫ کی خدمت میں پان پیش کرتے رہتے تھے تو حضرت ﷫ ازراہ مزاح آپ کا نام پانی رکھا ہوا تھا، علاوہ ازیں آپ نے پند نامہ عطار حضرت ﷫ ہی سے پڑھا تھا الغرض آپ سے حضرت تھانوی ﷫ بے حد شفقت و محبت فرماتے تھے اور آپ کو بچپن ہی سے حضرت ﷫ سے فیضیاب ہونے اور ان کی خدمت و صحبت سے فائدہ اٹھانے کا خاص ذوق تھا اور پھر یہ حضرت ﷫ کی صحبت کا اثر تھا کہ آپ پر دین اور فہم دین کا ایک ایسا پختہ رنگ چڑھا ہوا محسوس ہوتا تھا جو کسی ماحول میں کبھی مغلوب یا مرعوب نہیں ہوا، آپ جس ماحول میں رہے ہمیشہ اچھا رنگ دوسروں پر چھوڑ کر آئے، قیام پاکستان کے بعد آپ لاہور میں مقیم ہوئے اور دینی کتابوں کا عظیم مرکز ''ادارہ اسلامیات'' کے نام سے قائم کیا جو آپ کی زندگی میں علم و ادب کا مرکز اور علم و فن کا ایک گہوارہ تھا ملک بھر کے بڑے بڑے علماء و فضلاء یہاں نظر آتے، باغ و بہار مجلس ہوتی اور علم و ادب کے پروانوں کا ایک میلہ سا لگا رہتا تھا، حضرت مفتی محمد حسن صاحب ﷫ اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی ﷫ جیسی عظیم شخصیات اکثر ادارہ اسلامیات میں

تشریف فرمانظر آتی تھیں ۔بہرحال آپ ایک باعمل انسان اور عارف وقت تھے ایک سچے عاشق رسول ﷺ اور صدق وصفا کا پیکر تھے ۔

آپ نے ۱۰ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء کو لاہور میں وفات پائی اور وہیں تدفین ہوئی ۔انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

(تفصیلی مضمون "نقوش رفتگاں" میں ملاحظہ فرمایئے)

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا قاری محمد سالم قاسمی

آپ دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی ؒ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند شہرہ آفاق محقق عالم وفاضل تھے' آپ علمی گھرانے کے چشم وچراغ ہیں اسی لئے بچپن ہی سے علمی ماحول میسر آیا اور اکابر علم وفضل کی آغوش میں تعلیم وتربیت حاصل کی' آپ نے ابتداء تا انتہا مادر علمی دار العلوم دیوبند میں تعلیم مکمل کی' شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ' علامہ محمد ابراہیم بلیاوی ؒ' مولانا اعزاز علی امروہی ؒ' مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی ؒ' مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ' اور مولانا قاری محمد طیب قاسمی ؒ جیسے اساطین علم وفضل آپ کے اساتذہ میں سے ہیں دار العلوم دیوبند میں حضرت حکیم الاسلام ؒ ہی کی زیر نگرانی درس وتدریس اور نیابت اہتمام کی خدمت پر مامور ہوئے اور حضرت ؒ کے بعد آپ ہی دار العلوم دیوبند (وقف) کے مہتمم منتخب ہوئے' اس وقت آپ ایک بڑے عالم وفاضل 'عظیم محقق' متکلم ومنتظم' ادیب وخطیب' محدث ومفسر اور قابل ترین مدرس ومدبر ہیں' علوم عقلیہ ونقلیہ کے بڑے ماہر اور جامع اوصاف شخصیت ہیں' حضرت حکیم الاسلام ؒ کے صحیح جانشین ثابت ہوئے ہیں' آپ نے اصلاح وتربیت کا سلسلہ اپنے والد ماجد حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب ؒ سے قائم کیا تھا اور دوسرے بزرگوں سے بھی اصلاح باطن کا تعلق رہا' بچپن ہی میں حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی زیارت وصحبت کی سعادت بھی حاصل کی اور عربی نصاب دار العلوم دیوبند کی اولین کتاب "میزان الصرف" حضرت حکیم الامت ؒ سے پڑھنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اپنے والد ماجد حضرت حکیم الاسلام ؒ کی رحلت کے بعد دیوبند میں آپ ہی حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے علوم ومعارف کے ترجمان ہیں اور حضرت حکیم الامت ؒ کی تعلیمات وارشادات کے مطابق تبلیغ واصلاح میں مصروف ہیں' حضرت ؒ کی قائم کردہ مجلس صیانۃ المسلمین کے عظیم مبلغ ہیں اور سالانہ اجتماع مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے موقع پر جامعہ اشرفیہ لاہور تشریف لاتے ہیں اور

عوام و خواص کو اپنے علمی و اصلاحی انداز میں خطاب فرماتے ہیں۔بہرحال آپ اس وقت دار العلوم دیوبند (وقف) میں بطور شیخ الحدیث و التفسیر بھی خدمات انجام دے رہے ہیں۔متعدد کتب بھی تالیف فرماچکے ہیں جو مختلف موضوعات پر بڑے محققانہ انداز میں لکھی گئی ہیں۔حق تعالیٰ عمر میں برکت عطافرمائیں۔آمین۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا صوفی محمد سرور

آپ اس وقت جامعہ اشرفیہ لاہور کے استاذ الحدیث ہیں اور حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد ہیں۔ آپ جامعہ خیر المدارس ملتان کے فاضل اور حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص تلامذہ میں سے ہیں' اولاً جامعہ خیر المدارس میں پڑھاتے رہے پھر جامعہ اشرفیہ لاہور سے وابستہ ہوئے' اب عرصہ دراز سے جامعہ اشرفیہ ہی میں درس حدیث دے رہے ہیں۔ آپ اپنے شیخ حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ :

> "حضرت والا قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدم مبارک میں بیٹھ کر اس ناکارہ کو کیسی کیسی عظیم دولتیں حاصل ہوئیں ہیں ان کا شمار نہیں ہے' الحمدللہ حق تعالیٰ شانہ کی محبت سے قلب کو بھرپور اور مسرور پاتا ہوں حق تعالیٰ نے دنیا ہی میں جنت عطا فرمادی ہے' حق تعالیٰ کی محبت میں جو راحت محسوس ہوتی ہے اور کسی شے میں وہ لذت نہیں ہے' لاہور میں حضرت والا کی خدمت اقدس میں قیام نے احقر ناکارہ کی زندگی میں روح ڈال دی ہے۔"[1]

ایک مضمون میں فرماتے ہیں کہ :

> "میرے حضرت والا قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جہاں اپنے شیخ طریقت حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق صادق اور محب جاں نثار تھے وہاں اپنے شیخ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو قولاً و عملاً پوری طرح جاری و ساری کرنے والے اور آفتاب تھانہ

---

[1] احسن السوانح

بھون کی ایک بہت بڑی شعاع بھی تھے' جہاں آپ معقول و منقول کے بہت بڑے امام اور فقیہ تھے وہاں ایک بہت بڑے صاحب حال اور صاحب کرامات شیخ طریقت اور مربی باطن بھی تھے۔ حضرت والاقبلہ مفتی صاحب ﷫ سے محبت رکھنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس طرز زندگی کو اپنائیں جو حضرت قبلہ مفتی صاحب ﷫ نے اپنایا اور وہ جو اپنے احباب و متعلقین کے لئے پسند فرماتے تھے' دعا ہے کہ حق تعالیٰ احقر ناکارہ کی بقیہ زندگی بھی حضرت والا کی خدمت میں گزارنے کی توفیق عطافرمائیں۔ آمین" (تذکرہ احسن)

مولانا ظفر اللہ شفیق صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ :

"حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہم شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور' حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب ﷫ اور حضرت اقدس مولانا مسیح اللہ خاں صاحب ﷫ کے خلفائے کرام میں سے ہیں اور ذوق تھانوی ﷫ کے عین مطابق روز و شب خدمت دین میں مصروف ہیں' بارگاہ صمدیت سے آپ کو آسان تلخیص و تفہیم کا خاص ملکہ ودیعت ہوا ہے اور آپ کے دروس میں بھی یہی رنگ غالب ہے۔ حضرت حکیم الامت ﷫ کے مواعظ نے ہزاروں قلوب میں جہاں انقلاب برپا کیا ہے اور لاکھوں تشنہ کام اس آب دوام سے فائز المرام ہوئے ہیں اور اہل نظر نے اصلاح باطن میں ان مواعظ حسنہ کو اکسیر پایا ہے اور خود حضرت ﷫ نے بھی متوسلین کو مواعظ زیر مطالعہ رکھنے کا مشورہ دیا ہے وہاں جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت ﷫ کے مواعظ طویل بھی ہوتے ہیں اور کہیں کہیں دقیق مضامین بھی آجاتے ہیں' آپ نے ازراہ شفقت و سہولت ان

مواعظ کی آسان تلخیص فرمائی ہے' فجزاهم الله احسن الجزا، مواعظ کے یہ خلاصے آپ کے قلم سے ماہنامہ الحسن لاہور میں باقاعدگی سے شائع ہو رہے ہیں۔ اور اب "مسلک تھانہ بھون" کے نام سے ۱۳مواعظ کا خلاصہ کتابی شکل میں بھی آچکا ہے۔" اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو مقبول اور نافع فرمائے۔ آمین"

(الصیانۃ لاہور)

حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۳۴۶ھ کو جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مکرم حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد کے قائم کردہ مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں حاصل کی، کچھ عرصہ رائے پور گوجراں میں بھی چند کتب پڑھیں پھر شوال ۱۳۶۰ھ میں آپ نے دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۶۱ھ میں آپ نے دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی، آپ کے اکابر اساتذہ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اعزاز علی امروہی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں، آپ بھی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ روحانی میں داخل ہیں۔ آپ نے اپنی اصلاح و تربیت کا تعلق اپنے والد مکرم حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء اور اجازت سے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیوبند سے قائم کیا۔ وصال سے دو سال قبل ۱۳۸۸ھ میں خود حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو دست بدست بیعت کی سعادت عظمیٰ سے مشرف فرمایا پھر ان کے وصال کے بعد حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت بیعت و تلقین بھی عطا فرمادی۔ فالحمد علی ذالک۔

فراغت تعلیم کے بعد سے ہی آپ درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں مصروف رہے اور تقریباً چالیس برس یہ خدمت انجام دیتے رہے اس کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں آپ کو مدرسہ خیر المدارس ملتان کا نائب مہتمم بنا دیا گیا تھا اور حضرت مولانا کے وصال کے بعد آپ خیر المدارس جیسے عظیم ادارہ کے مہتمم منتخب ہوئے پھر آپ کے دور اہتمام میں جامعہ خیر المدارس نے تعلیمی و تعمیری خوب ترقی کی۔ متعدد کمروں کا اضافہ ہوا، اور تعلیمی معیار میں بھی روز افزوں ترقی ہوئی۔

آپ کے شیخ و مربی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"بانی مدرسہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد

ان کے خلف الرشید اس علمی کارخانہ کو اسی آب وتاب کے ساتھ قائم رکھے ہوئے ہیں اور الحمدللہ مولانا محمد شریف صاحب کی سیادت میں مدرسہ بدستور ترقی پذیر ہے' حق تعالیٰ اس صدقہ جاریہ کو قائم ودائم رکھے۔ آمین"۔

حضرت علامہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت مولانا محمد شریف جالندھری ؒ اپنی تواضع' مسکنت' سادگی اور بے نفسی میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا خیر محمد صاحب ؒ کی یادگار تھے انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں اکابر اساتذہ سے تعلیم پائی اور ان کے علوم و معارف سے فیضیاب ہوئے' حضرت مولانا خیر محمد صاحب ؒ' حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے اکابر خلفاء میں سے تھے اور تھانہ بھون میں ان کی آمد و رفت رہتی تھی' مولانا محمد شریف صاحب ؒ بھی اپنے والد صاحب ؒ کے ہمراہ تھانہ بھون جاتے رہتے' اور اس طرح بچپن ہی سے حضرت حکیم الامت ؒ کی صحبت و تربیت اور نظر شفقت سے فیضیاب ہوئے اور حضرت ؒ کے دست مبارک پر بیعت بھی کی' بعد میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ سے اصلاح کا تعلق قائم کیا اور انہوں نے بیعت وارشاد کی اجازت بھی مرحمت فرمائی' حضرت والد صاحب ؒ کو مولانا محمد شریف صاحب سے محبت کا خاص تعلق تھا بالخصوص حضرت مولانا خیر محمد صاحب ؒ کی وفات کے بعد اس تعلق میں اور اضافہ ہوگیا تھا۔ مولانا محمد شریف صاحب ؒ کو احقر اور برادر محترم مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی مدظلہم سے بھی خصوصی تعلق تھا جب بھی ملتان جانا ہوتا' مولانا کی محبت و عنایات

کے عجیب عجیب مناظر سامنے آتے حضرت مولانا خیر محمد صاحب ﷺ کی وفات کے بعد مدرسہ خیر المدارس میں بہت سے نشیب و فراز آئے اور مولانا نے جس صبر و سکون سے ان تمام ہنگاموں کو جھیلا' یہ انہی کا حصہ تھا' مولانا ایک درویش صفت اور فرشتہ خصلت انسان تھے۔"

آپ نے ساری زندگی دینی و علمی خدمات میں گزاری' کئی بار آپ نے حج و زیارت کی سعادت حاصل کی اور آخری بار شوال المکرم ۱۴۰۱ھ کو حج کی سعادت کے لئے گئے اور وہیں ۷ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ کو مکہ مکرمہ میں رحلت فرمائی اور جنت المعلی میں تدفین ہوئی۔

حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی ؒ

حضرت مولانا محمد عبید اللہ امرتسری

آپ ۱۹۲۷ء/ ۱۳۴۶ھ کے قریب امرتسر میں پیدا ہوئے۔ جہاں آپ کے والد محترم حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ نعمانیہ کے مہتمم اور صدر مدرس تھے' آپ نے ابتدائی قاعدہ اور حفظ قرآن حضرت قاری کریم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا اور ۹ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا' ابتدائی صرف ونحو اور فارسی کی کتابیں مولوی محمد یوسف ساکن بھابھڑے سے پڑھیں پھر کافیہ سے آخر تک تمام کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں' بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا' دورہ حدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا اعزاز علی امروہی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا نافع گل رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا اور ۱۹۴۱ء میں سند الفراغ حاصل کی۔ ۱۹۴۲ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا' فراغت کے بعد اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں درس وتدریس کا آغاز کیا اور تقسیم ملک تک یہ سلسلہ درس جاری رہا پھر پاکستان آگئے اور کچھ عرصہ حسن ابدال میں اور راولپنڈی میں کاروبار میں مصروف رہے پھر والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر کاروبار چھوڑ کر ۱۹۴۹ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں تدریس پر مامور ہوئے اور اب تک اعلیٰ تدریسی خدمات میں مصروف ہیں' اس وقت آپ جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم اعلیٰ بھی ہیں' آپ کو حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں ہی جامعہ اشرفیہ کی انتظامیہ نے بالاتفاق رائے جامعہ کا مہتمم منتخب کر لیا تھا اس وقت سے آج تک اس عہدہ جلیلہ پر ہیں اور انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض کی بجا آوری میں مصروف ہیں اور بڑے احسن طریقے سے جامعہ کے انتظامات سنبھالے ہوئے ہیں۔

یوں تو حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ساری اولاد گوناگوں خصوصیات کی حامل ہے اور ماشاء اللہ سب ہی عالم وفاضل ہیں لیکن حضرت مولانا عبید اللہ صاحب کو اس

لحاظ سے فوقیت حاصل ہے کہ قرآن پاک ختم ہونے پر ابتدائی کتابوں کی بسم اللہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کرائی تھی، بچپن میں آپ کو پڑھائی کا کچھ زیادہ شوق نہ تھا آپ کے والد ماجد نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی تو انہوں نے اپنی خداداد بصیرت سے یہ پیشن گوئی فرمائی کہ :

"عبید اللہ انشاء اللہ تعالیٰ بھاگتے بھاگتے ہی عالم ہو جائے گا۔"

چنانچہ یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور آپ نے چودہ سال کی عمر ہی میں دستارفضیلت حاصل کر لی اور آج آپ کا شمار پاکستان کے بڑے جید علماء دین میں ہوتا ہے۔

آپ بچپن ہی میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوگئے تھے اور ۹ سال کی عمر سے بالغ ہونے تک حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھانہ بھون حاضری کا شرف حاصل کرتے رہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کتب صحاح اول و آخر سے تبرکاً آپ کو پڑھائیں، علاوہ ازیں آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں جب حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تلاوت بخاری شریف ہوتی تھی تو منتخب اور چیدہ طلباء ہی پڑھتے تھے ان گنے چنے منتخب اور چیدہ طلباء میں آپ بھی شامل تھے، آپ نے جن عظیم اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کیا وہ بقول آپ کے :

"ہر ایک علم و عمل کے درخشندہ آفتاب ماہتاب تھے۔"

آپ اپنے تمام اساتذہ کے منظور نظر رہے اور ان کی خصوصی عنایات و توجہات کا مرکز رہے، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند سے آپ کو خصوصی تعلق رہا اور انہی سے آپ نے اصلاح و تربیت کا سلسلہ قائم کیا اور خلیفہ مجاز مقرر ہوئے اور تدریس و اہتمام کے ساتھ ساتھ تبلیغ و اصلاح کا کام بھی انتہائی خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔

آپ اس وقت ایک جید عالم دین، عظیم محقق، مدبر و منتظم اور مایہ ناز اساتذہ حدیث میں شمار ہوتے ہیں، آپ کی قرات اور انداز تدریس مثالی ہے، متعدد دینی مدارس کی مجلس شوریٰ کے معزز رکن، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مرکزی صدر اور مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے صدر بھی ہیں، نہایت متواضع، خوش اخلاق اور خاموش طبیعت کے بزرگ ہیں، اور اپنے علم وعمل میں اسلاف کی یادگار ہیں۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی رح

حضرت الحاج محمد فاروق سکھروی

آپ حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز اور مجلس صیانۃ المسلمین ضلع سکھر کے امیر ہیں' آپ اپنے شیخ کی تعلیمات و ارشادات کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں' اور تبلیغ و اصلاح میں مصروف ہیں' آپ فرماتے ہیں کہ :

"ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے آخری وصیت حسن اخلاق اور حسن کلام کی ہے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے خطوط کا مطالعہ کیا جائے' شریعت و تصوف کو دیکھا جائے' تبلیغ دین کی جائے' جو معمولات میں نے تجویز کئے ہیں ان میں کمی بیشی نہ کی جائے۔"

حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ :

"ہمارے حضرت والا عجیب و غریب تھے' روئے زمین پر اب آپ جیسی کوئی شخصیت نہیں تھی' جامع مفتاح العلوم ان کی عظیم یادگار ہے۔"

فرمایا کہ :

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال فرمانے کے بعد حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خرچہ پر پورے ہندوستان کا سفر فرمایا جہاں جہاں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین تھے وہاں وہاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے ایک ایک سے بات حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت پوچھتے تھے حالانکہ خود کیا کم تھے جبکہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیشتر خلفاء و متوسلین نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کیا' مگر آپ نے اس طرف کوئی توجہ نہیں فرمائی اور کسی کو مجاز بیعت نہیں بنایا بس عجیب ہی رنگ تھا' سراپا محبوب تھے' اپنے محبوب کے سراپا محبوب تھے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد صرف ایک سال زندہ رہے اور سفر آخرت فرمایا۔

حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء میں قصبہ کاندہلہ ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے' آپ کے والد محترم شیخ المحدثین والمفسرین حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے شیخ التفسیر تھے' آپ نے دس سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا پھر باضابطہ تعلیم تھانہ بھون میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں شروع کی' مدرسہ اشرفیہ تھانہ بھون میں ابتدائی تعلیم اردو فارسی کے بعد آپ مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور میں داخل ہوئے 'جہاں حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی تمام علوم دینیہ کی تکمیل ۱۳۵۸ھ میں کی 'پھر مکرر دورہ حدیث کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں تین سال قیام رہا' دورہ حدیث حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ' علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا اعزاز علی امروہی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا' پھر جب شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل منتقل ہوئے تو آپ بھی ہمراہ گئے اور وہاں مولانا عبدالرحمٰن امروہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اکتساب فیض کیا۔ فراغت تعلیم کے بعد آپ کچھ عرصہ دارالعلوم دیوبند میں تدریس و تصنیف میں مصروف رہے' پھر والد محترم کے حکم سے بہاولنگر تشریف لے گئے جہاں مدرسہ جامع العلوم میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا' اور بعد میں آپ کی کوششوں سے مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہاں تشریف لے آئے۔ آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز صحیح مسلم' ابوداؤد' تفسیر جلالین' اور ہدایہ سے کیا جامع العلوم بہاولنگر کے دو سال قیام کے بعد شیخ الاسلام علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل منتقل ہوئے اور وہاں استاد حدیث کی حیثیت سے درس و تدریس کا کام جاری رکھا اس زمانہ میں علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ بھی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ کے والد محترم مولانا محمد ادریس کاندھلوی ﷫ معہ اپنے اہل خانہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ﷫ کے اصرار پر پاکستان آچکے تھے اور شیخ الاسلام علامہ عثمانی ﷫ نے دارالعلوم دیوبند کی طرز پر پاکستان میں ایک مرکزی دارالعلوم کے قیام کی تجویز پر کام کیا تھا جسے بعد میں مولانا احتشام الحق تھانوی ﷫ نے پایہ تکمیل تک پہنچایا تھا' آپ ۱۳۶۷ھ میں علامہ سید سلیمان ندوی ﷫ کے ہمراہ دہلی سے لاہور پہنچے اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی ﷫ کی دعوت پر دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار میں استاد حدیث کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دینے لگے اور پورے پچیس سال اسی دارالعلوم میں گزارے پھر اپنے والد مکرم حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ﷫ کی وفات کے بعد ۱۹۷۴ء میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ﷫' حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی ﷫ اور حضرت حکیم الامت ﷫ کی اہلیہ محترمہ رحمت اللہ علیہا کے اصرار پر جامعہ اشرفیہ لاہور تشریف لے آئے اور اپنے والد مکرم کی عظیم مسند پر بطور شیخ الحدیث والتفسیر رونق افروز ہوئے' اور آخر دم تک اسی عہدہ جلیلہ پر فائز رہتے ہوئے حدیث رسول ﷺ کے چراغ جلاتے رہے' ہزاروں طالبان علم نے آپ سے کسب فیض کیا اور ہزاروں نے آپ کے مواعظ حسنہ سے استفادہ کیا' آپ ایک عظیم محدث و مفسر' محقق و مدبر اور عارف کامل بھی تھے۔

آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ سے منسلک ہے آپ نے اصلاح و تربیت کا تعلق حضرت حکیم الامت ﷫ کے خلیفہ ارشد حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب ﷫ سے قائم کیا اور پھر انہی سے خلافت و اجازت حاصل ہوئی' آپ نے تقریباً نصف صدی سے زائد تدریس و تصنیف اور تبلیغ و اشاعت کی خدمات سرانجام دیں' متعدد دینی کتب تالیف کیں جن میں 'تجرید صحیح مسلم' 'اصول تفسیر' منازل العرفان فی علوم القرآن' پیغام مسیح' تاریخ حرمین' البدایہ' اسلامی معاشرت' رد قادیانیت' اور پردہ اور مسلمان خاتون'' وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ آپ بین الاقوامی شہرت کے مالک تھے' اور آخر تک مجلس صیانۃ المسلمین کے مرکزی نائب امیر رہے' علاوہ

ازیں متعدد دینی تنظیموں' دینی مدارس اور اصلاحی و فلاحی کمیٹیوں کے سربراہ رہے'
بالآخر آپ نے ۸ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ میں رحلت فرمائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔
حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

(تفصیل کیلئے "حیات مالک" ملاحظہ فرمایئے)

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا محمد محترم فہیم عثمانی ؒ

آپ ۱۹۲۰ء میں قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے آپ معروف علمی خانوادے کے چشم وچراغ تھے' آپ کے والد محترم مولانا محمد مسلم عثمانی صاحب ؒ دیوبند کے اکابر علماء میں سے تھے جو تقسیم ہند سے پہلے عرصہ دراز تک فیصل آباد میں علمی و دینی خدمات انجام دیتے رہے' اور کچھ عرصہ ڈابھیل کے شہرہ آفاق مدرسے جامعہ اسلامیہ میں بھی استاد حدیث رہے' قیام پاکستان کے بعد انہوں نے لاہور کو اپنا وطن بنالیا اور وہاں "دارالعلوم الاسلامیہ" کی بنیاد رکھی جو تجوید و قرات کی درسگاہ کے طور پر ملک بھر میں مشہور ہے اور جہاں حضرت قاری عبدالمالک صاحب ؒ جیسے امام فن نے تجوید و قرات کا درس دیا تھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی پھر انگریزی تعلیم کا رخ کیا اور جامعہ پنجاب لاہور میں اعلیٰ انگریزی تعلیم مکمل کی' اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد عمر کا ایک بڑا حصہ مختلف محکموں کی ملازمتوں میں بسر کیا اور اس دور میں آپ کی دلچسپی کا محور علم دین کے بجائے شعروادب رہا' اسی زمانہ میں ایک بزرگ نے ملاقات کے دوران یہ جملہ کہدیا کہ تم ملازمت کے لئے پیدا نہیں ہوئے 'بس یہ جملہ آپ کی زندگی کے لئے انقلاب کا نقطہ آغاز بن گیا' والد ماجد کی صحبت کے زیر اثر دینی جذبات رگ وپے میں سمائے ہوئے تھے لیکن حالات نے کسی اور رخ پر ڈال دیا تھا بہرحال پھر آپ کے دل میں حصول علم دین کا جذبہ پیدا ہوا' اور ایک بڑے عیال کی کفالت اور ملازمت کی ذمہ داریوں کے ساتھ آپ نے باقاعدہ عربی زبان اور اسلامی علوم کی تحصیل شروع کردی اور باقاعدہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں تفسیر حدیث اور فقہ کی کتابیں ماہر اساتذہ سے پڑھیں اور پھر اسلامیات اور عربی میں نمایاں حیثیت کے ساتھ ایم اے کیا' اللہ تعالیٰ نے ذہانت وفطانت اور خوش ذوقی سے نوازا تھا' اور علمی مزاج اپنے والد ماجد سے ورثے میں پایا تھا اس لئے بہت جلد ان علوم دینیہ میں اچھی استعداد حاصل کرلی اور اس کے

بعد خدمت دین ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا' دفتر سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے زیادہ تر اوقات تحریر وتقریر کے ذریعے دین کی تبلیغ و اشاعت ہی میں صرف ہوتے تھے' اپنے محلے کی مسجد مقدس میں نماز بھی پڑھاتے تھے اور وہیں دینی کتابوں کا ایک دار المطالعہ قائم کر رکھا تھا' جمعہ کی نماز شادمان کالونی کی ایک بڑی مسجد میں پڑھاتے جہاں آپ کی ہفتہ وار تقریر نہایت مقبول اور مفید خاص وعام تھی اور جس کی بدولت بہت سے لوگوں کو راہ ہدایت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالٰی نے تحریر و انشاء کا بھی خاص سلیقہ بخشا تھا' چنانچہ قلم کے ذریعہ بھی آپ نے دین کی بڑی خدمت انجام دی۔ آپ نے ابتداء میں مختلف دینی رسائل میں مضامین لکھنے شروع کئے پھر رفتہ رفتہ متعدد ضخیم کتابیں بھی لکھیں "حجیت حدیث" کے موضوع پر آپ کی مفصل کتاب "حفاظت وحجیت حدیث" تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل ہے اور اپنی جامعیت کے لحاظ سے اردو میں شاید یہ مفصل ترین کتاب ہے' اس کتاب میں آپ نے منکرین حدیث کے تمام دلائل و اعتراضات کے تارو پور بکھیر کر رکھ دیئے ہیں۔ اس کے علاوہ مسائل نماز' مسائل زکوۃ' مسائل حج' اسلام اور اشتراکیت' حضرت ابوذر غفاری ﷺ اور سوشلزم' وغیرہ کتابیں بھی اردو اور انگریزی زبانوں میں بڑی جامعیت کے ساتھ تالیف کی ہیں۔

آپ نے روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانوی ﷺ کے خلیفہ حضرت مولانا الحاج ماسٹر محمد شریف صاحب ہوشیار پوری ﷺ ثم ملتانی سے قائم کیا تھا آپ کو انہی سے شرف بیعت حاصل تھا اور بعد میں حضرت حاجی صاحب ﷺ ہی کی طرف سے خلافت کا اعزاز حاصل ہوا' اللہ تعالٰی نے اس فیض صحبت سے آپ کو علم وعمل کے ساتھ دل پر گداز اور انابت و خشیت کی خاص کیفیات سے بھی نوازا تھا' الغرض آپ عمر بھر علمی و تصنیفی اور تبلیغی خدمات میں مصروف رہ کر اچانک ایک حادثے میں ۲۳ فروری ۱۹۸۵ ۶/جمادی الاول ۱۴۰۵ھ کو لاہور میں جاں بحق ہوگئے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

حق تعالٰی درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا مفتی محمد وجیہہ

آپ قصبہ ٹانڈہ باولی ریاست رامپور میں حضرت مولانا محمد نبیہ صاحب ؒ کے گھر ۳ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ کو پیدا ہوئے۔حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ نے محمد وجیہہ نام رکھا اور دعاؤں سے نوازا۔آپ کے والد ماجد مولانا محمد نبیہ صاحب ؒ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے خلیفہ ارشد تھے۔آپ نے قرآن پاک قاری عبد اللہ بھیروی سے پڑھا پھر مدرسہ اسلامیہ ٹانڈہ والی میں ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی، شوال ۱۳۶۱ھ میں آپ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور تمام فنون کی تکمیل مظاہر العلوم ہی سے کی، اساتذہ میں حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری ؒ، حضرت مولانا اسعد اللہ رامپوری ؒ، اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ؒ شامل ہیں۔ ۱۹۴۴ء ۱۳۶۳ھ میں دورہ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔

دوران تعلیم ہی آپ نے حضرت حکیم الامت ؒ سے شرف بیعت حاصل کیا اور اصلاحی تعلق حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری ؒ سے قائم کیا اور سلوک و تصوف کے منازل طے کرتے رہے، ۱۳۶۵ھ سے حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری ؒ کی وساطت سے مدرسہ اشرفیہ خانقاہ تھانہ بھون میں مدرس مقرر ہوئے، شوال ۱۳۶۷ھ میں حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے اپنے مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی میں تدریس کے لئے دعوت دی اور آپ نے ایک سال تک ہردوئی میں تدریسی خدمات انجام دیں، پھر حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب ؒ کے بلانے پر مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں علمی و تدریسی خدمات انجام دیتے رہے پھر ۱۳۷۴ھ میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی ؒ نے پاکستان آنے کی دعوت دی اور دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں آپ بطور استاذ الحدیث اور مفتی تدریسی و فقہی خدمات انجام دینے لگے، ۱۳۷۵ھ میں آپ نے حج کی سعادت حاصل کی پھر واپس آکر دار العلوم ٹنڈو الہ یار میں تدریسی خدمات میں مصروف ہوگئے یہاں پر ہر طرح کی کتب کی تدریس کا موقع نصیب ہوا۔

ھ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ؒ کی رحلت کے بعد آپ بطور شیخ الحدیث تدریسی خدمات انجام دینے لگے اور تقریباً چالیس سال دار العلوم الاسلامیہ سے وابستہ رہنے کے بعد آج کل آپ مدرسہ مظاہر العلوم حیدر آباد میں علمی و تدریسی خدمات میں مصروف ہیں۔ آپ کے تلامذہ ملک و بیرون ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں اور دینی خدمات میں مصروف ہیں۔

آپ نے اصلاحی تعلق جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے اپنے استاذ شفیق حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری ؒ سے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں قیام کے دوران قائم کیا، بیعت کا شرف حضرت حکیم الامت ؒ سے حاصل ہوا، پھر حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری ؒ کے انتقال کے بعد آپ نے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ سے تعلق قائم کیا اور ۷ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ میں آپ کو خلافت و اجازت سے نوازا گیا۔ ان کے علاوہ آپ نے حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب ؒ سے بھی روحانی تعلق قائم کیا اور ۱۳ جمادی الاول ۱۳۹۶ھ کو ان کی طرف سے بھی اجازت بیعت مرحمت فرمائی گئی، الغرض آپ اپنے اکابر و اسلاف کی روایات کے مطابق تدریسی، تبلیغی و اصلاحی خدمات میں مصروف ہیں۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

جناب محمد ولی رازی

آپ ۱۱شوال ۱۳۵۴ھ / جنوری ۱۹۳۵ء کو دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے، نام حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ نے تجویز فرمایا اور گھٹی مولانا سید میاں اصغر حسین دیوبندی ﷫ نے دی، ابتدائی تعلیم کے لئے آپ کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ نے دار العلوم دیوبند میں داخل کرایا، ناظرہ قرآن مجید کے بعد ابھی اکیس پارے حفظ کئے تھے کہ اپنے والد محترم کے ساتھ پاکستان آگئے، پاکستان میں آکر قاری وقاء اللہ پانی پتی مدرس مدرسہ اشرفیہ جامع مسجد جیکب لائنز کراچی سے حفظ قرآن کی تکمیل کی، پھر مولانا حافظ نور احمد صاحب ﷫ سے فارسی کی ابتدائی کتب پڑھیں پھر اپنے والد گرامی سے گلستان سعدی اور بوستان سعدی پڑھیں، اسی دوران اردو شاعری سے لگاؤ ہوا اور جمعرات کو گھر پر ہی مجلس جمتی آپ کے بھائی مولانا محمد زکی کیفی ﷫ مصرعہ دے دیتے اور آپ مکمل کرتے تھے۔ آپ نے ۱۹۵۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان اعلیٰ سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا پھر ۱۹۵۴ء میں میٹرک انگریزی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۸ء میں شادی ہوئی اور اسی سال گورنمنٹ ہائی اسکول میں ٹیچر کی حیثیت سے تقرر ہوا، ۱۹۶۰ء میں جامعہ پنجاب سے بی اے کیا، ۱۹۶۴ء میں ریڈیو پاکستان کی دعوت پر مذہبی نشریات کے شعبہ کے انچارج کی حیثیت سے ملازمت اختیار کی پھر ۱۹۶۶ء میں کراچی یونیورسٹی سے اسلامک اسٹڈیز کا امتحان فرسٹ پوزیشن میں پاس کیا، ۱۹۶۸ء تک ریڈیو پاکستان سے متعلق رہے اور مختلف موضوعات پر ۱۵۰ کے قریب آپ کی تقاریر نشر ہوئیں۔ ۱۹۶۸ء کے آخر میں قائد ملت کالج میں بحیثیت لیکچرار اسلامیات آپ کا تقرر ہوا اور ۱۹۷۰ء تک تدریس کا یہ سلسلہ جاری رہا، ۴جنوری ۱۹۷۱ء کو گرائمر اسکول کراچی میں اردو اسلامیات کے لیکچرار کی حیثیت سے تقرر ہوا اور تادم تحریر اسی عہدہ پر رہتے ہوئے تدریسی خدمات میں معروف ہیں۔

تصانیف میں "انڈکس قرآن مجید' نصاب اسلامیات بی ایڈ' قادیانیت عدالت میں' علماء و زعماء اسلام' اور ہادی عالم ﷺ" قابل ذکر ہیں۔ آپ کا صوفیانہ مسلک حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے منسلک ہے' اولاً آپ کو ان کے والد گرامی نے حضرت مولانا عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کرایا تھا' اور ان کے زیر تربیت رہے' ان کی وفات کے بعد حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا اور ۱۹۷۶ء میں باقاعدہ ان سے بیعت ہوئے اور ان کے بتلائے ہوئے اوراد و وظائف پر عمل پیرا ہیں۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا حافظ محمد یسین اعظم گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

آپ محلہ بلوہ ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے آپ کے والد حاجی محمد سلیمان صاحب تھے' آپ نے اپنے محلہ کے حافظ حبیب اللہ سے قرآن مجید حفظ کیا پھر مدرسہ معروفیہ میں مولانا نعمت اللہ مبارکپوری سے شرح جامی تک کی کتابیں پڑھیں' بعد ازاں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور تین سال وہاں پڑھ کر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ' علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ' اور مولانا رسول خان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم اساتذہ سے کتب فنون اور دورہ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد ایک سال مدرسہ معروفیہ میں صدر المدرسین کے منصب پر تدریس کی پھر مولانا محمد ایوب مئوی کی طلب پر سیز ز مدرسہ اکڑا چوبیس پرگنہ میں تدریس پر مامور ہوئے اور پھر سپرنٹنڈنٹ ہوگئے اور ۲۷ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ اسی دوران مولانا عبد الرؤف داناپوری اور حکیم احمد حسین سے علم طب کی تحصیل کی اور ہومیوپیتھک کی بھی سند حاصل کی۔

آپ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا وصی اللہ فتح پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت حاصل کی' ساری زندگی درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں گزاری آپ وقت کی بہت قدر کرتے تھے' فرض تو فرض تہجد کی نماز بھی کبھی قضاء نہیں ہونے دیتے تھے' تواضع و انکساری حد درجہ تھی آپ نے ۱۹۴۶ء میں حج و زیارت کی سعادت حاصل کی اور ۲۰ اپریل ۱۹۵۲ء بمطابق ۱۳۷۱ھ میں معروف میں وفات پائی۔

حضرت مولانا محمد یوسف بستوی ؒ

آپ جامعہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے ممتاز فضلاء میں سے تھے اور سلسلہ اشرفیہ امدادیہ میں حضرت مولانا شاہ محمد وصی اللہ صاحب الہ آبادی ؒ اور حضرت مولانا شاہ محمد ابرار الحق صاحب ہردوئی مدظلہ کے خلفاء میں سے تھے' ایک عرصہ دراز تک آپ مجلس دعوۃ الحق ہردوئی کی طرف سے مبلغ بھی رہے اور آپ کے مواعظ سے ایک خلق کثیر کو فائدہ پہنچا' آپ کا وعظ اللہ اور رسول ﷺ کی محبت' دنیا سے نفرت اور باطنی اصلاح و تربیت جیسے مفید مضامین پر مشتمل ہوتا تھا' ایک عرصہ تک آپ نے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں بھی تدریس و تبلیغ کے فرائض انجام دیئے۔ آپ صاحب ذکر و شغل اور معمولات پر سختی سے کاربند تھے' سفر و حضر میں بھی اوراد و وظائف اور دوازدہ تسبیح جاری رکھتے تھے مجلس صیانۃ المسلمین سے خاص تعلق تھا ہر سال سالانہ اجتماع پر انڈیا سے یہاں لاہور تشریف لاتے تھے' آپ کے بیان کو سامعین بڑے شوق و ذوق اور توجہ سے سنتے تھے' آپ کو مجلس صیانۃ المسلمین سے اس درجہ تعلق تھا کہ آپ نے اس سلسلہ میں دو کتابچے "ایک امت مسلمہ کا موجودہ المیہ اور اسکی صیانۃ" اور دوسرا "حضرت تھانوی ؒ کا اجتماعی اصلاح کا عظیم کارنامہ" کے نام سے مرتب فرمائے اور جن کو مجلس صیانۃ المسلمین نے بڑے اہتمام سے شائع کیا اور یہ دونوں کتابچے مقبول عام ہوئے' آپ نے اپنے شہر بستی میں ایک دینی مدرسہ خیر العلوم کے نام سے قائم فرمایا جو بفضلہ تعالیٰ کامیابی سے جاری ہے۔

آپ ایک جامع کمالات تھے نہایت درجے متواضع' ملنسار اور کم گو تھے ساری عمر تدریس و تبلیغ میں مصروف رہے۔ آپ ۶ مئی ۱۹۹۴ء کو فوت ہوئے۔ ہزاروں افراد نے نماز جنازہ پڑھی اور قبرستان شہر بستی (انڈیا) میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا محمد یوسف میر واعظ کشمیریؒ

آپ ۱۲ شعبان ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۴ء کو میر واعظ رسول شاہ صاحب کے گھر سری نگر میں پیدا ہوئے' آپ کے والد ماجد وادی کشمیر کے روحانی پیشوا تھے' آپ نے ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی' اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور وہیں درس نظامی کی تکمیل کی' واپسی پر میر واعظ عتیق اللہ صاحب نے آپ کو اپنی جگہ میر واعظ مقرر کیا اور اس حیثیت میں آپ انجمن نصرت الاسلام سری نگر کے صدر بھی رہے' قیام دیوبند کے دوران تحریک خلافت میں حصہ لیا واپسی پر تحریک حریت کشمیر کی بنیاد رکھی' آپ نے ہی ۱۹۳۱ء میں شیر کشمیر محمد عبد اللہ کو کشمیری مسلمانوں سے متعارف کرایا۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو جب آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کا قیام عمل میں لایا گیا تو قائد کشمیر چوہدری غلام عباس اور شیخ عبد اللہ کے ساتھ آپ بھی اس قومی تنظیم کے بانیوں میں شامل تھے' ۱۹۴۳ء میں آپ نے جموں کے دو لیڈروں کے تعاون سے آزاد مسلم کانفرنس قائم کی اور یہ جماعت کئی سال تک آپ کی سرپرستی میں کام کرتی رہی اور آپ کے ہزاروں عقیدت مندوں نے انتہائی خلوص اور جرات و بیباکی کے ساتھ مسلم کانفرنس اور تحریک پاکستان کی حمایت کی' ۱۹۴۴ء میں آپ سے قائد اعظم کی ملاقات ہوئی اور آپ نے پورے تعاون کا یقین دلایا اور پھر عملی طور پر تحریک پاکستان میں حصہ لیا' ۱۹۴۹ء میں آپ حکومت آزاد کشمیر کے وزیر تعلیم مقرر ہوئے اور پھر ۱۹۵۱ء کو آپ حکومت آزاد کشمیر کے صدر مقرر ہوئے' ۱۹۵۶ء میں آپ دوبارہ آزاد کشمیر کے صدر منتخب ہوئے' ۱۹۶۴ء میں آپ نے اسلامی اور یورپی ممالک کا دورہ کر کے انہیں مقبوضہ کشمیر کے بارے میں حقائق سے آگاہ کیا' آپ نے قومی وملی خدمات کے ساتھ ساتھ علمی وروحانی خدمات بھی انجام دیں' آپ نے اصلاحی تعلق حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے قائم کیا' ان کے بعد ان کے خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ کی طرف رجوع کیا' اور سلوک وتصوف کے منازل طے کرنے کے بعد خلافت واجازت حاصل کی' آپ اسلام

کے عظیم مبلغ اور تحریک پاکستان کے مجاہد تھے، ایک مخلص قومی رہنما اور متقی پرہیزگار مسلمان تھے۔ آپ ۱۷رمضان ۱۳۸۸ھ / ۷ دسمبر ۱۹۶۸ء کو واصل بحق ہوئے اور مظفر آباد، آزاد کشمیر میں دفن ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی(ر)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

آپ مشرقی پنجاب کے ضلع لدھیانہ کے رہنے والے ہیں' آپ کے والد ماجد الحاج چوہدری اللہ بخش مرحوم حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائپوری ﷫ سے بیعت تھے۔ آپ ۱۳۵۱ھ بمطابق ۱۹۳۲ء میں بستی عیسی پور ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم مولانا انیس الرحمن لدھیانوی اور مولانا قاری لطف اللہ شہید جالندھری ﷫ سے حاصل کی 'قیام پاکستان کے بعد ایک سال مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی میں مولانا عبد اللہ رائپوری ﷫' مولانا لطف اللہ اور مفتی عبد اللطیف سے متوسط کتب پڑھیں بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ خیر المدارس ملتان میں داخلہ لیا اور ۱۳۷۵ھ میں دورہ حدیث کی کتب پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی' خیر المدارس میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ﷫' مولانا عبد الشکور کاملپوری ﷫' مولانا مفتی عبد اللہ ملتانی ﷫ اور مولانا محمد شریف کشمیری ﷫ جیسے اکابر اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ تعلیم سے فراغت کے سال حضرت اقدس مولانا خیر محمد جالندھری ﷫ سے سلسلہ اشرفیہ امدادیہ صابریہ میں بیعت کی اور علوم ظاہری کے ساتھ تعمیر باطن میں ان کے انوار و خیرات سے استفادہ کیا' پھر اپنے شیخ حضرت مولانا خیر محمد صاحب ﷫ کے حکم پر فیصل آباد کے ایک مدرسہ میں تدریس کا کام شروع کیا' تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی رکھا اور "ماہنامہ دار العلوم دیوبند" "صدق جدید" وغیرہ میں آپ کے اہم مضامین شائع ہوئے جنہیں دیکھ کر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری ﷫ نے آپ کو کراچی بلالیا اور فرمایا یہاں مستقل قیام کرو اور "ماہنامہ بینات" کے لئے لکھا کرو۔ آپ نے تعمیل ارشاد میں بینات میں لکھنا شروع کر دیا لیکن کراچی میں مستقل قیام سے معذرت کر دی' فیصل آباد میں سلسلہ تدریس کے بعد مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدیہ ﷫ کے اصرار پر جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے اور یہ سلسلہ تدریس ۱۹۷۴ء تک جاری رہا۔ ۱۹۷۴ء میں حضرت مولانا بنوری ﷫ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت سنبھالی تو

آپ کو ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں قیام کرنے کے لئے ارشاد فرمایا تقریباً تین سال تک آپ ملتان ہی میں قیام پذیر رہے۔ حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا ہمیشہ اصرار رہا کہ مستقل قیام کراچی میں رکھیں آخر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد ان کی خواہش کی تکمیل میں کراچی چلے گئے اور اس طرح سے تادم تحریر ماہنامہ بینات کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ بینات کے باقاعدہ مدیر مقرر ہوئے اور پھر جنگ کراچی میں صفحہ اقراء جاری کیا گیا تو "آپ کے مسائل اور ان کا حل" کے عنوان سے مستقل کالم لکھنا شروع کیا جو بعد میں کتابی شکل میں بھی شائع ہو گئے ہیں' آپ نے متعدد کتب بھی تالیف کی ہیں جو مقبول عام ہیں۔

آپ کا بیعت کا تعلق حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے تھا ان کی رحلت کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کیا اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔ بعد ازاں عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سند خلافت و اجازت عطا فرمائی' اس وقت آپ انہی بزرگوں کی روایات کے مطابق تبلیغ و اصلاح میں مصروف ہیں اور اپنے علم و عمل سے اسلاف کی یاد تازہ کئے ہوئے ہیں۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا محمود احمد ہزاروی ﷫

آپ ملک پورہ تحصیل مانسہرہ ہزارہ میں جناب گل دین کے گھر ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم علاقہ میں حاصل کی پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۲۲ھ میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب ﷫ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی' آپ کے دیگر اساتذہ میں علامہ محمد انور شاہ کشمیری ﷫' علامہ شبیر احمد عثمانی ﷫' مولانا حافظ محمد احمد قاسمی ﷫' اور مولانا سید اصغر حسین دیوبندی ﷫ قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد وطن واپس آکر تدریس کا آغاز کیا اور زندگی تدریس و تبلیغ میں لگادی' آپ کچھ عرصہ انجمن اصلاح رسوم ہزارہ میں مدرس اول کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور اس علاقہ میں رسومات وبدعات کو ختم کیا اس کے بعد پنجاب میں فیصل آباد اور ساہیوال کے اضلاع میں بھی آپ نے تدریسی و تبلیغی خدمات انجام دیں' سینکڑوں افراد نے کسب فیض کیا اور کئی غیر مسلموں نے آپ کے وعظ و نصیحت سے اسلام قبول کیا۔

تحصیل علوم سے فراغت کے بعد آپ حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کی خدمت اقدس میں تھانہ بھون گئے اور کئی ماہ وہاں حضرت ﷫ کی خدمت میں رہے' حضرت ﷫ سے آپ نے قرآن کریم کی تفسیر اور ترمذی شریف پڑھی نیز صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں دوران مطالعہ جو مشکل مقامات آئے وہ حضرت ﷫ ہی سے سمجھے' تصوف و طریقت میں حضرت حکیم الامت ﷫ سے ہی شرف بیعت حاصل کیا اور انہیں کے طریق پر زندگی بسر کی' اور ۹ ستمبر ۱۹۶۰ء میں اپنے وطن ہی میں وفات پائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی

آپ جناب محمد زکی کیفی صاحب ؒ کے صاحبزادے ہیں جو مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ کے خلف الرشید تھے ' آپ ایک علمی خانوادے کے چشم وچراغ ہیں اسی لئے بچپن ہی سے دینی ماحول میسر آیا اور اکابر علماء کی آغوش شفقت میں تربیت پائی ' آپ جامعہ اشرفیہ لاہور کے فارغ التحصیل عالم وفاضل ہیں اور دارالعلوم کراچی میں باقاعدہ فتویٰ کی تربیت بھی حاصل کی ہے ' پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی سے بھی فارغ ہیں ' کئی بار حج و عمرے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں ' فراغت تعلیم کے بعد کئی سال تک جامعہ اشرفیہ لاہور کے استاد بھی رہے ہیں اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھاتے رہے ہیں ' اب تقریباً چار پانچ سال سے اپنے عم محترم مولانا جسٹس مفتی محمد تقی عثانی مدظلہ کے حکم پر دارالعلوم کراچی میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ماشاء اللہ آپ ذہانت وفطانت میں اپنے والدگرامی کا نمونہ ہیں اور اپنے والد ماجد کی یادگار ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور کے نگران اعلی بھی ہیں اس وقت ماہنامہ البلاغ کراچی کے مدیر معاون بھی ہیں ' آپ نے سلسلہ بیعت حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا حاجی محمد شریف صاحب ہوشیارپوری ؒ سے قائم کیا جو قیام پاکستان کے بعد نواں شہر ملتان میں قیام پذیر تھے اور انتہائی سادگی کے ساتھ اپنے شیخ کے مسلک کے مطابق اصلاح وارشاد کی خدمات انجام دے رہے تھے ' آپ نے حضرت حاجی صاحب ؒ سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور پھر خلافت و اجازت کا اعزاز بھی حاصل ہوا ' ماشاء اللہ آپ نے حضرت حاجی صاحب ؒ سے قابل رشک نفع اٹھایا اور ان کی صحبتوں سے فیضیاب ہوئے ہیں ' حضرت حاجی صاحب ؒ کی وفات کے بعد آپ نے مسیح الامت حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خان صاحب شروانی ؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور ان کے فیض علم وعمل سے بھی سیراب وشاداب ہوئے ہیں ' آپ پر

اکابر و اساتذہ کی خصوصی نظر شفقت کا اثر ہے۔ماشاء اللہ آج بھی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم جیسے جلیل القدر علماء کی زیر نگرانی،علمی وتدریسی اور اصلاحی خدمات میں مصروف ہیں' حق تعالیٰ شانہ آپ کے علم وعمر میں برکت عطا فرمائیں اور مجھ جیسے ناکارہ کو بھی ایسے بزرگوں کے مسلک و مشرب پر قائم رکھتے ہوئے عمل صالح کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی ؒ

حضرت مولانا سید محمود حسن سنبھلی

آپ یکم محرم الحرام ۱۳۲۶ھ کو اپنے وطن سنبھل ضلع مراد آباد یوپی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد ایک متبحر عالم اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید تھے، آپ نے ابتداء میں کچھ عربی تعلیم حاصل کی لیکن پھر اردو انگریزی تعلیم ایف اے تک حاصل کر کے ملازمت اختیار کرلی، اسی دوران آپ نے الہ آباد یونیورسٹی سے عربی میں مولوی فاضل اور فارسی میں منشی فاضل کے امتحانات پاس کئے اور پھر والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے درس نظامی کی کتابیں پڑھتے رہے، تفسیر جلالین شریف، مشکوۃ شریف اور ہدایہ تک کتب انہی سے پڑھیں اور دیگر اساتذہ سے درسیات کی تکمیل کی۔

آپ کے خاندان کے بہت سے افراد حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور گھر میں اکثر حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کا ذکر ہوتا رہتا تھا تو آپ کا قلبی رجحان بھی حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مائل ہوگیا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی کتب، بہشتی زیور، تعلیم الدین، جزاء الاعمال، فروغ الایمان، اصلاح الرسوم، وغیرہ آپ کے زیر مطالعہ رہیں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "پہلے کسی سے اپنی تربیت و اصلاح کے متعلق رابطہ قائم کریں"۔ چنانچہ تعمیل حکم پر حضرت مولانا محمد عیسی صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا پھر کچھ عرصہ بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے دوبارہ درخوست کی تو شرف قبولیت بخشا گیا اور دست بدست بیعت کی، حضرت مولانا محمد عیسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق قائم کیا پھر ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی تعلق رہا اور بعد ازاں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تربیت و اصلاح کا تعلق قائم کیا اور تقریباً پندرہ سال تک حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاح و تربیت حاصل کرتے رہے اور خلافت و اجازت کے اعزاز سے نوازے گئے، آپ فرماتے ہیں کہ :

”حق سبحانہ وتعالیٰ کا جس قدر بھی شکر ادا کروں کم ہے کہ اس نے سیدی و مرشدی حضرت حکیم الامت مجدد الملت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور ان کے بعد ان کے چار خلفاء عظام سے چالیس سال سے زیادہ طویل مدت تک تربیت و اصلاح کا تعلق قائم کرنے کی سعادت نصیب فرمائی، لیکن اس محرومی کا کیا علاج کہ 'سکندر آب حیواں تک رسائی پا جانے کے بعد بھی پیاسا ہی واپس آجائے۔“

(تفصیلی حالات کیلئے البلاغ مفتی اعظم نمبر ملاحظہ فرمایئے)

تالیفات حکیم الامت تھانوی رح

حضرت مولانا مفتی محی الدین بنگالی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بنگلہ دیش کے ان اکابر علماء میں سے تھے جن کے ذریعہ وہاں علم و دین کے چراغ روشن ہوئے۔ آپ دار العلوم دیوبند کے قابل فخر فضلاء میں سے تھے اور مدتوں سے ڈھاکہ کے مدرسہ اشرف العلوم میں حدیث کی تدریس اور فتویٰ کی خدمت انجام دے رہے تھے اور اس عرصے میں آپ نے ہزارہا تشنگان علم کو اپنے فیوض سے سیراب کیا آپ کے شاگرد بھی اس وقت اونچے درجے کے شیخ الحدیث سمجھے جاتے ہیں لیکن تواضع وفنائیت کا عالم یہ تھا کہ اپنے چھوٹوں کو بھی اپنے سے افضل وبرتر سمجھتے تھے اور انداز و ادا میں خوردبین لگا کر بھی شان وشوکت کا کوئی شائبہ نظر نہیں آسکتا تھا۔ سالہا سال سے تدریس و افتاء کی مسند پر ہونے کے باوجود آپ میں کبھی مخدومیت کا کوئی احساس پیدا نہیں ہوا، طالب علمی کے دور میں تو آپ نے اپنے اساتذہ سے ربط ضبط رکھا اور اسی زمانے میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھانہ بھون بھی آمد ورفت رہی، حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ تعلق قائم رکھا لیکن چونکہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دور تھے اس لئے اپنے قریب ڈھاکہ میں حضرت مولانا عبد الوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا مقتداء بنائے رکھا اور اپنے ہر معاملے میں ان کے مشورے سے کام کرتے رہے، سیاسی معاملات میں حضرت مولانا اطہر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شمس الحق فرید پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وابستہ رہے اور حضرت مولانا عبد الوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد اپنے عام معاملات میں بھی حضرت مولانا اطہر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کرتے رہے اور جب ان کی بھی وفات ہوگئی تو اب مدت سے حضرت مولانا حافظ محمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خدمت و ارادت کا تعلق قائم رکھا اور ساٹھ سال کے قریب عمر ہونے کے باوجود حضرت مولانا محمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک ادنی خادم کی حیثیت سے حاضر ہوتے رہے، انہی بابرکت صحبتوں کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و

فضل کے اعلیٰ مقام کے ساتھ اتباع سنت ' اخلاص وللہیت ' اور تواضع وفنائیت کا وہ مقام بخشا تھا جو آج کل مشکل ہی سے کسی کو نصیب ہوتا ہے ۔

آپ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جاں نثار شاگرد اور مجاز بیعت تھے اور آپ کو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عقیدت ومحبت ہی نہیں والہانہ عشق تھا' ساری عمر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے شیخ و مربی حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک ومشرب پر سختی سے قائم رہے اور سیاسی نظریات میں بھی انہی بزرگوں کی تقلید کرتے رہے 'قیام پاکستان کے موقع پر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اطہر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اکابر علماء کی جدوجہد میں آپ بھی بحیثیت رضاکار شامل رہے اور سلہٹ ریفرنڈم میں بڑی گرانقدر خدمات انجام دیں پھر پاکستان بننے کے بعد اسلامی دستور کی جدوجہد میں بھی بنگال کے علاقے میں بڑے سرگرمی اور جانفشانی کے ساتھ حصہ لیتے رہے ' مرکزی جمعیت علماء اسلام ونظام اسلام پارٹی سے بھی بڑی دلچسپی سے کام کرتے رہے اور اسلام وپاکستان سے محبت کی پاداش میں بنگال کے علماء کرام پر جو ستم توڑے گئے آپ بھی ان کا نشانہ بنے اور اس سلسلے میں بہت سی قربانیاں دیں اور بالآخر ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ / ۸ فروری ۱۹۸۱ء کو وفات پائی ۔

اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائیں ۔ آمین ۔

(ماخوذ از "نقوش رفتگاں" از علامہ محمد تقی عثمانی مدظلہ)

حضرت مولانا مشرف علی تھانوی

آپ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی ؒ کے قابل فخر فرزند ارجمند ہیں' آپ جامعہ اشرفیہ لاہور کے فارغ التحصیل عالم و فاضل ہیں' آپ کے اساتذہ میں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا رسول خان ہزاروی ؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ' مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی ؒ' اور دیگر اکابر جامعہ شامل ہیں۔ فراغت کے بعد آپ جامعہ اشرفیہ ہی میں استاذ مقرر ہوئے اور مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھاتے رہے ساتھ ہی واپڈا کالونی کی جامع مسجد میں بھی عرصہ دراز تک خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے' حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی قائم کردہ مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے ناظم اعلیٰ اور روح رواں آپ ہی ہیں اور عرصہ دراز سے مجلس کے ذریعہ تبلیغی و اصلاحی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ اس وقت آپ جامعہ دار العلوم الاسلامیہ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کے مہتمم اعلیٰ ہیں جو شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ کے ایماء پر مولانا قاری سراج احمد صاحب ؒ کی قائم کردہ وہ عظیم دینی درسگاہ ہے جسے ۱۹۴۸ء میں قائم کیا گیا تھا' اب آپ کے دور اہتمام میں الحمد للہ یہاں تجوید و قرات کے ساتھ دورہ حدیث تک کی وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب کے مطابق تعلیم ہو رہی ہے' جامعہ دار العلوم الاسلامیہ میں ادارہ اشرف التحقیق بھی قائم کیا گیا ہے' جس میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب ؒ اور ان کے ہمراہ چار ماہر علماء "احکام القرآن" کی تدوین کا کام مکمل کر چکے ہیں اور حضرت مفتی صاحب ؒ کے وصال کے بعد سے تین علماء "جمیل الفتاوی" اور بعض دوسرے تحقیقی مسائل کی تدوین و ترتیب میں مصروف ہیں' الحمد للہ دار العلوم تعلیمی تحقیقی اور تبلیغی خدمات میں روز افزوں ترقی کر رہا ہے' اس وقت دار العلوم چار مختلف جگہوں پر خدمات انجام دے رہا ہے اور جامعہ

کی طرف سے ہرماہ دینی معلومات پر مشتمل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کا ایک وعظ یا علماء دیوبند کا کوئی ایک کتابچہ شائع کر کے مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔

دار العلوم کے اہتمام کے ساتھ آپ تدریسی خدمات بھی انجام دیتے ہیں اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے جامعہ دار العلوم میں درس حدیث دیتے ہیں' دار العلوم میں آپ کے علاوہ آپ چھوٹے بھائی جناب مولانا قاری احمد میاں تھانوی آپ کے نائب و معاون ہیں جو دار العلوم کے صدر قاری بھی ہیں اور بڑے عالم و فاضل ہیں' دوسرے بھائی جناب مولانا قاری خلیل احمد تھانوی بھی دار العلوم میں پڑھاتے ہیں' اور علمی و تصنیفی کاموں میں آپ کے معین ہیں۔

آپ نے تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا ہے اور مختلف موضوعات پر متعدد رسائل و مقالات طبع ہو چکے ہیں علاوہ ازیں آپ کی متعدد نظمیں نعتیں' اور اردو فارسی میں تاریخی قطعات بھی شائع ہوئے ہیں کیونکہ شعروشاعری میں بھی آپ کو خداداد ذوق حاصل ہے اپنے اکابر و اسلاف کی یاد میں بہت سی مراثی و قطعات مختلف رسائل میں شائع ہوئے ہیں۔

آپ کا روحانی تعلق عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبد الحی عارفی ؒ سے قائم تھا اور آپ ان کے مجاز بیعت ہیں اور ان سے سلوک و تصوف کے منازل طے کرنے کے بعد آج آپ خود بھی سلوک کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں اور سینکڑوں افراد کی اصلاح و فلاح کا ذریعہ بن چکے ہیں۔

حضرت مولانا معراج الحق قاسمی ﷫

آپ رجب المرجب ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں قصبہ دیوبند میں پیدا ہوئے پرائمری تک تعلیم قصبہ برنالہ صوبہ پنجاب میں حاصل کی جہاں آپ کے والد محترم منشی نور الحق صاحب بسلسلہ ملازمت مقیم تھے پھر مڈل تک دیوبند میں حاصل کی اس کے بعد دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۵۱ھ میں دورہ حدیث کی کتب پڑھیں اور ۱۳۵۲ھ فارغ التحصیل ہوئے، آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ﷫، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی ﷫، مولانا اعزاز علی امروہی ﷫، حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندی ﷫، حضرت مولانا رسول خان ہزاروی ﷫، حضرت مفتی محمد شفیع ﷫، اور حضرت قاری محمد طیب قاسمی ﷫ جیسی یگانہ روزگار ہستیاں شامل ہیں۔ دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان دیا اور فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئے۔ تعلیمی مرحلوں کے بعد اپنے اساتذہ و اکابر کے منشاء کے مطابق درس و افادہ کو زینت بخشی اور سب سے پہلے مدرسہ ہاشمیہ جامع مسجد زکریا اسٹریٹ بمبئی کو اپنی علمی و دینی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور ۱۹۳۴ء سے ۱۹۳۹ء تک یہاں رہ کر علوم نبوت کے گوہر پاروں سے عروس البلاد کو آراستہ و پیراستہ کرتے رہے، آپ کے درس و افادہ کا یہ اولین تجربہ تھا جس سے بڑی خوش اسلوبی اور نیک نامی کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے، بعد ازاں اپنے اساتذہ کے مشورہ سے اہل گلبرگ کی طلب پر جنوبی ہند کی مشہور دینی درسگاہ مدرسہ دینیہ روضین گل برگہ سے وابستہ رہے۔ یہاں صدارت تدریس کے ساتھ اہتمام کی اہم ترین منصب بھی آپ کے سپرد کر دی گئی، ان مختلف النوع دونوں اہم ترین و نازک ترین ذمہ داریوں کو تقریباً چار سال تک اس حسن و خوبی کے ساتھ نبھایا کہ آپ کی علمی و انتظامی صلاحیتوں کے معترف خود آپ کے اساتذہ بھی ہو گئے، چنانچہ ۱۹۴۳ء میں آپ کو مادر علمی دار العلوم دیوبند میں بلایا گیا اس وقت سے حیات کے آخری لمحہ تک تقریباً ۴۸ سال دار العلوم میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے جو آپ کا گھر بھی تھا اور درسگاہ بھی، دنیا کی تمام آسائشوں سے یکسر ہو کر بس دار العلوم کو اپنی تمام تر توجہات کا مرکز بنا لیا اس طرح نصف صدی کی طویل مدت

دارالعلوم کی خدمت اور طلباء کی تعلیم و تربیت میں گزاردی' ۱۹۶۲ء سے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی ﷫ کے حسب ایماء ان کا قائمقام بنایا گیا جسے ۱۹۷۳ء تک بالغ نظری و تندہی کے ساتھ انجام دیا' پھر ۱۴۰۳ھ میں مجلس شوریٰ دارالعلوم نے صدارت تدریس کے عظیم منصب کے لئے آپ کا انتخاب کیا جس پر تادم آخر فائز رہے' دارالعلوم کی پچاس سالہ علمی زندگی میں آپ نے صرف و نحو' منطق و فلسفہ' فقہ و تفسیر و حدیث غرض ہر فن کا کامیاب درس دیا' جو علوم متداولہ میں آپ کی دستگاہ اور جامعیت کی زندہ شہادت ہے۔

آپ کا اصلاحی تعلق حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب ﷫ فتح پوری سے قائم تھا اور آخر دم تک ان کے بتلائے ہوئے اوراد و وظائف کے سختی سے پابند رہے' آپ کا آخر شب میں اٹھ جانے کا معمول ہمیشہ رہا اور رمضان المبارک میں پوری شب بیداری کا اہتمام رہا' آپ نے ۷ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ / ۱۸ اگست ۱۹۹۱ء کو وفات پائی' اور قبرستان قاسمی میں آپ کو دفن کیا گیا' حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

حضرت قاری محمد شریف صاحب نے تعزیتی بیان میں فرمایا کہ :

"حضرت مولانا معراج الحق صاحب ﷫ دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر فرزند اور حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی ﷫ خلیفہ حضرت تھانوی ﷫ کے مجاز بیعت تھے' ساری زندگی درس و تدریس' تبلیغ و ارشاد اور دارالعلوم کی خدمت میں گزاری' آپ اپنے شیخ کے احکامات اور ہدایات پر سختی سے عمل پیرا رہے ان کی وفات سے دارالعلوم دیوبند اپنے ایک مخلص باوفا شیخ الحدیث سے محروم ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین

حضرت مولانا قاضی مقدار الدین شاکر

آپ ۱۹۲۲ء میں جناب بصار الدین صاحب کے گھر زیارت کاکا تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے نانا مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب سے اور مولانا میاں سعد اللہ سے حاصل کی' اعلیٰ تعلیم کے لئے شوال ۱۳۵۶ھ کو دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوگئے موقوف علیہ کی تکمیل کے بعد ۱۳۶۲ھ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی اور ۱۹۴۴ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔

فراغت کے بعد موتمر مصنفین دہلی میں بطور رفیق مولانا احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کام شروع کیا' ان کی دو کتابیں 'جنت کی کنجی' اور دوزخ کا کھٹکا' کی تخریج کی علاوہ ازیں کئی دوسری کتابیں بھی آپ کے قلم سے منظر عام پر آئیں۔

آپ پھر ناظم اسلامیات انجمن خادمان اسلام جالندھر کی جانب سے ان کے قائم کردہ ایک کالج اور چار ہائی اسکولوں کے لئے ناظم اسلامیات مقرر ہوئے' اس عرصہ میں آپ نے چار سو صفحات پر مشتمل میٹرک کے طلباء کے لئے ایک کتاب "برہان الاسلام" لکھی جو پہلے جالندھر اور پھر لاہور سے شائع ہوئی۔ آپ نے ۱۹۷۱ء میں حج کی سعادت حاصل کی اور مسلمان ملکوں سے ہوتے ہوئے سعودی عرب پہنچے اس سفر کے حالات مرتب کئے جو شائع ہوئے 'ہماری اردو' نامی کتاب برائے جماعت ششم ہر دو حصے بورڈ نے منظور کئے۔

تقسیم ملک کے بعد آپ چوک ناصر خان کی مسجد میں امام اور سنہری مسجد صدر میں خطیب ہیں' پشاور شہر کی مختلف مساجد میں درس قرآن دیتے ہیں' شاعرانہ ذوق بھی رکھتے ہیں' اور قطعات تاریخ لکھنے میں بھی ماہر ہیں۔

آپ کا بیعت کا تعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرفعلی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے ' حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات تک انہی سے اصلاحی تعلق قائم رہا پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کئی خلفاء سے بھی رابطہ رہا ہے۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی ممتاز احمد تھانوی ؒ

آپ جامعہ اشرفیہ لاہور کے نائب مفتی' جید عالم دین اور صاحب نسبت بزرگ تھے' آپ کے والد حضرت خلیفہ جی ؒ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے خادم خاص تھے' آپ بچپن ہی سے حضرت حکیم الامت ؒ کے زیر تربیت رہے' آپ نے مدرسہ اشرفیہ امداد العلوم تھانہ بھون اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور مکمل درس نظامی کی تعلیم حاصل کر کے سند الفراغ حاصل کی' پھر حضرت حکیم الامت ؒ کی زیر نگرانی مدرسہ اشرفیہ میں علمی وتدریسی خدمات انجام دیتے رہے' اور حضرت ؒ کی مجالس روحانیہ سے خوب خوب استفادہ کیا' حضرت ؒ ہی سے تعلق بیعت وارادت قائم کیا اور اصلاح باطنی میں حضرت ؒ کے ارشادات وتعلیمات پر عمل پیرا رہے' قیام پاکستان کے بعد آپ جامعہ اشرفیہ لاہور سے وابستہ ہوئے اور آخر دم تک جامعہ میں درس وافتاء کی خدمت میں مصروف رہے۔

آپ بڑی خوبیوں کے مالک تھے' حسن خلق ۔ ہنس مکھ' پیار ومحبت' عزم واحترام' شفقت والفت ان کی ایسی امتیازی صفات تھیں جو رہتی دنیا تک یاد رکھی جائیں گی' آپ حضرت حکیم الامت ؒ کے تربیت یافتہ تھے اس لئے حضرت ؒ کے خلفاء کے منظور نظر رہے' آپ نے ساری زندگی علمی وفقہی وتدریسی خدمات میں گزاری ہے آپ نے زندگی کی تقریباً ستر بہاریں گزار کر ۲۰ جون ۱۹۸۷ء / شوال ۱۴۰۷ھ بوقت چاشت دار الفناء سے دار البقاء کی طرف رحلت فرمائی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی رحلت سے جہاں عوام الناس کی ایک کثیر تعداد علمی وفقہی استفادہ سے محروم ہوگئی ہے۔ وہاں جامعہ اشرفیہ بھی ایک نیک سیرت محنتی اور مخلص استاد اور مفتی سے بھی محروم ہوگیا ہے۔ آپ کی وفات پر جامعہ کی منتظمہ' ممبران شوریٰ اور اساتذہ وطلباء کی طرف سے اظہار تعزیت کیا گیا ہے۔ مولانا قاری خلیل احمد تھانوی نے تاریخہائے وفات لکھی ہیں۔

حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۹ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ میں پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم وطن گیلان میں حاصل کی' معقولات کی تعلیم مولانا برکات احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی پھر مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۳۲۱ھ میں آپ نے دورہ حدیث میں داخلہ لیا اور ۱۳۲۲ھ میں دورہ حدیث میں شریک رہ کر دارالعلوم سے کتب حدیث کی سند حاصل کی' دارالعلوم میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ' امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر اساتذہ سے علمی اور روحانی فیضان و تربیت سے مالامال ہوئے' اس کے ساتھ ہی آپ نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اصلاح و تربیت کا سلسلہ قائم کیا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پر بیعت کر کے سلوک وتصوف کے منازل بھی طے کرتے رہے۔

دارالعلوم دیوبند سے سند فراغ حاصل کرنے کے بعد کچھ مدت تک رسالہ "القاسم" اور "الرشید" میں معاون مدیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے' اسی زمانے میں آپ نے علمی وتحقیقی مضامین اور والہانہ طرز نگارش سے علمی حلقوں میں نمایاں مقام حاصل کر لیا تھا "سوانح ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ" اور "کائنات روحانی" دونوں کتابیں آپ کے اسی دور کی یادگار ہیں' پھر حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش سے آپ کا جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں تقرر ہو گیا جہاں جلد ہی شعبہ دینیات کے صدر منتخب ہو گئے اور تقریباً ۲۵ برس تک حیدر آباد میں علمی خدمات انجام دیتے رہے اس دوران ہزاروں افراد نے آپ کے درس و تربیت سے فیض حاصل کیا "النبی الخاتم' الدین القیم' تدوین حدیث' ہزار سال پہلے' نظام تعلیم و تربیت" آپ کے علمی شاہکار ہیں' آپ کی سب سے آخری تصنیف "سوانح قاسمی" ہے جو بانی دارالعلوم دیوبند حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات وکمالات پر مکمل تالیف ہے ان

کے علاوہ سینکڑوں مقالات و مضامین آپ کے قلم سے نکلے اور ہندوستان وپاکستان کے بلند پایہ رسائل و جرائد میں شائع ہوئے۔

آپ کا جو والہانہ اسلوب تحریر میں پایا جاتا تھا وہی والہانہ رنگ تقریر میں بھی تھا' آپ اپنے علم و فضل 'وسعت مطالعہ ' دقت نظر 'نکتہ رسی اور دقیقہ سنجی میں نادرہ روزگار تھے 'صاحب طرز مصنف ' ذہین و ذکا اور طباعی میں منفرد تھے ' اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن ظاہر و حسن باطن سے خوب نوازا تھا' آپ کی شیریں گفتاری 'شگفتہ بیانی ' اور خندہ پیشانی نے آپ کی شخصیت میں عجب دلاویزی اور دلکشی پیدا کر دی تھی 'آپ اپنے حلقہ احباب میں بڑے محبوب اور اپنے حلقہ تلامذہ میں بڑے مقبول تھے 'آپ کے شیخ و مربی حضرت حکیم الامت تھانوی ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ :

"مناظر احسن کے سارے مناظر' احسن ہیں ۔" [۹۵]

حکیم الاسلام حضرت علامہ قاری محمد طیب صاحب ﷺ فرماتے ہیں کہ :

"حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی ﷺ مشاہیر فضلائے دارالعلوم دیوبند میں سے تھے وہ عرصہ دراز تک ہندوستان کے علمی حلقوں کو مستفید کرتے رہے ان کے قلم سے بہت سی مفید اور علمی تصانیف منصہ شہود پر آئیں جن میں "اسلامی معاشیات' رحمت اللعالمین' امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی' سوانح ابوذر غفاری ﷺ" وغیرہ۔آپ کی مخصوص اور مشہور تصانیف ہیں' آخر زندگی میں احقر کی فرمائش پر "سوانح قاسمی" تین جلدوں میں مرتب کی جو آپ کی تصانیف میں ایک شاہکار تصنیف ہے' اسکے بارے میں جب احقر نے ان سے فرمائش کی

---

[۹۵] اکابر علماء دیوبند

تو بہت خوشی و امنگ سے اسے قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ'
"میری علمی زندگی کی ابتداء "القاسم" ہی سے ہوئی تھی اور
انتہا بھی شاید "القاسم" یعنی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی
رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی پر ہوگی۔"

چنانچہ یہی ہوا کہ "سوانح القاسمی" کی چوتھی جلد آپ نے شروع کی پانچ صفحے ہی لکھنے پائے تھے کہ عمرفانی نے جواب دیدیا اور "القاسم" ہی پر انتہا ہوگئی اور ۲۵ شوال المکرم ۱۳۷۵ھ / ۵ جون ۱۹۵۶ء کو رحلت فرمائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔
اپنے وطن گیلانی ہی میں تدفین ہوئی۔ حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

(ماخوذ از تاریخ دار العلوم دیوبند)

تالیفات حکیم الامت تھانوی ؒ

حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانوی ﷫

آپ ۳ فروری ۱۹۲۵ء / ۱۳۴۳ھ کو سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید محمد حسن تھا' آپ حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے بھائی جناب اکبر علی صاحب مرحوم کے نواسے تھے اور اس لحاظ سے خود حضرت ﷫ کے نواسے اور نواسے بھی ایسے نہیں کہ حضرت ﷫ سے صرف رشتہ داری کا برائے نام تعلق رہا ہو بلکہ پانچ سال سے بائیس سال کی عمر تک گویا حضرت حکیم الامت ﷫ کی آغوش شفقت میں ہی رہے۔ آپ کی کم عمری ہی میں والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا اس لئے اپنے ماموں حضرت مولانا شبیر علی تھانوی ﷫ کی نگرانی میں انہی کے مکان پر مقیم رہے' حضرت مولانا شبیر علی صاحب ﷫ کو حضرت حکیم الامت ﷫ سے جو نسبتی اور روحانی تعلق تھا وہ ظاہر ہے چنانچہ اس پورے عرصہ میں نہ صرف حضرت مولانا شبیر علی تھانوی ﷫ کی بلکہ خود حضرت حکیم الامت ﷫ کی تربیت و سرپرستی کی سعادت آپ کو حاصل رہی' آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون میں حاصل کرنے کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۹ھ میں دورہ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا عبد الرحمن کاملپوری ﷫' حضرت مولانا اسعد اللہ رامپوری ﷫' اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ﷫ جیسے اساطین علم و فضل شامل ہیں۔ تجوید و قرات میں آپ نے حضرت مولانا قاری عبد المالک صدیقی صاحب ﷫ سے کسب فیض کیا' دورہ حدیث سے فراغت کے بعد مظاہر العلوم ہی میں ماہر اساتذہ کی زیر نگرانی آپ نے فتویٰ نویسی کی تربیت بھی حاصل فرمائی۔

ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم میں بھی آپ نے بزرگوں سے خوب خوب استفادہ کیا' آپ نے حضرت حکیم الامت ﷫ کی نگاہ فیض کے سایہ میں اس طرح نشو نما پائی کہ حضرت ﷫ کی تعلیمات ہی نہیں بلکہ حضرت ﷫ کا انداز زندگی بھی نظر سے

لیکر دل و دماغ تک رچ بس گیا' حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب ﷺ جو حکیم الامت ﷺ کے اجل خلفاء میں سے تھے اور حضرت ﷺ کے مزاج و مذاق کے وارث بھی' آپ کو ان کی بھی بھرپور صحبت میسر آئی' حضرت خواجہ صاحب ﷺ ایک پرگو شاعر بھی تھے اور جب اپنے اشعار سنانے آتے تو گھنٹوں یہ سلسلہ جاری رہتا' آپ نے ان کی شعرو سخن کی مجلس اس طرح دیکھیں کہ وہ گویا اشعار مجذوب کے حافظ ہوگئے چنانچہ خود آپ کا حال یہ تھا کہ جب کبھی حضرت خواجہ صاحب ﷺ کے اشعار کا ذکر آجاتا تو آپ کے ذہن میں یادوں کے دریچے کھل جاتے اور وہ بھی گھنٹوں خواجہ صاحب ﷺ کے اشعار اور ان سے متعلق واقعات سناتے رہتے تھے' آپ بذات خود بڑے ستھرے شعری مذاق کے حامل تھے خود بھی کبھی کبھی شعر کہتے اور دلکش ترنم کے ساتھ سناتے تھے' قیام پاکستان کے بعد آپ اپنے اہل خانہ کے ساتھ لاہور تشریف لے آئے' اس وقت لاہور میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب ﷺ کی ذات مرجع خاص و عام تھی' آپ نے حضرت مفتی صاحب ﷺ کی مجالس سے بھی سالہا سال استفادہ فرمایا یہاں تک کہ جب جامعہ اشرفیہ سے "انوار العلوم" کے نام سے ایک ماہانہ رسالہ جاری کیا گیا تو اسکی ادارت کے فرائض بھی مدت تک آپ ہی انجام دیتے رہے' لاہور میں قیام کے دوران مال روڈ پر مسجد شہداء تعمیر کرانے میں بھی آپ نے اہم کردار ادا کیا اور وہاں ۱۳' ۱۴' سال تک اعزازی طور پر جمعہ کی خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے' آپ کا ایک بہت بڑا صدقہ جاریہ "مجلس صیانۃ المسلمین" ہے یہ ایک کثیر المقاصد دعوتی جماعت ہے جس کا خاکہ اغراض و مقاصد طریق کار سب کچھ حضرت حکیم الامت ﷺ کا تجویز فرمودہ ہے۔
مجلس کا کام ابتداء میں تو حضرت مولانا جلیل احمد شروانی ﷺ نے شروع فرمایا تھا لیکن ان کے بعد آپ اس مجلس کے صدر منتخب ہوئے اور آپ کی صدارت میں مجلس کی شاخیں ملک بھر میں پھیل گئیں' آپ کی بے لوث قیادت اور مخلصانہ مساعی نے بنیادی کردار ادا کیا' آپ چند سال قبل لاہور سے راولپنڈی منتقل ہوئے تو وہاں بھی آپ کی تبلیغی مساعی جاری رہیں' مختلف مقامات پر آپ کے درس قرآن کا سلسلہ جاری تھا جس میں اہل ذوق

بڑی دلچسپی سے شریک ہوتے تھے، بہرحال آپ ساری عمر تبلیغ و اصلاح میں مصروف رہے، آخری چند سالوں میں آپ حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ رہے اور اصلاح و تربیت کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ ان کی طرف سے خلافت و اجازت حاصل ہوئی، آپ نے یکم ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۰ء میں رحلت فرمائی اور راولپنڈی میں تدفین عمل میں آئی، حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت مولانا نذیر احمد فیصل آبادی

آپ جامعہ خیر المدارس ملتان کے فاضل اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری ؒ کے علوم و معارف کے خاص امین اور ان کے فیوضات کے خصوصی فیض یافتہ ہیں، دستار فضیلت کے بعد آپ خیر المدارس ہی میں کئی سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، پھر عارف باللہ حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی ؒ کی صدارت و سرپرستی میں رمضان ۱۴۰۲ھ میں حبیب شہید کالونی فیصل آباد میں کرایہ کی عمارت حاصل کر کے جامعہ اسلامیہ امدادیہ کے اجراء کا اعلان کیا، یہ مدرسہ محض اس جذبہ سے جاری کیا گیا کہ فیصل آباد میں دینی علوم کی تعلیم کا معیار نہ صرف اسکی شایان شان بن سکے بلکہ دور دور کے طالبان علوم نبوت کے لئے بھی اطمینان بخش ثمر آور مرجع بن سکے، چنانچہ حق تعالیٰ کا انعام عظیم ہے کہ جامعہ اسلامیہ امدادیہ بے سروسامانی کی حالت میں بھی بہت جلد ترقی کی منازل طے کرتا رہا اور آج الحمدللہ ملک کی معروف دینی درسگاہ کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ جامعہ اسلامیہ امدادیہ کے بارے میں حضرت علامہ محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں کہ :

> "جامعہ اسلامیہ امدادیہ کی دینی علمی اور اصلاحی و تبلیغی خدمات کو بچشم خود دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا، ماشاء اللہ مدرسہ نے بہت قلیل مدت میں ظاہری و باطنی ترقی کی منازل تیزی سے طے کی ہیں، تعلیم کا معیار بھی ماشاء اللہ بہت اچھا ہے اور طلباء کے روز افزوں رجوع سے اسکی شہادت ملتی ہے اور اس کے علاوہ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب مدظلہم العالی نے اس مرکز خیر سے مدرسہ البنات اور اصلاحی مواعظ وغیرہ کی شکل میں جو گوناگوں فیوض جاری کئے ہوئے ہیں وہ اس مرکزی شہر

کے لئے عظیم سعادت کا سرمایہ ہیں۔"[۱]

بہرحال آپ دینی و علمی خدمات میں مصروف ہیں اور بحیثیت شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد سینکڑوں طالبان علم کو اپنے فیوضات علمی سے سیراب و شاداب کر چکے ہیں' آپ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے نائب صدر بھی ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات و ارشادات کے مطابق تبلیغی و اصلاحی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

---

[۱] تعارف جامعہ اسلامیہ امدادیہ ص ۱۰

حضرت مولانا نذیر احمد گجراتی ﷫

آپ ۱۳۱۰ھ کو سیتانوالہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے والد صاحب کا نام میاں محمد حسین تھا اور قومیت کے لحاظ سے راجپوت منہاس تھے' درس نظامی کی اکثر کتابیں وزیر آباد میں پڑھیں' ساتھ ہی ساتھ خوشنویسی میں مہارت حاصل کرلی' تحریک آزادی کے سلسلے میں مولانا فضل الٰہی صاحب وزیر آبادی ﷫ کے ساتھ افغانستان کو ہجرت فرمائی' وہاں سے واپسی پر منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات پاس کئے اور اسکول کی ملازمت اختیار کرلی' اثنائے ملازمت میں راہول ضلع جالندھر پہنچے تو وہاں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ﷫ کے مواعظ وملفوظات کے مطالعے سے اس قدر متاثر ہوئے کہ حضرت ﷫ سے ۱۳۵۲ھ میں اپنی روحانی اور باطنی اصلاح کا تعلق قائم کرلیا اور ۱۳۵۸ھ میں باقاعدہ بیعت کا شرف بھی نصیب ہوگیا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ نے آپ کو اصلاح کی خاطر حضرت مولانا محمد عیسی صاحب ﷫ کے سپرد فرمادیا' ابھی تکمیل نہ ہونے پائی تھی کہ حضرت مولانا محمد عیسی ﷫ کا انتقال ہوگیا' ادھر حضرت تھانوی ﷫ بھی واصل بحق ہوگئے' ان کے بعد اصلاح کا تعلق حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب ﷫ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور سے قائم کیا' باطنی اصلاح کی تکمیل کے بعد حضرت مفتی صاحب ﷫ نے ۱۳۶۸ھ میں آپ کو اجازت بیعت سے نوازا' ۱۳۶۵ھ میں اسکول کی ملازمت سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد درس نظامی کی ایک دو کتابیں جو رہ گئی تھیں وہ بھی سبقاً سبقاً پڑھ کر پوری کرلیں' ملازمت کے دوران ہی کلام پاک کے حفظ کا شوق پیدا ہوا' تھوڑا تھوڑا کرتے کرتے پانچ سال کی عمر میں حفظ پورا کرنے کے بعد تراویح میں قرآن پاک سنایا۔

پوری زندگی شریعت کی پابند رہی اور حضرت تھانوی ﷫ کے قواعد وضوابط کے مطابق عمل پیرا رہے' حضرت اقدس مفتی محمد حسن صاحب ﷫ نے آپ کے بارے

میں فرمایا تھا کہ :

"مولوی نذیر احمد نے اپنے آپ کو ایسا مٹایا ہے ایسا مٹایا ہے
کہ بڑائی کا خیال انہیں خواب میں بھی نہیں آسکتا تھا۔"

آپ رمضان ۱۳۷۳ھ میں اپنے چھوٹے فرزند حفیظ الرحمن کی تیمارداری کے لئے کوئٹہ پہنچے، آخری عشرہ میں معتکف رہے پھر وہیں فالج سے ۸ شوال ۱۳۷۳ھ کو واصل بحق ہوگئے۔

حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی

حضرت الحاج نصرت علی صدیقی ﷫

آپ سلسلہ اشرفیہ تھانویہ کے ایک ممتاز اور نہایت بزرگ شخص تھے' حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے ایک خلیفہ ارشد حضرت الحاج الحافظ محمد عثمان دہلوی ﷫ مکتبہ تھانویہ کراچی والوں کے داماد تھے' تقریباً بیس پچیس سال ملازمت کے سلسلہ میں مکہ معظمہ میں قیام رہا' اس دوران علماء ومشائخ کی میزبانی کے فرائض بھی انجام دیتے تھے' اس لحاظ سے حضرت صدیقی صاحب ﷫ اور ان کی اہلیہ محترمہ بڑے خوش قسمت حضرات میں سے تھے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے خلفاء کرام اور دیگر متوسلین حضرات کی بڑی خوشی اور لگن سے خدمت کرتے تھے اور یہ دونوں میاں بیوی ان حضرات کی خدمت کو اپنے لئے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔

حضرت الحاج صدیقی صاحب ﷫ حضرت اقدس مولانا شاہ فقیر محمد صاحب پشاوری ﷫ کے مخصوص خلفاء میں سے تھے اور حکیم الامت حضرت تھانوی ﷫ سے تعلق درجہ عشق میں تھا اور ان کی خواہش تھی کہ حضرت تھانوی ﷫ کے علوم ومعارف کی اشاعت زیادہ سے زیادہ ہو اور زندگی بھر اسی کوشش میں رہے' حضرت تھانوی ﷫ سے اس درجہ تعلق تھا کہ وہ حضرت ﷫ کے نام نامی اسم گرامی سے قبل مجدد الملت اور جامع المجددین جیسے الفاظ کا اضافہ لازم سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو لوگ حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کے نام سے قبل مجدد الملت نہیں لکھتے' ان کے مواخذہ کا ڈر ہے غرضیکہ آپ حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی ﷫ کے عشاق میں سے تھے' اور ان کے بعد سب ہی خلفاء تھانوی ﷫ سے بے حد محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ خصوصاً اپنے شیخ حضرت مولانا فقیر محمد صاحب ﷫ سے گہرا تعلق رہا' حضرت مولانا فقیر محمد صاحب ﷫ بھی آپ سے بڑی محبت وشفقت فرماتے تھے اور اپنے زمانہ قیام مکہ معظمہ کا اکثر حصہ حضرت صدیقی صاحب ﷫ ہی کے گھر پر گزارتے تھے' آپ ریٹائرڈ

ہونے کے بعد کراچی تشریف لے آئے تھے اور یہیں قیام فرمایا' یہاں ایک عرصہ تک دل کی تکلیف کا عارضہ رہاپھر اہلیہ کی وفات کا شدید صدمہ ہوا' اور آپ مغموم رہنے لگے اور بالآخر ماہ جولائی ۱۹۹۴ء کو آپ رحلت فرماگئے ۔ اناللہ و انا الیہ راجعون ۔

اللہ تعالیٰ آپ کو درجات عالیہ نصیب فرمائیں ۔ آمین ۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی

آپ ۱۳۲۸ھ میں اپنے وطن موضع اوندرا ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم وطن کے مکاتب میں ہوئی پھر مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور اعظم گڑھ میں پڑھتے رہے' بعد ازاں مدرسہ عزیزیہ بہار شریف اور مدرسہ عالیہ مسجد فتح پوری دہلی میں ثانوی درجات تک کی تحصیل علم کی' آخر میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۲ھ میں دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی۔

اولا مدرسہ جامع العلوم جنین پور (اعظم گڑھ) اور گورکھ پور میں تدریسی خدمات انجام دیں پھر مدرسہ دارالعلوم مئوناتھ بھنجن میں مدرس اور افتاء کے منصب پر فائز ہوئے' ۱۳۸۵ھ میں دارالعلوم دیوبند کی طلب پر دارالعلوم میں افتاء کا منصب تفویض ہوا' جس پر اب تک فائز ہیں' فتویٰ نویسی کا اچھا ملکہ حاصل ہے' فتاویٰ میں آپ کے جوابات مفصل ہوتے ہیں اور ان کے اکثر اہم فتاویٰ رسالہ ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی ؒ سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل ہے اور حضرت تھانوی ؒ کے اصولوں کے مطابق دینی وعلمی خدمات میں مصروف ہیں۔ طبیعت میں سادگی اور وقار نمایاں ہے اور قابل قدر بزرگ ہیں۔

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا نقیب احمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۸۹۸ء میں صاحبزادہ شریف احمد صاحب بن خواجہ احمد صاحب کے گھر اوچ ضلع دیر میں پیدا ہوئے' آپ کا خاندان ایک علمی خاندان ہے جو صاحبزادگان اوچ کے نام سے مشہور ہے' قومیت کے لحاظ سے آپ صدیقی ہیں' آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مکرم سے حاصل کی پھر علاقہ کے دیگر علماء سے بھی استفادہ کیا' اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء میں آپ نے دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور موقوف علیہ کی تکمیل کے بعد ۱۳۴۴ھ میں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی' آپ کے دوسرے اساتذہ میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' علامہ رسول خان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا سید اصغر حسین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ' اور مولانا اعزاز علی امروہی رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔

فراغت تعلیم کے بعد آپ نے ۱۳۴۵ھ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھانہ بھون حاضری دی اور ان کے دست حق پرست پر بیعت کی اور اصلاح و تربیت باطنی کا سلسلہ قائم کیا' اسی دوران حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے مدرسہ امداد العلوم اشرفیہ تھانہ بھون میں برائے تدریس رکھ لیا اور تقریباً چار سال تک آپ نے وہاں مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں' کتب حدیث بھی زیر درس رہیں' ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء میں آپ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے وطن واپس آئے' اور پھر اپنے وطن میں آخر وقت تک تدریس و تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا' آپ کے تلامذہ کی تعداد کافی ہے ان میں حضرت مولانا شمس الحق فرید پوری رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبد الودود قریشی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عزیز الحق دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا گل محمد سواتی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آپ نے تدریس کے ساتھ تصنیف کا کام بھی کیا' آپ نے تقریباً ۱۴ کتابوں پر

حواشی لکھے جن میں "گلستان سعدی بوستان سعدی' انشاء دلکشا' زلیخاء' سکندر نامہ فارسی میں اور علم نحو کے رسالہ "شمسہ" پر حاشیے بے حد پسند کیے گئے' حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫ کی کئی تالیفات کا پشتو ترجمہ اور حضرت ﷫ کے ساتھ فارسی میں خط و کتابت کا ایک رجسٹر بھی محفوظ ہے' آپ پشتو' فارسی اور عربی زبان کے ایک عمدہ شاعر بھی تھے' آپ نے ۱۹۴۶ء میں حج کی سعادت حاصل کی' آپ نے تھانہ بھون سے واپسی پر اپنے علاقہ میں علم کی شمع روشن کر کے جہالت کی تاریکی کو ختم کیا اور غیر شرعی رسومات کا قلع قمع کیا اور بالآخر اکتوبر ۱۹۴۹ء میں آپ کا اوچ ہی میں انتقال ہوا' اور وہیں تدفین ہوئی۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی ؒ

حضرت مولانا نور احمد ﷫

آپ ایک ممتاز عالم دین، موتمر عالم اسلامی پاکستان کے ڈائریکٹر اور ادارۃ القرآن کراچی کے بانی و مہتمم تھے، آپ نے دار العلوم دیوبند سے تعلیم مکمل کی اور اکابر اساتذہ کے منظور نظر رہے، تحریک پاکستان میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثانی ﷫، حضرت مولانا ظفر احمد عثانی ﷫ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ کے دست راست رہے۔ قیام پاکستان کے بعد دار العلوم کراچی کے استاذ اور ناظم رہے اور ایک عرصہ دراز تک مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ کی خدمت میں علمی وروحانی فیض حاصل کرتے رہے۔

آپ کی علمی و عملی صلاحیتوں کو دیکھ کر حضرت مفتی اعظم ﷫ نے اپنی صاحبزادی کا عقد بھی آپ سے کر دیا تھا اس طرح سے حضرت مفتی صاحب ﷫ سے آپ کو خصوصی تعلق و نسبت حاصل ہوگئی اور پوری زندگی علمی، تعلیمی اجتماعی اور سیاسی وملی کاموں میں کسی نہ کسی جہت سے خدمت دین میں بسر ہوئی، آپ کی دوسری تدریسی و علمی خدمات کے ساتھ ساتھ "اعلاؤ السنن" اور اس جیسی ضخیم کتاب کی اشاعت آپ کا عظیم کارنامہ ہے "اعلاء السنن" اور تفسیر بحر محیط کی تیاری آپ کا وہ علمی احسان ہے جو علمی دنیا میں ہمیشہ یاد رہے گا۔

آپ ایک انتہائی مخلص، انتھک محنتی اور محب وطن تھے نظریہ پاکستان کے دل سے حامی تھے، حضرت حکیم الامت تھانوی ﷫، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثانی ﷫، علامہ ظفر احمد عثانی ﷫ اور مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی ﷫ کے مسلک و مشرب پر سختی سے عمل پیرا رہے ہمیشہ علماء کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لئے کوشاں رہے، پاکستان میں نظام اسلام کے لئے جدوجہد میں بھی مصروف رہے، آخری دور میں مرکزی جمعیت علماء اسلام کے دوبارہ احیاء کے متمنی تھے اور اس سلسلے میں آپ نے کراچی سے لے کر

خیبر تک دورہ بھی کیا تھا مختلف علماء سے تبادلہ خیال بھی کر چکے تھے ' اور کچھ عرصہ قبل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی ؒ کی صدارت میں ایک اجلاس بھی بلایا تھا جس میں ممتاز علماء نے شرکت فرمائی اور آپ کے خیالات اور پروگرام کی تائید کی 'کاش کہ آپ کچھ دیر اور زندہ رہتے ممکن ہے کہ یہ کام جسکی بنیاد آپ نے کمال خلوص کے ساتھ رکھی تھی اس میں وہ کامیاب ہو جاتے۔[سلہ]

بہرحال اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا اور یہ صلاحیتیں آپ نے بحیثیت مجموعی خدمت دین ہی میں صرف فرمائیں۔ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کے ذریعہ نایاب عربی کتابوں مثلاً "اعلاء السنن ' احکام القرآن" اور دیگر کتب کی اشاعت کا جو عظیم کارنامہ آپ نے انجام دیا ہے وہ ملک کے طباعتی و اشاعتی حلقوں میں جو نئی طرح ڈالی ہے وہ آپ کے حسنات ذاخرہ کا بڑا روشن باب ہے۔ آپ نے ۲ جمادی الثانی ۱۴۰۷ھ کو کراچی میں رحلت فرمائی۔ حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

(ماخوذ از ماہنامہ الحسن لاہور/نقوش رفتگاں)

سلہ الحسن لاہور

حضرت مولانا قاضی نور الرحمٰن مردانی

آپ ۱۹۰۰ء کے قریب ''طور'' ضلع مردان میں پیدا ہوئے' آپ طور کے مشہور علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں' آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی قاضی عبد الرحیم ہے' ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ اپنے چچا مولانا قاضی سلطان احمد صاحب مدرس اول بانس بریلی کے ہاں تشریف لے گئے اور ان سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھنے کے بعد گاروٹی چلے گئے وہاں مولانا عبد الحق نافع گل مرحوم کے ساتھ ایک سال تک پڑھتے رہے' دورہ حدیث کی تکمیل کے لئے دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۴۵ھ میں دورہ حدیث کی تکمیل کر کے سند الفراغ حاصل کی' آپ کے اساتذہ میں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری' شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ' علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رسول خان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم حضرات شامل ہیں۔

آپ ۲۰ شعبان ۱۳۴۶ھ کو تھانہ بھون حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور ان کے دست حق پر بیعت کا شرف حاصل کیا' پھر ان کے وصال کے بعد ان کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاح و تربیت کا تعلق قائم کیا بعد ازاں حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور سے فیض روحانی حاصل کرتے رہے پھر انہی سے اسباق سلوک کی تکمیل کر کے خلافت حاصل کی' ۱۹۴۶ء میں واپس وطن آئے پھر آٹھ ماہ بعد جامع مسجد فردوس خان خواجہ گنج ہوتی مردان میں خطیب مقرر ہوئے' ساتھ ہی اسکول میں معلم دینیات بھی رہے' مسجد میں مدرسہ رحمانیہ کی بنیاد رکھی' جس میں درس نظامی کی تدریس کرتے رہے' آپ نے بہشتی زیور کا پشتو میں ترجمہ بھی کیا ہے اور اصلاحی خدمات میں مصروف ہیں۔

حضرت الحاج نور محمد بٹ کراچوی ﷫

آپ کا شمار حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے انتہائی چہیتے خلفائے کرام میں ہوتا ہے، حضرت مفتی صاحب ﷫ نے بذات خود ان مبارک ومقدس الفاظ کے ساتھ آپ کی تعریف کی ہے، فرمایا کہ:

"خدمت کا جذبہ تو بہت سوں میں ہوتا ہے مگر اس کا سلیقہ کم ہی لوگوں میں ہوتا ہے، ماشاء اللہ بٹ صاحب میں جذبہ بھی موجود ہے اور سلیقہ بھی ہے۔"

آپ کو حضرت اقدس قبلہ مفتی صاحب ﷫ کی خدمت میں رہنے کی اس قدر دولت ملی ہے کہ بہت کم دوسرے خلفاء کو یہ بات نصیب ہوئی، سفر یا حضر آپ حضرت مفتی صاحب ﷫ کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے رہے، حضرت مفتی صاحب ﷫ گوجرانوالہ، راولپنڈی، ایبٹ آباد، ملتان اور کراچی جہاں بھی تشریف لے جاتے حضرت بٹ صاحب ﷫ کو شرف مصاحبت ضرور حاصل ہوتا تھا، آپ نہایت مخلص بزرگ اور نہایت درجہ کے مہمان نواز واقع ہوئے تھے، متبع سنت اور منکسر المزاج تھے، آپ اپنے شیخ حضرت مفتی صاحب ﷫ سے اپنی بیعت تعلق کا ذکر بار بار فرمایا کرتے تھے، حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب ﷫ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

"حضرت حاجی نور محمد بٹ صاحب ﷫ بالکل اتفاقیہ طور پر حضرت والا مفتی محمد حسن صاحب ﷫ کے ایک درس میں شریک ہوگئے اور پہلے ہی درس نے بار بار یہ گواہی دی کہ یہ عظیم ہستی مرد مومن اور شیخ کامل کی ہے اس کے لئے خواب

میں بھی بشارت دی گئی کہ مفتی صاحب ﷫ سے بیعت ہو جاؤ' اسی سال بٹ صاحب ﷫ حج کے لئے تشریف لے گئے' واپسی پر عجیب و غریب قسم کی شکستگی اور ناقابل فہم علالت کی علامات پائیں جنہیں اصطلاح صوفیہ میں قبض کہتے ہیں اور جس کی شدت کے باعث کئی لوگ خودکشی تک کر چکے ہیں' ایک دوست نے اپنی خداداد فہم و فراست سے عرض کی صحیح تشخیص کر کے حضرت مفتی صاحب ﷫ کی خدمت میں حاضری کا مشورہ دیا' اپنی علالت' نقاہت اور نسیان کے باعث حضرت بٹ صاحب ﷫ پورے سفر میں اپنے احباب و صاحبزادگان کو بار بار یاد دہانی کراتے جاتے تھے کہ مجھے حضرت والا سے یہ بھی پوچھنا ہے یہ بھی دریافت کرنا ہے' اگر بھول جاؤں تو یاد دلا دینا' مگر نہ صرف بٹ صاحب ﷫ بلکہ ان کے سارے ہمراہی حیرت زدہ ہو کر رہ گئے' جبکہ پہلی ہی ملاقات میں دریافت کئے بغیر حضرت والا نے سارے سوالات اور اشکالات کا جواب باصواب ایک مختصر سی تقریر میں اس طرح فرما دیا کہ کسی بھی سوال کی گنجائش نہ چھوڑی' پھر حضرت مفتی صاحب ﷫ کی واپسی سے پہلے ہی بٹ صاحب کا وہ عجیب و غریب' مرض جس کے علاج پر پانی کی طرح روپیہ بہایا گیا تھا اور ملک کے بڑے بڑے ڈاکٹروں نے اسے دور کرنے کا کوئی دقیقہ اپنی دانست میں اٹھا نہ رکھا تھا' خود بخود اس طرح ختم ہو گیا گویا کبھی ہوا ہی نہ تھا۔"

اس طرح سے حضرت بٹ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا اور پھر انہی کے ہو کر رہ گئے، ساری زندگی اپنے شیخ کی خدمت میں گزار دی اور ان کے فیوض و برکات سے سیراب و شاداب ہوتے رہے، ابھی چند سال قبل آپ کراچی میں اللہ کو پیارے ہو گئے اور اپنے مرشد کی خدمت اقدس میں جنت الفردوس میں پہنچ گئے، حق تعالیٰ شانہ درجات بلند فرمائیں۔ آمین

تالیفات حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی وکیل احمد شروانی

آپ حضرت مولانا جلیل احمد شروانی ؒ کے صاحبزادے ہیں جو حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ ارشد خلفاء میں سے تھے' آپ ایک رئیس خاندان کے چشم وچراغ ہیں' آپ کو بچپن ہی سے حضرت حکیم الامت ؒ کی صحبت میسر آئی اور تعلیم و تربیت کی ابتداء بھی خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے مدرسہ اشرفیہ ہی سے ہوئی کیونکہ آپ کے والد محترم اپنے وطن کو چھوڑ کر تھانہ بھون میں مستقل قیام پذیر تھے تاکہ حضرت حکیم الامت ؒ کے قریب رہ کر زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جاسکے' قیام پاکستان کے بعد آپ کے والد ہجرت کر کے لاہور تشریف لائے اور حضرت مفتی محمد حسن صاحب ؒ کی خصوصی دعوت پر جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد کی بالائی منزل پر قیام فرمایا تو آپ نے جامعہ اشرفیہ ہی میں تعلیم کا آغاز کیا اور مکمل درس نظامی کی کتب پڑھ کر دستار فضیلت حاصل کی' آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب ؒ' حضرت مولانا رسول خان صاحب ؒ' حضرت مولانا محمد ادریس صاحب ؒ اور حضرت مفتی جمیل احمد صاحب ؒ قابل ذکر ہیں۔

فراغت تعلیم کے بعد آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور ہی سے تدریس کا آغاز کیا اور مختلف علوم و فنون کی کتب زیر درس رہیں' کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی ؒ کی صدارت افتاء کے زمانہ میں آپ نائب مفتی کے عہدہ پر فائز ہوئے اور تادم تحریر اسی منصب پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان جو حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کی قائم کردہ جماعت ہے اور جسے لاہور میں آپ کے والد ماجد حضرت مولانا جلیل احمد شروانی ؒ نے حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری ؒ کی سرپرستی میں قائم کیا تھا

آپ اس مجلس کے ناظم اعلیٰ اور روح رواں ہیں' آپ اور مولانا مشرف علی صاحب تھانوی کی سعی و کاوشوں سے آج الحمدللہ پورے ملک میں مجلس کی شاخیں قائم ہوچکی ہیں' اور ملک بھر کے دینی مدارس کے ارباب علم و تقویٰ مجلس کے ارکان شوریٰ ہیں اور ہزاروں افراد مجلس سے وابستہ ہیں' مجلس کا سالانہ اجتماع حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ کے پروانوں کا روح پرور منظر پیش کرتا ہے اور یہ سب آپ ہی کی محنت و کاوش کا ثمرہ ہے۔

آپ حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خان صاحب شروانی ؒ خلیفہ حضرت تھانوی ؒ کے خواہرزادہ و خویش ہونے کے ساتھ ساتھ مجاز بیعت بھی ہیں اور انہی کے ارشادات و ہدایات کے مطابق سلسلہ تھانوی ؒ کو چار چاند لگائے ہوئے ہیں' مجلس صیانۃ المسلمین کا صدر دفتر جامعہ اشرفیہ لاہور ہے اور آپ شب و روز اسکی ترقی و توسیع کے لئے کوشاں ہیں' حضرت حکیم الامت کی تعلیمات و اصلاحات کی اشاعت کے لئے بھی آپ بڑا کام کر رہے ہیں آپ نے متعدد کتب و رسائل بھی تالیف کئے ہیں' جن میں "اشرف المقالات' تذکرہ حسن' ذکر جلیل" اور ذکر مسیح الامت ؒ" قابل ذکر ہیں۔ آپ کی ادارات میں مجلس صیانۃ المسلمین کا ترجمان ماہنامہ "الصیانۃ" لاہور' دینی و تبلیغی خدمات انجام دے رہا ہے اور آپ حضرت حکیم الامت ؒ کے علوم و معارف کو عام کرنے میں مصروف ہیں اور دعوت و تبلیغ و اصلاح کا کام بڑی جانفشانی سے انجام دے رہے ہیں۔

آخری بات

یہ احقر ناکارہ محمد اکبر شاہ بخاری غفرلہ بھی اسی سلسلہ اشرفیہ کا ایک ادنیٰ ترین خادم ہے اور سیدی و مرشدی حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل ہے' بندہ ناچیز نے 'کاروان تھانوی رحمۃ اللہ علیہ' کے علاوہ اپنے اکابر و مشائخ پر کئی کتابیں لکھی ہیں' دعا ہے کہ حق تعالیٰ مجھ ناکارہ کو ان حضرات کے صدقہ میں عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور آخر وقت تک انہی مقدس بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تالیفات حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

تصانیف حافظ محمد اکبر شاہ بخاری

- تحریک پاکستان اور علماء دیوبند
- تذکرہ خطیب الامت ؒ
- سیرت عثمانی ؒ
- توحید و رسالت ﷺ
- مسلک علماء حق
- ذکر خیر محمد ؒ
- حیات احتشام ؒ
- خطبات احتشام ؒ
- کاروان تھانوی ؒ
- بیس عہد ساز شخصیات
- پچاس مثالی شخصیات
- پاکستان کی دستور سازی میں علماء کی خدمات
- اکابر علماء دیوبند
- مفتی اعظم پاکستان ؒ
- سوانح خلیل ؒ
- شیخ الاسلام پاکستان
- سیرت بدر عالم ؒ
- ذکر طیب ؒ
- ذکر متین ؒ
- ملفوظات عثمانی ؒ
- حیات مالک ؒ
- یاد شریف ؒ
- آپ بیتی (سید مناظر احسن گیلانی)
- خطبات اکابر

ملنے کا پتہ

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

تالیفات حکیم الامت بمع تعارف
حصول کے لئے ٹیلیگرام چینل کے
درج ذیل لنک پر تشریف لے جائیں

@TaleefatHkeemUlUmmatThanvi

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

اصلاح انقلاب امت
مکاتیب
حکیم الامت
تھانویؒ
ادارۃ المعارف کراچی

مختصر سوانح حضرات مجازین از حضرت والاؒ

بارہ (۱۲) حضرات مجازین بیعت میں سے یہاں صرف آٹھ کا مختصر تعارف دیا کار ہا ہے باقی حضرات کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔ ان سوانح میں بعض بہت مختصر ہیں بعض قدرے مفصل۔ اس کی وجہ ان کے حالات کا مختصر یا مفصل دستیاب ہونا ہے۔ اس میں کسی کی ترجیح کا سوال نہیں اور ترتیب حضرت والاؒ کی فہرست مجازین کی ترتیب کے مطابق ہے۔ ان حضرات کی سوانح کو بقدر ضرورت ایڈٹ بھی کیا ہے یعنی تغیر یسیر حذف و اضافہ وغیرہ۔ نیز اطلاعاً عرض ہے کہ حضرت حاجی عبدالسلام صاحبؒ حضرت صوفی بشیر صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا حافظ عبدالوحید صاحب شہیدؒ تینوں حضرات ہوشیار پور کے رہنے والے ایک ہی برادری کے اور آپس میں رشتہ دار تھے۔ (آ ا)

حضرت[1] مولانا حاجی عبدالسلام صاحب ہوشیار پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ہوشیار پور میں ۱۰ مئی ۱۹۱۰ء کو پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام جان محمد تھا جو تحصیلدار تھے آپ نے سکول کی تعلیم جماعت نہم تک حاصل کی تھی۔ درسیات (علوم دینیہ) کو بھی نہیں پڑھا تھا بلکہ علم دین حضرات علماء کی صحبت سے حاصل ہوا تھا۔ ۱۹۳۰ء میں آپ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں پہلی بار تشریف لے گئے تھے جہاں ایک یا دو شب قیام فرما کر واپس ہو گئے تھے۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے انہی ایام میں سلسلہ مکاتیب شروع کیا تھا۔ حضرت حکیم الامتؒ کے ارشاد کے مطابق طریق سے مناسبت کے حصول کے لئے سوعدد مواعظ اشرفیہ کا مطالعہ بھی کر لیا تھا۔ اسی اثناء میں حضرت حکیم الامتؒ نے طالبین سے دست کشی فرمائی اور حضرات مجازین کی طرف رجوع کرنے کے لئے مطبوعہ پرچہ ارسال فرمادیا۔ اس پر آپ نے حضرت حکیم محمد مصطفےٰ صاحب بجنوریؒ سے رجوع کیا مگر ان کی علالت کے سبب بقدر ضرورت اصلاحی مکاتیب کی تکمیل نہ ہو سکی۔ حضرت حکیم مصطفےٰ صاحب بجنوری قدس سرہ کے وصال کے بعد کشمکش میں تھے کہ خود حضرت حکیم الامتؒ کی طرف سے تنبیہ موصول ہونے کے بعد حضرت والاؒ سے رجوع کیا اور ملتان کی ایک حاضری میں دست بدست تجدید بیعت کا شرف بھی حاصل کیا۔ وصال سے سترہ اٹھارہ سال قبل حضرت والا سراپا خیر و برکت نے آپ کو سلسلۂ اشرفیہ میں اجازت بیعت و تلقین بھی عطا فرمادی تھی اور حضرت والاؒ نے اپنے وصال کے تقریباً دو سال قبل تبویب تربیت السالک جلد دوم کا کام بھی آپ کے سپرد فرمایا تھا۔ احقر[2] مؤلف عرض کرتا ہے کہ احقر کو حضرت حاجی عبدالسلامؒ کی زیارت مدرسہ خیر المدارس میں ایک دو بار ہوئی ہے وہ احقر کے نام اپنے گرامی نامہ مورخہ ۱۵۔۶۔۱۹۷۲ء میں تحریر فرماتے ہیں "تربیت السالک کا حضرت نے جو کام سپرد کیا تھا وہ الحمدللہ مکمل ہو گیا ایک تہائی حصہ کے قریب کتابت ہو چکی ہے۔" وہ مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم جامع مسجد لائلپور

ل ابقلم ا ق۔ بتغیر یسیر آ ا۔ ع آ ا

(حال فیصل آباد کے ناظم تھے۔ حضرت والاؒ سے ان کو اجازت بیعت کی تاریخ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ مطابق ۵ فروری ۱۹۵۲ء ہے۔[1]

حضرت[2] مولانا عبدالعزیز صاحب دامت برکاتہم

مہتمم مدرسہ اشاعت العلوم منڈی چشتیاں

آپ چک نمبر ۲۵۱۔گ ب قصبہ اوگی تحصیل ٹوبہ ضلع فیصل آباد میں ۱۲ اپریل ۱۹۲۹ء کو پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی اسماعیل تھا جو حضرت مولانا حافظ محمد صالح صاحبؒ خلیفہ حضرت گنگوہیؒ سے اصلاحی تعلق رکھتے تھے۔ والد صاحب پابند صوم وصلوٰۃ اور تہجد وغیرہ کے بڑے پابند تھے۔ نماز فجر کے بعد کافی دیر تک تلاوت فرماتے۔ پھر کام کاج شروع فرماتے۔ مولانا نے تیسری جماعت تک اسی چک ۲۵۱ گ ب میں تعلیم حاصل فرمائی۔ پھر چک نمبر ۴۴ فتح تحصیل چشتیاں ضلع بہاولنگر میں آباد ہوئے۔ اس لئے مولانا نے پانچویں جماعت تک تعلیم قریبی چک نمبر ۴۳ نہر فتح میں پائی اس کے بعد ابتدائی فارسی عربی تعلیم کے لئے مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاولنگر تشریف لے گئے لیکن کم عمری کے سبب مولانا کا دل نہ لگا اور ایک ماہ بعد ہی واپس تشریف لے آئے۔ اس کے بعد قریبی چک نمبر ۹۸ فتح میں مولانا برکت اللہ صاحب فاضل دیوبند سے ابتدائی فارسی کریما، گلستان، بوستان، سکندر نامہ وغیرہ تک پڑھی۔ لیکن مولانا برکت اللہ صاحب اپنی دیگر مصروفیات کے سبب کماحقہ تعلیم نہ دے سکتے تھے اس لئے مولانا کے مشورہ سے تقریباً گیارہ بارہ برس کی عمر میں مولانا کے والد ماجد انہیں مدرسہ رائے پور گوجراں ضلع جالندھر چھوڑ آئے وہاں کافیہ قدوری تک کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں داخلہ لیا اور یہاں شرح جامی، کنز الدقائق، شرح تہذیب اور ترجمہ قرآن مجید پڑھا۔ مولانا رمضان کی تعطیلات بسر کرنے کے لئے اپنا سامان خیر المدارس جالندھر میں ہی چھوڑ کر گھر آئے تھے کہ ۱۹۴۷ء کا انقلاب آگیا اور مولانا واپس نہ جا سکے۔ دو تین ماہ اسی طرح گڑبڑ میں گزر رہے تھے پھر مدرسہ خیر پور ٹامیوالی ضلع بہاولپور میں داخلہ لیا مگر ابھی ایک ماہ ہی گزرا تھا کہ خیر المدارس ملتان کے قیام کا مژدہ سنا اس لئے مولانا فوراً ملتان تشریف لے گئے اور تین سال تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۳۶۹ھ میں خیر المدارس سے دورہ حدیث مکمل فرمالیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ سے مولانا جمیل الدین صاحب انسپکٹر مدارس عالیہ کے نام سفارشی خط لکھوا کر سکول کی ملازمت اختیار کر لی اور تین چار سال بعد اسی اثنا میں جامعہ عباسیہ بہاولپور سے علامہ کی ڈگری حاصل فرمالی۔

اصلاح باطن:

دورہ حدیث مکمل فرمانے کے بعد اصلاح باطن کا داعیہ قلب میں پیدا ہوا اور مولانا نے حضرت والاؒ سے ۱۳۶۹ھ میں اصلاحی تعلق قائم کیا اور حضرت والاؒ نے آپ کو اجازت بیعت وتلقین بھی فرمادی۔

---

[1] یہ تاریخ ان کے گرامی نامہ نیز نقش حیات سے معلوم ہوئی (آ آ) [2] بقید حیات

حفظ قرآن پاک:

اسی اثنا میں حفظ کلام پاک کا شوق قلب میں موجزن ہوا۔ دوران ملازمت اور دیگر مصروفیات کے باوجود حفظ کرنا شروع فرمادیا۔ ڈیڑھ دو سال کے قلیل عرصہ میں بفضلہٖ تعالیٰ قرآن پاک حفظ کرلیا۔

حج بیت اللہ شریف:

مولانا نے بفضلہٖ تعالیٰ تین بار[1] حج بیت اللہ کی سعادت حاصل فرمائی ہے۔

امامت وخطابت:

مولانا قاری محمد ابراہیم صاحب مرحوم خطیب جامع مسجد منڈی چشتیاں شریف کی وفات بعد حضرت والاؒ ہی کے حکم سے جامع مسجد منڈی چشتیاں میں امامت وخطابت کی ذمہ داری سنبھالی اور ساتھ ہی مدرسہ اشاعت العلوم کا سلسلہ شروع فرمایا۔ بفضلہٖ تعالیٰ تھوڑے ہی عرصہ میں مولانا کے اخلاص' جدوجہد اور محنت کی بدولت مدرسہ بہت مقبول ہو چکا ہے اور آج کل بہاولپور ڈویژن کے دینی مدارس میں ایک نمایاں مقام حاصل کر چکا ہے اور شب و روز ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ دل سے دعا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اسے تا قیامت بایں فیوض و برکات سرسبز وشاداب رکھے آمین۔

اجازت حضرت مولانا افغانی نور اللہ مرقدہ:

مولانا نے حضرت والاؒ کے وصال کے بعد حضرت شمس العلماء والفضلاء مولانا شمس الحق افغانی صاحبؒ سے رجوع کیا اور انہوں نے اجازت بیعت سے نوازا۔ حال ہی میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ نے بھی مولانا کو اپنی طرف سے اجازت دی ہے۔

علمی مشاغل:

مولانا کا زیادہ وقت درس وتدریس اور اہتمام مدرسہ میں صرف ہوتا ہے۔ مولانا کا وعظ بھی نہایت سادہ مگر مؤثر ہوتا ہے بالخصوص مروّجہ رسومات کے خلاف تو خوب بولتے ہیں۔ مولانا شائقین کی فرمائش پر درس قرآن بھی دیتے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ دو بار پورے کلام پاک کا ترجمہ وتفسیر بیان فرما چکے ہیں اور انہیں اب اس سے مناسبت بھی ہوگئی ہے۔ اصلاح و تربیت کے علاوہ گاہ گاہ تعویذ بھی لکھ دیتے ہیں۔ خطوط کا جواب باقاعدگی سے عنایت فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ علاقہ بہاولنگر بالخصوص چشتیاں کے لئے دائمی جنتری بھی تحریر فرما چکے ہیں جس میں نماز پنجگانہ' طلوع وغروب آفتاب' زوال وغیرہ کے وقت تفصیل سے سارے سال کے لئے درج فرمائے ہیں' جس سے علاقہ بہاولنگر والوں کو بڑی سہولت ہوگئی ہے۔ آخر میں نماز نہ پڑھنے والوں کے لئے وعیدیں بھی مستند ماخذ سے تحریر فرمادی ہیں۔ اس کے علاوہ اس ناچیز کی درخواست کو شرف قبولیت عطا فرما کر ''میرے شیخ کامل'' کے عنوان سے مفصل مضمون تحریر فرمادیا ہے جو سوانح ھذا میں شامل ہے۔ احقر نے

---

[1] یہ وقت تحریر تک کی معلومات ہیں۔ اس سے اس کے بعد زائد کی نفی نہیں ہوتی، لیکن اس کا علم بھی نہیں۔ (آ ا)

حضرت مولانا محمد صدیق صاحب شیخ الحدیث جامعہ خیرالمدارس ملتان سے مولانا کے بارے میں سنا ہے کہ حضرت والاؒ کی ان پر خصوصی شفقت وعنایت تھی۔اور انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت والاؒ کی نسبت کا زیادہ ظہور مولانا میں ہوا ہے۔[1] چنانچہ مدرسہ اشاعت العلوم رجسٹرڈ جامع مسجد منڈی چشتیاں کی روزافزوں ترقی اس پر شاہد ہے۔

نوٹ: حضرت والاؒ سے آپ کو'اجازت بیعت وتلقین'' کی نقل آپ کے مقالہ''میرے شیخ کامل''میں گزر چکی ہے۔ا آ)

حضرت مولوی حاجی فتح محمد صاحب جالندھری آباد پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت والاؒ کے ان خلفاء میں سے تھے جنہوں نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی زیارت کی ہے۔انہوں نے احقر مؤلف سے اس زیارت کا ذکر کیا تھا۔اس کی جتنی تفصیل یاد ہے اس کو اپنے الفاظ میں ذکر کرتا ہوں۔وہ حضرت والاؒ کو قبلہ عالم کہا کرتے تھے۔فرماتے تھے کہ میں قبلہ عالم کے سوا کسی کو کچھ سمجھتا ہی نہ تھا۔حضرت ولاؒ کے ساتھ پہلی بار حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرتؒ کے یہاں قاعدہ تھا یا یہ ہدایت فرمائی ہوگی کہ آتے ہی یہ خط دکھا دینا۔ چنانچہ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہی مصافحہ کے لئے بھی ہاتھ بڑھایا اور والا نامہ بھی پیش کر دیا۔حضرت تھانویؒ نے اس پر تنبیہ فرمائی کہ یہ خط پکڑوں یا مصافحہ کروں اور باہر نکل جانے کا حکم دیا۔کہتے تھے کہ میں باہر نکل کر مسجد میں بیٹھ گیا۔اور مجھے عبرت ہوئی کہ یا اللہ میں تیرے ایک بندے کے دربار میں حاضری کے لائق نہیں۔تیرے دربار کی حاضری کے لائق کیسے ہوسکتا ہوں۔کہتے ہیں یہ سوچ کر خوب گریہ ہوا۔

ایک دوسرا واقعہ انہوں نے اپنا اور بیان فرمایا۔وہ بھی احقر مؤلف کے اپنے الفاظ میں عرض ہے۔وہ یہ کہ ان کے کسی دوست (معتقد یا مرید وغیرہ) نے ان کے گھر میں پانی کا دستی نلکا (ہینڈ پمپ) لگوانے کو کہا تھا' لیکن پھر لگوایا نہیں۔پانی کی تکلیف تھی۔گھر والوں نے کہا بھی کہ جن صاحب نے نلکا لگوانے کو کہا تھا ان سے کہا جائے۔لیکن حاجی صاحب نے کہا کہ میں تو کسی سے نہیں کہوں گا۔اس کے بعد خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی۔اور آپ ﷺ نے بشارت دی کہ تمہارے گھر میں تمہاری چارپائی کے نیچے بند کنواں ہے۔چنانچہ خواب سے بیدار ہوئے۔اور وہ جگہ کھدوائی تو کنواں نکلا۔

حضرت سید قمرالدین احمد صاحب دامت برکاتہم کا ذکر بھی احقر سے غالباً سب سے پہلے انہوں نے ہی فرمایا تھا اور ان کی تعریف بھی کی تھی۔انہیں سے ان کی اپنی ایک اور روایت بھی سنی جو احقر کے الفاظ میں مذکور ہے۔چونکہ نفع سے خالی نہیں بلکہ دینی فائدہ سے بھرپور ہے،اس لئے عرض ہے کہ علماء کرام کے سیاسی اختلاف کے دور میں انہوں نے حضرت ولاؒ سے عرض کیا کہ حضرات علماء کا اختلاف کبھی رحمت ہوتا تھا' اب زحمت بن گیا ہے۔حضرت والاؒ نے جواب میں جو ارشاد فرمایا وہ بہت اہم' یاد رکھنے اور پلے باندھنے والی نصیحت ہے۔حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ علماء کے اختلاف میں ان کی بدگوئی (غیبت) سے بچنا یہ زبان کی عبادت ہے۔اور بدگمانی سے بچنا یہ دل کی عبادت ہے۔(یہ سب روایت بالمعنی احقر کے الفاظ

[1] یعنی خصوصاً باعتبار اہتمام مدرسہ تعلیم وتدریس اور دعوت وتبلیغ (آ)

میں ہے۔مفہوم یاد رہا الفاظ بعینہ یاد نہیں رہے)

آپ کے بہت مختصر سے حالات حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہ العالی (شیخ الحدیث وصدر مدرس جامعہ خیرالمدارس) نے تحریر فرمائے ہیں۔ جن کا اکثر حصہ بتغیر یسیر ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب تحریر فرماتے ہیں:''بندہ کو صرف اتنا یاد ہے کہ جالندھر کی اضافی بستی آباد پورہ میں رہائش تھی۔ اور مدرسہ خیرالمدارس ریلوے روڈ کے قریب حجام کی حیثیت سے دکان بنا رکھی تھی۔ خود فرماتے تھے کہ میں پتلون کوٹ پہنتا تھا۔ ایک دن حضرت نے حجامت کیلئے بلایا تو بندہ کو اُنس پیدا ہوا۔ آہستہ آہستہ وہ انس محبت سے تبدیل ہو کر میری غلامی کا سبب بنا'' (یہاں تک کہ بالآخر حضرت والاؒ نے ان کو اجازت بیعت عطا فرمائی۔آ ا)

''جب تک صحت رہی طلبہ کی حجامت بنانے کو اپنے سلوک طے کرنے کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اور مدرسہ کی طرف سے شہر ملتان میں سفیر کی حیثیت سے مدرسہ کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔''

(بعض اسفار میں بھی حضرت والاؒ کی خدمت میں ساتھ رہتے اور بیرون ملتان بھی بحیثیت سفیر مدرسہ خدمت انجام دیتے تھے۔آ ا)

''آخر طویل علالت کے بعد بروز منگل سہ پہر ۶ محرم ۱۳۹۷ھ مطابق دسمبر ۱۹۷۶ء کو ان کا وصال ہوا، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔''[1]

(اور حضرت سائیں طور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ اللھم اغفرله مغفرة ظاهرة و باطنة و ادخله جنة النعيم (آمین) (آ ا)

حضرت حاجی فتح محمد صاحبؒ نے ایک مکتب یا مدرسہ ''دعوۃ الحق'' بھی قائم فرمایا تھا۔ اور سلور کے کارخانے کے قریب اس کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے غالباً حضرت والاؒ سے درخواست کی ہوگی۔ حضرت والاؒ نے احقر اور ایک یا دو اور حضرات کو اس کام کے لئے مامور فرمایا۔ اور ان حضرات اور احقر سے سنگ بنیاد رکھوایا گیا۔

احقر کے ایک خط کے جواب میں حاجی فتح محمد صاحبؒ نے جو شفقت نامہ ارسال فرمایا تھا اس کی نقل حسب ذیل ہے:

۷۸۶ ملتان ۴ ربیع الثانی ۹۵ھ ۱۷ اپریل ۱۹۷۵ء

مخدومی و معظمی دام ظلکم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خیرت نامہ ملا۔ پڑھ کر نہایت مسرت ہوئی۔ بھائی جان تین سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ میں بیمار ہوں۔ پورے جسم پر رعشے کی مرض طاری ہے۔ آپ بارگاہ الٰہی میں دعا کریں۔ مجھے اللہ تعالیٰ صحت بخشے تو میں خود آپ کی زیارت

---

[1] احقر مولف نے یہ تاریخ اور دفن کی جگہ حضرت والاؒ کی بیاض متعلقہ الموالید والوفیات کی نقل سے دیکھ کر لکھی ہے۔ اس میں حضرت والاؒ کے بعد ان کے خلف رشید حضرت مولانا محمد شریف صاحب نے اضافے فرمائے تھے۔ (آ ا)

کے لئے حاضر خدمت ہوسکوں۔ پہلے سے طبیعت قدرے ٹھیک ہے۔ ملاپ اسی وقت ہوتا ہے جب خدا کو منظور ہوتا ہے۔ خداوند قدوس کبھی تو ہمیں ملنے کی توفیق دے گا۔ خط کو اس لئے دیر ہوئی کہ میں خود تو پڑھ لکھ نہیں سکتا۔ جس نے خط لکھنا تھا وہ باہر گیا ہوا تھا۔ وہ آیا ہے تو اب جواب دے رہا ہوں۔ باقی دعاء کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول کریمؐ کے رستے پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے (آمین) حاجی فتح محمد، خیر بیکری

محلہ کمنگراں حسین آگاہی ملتان شہر

حضرت سید قمر الدین احمد صاحب دامت برکاتہم

نوٹ: احقر مؤلف نے بتاکید درخواست کی کہ براہ کرم ضرور اپنے سوانح ارسال فرمایئے۔ بحمد اللہ غالبًا تاکیدی درخواست کی وجہ سے اور احقر کی تطییب خاطر کے لئے درخواست قبول فرمائی اور تواضع حائل ہو کر مانع نہیں بنی۔ چنانچہ اپنے مختصر سوانح تحریر فرمائے۔ جی بہت خوش ہوا۔ مزید اس لئے بھی جی زیادہ خوش ہوا کہ حسب درخواست فائل میں لگانے کے لئے مناسب سائز پر دونوں طرف فوٹو سٹیٹ کرا کر ارسال فرمائے۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔ اب اس کو ایڈٹ کرنا بالکل آسان ہوگیا ہے۔ چنانچہ ان کے خود نوشت سوانح درج ذیل ہیں:

نام:

پیدائشی نام چمن پیر شاہ ولدیت گل حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے جالندھر اصلاح کے لئے تعلق کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت منشی عبدالرحمٰن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت والاؒ کی منظوری سے نام قمر الدین احمد تبدیل فرمادیا۔ میں نے اخبار میں اشتہار کے بعد کاغذات سرکاری میں نام تبدیل کروادیا۔ اور اخبار میں شائع کرایا کہ آئندہ مجھے چمن پیر شاہ کے نام سے کوئی نہ پکارے۔ قمر الدین احمد کے نام سے پکارا جاوے۔ تو اب نام قمر الدین احمد ولد گل حسین شاہ ہوا۔

ولادت:

بمقام کرولی پیران ضلع چکوال ہے۔ پہلے ضلع جہلم تھا، اب چکوال کو جو پہلے تحصیل تھی ضلع بنادیا گیا ہے۔ سرکاری کاغذات میں تاریخ ولادت ۴ نومبر ۱۹۲۶ء درج ہے۔ میری والدہ مرحومہ فرماتی تھیں کہ تمہاری ولادت ۱۹۲۷ء میں ہوئی تھی، واللہ اعلم۔

وجہ تسمیہ موضع کرولی پیران:

ایک بزرگ ولی اللہ حضرت مولانا غوث بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے محمد حسین شاہ نامی اس پہاڑی علاقہ میں تشریف لائے (یہ گاؤں پہاڑوں کے درمیان میں واقع ہے) پانی کی وہاں سخت قلت تھی۔ ان سے درخواست کی گئی کہ پانی کیلئے دعا فرمادیں۔ انہوں نے دعاء فرمائی اور اپنا عصا مبارک ایک پتھر پر دے مارا، تو اس پتھر میں

سے دودھ کا چشمہ جاری ہوا۔ کہا گیا کہ حضرت لوگ یہاں دودھ کیلئے لڑیں گے۔ انہوں نے منہ میں کلی کر کے دودھ کے چشمہ میں ڈال دی۔ وہ چشمہ پانی سے تبدیل ہوگیا۔ کیونکہ ہمارے جہلم والے پہاڑی علاقہ میں کلی کو کرولی بولتے ہیں۔ تو اس دودھ کی کلی کی وجہ سے اس بستی کا نام کرولی پڑ گیا۔ چونکہ یہ بزرگ پیر تھے اور قریشی ہاشمی خاندان سے تھے اور یہاں ہی آباد ہو گئے تھے اور پھر اس بستی میں ان کی ہی اولاد آباد ہوتی گئی تو اس بستی کا نام کرولی پیرانوالی مشہور ہوا۔ ہمارا سارا خاندان انہیں کی اولاد سے ہے۔ سب اس گاؤں میں آباد ہیں۔ بمقابلہ دوسری اقوام کے بالکل قلیل سے لوگ ہیں۔ وطن اصلی کرولی ہے۔
مندرجہ بالا واقعہ اسی طرح اپنے بزرگوں سے سنا ہے، واللہ اعلم۔

موضع کرولی پیران سے ڈیرہ غازیخان:

والدہ مرحومہ فرماتی تھیں کہ ۱۹۲۷ء میں تمہارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ملازمت ڈیرہ غازیخان اختیار کر لی تو ڈیرہ غازیخان آنا پڑا۔ یہاں حضرت مولانا قاضی عبیداللہ صاحب رحمۃ اللہ کے مکان کے ساتھ مکان تھا۔ اسی قریبی محلہ کے پرائمری سکول کی تعلیم حاصل کی۔ پرائمری کے بعد گورنمنٹ انڈسٹریل سکول ڈیرہ غازیخان میں ہی داخلہ لیا۔ دل میں بچپن سے ہی بحمد اللہ ایک شوق تھا کہ ''رزق حلال کا ذریعہ اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے'' اس لئے کارپنٹری کا کام اس دستکاری سکول میں سیکھا جو کہ بحمد اللہ مورخہ مارچ ۱۹۴۲ء اپنے سکول میں اعلیٰ نمبروں پر اور کلاس میں فسٹ پوزیشن میں کامیابی ہوئی۔ پھر اسی سکول میں مزدوری پر کارپنٹری کا کام شروع کر دیا۔ مزدوری کی رقم لیتا رہا۔ تھوڑے عرصہ بعد سپرنٹنڈنٹ اولڈ سنٹرل جیل، ملتان سے ایک چٹھی ہیڈ ماسٹر صاحب کو موصول ہوئی کہ ہمیں ایک کارپنٹر ماسٹر کی ضرورت ہے۔ چونکہ اسی سال فارغ ہوا تھا، بفضلہ تعالیٰ فرسٹ پوزیشن تھی اور وہاں ہی کام کر رہا تھا۔ بغیر کسی سفارش کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے مجھے اپنی طرف سے اولڈ سنٹرل جیل بھیج دیا۔ بعد امتحان کارپنٹری مورخہ ۴ اگست ۱۹۴۴ء کو میری تعیناتی ہوئی۔ اس وقت ڈاکٹر مظہر حسین سپرنٹنڈنٹ جیل تھے۔ حق پسند اور اعلیٰ درجہ کے منتظم تھے۔ دوسری جیلوں سے ایسے قیدی ہندو سکھ مسلمانوں میں سے جو بدمعاش قسم کے ان جیلوں میں قابو نہیں آتے تھے۔ یہاں اصلاح کے لئے ان کے پاس ملتان بھیجے جاتے تھے۔

شیخ کی تلاش:

میں یہ کہا کرتا تھا کہ پیر ہو کامل ہو۔ دیکھ بھال کر سوچ سمجھ کر شیخ بنائیں گے۔ ایسے نہیں۔ ہمارے ساتھ ایک ماسٹر سلطان احمد صاحب ایس۔ وی۔ ٹیچر تعینات تھے۔ ان سے ایک روز باتوں باتوں میں یہی ذکر کیا ''مجھے شیخ کامل کی تلاش ہے۔'' انہوں نے فرمایا ایک بزرگ غازی ثناء اللہ خاں نمبر ۲۶ ریلوے روڈ لاہور رہتے ہیں۔ ان کے کئی عجیب وغریب واقعات سنائے۔ میں نے انہیں عریضہ تحریر کر دیا۔ انہوں نے میرے عریضہ کا جواب حضرت منشی عبدالرحمٰن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت جو یہاں چہلیک ملتان میں رہتے تھے، ان سے دلوایا۔ انہوں نے تحریر فرمایا کہ مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۴۶ء کی علی الصبح مجھے میرے مکان پر ملیں، اور اسے لاہور والے خط کا جواب سمجھیں۔ اس خط کا ملنا تھا، میری خوشی عجیب تھی۔ اور یہ

سوچ تھی کہ لفظ علی الصبح تحریر ہے۔ اس لئے صبح ہوتے ہی وہاں پہنچنا چاہئے۔ خیر رات کس شوق و انتظار میں گزری۔ میں صبح سے کچھ پہلے ہی سائیکل پر نکل کھڑا ہوا۔ صبح کی اذانیں شروع ہوئیں تو حضرت منشی صاحب رحمۃ اللہ کے در دولت پر جا پہنچا۔

مجھے عجیب حیرت ہوئی کہ میں جب پہنچا تو حضرت منشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی اتنے سویرے سخت سردی میں دروازہ پر کھڑے میرا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا آپ جیل سے آئے ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا کہ بھائی صاحب مجھے یہاں کھڑا کر گئے کہ آپ آئیں تو آپ کو مردانہ بیٹھک میں بٹھلا دوں۔ تھوڑی ہی دیر بعد حضرت منشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کا مقصد کیا ہے؟ میں نے کہا حق تعالیٰ کی رضا اور پیر کامل کی تلاش۔ فرمایا اور کوئی مقصد۔ میں نے کہا کچھ بھی نہیں۔ میں چند اشیاء بطور ہدیہ لے گیا تھا۔ پیش خدمت کی۔ خلاف معمول قبول فرمالیا اور باتوں باتوں میں اس اجہل کو آداب ہدیہ فرما گئے۔

مجھے فرمایا آپ بے فکر ہو جائیں۔ کچھ پڑھنے کے لئے فرمایا اور چند کتب مطالعہ کے لئے عنایت فرمائیں۔ میں نے حسب ارشاد عمل شروع کر دیا۔

صحیح سلسلہ کے برکات:

حضرت منشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مل کر دل میں بفضلہٖ تعالیٰ یہ خود بخود آنے لگا کہ یہ سچے، صحیح اور مخلص لوگ ہیں۔ نیک اعمال کی توفیق شروع ہو گئی۔

حضرت منشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جالندھر خط لکھا جس میں میرے نام کی تبدیلی اور اجازت خط و کتابت (اصلاحی) کی منظوری لی۔ پھر مجھے ایک چٹ پر پتہ تحریر فرمادیا کہ اس پتہ پر جالندھر خط و کتابت کیا کروں۔

__پہلا خط:__ جو کہ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جالندھر تحریر کیا، جس کا جواب حضرت والاؒ کی طرف سے ۲۸ صفر ۱۳٦۶ھ کو تحریر ہوا (اس کی نقل اس خود نوشت مختصر سوانح کے ختم پر اجازت بیعت و تلقین کی نقل کے بعد دی جا رہی ہے۔ آ ا)

حضرت والاؒ نے اس پہلے والا نامہ میں ہی اس ناکارہ کو تبلیغ دین پڑھ کر اصلاح اخلاق کی طرف میرا رخ موڑ دیا۔ میں نے حسب ارشاد عمل شروع کر دیا۔ پھر کیا تھا بے نمازی، پکا نمازی بن گیا۔ بے ڈاڑھی ڈاڑھی والا اور قضا نمازوں کی ادائیگی اور روز بروز فکر آخرت، دنیا سے نفرت، نیک لوگوں سے محبت، اپنے عیوب نمایاں، حضرت والا کی محبت، زندگی کی قدر، وقت کی قیمت، ایک پستی، اور گناہوں پر ندامت۔ یوں معلوم ہونے لگا کہ پچھلی عمر رائیگاں گئی۔ کیا تھا اک فضل ربی اور اپنے پیر و مرشد کی دعاؤں اور توجہ سے میں حیرت اور ہمت سے جرأت سے دین کی طرف بھاگنے لگا۔ اور اپنے اندر عیوب ہی عیوب دیکھنے لگا۔ اور ہر مومن کی فراست سے دوڑنے لگا اور اسے اپنے سے بہتر سمجھنے لگا۔ بس یوں سمجھئے کہ ایک ڈبہ تھا جسے گاڑی کے ساتھ جوڑ دیا گیا۔ بس ایک رفتار کے ساتھ تیزی سے سوڑتا جا رہا ہے۔ اس ہمت اور حیرت سے نہ انجن کو دیکھا نہ

ڈبوں کو۔حق تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ انہوں نے میرا یہ تکبر توڑا کہ ''پیر دیکھ بھال کر کروں گا اور سوچ سمجھ کر'' اور اپنے فضل سے یہ ظاہر فرمایا کہ بن دیکھے منوا سکتے ہیں۔

پہلی زیارت:

۱۹۴۷ء میں حضرت والاؒ جالندھر سے معہ بچوں کے ملتان تشریف لے آئے۔حضرت منشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اطلاع کی کہ حضرت مسجد سراجاں حسین آگاہی میں تشریف لے آئے ہیں، وہاں جا کر مل لو۔میں وہاں گیا عصر کی اذان ہو چکی تھی۔حضرت والاؒ اپنے رومال مبارک سے نمازیوں کے لئے مسجد میں صفیں جھاڑ رہے تھے۔بلا تعارف جی میں آیا کہ پیرومرشد یہی ہیں۔کوئی دائیں بائیں سے دوڑ کر رومال پکڑ کر خود اس خدمت کے لئے نہیں بھاگا (بمع میرے) حضرت والاؒ کے اہل وعیال مسجد کی چھت پر کپڑا تانے پردہ کئے ہوئے مقیم تھے۔

پہلی مجلس:

بعد نماز عصر دائیں طرف مسجد کے حجرہ میں حضرت والاؒ اور حضرت مولانا فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رائے پوری ساہیوال والے چارپائی پر تشریف فرما تھے۔چند لوگ بیٹھے تھے۔میں بھی ان کی طرح دوزانو ہو کر نیچے بیٹھ گیا۔

پہلا ملفوظ:

حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرما رہے تھے کہ طالب علم کو زبان بن کر رہنا چاہیئے اور مرید کو کان بن کر۔جاہل تو تھا ہی، اور اب بھی ہوں، بس کان بن گیا۔بغیر تعارف کرائے واپس اپنے گھر آ گیا۔

حضرت منشی صاحب نے فرمایا کہ آپ حضرت والاؒ کو ملے نہیں۔اب سینما کے سامنے والی عمارت میں مدرسہ ہے، وہاں جا کر ملاقات کرو۔میں وہاں گیا۔حضرت مولانا عبداللہ صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ درس دے کر فارغ ہو کر واپس تشریف لائے۔حضرت والاؒ اوپر کی منزل سے تشریف لے آئے۔الحمدللہ مصافحہ ہوا، میں نے تعارف کرایا۔چند اشیاء بطور ہدیہ لے گیا تھا۔بخوشی قبول فرمائیں۔پھر کچھ عرصہ بعد مدرسہ موجودہ گیان استھل اور رنگ زیب روڈ ملتان منتقل ہو گیا۔بات تو پہلے خط اور اصلاح کی ہو رہی تھی، میں کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔

خیر میں نے حضرت والاؒ کے ارشاد کے مطابق اخلاق رذیلہ اور حمیدہ کی فہرست بنالی اور اخلاق رذیلہ کے اصلاح کی ترکیب اور حمیدہ کے تحصیل کا طریق دریافت کر کے عمل شروع کر دیا۔اور دونوں فہرستیں حضرت والاؒ کو جالندھر میں بھیج دیں۔حضرت والاؒ نے تحریر فرمایا'' دونوں دیکھ لیں اب آپ اخلاق رذیلہ کی فہرست میں سے جس کو زیادہ ضروری سمجھیں پہلے اس کا علاج دریافت کریں۔مگر یہ بھی ساتھ لکھیں کہ اس مرض کی حقیقت آپ کیا سمجھے۔یہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔''

الحمدللہ توفیق ہوئی۔میں نے ایک عریضہ میں تحریر کیا۔مرض دنیا کی محبت کا علاج ارشاد فرمادیں جو کہ غیر اختیاری ہے۔حقیقت اس کی یہ ہے کہ جب کوئی خوبصورت چیز دیکھ لوں جی خوش ہوتا ہے، دل سے محبت ٹپکتی ہے۔ارشاد فرمایا:'' یہ حب

دنیا نہیں۔ حب دنیا یہ ہے کہ ایسی چیز سے محبت کر لی جاوے جس میں حظ نفس ہو اور آخرت میں اس کا کوئی نیک ثمرہ مرتب نہ ہو۔ یہ غیر اختیاری امور قابل علاج نہیں ہوا کرتے۔ قصد السبیل رسالہ کا بغور مطالعہ کیا جاوے۔''

گناہوں کا علاج:

ایک عریضہ میں میں نے تحریر کیا میں گنہگار انسان ہوں۔ جب چھوٹے چھوٹے گناہ (بول چال وغیرہ) بعض اوقات منہ سے نکل جاتے ہیں تو بعد میں سخت افسوس ہوتا ہے، استغفار کرتا ہوں۔ لیکن پہلے نہیں سنبھل سکتا۔ آپ برائے مہربانی ایسا علاج ارشاد فرماویں جو کہ میں مولا پاک کے حکم پر عمل کرتا رہوں اور گناہ سے پہلے ہی سنبھل جاؤں۔ ارشاد فرمایا: ''جوں جوں مشق ذکر اللہ کی بڑھتی جائے گی یہ درجہ حاصل ہوتا جائے گا۔ جیسے دھوپ کے بڑھنے سے سایہ گھٹتا جایا کرتا ہے۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں اور نہ جلدی کرنے کی۔''

زُہد:

زہد کے بارے میں عریضہ میں نے تحریر کیا اور عرض کی کہ زہد کی تعریف میرے ذہن ناقص میں تو یہ ہے کہ جن اشیاء کے نہ ہونے سے دین کے کسی قسم کا کوئی نقصان نہ ہوتا ہو اور دنیا کی طرف بضرورت حاجت رغبت بہت کم کرنا اور دین کی طرف بہت زیادہ راغب ہونا اس قلیل دنیا کی طرف بھی دین کے لئے ہی راغب ہونا اور فالتو وفضول اشیاء کے در پے نہ ہونا۔ دنیا کے فانی اور آخرت کے باقی ہونے کا خیال اکثر اوقات رہنا اور دنیا کے پاس نہ ہونے سے گھبراہٹ بہت زیادہ پریشانی کا نہ ہونا۔ ہر حال میں راضی رہنا۔ اصلاح سے مشکور فرماویں۔ پہلا خط سہولت کے لئے ارسال خدمت ہے۔

فقط والسلام قمرالدین احمد (۴۹۔۱۲۔۳)

جواب ارشاد فرمایا: ''زہد یہ ہے کہ دنیا کو فانی اور آخرت کو باقی خیال کرتے ہوئے بقدر ضرورت دنیا پر کفایت کرنا۔ اور دل کو دنیوی اشیاء کی محبت سے محفوظ رکھنا۔ جو مال حلال ملے اس کو خدا کی نعمت سمجھ کر شکر ادا کرنا اور اس کا حق ادا کرنا۔''

''اس کی تحصیل کا طریق یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی نعمتیں جو جنت میں اہل ایمان کو ملیں گی اس کا استحضار۔ اور دنیوی اشیاء کے فنا کا استحضار رکھا جاوے۔ کسی وقت مقرر پر چند منٹ مراقبہ اس کا کر لیا جایا کرے۔''

اخلاص کے بارے میں درخواست اصلاح کی تو حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا ''اخلاص جس کی حقیقت یہ ہے اپنی طاعت میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا قصد رکھنا اور مخلوق کی رضامندی اور خواہش نفسانی کو مقصود نہ ٹھہرانا۔'' ''طریق تحصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ رضا الٰہی کا قصد کر کے خوب کام کرتے رہنا اور وساوس واوہام کی طرف التفات نہ کرنا۔''

الحمد للہ کہ حضرت والاؒ سے اصلاحی خط و کتابت ہوتی رہی کہ اچانک ایک عریضہ کے جواب میں حضرت والاؒ کی طرف سے اجازت بیعت کا والا نامہ موصول ہوا ایک بار خدمت خلق کا اور بہت بڑا بوجھ اس نااہل کے سر پر رکھ دیا گیا۔

(اجازت بیعت کی نقل اس خودنوشت مختصر سوانح کے ختم پر دی جا رہی ہے آ)

اجازت بیعت قبل از بیعت:

والا نامہ ملنے سے حیرت زدہ رہ گیا۔ ندامت میں ڈوب ڈوب گیا، جو حالت ہوئی سو ہوئی۔ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ کیسے عرض کروں کہ میں تو ابھی تک آپ سے بیعت بھی نہیں ہوا۔ جب حق تعالیٰ اپنا فضل وکرم فرماتے ہیں اور توفیق عمل ارشاد مرشد عنایت فرماتے ہیں تو رات دن اپنی زندگی میں تغیر اور کرامات و برکات پیر دل میں موجزن رہتے ہیں۔ اور انسان ایسی پستی میں غرق ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو اس قابل ہی نہیں سمجھتا کہ میں کیسے جرأت کروں اور درخواست کروں۔ اور کیسے یہ ناپاک ہاتھ پاک ہاتھوں میں دوں۔ بس اسی الجھن میں دبا اور متامثار رہتا ہے بس میں نے حضرت والاؒ کی خدمت میں تحریر کیا کہ حضرت ابھی تک تو میں حضرت والاؒ سے بیعت بھی نہیں ہوا۔ جرأت اور ہمت نہیں ہوتی درخواست کی، حضرت والاؒ نے میرے ۵۰-۲-۱۹ کے عریضہ پر جس پر حضرت والاؒ کی تاریخ مورخہ ۲ ربیع الثانی ۶۹ ۱۳ھ درج ہے، تحریر فرمایا کہ "آئندہ اتوار کو بعد نماز ظہر کے یہ رقعہ مجھے مدرسہ میں دے دیا جاوے اور خود وہاں موجود رہا جاوے۔"

الحمدللہ یہ سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت والاؒ کی خدمت میں نیوسنٹرل جیل سے اصلاح کی غرض سے ہفتہ میں جو ایک رخصت ہوتی تھی حاضری بحمداللہ ہوتی رہی۔ بعد عصر ملفوظات کی مجلس کے بعد گھر جاتا۔

تبدیلی راولپنڈی سنٹرل جیل:

۱۹۵۵ء میں میری تبدیلی سنٹرل جیل لاہور ہوئی۔ وہاں پہنچا تو انہوں نے کہا کہ پہلے آرڈر منسوخ ہوکر اب راولپنڈی کے آرڈر ہو گئے ہیں، وہاں حاضری دو۔

ملتان سے روانگی:

سخت گراں تھی۔ حضرت والاؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنی بے اطمینانی اور تبدیلی کے افسوس کا اظہار کیا۔ حضرت والاؒ نے دل جوئی فرمائی۔ میں نے درخواست کی کہ حضرت لاہور میں اپنے سلسلہ کے جو بزرگ ہوں ان کی خدمت میں اصلاح کی غرض سے حاضر ہو جایا کروں گا۔ حضرت والاؒ نے ایک والا نامہ حضرت مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کے نام تحریر فرمادیا کہ "اصلاح کی غرض سے مجلس میں حاضری کی اسے اجازت مرحمت فرمادیں۔"

مجذوب: حضرت سائیں طور شاہ صاحب مجذوب مدرسہ میں حضرت والاؒ کی خدمت میں قیام پذیر تھے۔ ملتان سے روانگی سے پیشتر انکی خدمت میں حاضری ہوئی۔ سخت غمگین تھا۔ ان حضرات کی جدائی کا صدمہ تھا۔ دل اور زبان نے تو خوب صبر و ضبط کیا، لیکن آنکھوں نے اظہار غم کر ہی دیا۔ فوراً فرمایا کیوں غم کرتے ہو۔ ماہ دو ماہ چار ماہ سال، پھر آجاؤ گے۔ اطمینان ہو گیا۔ راولپنڈی پہنچتے ہی مجذوب صاحب کے ارشاد کے مطابق ٹھیک ایک ماہ بعد یہ کھیل شروع ہوگیا کہ تبدیلی خلاف قانون ہے۔ اس کی پوسٹ نیوسنٹرل جیل ملتان ہی کے لئے منظور ہے، اسے واپس ملتان بھیجا جاوے۔ تنخواہ منی آرڈر سے ملتان سے

راولپنڈی آنے لگی۔ خط وکتابت ہوتی رہی۔ ٹھیک ایک سال بعد میں واپس ملتان پہنچ گیا۔ جیسے حضرت مجذوب صاحب نے سال پر بریک لگائی تھی۔ مجذوب صاحبان جو حکم اور اطلاع حق تعالیٰ کی طرف سے موصول فرماتے ہیں وہ سنا دیتے ہیں۔ اس میں کمی بیشی ان کے اختیار میں نہیں جیسے ٹیلی گرام

میں نے راولپنڈی پہنچ کر حضرت والاؒ کی خدمت میں وہی درخواست کی کہ حضرت یہاں راولپنڈی میں اپنے سلسلہ کے بزرگ ہوں تو ان کی خدمت میں اصلاح کی غرض سے حاضر ہو جایا کروں۔ حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا: ''راولپنڈی میں حضرت مولانا ولی محمد صاحب بٹالوی مہتمم مدرسہ آثار الولی صدر راولپنڈی حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب خلیفہ مجاز ہیں۔ ان سے ملا کیجئے۔ اگر لاہور والا خط پاس ہو تو تعارف کے لئے وہی خط دکھا دیجئے اور میرا اسلام بھی کہہ دیجئے۔''

حضرت والاؒ کے ارشاد کے مطابق میں راولپنڈی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اصلاح کی غرض سے حاضر ہونے لگا۔ بہت شفقت فرماتے۔ میں اپنے امراض باطنی عرض کرتا اور شافی علاج پاتا۔ ایک روز میں نے اپنا ایک مرض عرض کیا۔ ارشاد فرمایا اس کا یہ بھی علاج ہے، یہ بھی علاج ہے۔ کئی علاج اور نسخے عجیب وغریب اس مرض کے ارشاد فرمائے گئے۔ میں حیرت زدہ رہ گیا۔ ان لوگوں کو الفاظ بنانے نہیں پڑتے، بلکہ بنے بنائے الفاظ حق تعالیٰ سے عنایت ہوتے ہیں جو کہ عین زخمی دل پر مرہم سے زیادہ مؤثر ہوتے ہیں۔ ان حضرات کے ارشادات بجلی کی طرح دل پر اثر کرتے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ بد دل انسان کو صاحب دل اور علیل سے علیل انسان کو قلیل سے قلیل وقت میں جمیل وجلیل کا صحیح بندہ بنا دیتے ہیں۔

الحمد للہ ٹھیک ایک سال بعد واپس ملتان نیو سنٹرل جیل اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہو گیا۔ حضرت والاؒ سے باقاعدگی کے ساتھ اصلاح کی غرض سے مدرسہ میں حاضری اور خط وکتابت رہی۔ اور ۱۹۲۸ء میں حضرت حافظ رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مکان کرائے کا مدرسہ کا خالی ہوا ہے۔ کرایہ پر دینا ہے۔ میں نے اس موقع کو غنیمت جانا، کیونکہ بچے سائیکل پر نیو سنٹرل جیل سے پڑھنے آیا کرتے تھے۔ وہاں سے یہاں مدرسہ میں منتقل ہو گیا۔ دو سال تقریباً حضرت والاؒ کی خدمت میں یہ حاضری نصیب ہوئی الحمد للہ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۱۹۷۰ء میں ہوا۔ اب تک بفضلہٖ تعالیٰ جب کہ میری عمر ۷۰ سال سے تجاوز کر رہی ہے۔ ان بزرگوں کی جوتیوں میں یہاں مدرسہ میں پڑا ہوں۔ جو صاحب بھی اسے پڑھیں ان کی خدمت میں دست بستہ نہایت لجاجت سے درخواست ہے کہ میرے لئے دعا مغفرت اور حسن خاتمہ کے لئے دعاء خیر فرمادیں اور اگر کسی قسم کا مالی حق میرے ذمہ رہ گیا ہو جسے میں بھول گیا ہوں تو برائے کرم وہ مجھے یاد دلا دیں۔ اگر مجھے یاد آ گیا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کر دوں گا۔

رہے غیر مالی حقوق۔ مثلاً کسی کو ناحق کچھ کہہ لیا ہو، کسی کی دل شکنی کی ہو، خواہ روبرو یا پس پشت، خواہ ابتداً ایسا کیا ہو یا انتقام میں جائز حقوق سے تجاوز ہو گیا ہو، یا کسی کو ناحق بدنی ایذا پہنچائی ہو (اس قسم کے حقوق کا احتمال زیادہ ہے) ان سب

اہل حقوق کی خدمت میں دست بستہ نہایت لجاجت سے پھر درخواست کرتا ہوں کہ ان حقوق کا خواہ مجھ سے معاوضہ لے لیں، بشرطیکہ مدعی کا صدق مرے دل کو لگ جائے، خواہ حسبۃ اللہ فرماویں۔ میں دونوں حالتوں میں ان کا شکر گزار رہوں گا کہ مجھ کو آخرت کے محاسبہ سے بری فرمایا اور معافی کی صورت میں دعا کرتا رہوں گا کہ کہ میرے ساتھ مزید احسان فرمایا۔ حق تعالیٰ جزائے خیر دیں۔ قمرالدین احمد ۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ (۹۵-۸-۱۰)

اجازت بیعت وتلقین:

حضرت والاؒ نے حضرت سید قمرالدین احمد صاحب کو انکے عریضہ مورخہ ۲۱/۴/۶۹ ۱۳ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۵۰ء کے جواب میں اجازت بیعت وتلقین عطا فرمائی۔ اجازت نامہ کی نقل حسب ذیل ہے (جو حضرت والاؒ کے اجازت نامہ کی فوٹو کاپی سے نقل کی گئی ہے)

السلام علیکم بفضلہٖ تعالیٰ حالات خوش کن ہیں۔ قلب میں آثار محبت الٰہی موجزن ہیں۔ فنا وبقا کی شان جس کا انتظار تھا بحمد اللہ حاصل ہو چکی ہے۔ لہٰذا توکلاً علی اللہ آپ کو اصلاح باطن اور تلقین ذکر اور بیعت کی اجازت دیتا ہوں۔ خدا کی نعمت سمجھ کر خدمت خلق کرتے رہیں اور اپنے دوستوں سے اس کا اظہار کر دیں۔ واللہ الموفق و ھو نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

خیر محمد عفی عنہ جالندھری چشتی اشرفی

خیرالمدارس ملتان (۲۱ ربیع الثانی ۶۹ ۱۳ھ)

پہلے عریضہ کا جواب:

اب پہلے عریضہ کے جواب میں حضرت والاؒ کے ارشادات ملاحظہ فرمائیے (یہ بھی حضرت والاؒ کے ارشادات کی فوٹو اسٹیٹ کاپی سے نقل کئے جا رہے ہیں) (آ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! میں نے آپ کا خط حرفاً پڑھا۔ شوق اصلاح، فکر آخرت، خوف خدا معلوم کر کے جی خوش ہوا اور دل سے دعائیں نکلیں۔ آپ رسالہ تبلیغ دین مطالعہ کر کے جو اخلاق سیئہ اپنے اندر معلوم کریں ان کی فہرست بنالیں۔ اسی طرح جن اخلاق حسنہ کی کمی محسوس کریں ان کی بھی فہرست بنالیں۔ پھر مجھے اطلاع دیں۔ اور تہجد کی نماز کے بعد دوازدہ تسبیح پڑھنی شروع کر دیں۔ ترکیب اس کی یہ ہے: پہلے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه دو سو مرتبہ۔ پھر اِلَّا اللّٰه چار سو مرتبہ۔ پھر اَللّٰهُ چھ سو مرتبہ۔ اول و آخر تین تین مرتبہ درود شریف۔

دعاء گو (دستخط) خیر محمد عفی عنہ از جالندھر شہر

۶۶-۲-۲۸

ایک اور عریضہ مع ارشادات

اب ایک اور عریضہ اور حضرت والاؒ کے ارشادات کی نقل ملاحظہ فرمائیے (آآ)

ارشاد: السلام علیکم مکرمی ومحترمی دام فیضہ ۱۳رمضان المبارک ۱۳۷۲ھ

عرض حال: السلام علیکم! حضرت میری حالت بہت خراب ہے۔ ہیچ در ہیچ ہوں۔ بالکل جاہل اور قطعاً نااہل ہوں۔ میں یہ تواضع سے نہیں عرض کر رہا، واللہ صحیح عرض کر رہا ہوں۔ یقین سے کہہ رہا ہوں۔ توجہ واصلاح فرماویں۔

ارشاد: یہ حالت نہایت حسن ہے۔

عرض حال: ساتھ ہی مولا پاک کا لاکھ لاکھ شکر بجا لاتا ہوں کہ دین کی تڑپ تو اک دل میں پیدا کر دی، جو یہ پیاس بجھائے بجھ نہیں رہی بلکہ زیادہ ہو رہی ہے۔

ارشاد: یہ بہت بڑی نعمت ہے جو قابل صد شکر ہے۔

عرض حال: اطمینان جس کا نام ہے وہ نہیں۔

ارشاد: یہ تو اہل جنت کو جنت ہی میں نصیب ہوگا۔

عرض حال: ہاں مولا پاک کا شکر ہے کہ پریشانی وکسی قسم کا شکوک شبہات قطعاً نہیں۔

ارشاد: مبارک ہو۔

عرض حال: ذکر و مذکور سے بالکل غفلت سی رہتی ہے۔ کس طرح خیال رکھا کروں۔

ارشاد: قصد اً مذکور پر نظر قلبی اور ذکر قلبی ایک مرتبہ کر لیا۔ جب تک اس کی ضد یعنی نفی دل میں نہ آئے وہ ذکر ہی میں شمار ہوگا۔

عرض حال: اصلاح فرماویں۔ کیا کیا مرض بیان کروں۔ آپ کی دعاء و دوا کی اشد ضرورت ہے۔

ارشاد: دل سے دعاء کرتا ہوں۔ محتاج دعا: قمرالدین احمد (مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۵۳ء)

احقر مؤلف کی رائے میں بحیثیت مرشد و مصلح ہونے کے حضرت والاؒ کے تزکیہ نفوس یعنی سلوک و تصوف سے متعلق نسبت کا زیادہ ظہور حضرت قمرالدین احمد صاحب دامت برکاتہم کے ذریعہ ہوا ہے۔ جس قدر خلوص کے ساتھ وہ تواضع اور فنائیت اختیار کرتے ہیں اتنا ہی دلوں میں ان کی طرف کشش، محبت اور احترام بڑھتا ہے۔ چنانچہ اب محترمی اقبال قریشی صاحب کا اصلاحی تعلق بھی آپ ہی سے ہے۔ حالانکہ وہ خود مخدومنا حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مخدومنا حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز بیعت ہیں۔

جہاں تک یاد ہے احقر کو پہلی بار اس وقت آپ کی زیارت ہوئی جبکہ وہ حضرت مولانا حافظ عبدالحق صاحبؒ کے سابق مکان میں جو چوبارہ پر تھا کچھ کام کرنے تشریف لائے تھے۔ حضرت والاؒ وہیں تشریف رکھتے تھے اور خادم کچھ دیر پہلے

ہی کراچی سے حاضر ہوا تھا۔ اس وقت حضرت والاؒ خادم کو چائے وغیرہ پلا رہے تھے۔

آج کل حضرت سید قمرالدین احمد صاحب مدظلہ العالی جامعہ خیرالمدارس کے ناظم جائیداد ہیں۔ اور قیام خیرالمدارس ہی کے مکان میں مدرسہ کے احاطہ کے اندر ہے۔

ان کے بارے میں محترمی ماسٹر اقبال قریشی صاحب زید مجدہ نے جو تحریر فرمایا اب اس میں سے اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

''مدرسہ کی ترقی کے لئے شب وروز کوشاں رہتے ہیں۔ نہایت مخلص بزرگ ہیں۔ قلب ان کی سادگی سے خود بخود متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ناچیز کو چند باران کی زیارت کا موقع ملا ہے۔ سچ عرض کرتا ہوں دل یہی چاہتا ہے کہ مدرسہ کے کام سے متعلق ناظم صاحب یا کسی اور سے ہی کیوں بات نہ کرتے رہیں۔ خواہ مجھے مخاطب بھی نہ کریں مگر دل چاہتا ہے سارا دن ان کے پاس بیٹھا رہوں اور خاموشی سے ان کی گفتگو سنتا رہوں۔ عجیب قلبی کشش محسوس ہوتی ہے۔''

(اختصاراً اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ آا)

بنا کر دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت مولانا حافظ محمد عبدالوحید صاحب شہید حرم مکی رحمۃ اللہ علیہ

ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔ والد صاحب شیخ عبداللطیف مرحوم کراچی کے بڑے تاجر اور صنعت کار تھے۔ پہلے قائداعظم مرحوم کے مقبرہ کے سامنے کراچی میں رہائش تھی۔ پھر وہ راولپنڈی منتقل ہوگئے۔ احقر مؤلف سے ان کی ملاقات چند بار کراچی میں ہوئی اور ایک بار جب احقر راولپنڈی جانے والا تھا تو مولانا عبدالوحید صاحبؒ کے فرمانے سے پنڈی جا کر بھی ان سے ملا تھا۔

مولانا محمد عبدالوحید صاحبؒ کی ننھیال میں دینی رجحان غالب تھا۔ ان کے ماموں جناب شیخ محبوب الرحمٰن صاحب مرحوم حضرت حکیم الامتؒ کے مرید تھے۔ چنانچہ مرحوم نے کچھ ابتدائی دینی تعلیم اپنی والدہ مرحومہ سے حاصل کی۔

ابتدائی ملاقات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تقریباً ۱۹۴۴ء میں ہوئی۔ جبکہ مرحوم اور احقر مؤلف حضرت مفتی عبداللطیف صاحب مرحوم کے درس تفسیر میں مسلم یونیورسٹی کی جامع مسجد میں حاضر ہوتے تھے جو بعد نماز عصر ہوتا تھا۔ اور یونیورسٹی کی مجلس اسلامیات میں ملاقات ہوتی تھی۔ ایک بار حاضرین مجلس کو ایک دوسرے سے رابطہ رکھنے کے لئے دو دو افراد کے گروہ بنادیئے تھے۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ احقر مؤلف اور مولانا مرحوم کو ایک گروپ بنا دیا گیا۔ پھر ایک بار مختار صاحب جن سے غالباً مجلس اسلامیات میں ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ اور بعد میں وہ مخدومنا حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ عبدالوحید صاحب سے حضرت تھانویؒ کے مواعظ لے کر پڑھا کروں۔ اللہ تعالیٰ مختار

صاحب کو جزائے خیر دے۔ انہوں نے بھی راستہ پر لگانے کے لئے صحیح کام بتادیا۔ چنانچہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے مواعظ مولانا مرحوم سے لے کر پڑھتا رہا۔ یہ گویا حضرت حکیم الامتؒ سے عقیدت اور حضرت والاؒ سے تعلق کی تمہید ہوئی۔

شروع ہی سے مولانا عبدالوحید صاحب کی طبیعت بہت سیمابی تھی۔ بس یوں سمجھئے کہ بقول شاعر:

نہ برق ہیں نہ شرر ہم نہ شعلہ نہ سیماب　　　　مگر وہ ہیں کہ سدا اضطراب رکھتے ہیں

انٹر میں پڑھتے تھے۔ لیکن امتحان پاس نہیں کیا۔ بلکہ علی گڑھ ہی میں ایک بخاری عالم سے عربی پڑھنا شروع کر دی۔ پہلے انگلش ہاؤس میں رہتے تھے۔ (یہ یونیورسٹی کا ایک ہاسٹل تھا جہاں نوابزادے اور رئیس زادے رہتے تھے) پھر وہاں کی رہائش ترک کر کے شہر میں رہنے لگے اور اپنی والدہ مرحومہ کو بھی لے آئے تھے۔ انگلش ہاؤس کی چھوٹی سی مسجد کے امام جن کو ہم لوگ ''قاری صاحب'' کہتے تھے غالباً دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل اور حضرت تھانویؒ کے سلسلہ میں تھے۔ ایک دفعہ ان سے سنا تھا کہ حضرت خواجہ مجذوب صاحبؒ کبھی کبھی ننگے پاؤں چلتے تھے (شاید ان کے اتباع سنت کا تذکرہ تھا)

اس سے قبل کبھی اپنے والد صاحب کے ساتھ برطانیہ میں بھی ایک دو سال قیام کر چکے تھے۔ چنانچہ ان کے رسمی تعلیم کے مقابلہ میں انگریزی زبان کی استعداد کافی بہتر تھی۔

غالباً ۱۹۴۴ء میں جب احقر مؤلف انٹر (سال اول) کے امتحان سے فارغ ہوگیا تو ہم دونوں کو موسم گرما کی تعطیلات میں تجارت کی سوجھی اور مراد آباد سے مراد آبادی برتن چائے کے سیٹ وغیرہ خریدے اور نجیب آباد اور اس کے قریب چھوٹی سی ریاست ساہن پور کا چکر لگایا۔ مجھے پیچش ہوگئی، تو میں اپنے گھر چاند پور (ضلع بجنور) واپس آگیا۔ مولانا عبدالوحید صاحبؒ چند روز بعد چاند پور پہنچے تو معلوم ہوا کہ جس سوٹ کیس میں برتن وغیرہ تھے کسی کے پاس امانت رکھوایا، لیکن بعد میں وہ مکر گیا اور واپس کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ مجبور ہو گئے۔ مجھے بہت غصہ آیا۔ مولانا مرحوم معاف کرنے کی بات کر رہے تھے۔ میں اس کے خلاف تھا کہ ایسے مجرم کو معاف کیا جائے۔ چاند پور میں حضرت علامہ مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحبؒ تشریف فرما تھے۔ ان کے سامنے یہ معاملہ پیش کر کے انہوں نے پوچھا کہ ایسے شخص کو معاف کرنے پر ثواب ملے گا۔ انہوں نے فرمایا کہ ثواب ملے گا۔ غرضیکہ مجھے اس بارے میں قائل کر دیا۔ مولانا عبدالوحید صاحبؒ کا معمول ظلم کرنے والے کو معاف کرنے کا بارہا دیکھا۔ یہ بڑی اعلیٰ درجہ کی صفت اور اعلیٰ درجہ کا خلق ان کو عطا کیا گیا تھا۔ احقر کے والد صاحب نے ان کے یہ معاملات دیکھ کر فرمایا تھا کہ ولی اور کیسے ہوتے ہیں، بس ایسے ہی ہوتے ہیں۔

پاکستان آکر مولوی فاضل کا نصاب پڑھا اور علوم اسلامیہ میں بہت اچھی استعداد ہوگئی۔ پھر دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار جا کر داخلہ لیا۔ پہلے متوسط درجہ کی کتابوں میں داخلہ ملا۔ پھر اسی بے تابانہ طبیعت کی بناء پر دورۂ حدیث میں شریک کر لئے گئے۔ قیام حاجی خیسا بلڈنگ (نزد مردانہ میونسپل ہسپتال) کی اوپر والی منزل میں تھا۔ (جس کی نچلی منزل کے ایک مکان میں احقر نے بھی دارالعلوم سے تعلق کے زمانہ میں چند سال قیام کیا تھا) اور اسی مکان میں حضرت مولانا عبدالرشید

صاحب نعمانی اور مولانا قمرالحسن صاحب تھانوی جو اس وقت وہاں مدرس تھے قیام فرماتے۔ اس زمانہ میں دارالعلوم میں ان کے اساتذہ کرام مخدومنا حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوریؒ، مخدومی حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوریؒ اور حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی مدظلہ تھے۔ احقر ان دنوں جبکہ اردو کالج میں ایم۔ اے میں پڑھتا تھا، ایک روز کے لئے ٹنڈوالہ یار گیا تھا اور ان اکابر کے درس کے سماع سے مستفید ہوا تھا۔

وہ ایک سال قیام کے بعد ٹنڈوالہ یار سے واپس کراچی تشریف لے آئے۔ اور وقتاً فوقتاً ان سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ایک سال رمضان شریف میں چندروز مسجد طیب شکار پور کالونی میں ان کے ساتھ احقر نے بھی اعتکاف کیا تھا۔ ان کی صحبت سے احقر کو بہت فائدہ ہوا۔ انہوں نے احقر کو نصیحت کا حق ادا کر دیا۔ بالآخر انہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ شیخ کامل صاحب خیرالسوانح سے تعلق نصیب ہوا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ یہ احقر پر ان کا ایسا احسان ہے جو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی مکافات وجزائے خیر اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمائیں، (آمین)

جب اوائل ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ مطابق دسمبر ۱۹۵۲ء میں پہلی بار احقر حضرت والاؒ کی خدمت میں خیرالمدارس ملتان حاضر ہوا تو مولانا عبدالوحید صاحبؒ بھی حضرت والاؒ کی خدمت میں پہلے سے موجود تھے۔

جب احقر سندھ مدرسۃ الاسلام سیکنڈری سکول سرائے روڈ کراچی میں ٹیچر تھا اور وہیں کی جامع مسجد میں امام و خطیب بھی تھا اور وہیں مقیم تھا۔ ان دنوں احقر کے مکان پر مولانا عبدالوحید صاحبؒ کافی عرصہ صاحب فراش رہے۔ دق و سل کا مرض تھا۔ پھر لاہور گلاب دیوی ہسپتال میں داخل ہوئے۔ آپریشن ہو کر رفتہ رفتہ صحت بحال ہوئی۔ اس کے بعد بھی کچھ عرصہ لاہور میں ان کا قیام رہا۔ ان دنوں ان کے حالات میں تغیر بھی رہا۔ لیکن پھر شیخ کامل کا تعلق کام آیا۔ اور رجوع الی اللہ ایسا نصیب ہوا کہ پھر تو حضرت والاؒ کے مجاز بیعت وتلقین ہوئے۔

احقر نے ایک بار ملتان سے آتے ہوئے ان کے ماموں صاحب کے یہاں ۳۲۔ ڈنگری گراں بہاولپور میں تھی ان سے ملاقات کی تھی۔ اور وہ احقر کو اسٹیشن پہنچانے آئے تھے۔ احقر کا تعلق اس وقت دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار سے تھا اور اسی سال ایس ایم آرٹس کالج ٹنڈوالہ یار میں بھی بطور لیکچرار عربی (وغیرہ) ملازمت کر لی تھی۔ اس کالج میں رات کی شفٹ میں تعلیم ہوتی تھی۔

پھر موصوف اپنے والد صاحب کی لطیف کاٹن فیکٹری رینالہ خورد میں محاسب (اکاؤنٹنٹ) وغیرہ رہے۔ لیکن ان کی آزاد طبع اس کی متحمل کہاں ہوسکتی تھی۔ آخر رینالہ خورد کی ایک غیر آباد مسجد میں آئے اور وہیں بیٹھ رہنے کا ارادہ کیا۔ فرماتے تھے کہ میں اس ارادہ سے گیا ہی تھا کہ نماز کے بعد مجھے نمازیوں نے گھیر لیا کہ آپ اس مسجد کو آباد کریں۔ چنانچہ مسجد کی مرمت کرائی اور وہاں مدرسہ امدادالعلوم شروع کیا۔ لیکن ایک نئے مدرسے کی تاسیس اور اہتمام خصوصاً جبکہ پوری للّٰہیت اور خلوص سے ہو۔ یہ بڑے قوی توکل اور عزیمت کو مقتضی ہے۔ حضرت والاؒ سے مدرسہ چلانے کی مشکلات کا ذکر کیا۔ فرمایا کہ اہتمام کا تو

مادہ ہی ھم (فکر) ہے۔ بہرحال کافی عرصہ نباہا، اور مدرسہ کا ایک تبلیغی اجتماع یا ایک سے زائد اجتماعات بھی کئے، لیکن بعد میں مدرسہ کے بجائے خانقاہ جاری فرمائی اور ''خانقاہ وحید'' نام رکھا۔ قرآن مجید بھی حفظ کر لیا تھا۔ شاید رینالہ خورد قیام کے زمانہ ہی میں حفظ کیا ہوگا۔

پھر کراچی میں ملاقات ہوئی۔ اپنے خالو حفیظ ہوشیار پوری مرحوم کے یہاں انٹیلی جنس سکول کے سرکاری مکانات میں قیام تھا۔ انکی والدہ محترمہ کی وفات بھی اسی زمانہ میں ہوئی اور احقر کو فون سے اطلاع کی۔ چنانچہ ان کے یہاں جا کر تعزیت کی، اللھم اغفر لھا۔ اس کے بعد پی ای سی ایچ سوسائٹی میں ملاقات ہوئی۔ اس وقت احقر مؤلف سعودی عرب آنے کی فکر و کوشش میں تھا۔ اور مرحوم کو بھی حج کی خوب تاکید کی۔ کیونکہ خود بھی حرمین شریفین کی حاضری کا شوق تھا۔ احقر کے سعودی عرب آنے کے کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی مکہ معظمہ پہنچا دیا۔ وہاں ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ کچھ عرصہ بعد پاکستان واپس آ گئے، لیکن دوبارہ شرق اوسط کے بعض بلاد کی سیاحت و زیارت کرتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ قیام حرم شریف ہی میں رہتا تھا، کچھ عرصہ جیاد کی طرف ایک مختصر سا مکان کرایہ پر لے کر رہے، لیکن پھر ترک کر دیا اور اس کے بعد حرم شریف ہی میں قیام رہا۔

حرمین شریفین میں آب زمزم شریف کے جو کولر نظر آتے ہیں سب سے پہلے مولانا محمد عبدالوحید صاحبؒ نے اپنے پیسوں سے ایسا اور اتنا بڑا کولر حرم مکی شریف میں باب العمرہ کی طرف رکھوایا تھا۔

حرم شریف میں خوب عبادت کرتے تھے۔ نوافل میں کئی کئی پارے تلاوت کرتے تھے۔ اور طالبین اصلاح کی تربیت بھی خوب کرتے تھے۔ اپنے مسلک میں پختہ تھے۔ یعنی حضرت حکیم الامت تھانویؒ اور حضرت والاؒ کے نہایت درجہ معتقد و محب اور ہم مسلک تھے، اور پاکستان کے زبردست حامی اور محب تھے۔ لیکن جس طرح سوشلزم کے خلاف تھے اسی طرح اسلام کی ہدایات سے منحرف ہر نظام کے خلاف تھے۔ خواہ وہ مغربی جمہوریت ہو یا کچھ اور۔ خصوصاً مغربی جمہوریت اور الیکشن وغیرہ کی خرابیوں پر اور خالص اسلامی شورائی نظام جس کے قائل تھے اس پر بعض رسائل بھی تالیف کئے اور بعض اکابر علماء سے ان کی تائید بھی حاصل کی تھی۔ اور اس کے متعلق حضرت والاؒ کا ارشاد نقل کرتے تھے کہ فرمایا: ''تم (حق بات) کہتے جاؤ، کوئی سنے یا نہ سنے۔'' اور اس اعتبار سے نہایت وسیع القلب تھے کہ سب بزرگوں کا پورا احترام اور ان کی کما حقہ تعظیم کرتے تھے۔ چنانچہ ان سے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد اور محب حضرات اور تبلیغی جماعت والے حضرات سب ہی استفادہ و استفاضہ فرماتے تھے۔ اور ان کے احباب و مریدین عموماً ان کو ''میاں صاحب'' کہا کرتے تھے۔

حضرت المکرم ڈاکٹر سید محمد عبدالواحد صاحب دامت فیوضہٗ (خلیفہ مجاز بیعت سیدی مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خان صاحب و مخدومی حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہما) ان کے علم کے بھی معتقد ہیں، اور جس ستون کے آگے ان کی نشست ہوتی تھی اس کو اسطوانہ حافظ عبدالوحید کے نام سے موسوم کیا کرتے ہیں۔ یہ اسطوانہ باب عمرہ سے

میزابِ رحمت کی جانب قدیم ترکی عمارت حرم میں مطاف کے کنارے والے سرخ ستون کے عقب بڑا ضخیم استوانہ ہے جو باب المدینۃ المنورہ سے داخل ہو کر سیدھے مطاف کو آنے والوں کے داہنے ہاتھ کو واقع ہے۔

نگاہ بہت کمزور تھی۔ خصوصاً عبارات کو بہت کم نظر آتا تھا۔ دق وسل کے مرض کے زمانہ میں تیز دواؤں کے انجکشن لگتے رہے۔ چنانچہ ثقل سماعت کی شکایت بھی ہوگئی تھی۔ اس کے باوجود ان سے طالبین کو بہت نفع ہوا۔

نماز باجماعت کے سختی سے پابند تھے۔ سفر میں بھی اس کا اہتمام کرتے تھے۔ بہت مجاہدانہ مزاج تھا۔ لیکن اس کے ساتھ طبیعت میں بہت اعتدال اور اتباع سنت کا ذکر بہت ذوق وشوق سے کرتے تھے اور ذکر کے وقت عموماً یہ شعر پڑھتے تھے:

بفراغ دل زمانے نظرے بماہ روئے
بہ ازاں کہ چتر شاہی ہمہ روز ہائے ہوئے

غرضیکہ مرحوم بہت سے صفات محمودہ کے جامع تھے۔ یہ کتاب تو ان کے شیخ کامل کی سوانح ہے۔ یہاں ان کے مختصر تذکرہ میں ان کے اخلاق وکمالات کی تفصیل کا موقع نہیں۔ بس مختصر یہ کہ باوجود آزادی طبع اور جوش کے اعتدال اور حفظ حدود ان کی نمایاں خصوصیت تھی۔

یکم محرم ۱۴۰۰ھ کو باغیوں نے مسجد حرام میں جو فساد عظیم برپا کیا تھا اس کے بعد ان کے کسی معتقد نے جو پاکستان جا رہے تھے بیان کیا کہ لوگ مسعیٰ (صفا مروہ) کی طرف کسی راستہ سے اوپر بڑھ کر جالیوں وغیرہ میں سے باہر نکل رہے تھے۔ کیونکہ دروازے وغیرہ راستے سب بند کردیئے گئے تھے۔ نکلنے والوں سے مولانا عبدالوحید صاحبؒ نے پوچھا کہ حرم شریف کے اندر امن ہے یا باہر؟ خود کہا یا ان سے کہا گیا کہ امن کی جگہ تو حرم شریف ہی ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ اور حرم شریف کے اندر ہی واپس ہوگئے۔ کسی نے اس کے بعد ان کا کوئی حال نہیں بیان کیا۔ ظاہر ہے کہ باغیوں کے حملہ میں جبکہ فائرنگ ہو رہی تھی، کسی گولی کا شکار ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ان کے ماموں محترمی شیخ محبوب الرحمٰن صاحبؒ نے ملتان میں احقر سے بیان کیا تھا کہ مولانا عبدالوحید صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خالہ نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ آکر کہہ رہے ہیں "میں زندہ ہوں! میں زندہ ہوں!"

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ۔ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ہ

سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعاء فرمائی شہادت کی اور مدینہ میں منورہ ہی وفات کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاء قبول فرمائی۔ مجدد فاروقی یعنی حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے سلسلہ میں ایک صاحب سلسلہ صاحب خیر السوانح کے خلیفہ مجاز بیعت حضرت مولانا عبدالوحید صاحبؒ کو بھی اللہ تعالیٰ نے فاروقی سنت کا حصہ حرم مکی شریف میں

شہادت کے ذریعہ عطا فرمادیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ه

سر بوقت ذبح اپنا ان کے زیر پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

اس طرح محبوب حقیقی کے گھر کی چوکھٹ کے پاس اپنی جان کی قربانی پیش کردی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما کر مغفرت فرمائیں اور درجات بلند فرمائیں (آمین ثم آمین)

تتمہ: **ایک گرامی نامہ**

احقر مؤلف کے نام حضرت مولانا حافظ محمد عبدالوحید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک گرامی نامہ ان کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا احقر مؤلف کے پاس موجود ہے یہاں اس کی نقل کر کے محفوظ کرنے کو جی چاہا۔ چنانچہ درج کیا جاتا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از رینالہ خورد ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ (۵ ستمبر ۱۹۶۴ء)

صدیقی اللبیب و النجیب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کچھ دن ہوئے آپ کا خط ملا۔ خیریت معلوم ہو کر از حد مسرت وتسلی نصیب ہوئی۔ مسجد قریب التکمیل ہے۔ مکان اور کمرے معہ بجلی اور نلکا تیار ہیں۔ دس بارہ روز سے مخدومہ والدہ ماجدہ مدظلہا العالی تمام سامان سمیت مستقلاً یہاں تشریف لے آئی ہیں۔ وہ راضی ہوگئی ہیں۔ اور میں کوشاں ہوں کہ اس سال وہ اور میں حج بیت اللہ شریف سے مشرف ہو جاویں، آپ بھی دعاء فرماویں۔

روزانہ درس قرآن مجید اور تبلیغ وتلقین کا سلسلہ جاری ہے برکت وقبولیت کی دعاء فرماویں۔

عزیز رشیدہ سلمہا اللہ تعالیٰ کے حفظ قرآن اور تعلیم وتربیت کا معلوم ہو کر از حد مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماویں اور عمر دراز ونعمت دارین سے نوازیں۔ آمین ثم آمین۔

زہے نصیب! حضور والا مدظلہم العالی کی شرح بخاری شریف کی نقل نصیب ہوئی۔ جی ہاں [1] یہی تحریر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ آپ کا معیار بہت بلند ہے، ورنہ عربی ایسی خراب بھی نہیں۔ اور پھر مقصود تحصیل ہے نہ کہ عربی ادب۔ بے شک سوانح ضروری ہے (الخ) (یہ عبارت عرض مؤلف میں نقل ہو چکی ہے۔ آا)

''انسان اور خواہش'' کی طباعت کا انتظام نہ ہو سکا، سرمایہ نہیں۔ ویسے بھی نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

---

[1] احقر مؤلف نے غالباً حضرت والاؒ سے ان کی تحریر فرمودہ شرح بخاری شریف طبع کرانے کی درخواست کی تھی، جس پر حضرت والاؒ نے اپنی عربی صحیح نہ ہونے کا عذر فرمایا تھا۔ غالباً اس سلسلہ میں مشورہ کے جواب میں یہ تحریر فرمایا۔ (آا)

اس طرف بھی بارش بہت ہوئی۔

دل وجان سے دعاء کرتا ہوں، والسلام نعم الختام۔ احقر محمد عبدالوحید عفی عنہ

حضرت مولوی عبداللہ صاحب مرحوم

آپ کا تعلق بیعت حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے تھا۔ پندرہ سال تک حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے اصلاحی خط وکتابت فرمائی، جس کے بعد حضرت حکیم الامتؒ نے تحریر فرمایا کہ میں نے آپ کو زمرہ بیعت میں داخل کرلیا ہے۔ اس کے بعد آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے اور تقریباً چالیس دن حضرت حکیم الامتؒ کے پاس قیام کیا۔ حضرت حکیم الامتؒ کے وصال کے بعد آپ نے حضرت والاؒ سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا اور ایک بار ملتان حاضر ہوکر حضرت والاؒ کی زیارت وملاقات سے مشرف ہوئے۔ ورنہ چونکہ اکثر تقریباً ہر سال حضرت والاؒ مدرسہ حنفیہ جہلم کے سالانہ جلسہ پر تشریف لاتے تھے۔ مولوی صاحب وہیں حاضر ہوکر بوجہ پیرانہ سالی حضرت والاؒ سے شرف ملاقات حاصل کرلیتے تھے۔ نہایت متقی، پرہیز گار اور تہجد گزار تھے۔ سوائے سخت مجبوری کے آپ کی تہجد قضا نہ ہوتی۔ اگرچہ گاؤں کے امام تھے، لیکن امامت صرف تبلیغ اور دینی خدمت کے جذبہ سے کرتے تھے۔ اور اکل حلال کی خاطر نجاری کا پیشہ اختیار کررکھا تھا۔ اور فارغ اوقات میں یہی کام کرتے تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی مولوی محمد عالم صاحب تھا۔ آپ نے قرآن پاک ناظرہ اپنے والد ہی سے پڑھا تھا۔ اور ترجمہ قرآن پاک اور مشکوۃ شریف مولانا ولی محمد صاحب فاضل دیوبند ٹیچر اسلامیہ ہائی سکول جہلم سے پڑھا تھا۔

حضرت والاؒ کی حیات مبارکہ ہی میں آپ کا انتقال نومبر ۱۹۶۵ء میں ہوگیا تھا۔ ان کے انتقال سے چھ ماہ قبل حضرت والاؒ نے ان کو اجازت بیعت وتلقین بھی عطا فرمادی تھی۔ اللھم اغفرلہ رحمۃً واسعۃً (آمین)

حضرت صوفی بشیر احمد ہوشیارپوری مدظلہ العالی کچہری روڈ ملتان

نوٹ: حضرت صوفی بشیر صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں پروفیسر احمد سعید صاحب مدظلہ نے اپنے گرامی نامہ مورخہ ۵ جون ۱۹۷۰ء میں درخواست فرمائی کہ اپنے سوانح ارسال فرمائیے۔ حضرت صوفی صاحب مدظلہ نے اس گرامی نامہ کا جو جواب دیا اس کو نقل کرنے کو جی چاہا۔ نیز اپنے سوانح بھی تحریر فرمائے۔ چنانچہ یہ دونوں نقل کئے جارہے ہیں۔ انہوں نے احقر مؤلف کو اپنے سوانح کی جو فوٹو کاپی عطا فرمائی اس میں بہت سے الفاظ پڑھے نہیں جاسکے۔ لیکن اب صوفی صاحب مدظلہ کے صاحب فراش ہونے کی وجہ سے ان الفاظ کی تکمیل کے لئے ان سے عرض کرنا تکلیف مالایطاق کی درخواست ہوگی۔ اس لئے مجبوراً خود ہی تغییر یسیر (جیسے کچھ حذف یا اضافہ) سے کام لے کر اور کہیں اس طرح نقطے لگا کر (۰۰۰۰) یا سوالیہ نشان (؟) بنا کر چھوڑتے ہوئے باقی کی اندازاً تکمیل کرکے درج ذیل کیا جارہا ہے (آ)

گرامی نامہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ بجواب گرامی نامہ جناب پروفیسر احمد سعید صاحب مدظلہ

مخدومی ومحترمی جناب احمد سعید صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

والا نامہ شرف صدور لایا اور جی خوش ہوا اور بہت خوش ہوا کہ آپ نے ایک ایسے کام کا بیڑا اٹھایا ہے جو بہت اہم تھا۔ لیکن کم حضرات کو اس کی طرف توجہ تھی۔ کیونکہ حضرت تھانویؒ کے انوار کی فراوانی میں ان روشن چراغوں کی لو مدھم دکھائی دیتی تھی۔ اور خود ان حضرات میں فنا کی وہ شان تھی کہ اپنے پر کوئی نظر ہی نہ تھی۔ اور نہ اپنے حالات کو قلم بند کئے جانے کو درخور اعتناء سمجھتے تھے۔ اس لئے اس طرف آج تک کوئی قدم نہ اٹھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے اس جانب توجہ فرمائی۔ بقول حضرت مجذوب ان میں اکثر حضرات پر یہ قول صادق آتا ہے:

مجھے دیکھ آئینہ یار ہوں میں جلا کردۂ دست دلدار ہوں میں

ان حضرات کو قریب سے دیکھنے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ وہ شریعت مطہرہ کی زندہ تصویر تھے۔ ان کے افعال واقوال سے اسلام کی شان جھلکتی تھی۔ علم وعمل کا لطیف امتزاج ان کی حالت سے نمایاں تھا۔ وہ باہمہ دانی ہیچدانی کا مرقع تھے۔ وہ بوریہ نشینی میں مصروف بادیہ پیمائی تھے۔ وہ اسلام کا افراط وتفریط سے مبرا ایک دلکش پیکر تھے۔ ان حضرات کا اس دور پرفتن میں نظروں سے اوجھل رہ جانا باعث صد محرومی تھا۔ اب نگاہیں دیکھیں گی کہ اس طوفانی دور میں بھی ایسی ہستیاں موجود ہیں جو دنیا اور دین کو ساتھ ساتھ لئے جاتے ہیں اور دونوں میں تصادم کے وقت دین کو دنیا پر غالب کر دیتے ہیں۔ جب ان حضرات نے یہ کر کے دکھا دیا تو دوسروں کے لئے دین ودنیا کے مشعل راہ ثابت ہوں گے۔ ان حضرات کے ذکر خیر کے ساتھ اپنا تذکرہ چراغ مردہ کجا کا مصداق ہے۔ لیکن ان حضرات کے جوتوں میں جگہ مل جانا سریر شاہی سے کم نہیں۔ میخانہ تھانوی کے سرشاروں کے ساتھ ایک دردآشام کا منسلک ہونا اس کی انتہائی خوش نصیبی ہے۔

ع بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

اس لئے حضرت کے دریافت فرمودہ ارشادات کا جواب درج ذیل ہے:

خودنوشت سوانح حضرت صوفی صاحب مدظلہ

نام: بشیر احمد

والد کا نام: عالمگیر

مقام پیدائش: ہوشیار پور شہر، محلہ مسجد سنہری

تاریخ پیدائش: ۱۶ اگست ۱۹۰۲ء مطابق ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۲۰ھ

تعلیم: میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول ہوشیار پور سے ۱۹۱۹ء میں پاس کیا۔

۱۹۲۴ء میں منشی فاضل اور ۱۹۲۶ء میں پرائیویٹ بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔منشی فاضل کے امتحان کی تیاری کے لئے مولوی عزیز الدین احمد صاحب عظامی تلمیذ مولانا گرامی شاعر خاص نظام دکن کی صحبت نصیب ہوئی۔وہ دیوبند سے فارغ التحصیل تھے۔طبیعت میں محبت وانکساری تھی۔۔۔۔ بے لوث خدمت احباب کے خوگر تھے۔چنانچہ مجھے بھی منشی فاضل کا امتحان بغیر کسی معاوضہ کے پاس کرادیا۔دینی تعلیم کا کوئی موقع نہیں ملا۔صرف اہل علم حضرات کی خدمت میں رہنے سے دین کی قدرے عظمت ومحبت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادی۔

حضرتؒ سے تعلق کیسے پیدا ہوا؟ کس سن میں بیعت ہوئے :

حضرتؒ کی تصانیف دیکھ کر سب باتیں دل کو بھانے لگیں۔۱۹۲۶ء میں بی اے کا امتحان پاس کر کے حضرت والا سے اصلاح کے لئے خط وکتابت شروع کی۔کچھ عرصہ بعد حضرت والاؒ نے اصلاح کے لئے حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے سپرد فرمایا۔اور حضرت ہی کی سفارش پر تھانہ بھون میں غالباً ۱۹۲۹ء میں بیعت ہوا۔یہ احقر کی تھانہ بھون میں دوسری حاضری تھی۔

حضرت کی زندگی کے کس پہلو نے سب سے زیادہ متاثر کیا :

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم　　کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

بندہ آج تک اندازہ نہیں کر سکا کہ حضرت والاؒ کی کونسی ادا سب سے زیادہ بھائی۔جس زاویہ نگاہ سے بھی ان کو دیکھا ہر پہلو سے وہ دل وجاں کے لئے موجب جذب وکشش ہی ہوئے۔البتہ حضرتؒ میں فنا کی شان ان اوصاف خداداد سے تو ام عجیب دلکشی رکھتی تھی۔ایک مجلس میں احقر قریب ہی بیٹھا تھا، چہرۂ انور پر آثار غم قدرے نمایاں تھے۔آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔اور ایک آہ بھر کر فرمایا کہ اب تو یہی فکر لگا رہتا ہے کہ اللہ ایمان پر خاتمہ فرمادیں۔

حضرت سے پہلی ملاقات کب ہوئی:

حضرت والا کی خدمت میں پہلی حاضری غالباً ۱۹۲۸ء میں ہوئی۔حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے ہمراہ وہاں اجازت حاصل کر کے جانا ہوتا تھا، وہاں کی کیفیت کو مجذوب صاحب کیسے پیارے الفاظ میں بیان فرماتے ہیں :

مستیاں ہر سو برستی تھیں در و دیوار سے　　اور وہ کیفیتیں سو خم کے پیمانے میں تھیں

قیام تھانہ بھون کا کوئی واقعہ:

بقول حضرت مجذوب:

نہ بزم قیل و قال و گفتگوے　　کہ ایں بزم ست بزم دید روئے

میری حاضری اکثر حضرت والاؒ کی دید کے لئے ہوا کرتی تھی۔ بشرط عدم مخاطبت ومکاتبت۔مجھ جیسے کم استطاعت کو مخاطبت ومکاتبت کا کیا یارا تھا۔کبھی جب حضرت مصروف ہوتے جمال جہاں آرا کی سیر ہوتی اور پھر پاؤں کو دیکھتا

رہتا کہ ان کو کیا استقامت عطا ہوئی ہے۔ایک دن حضرت کے سامنے ہی بیٹھنے کا موقع مل گیا۔حضرت نے بہت ہنسایا۔ میں نے دل میں کہا کہ اے اللہ! آپ کا کس قدر احسان ہے کہ اگر ہم نے خرافات کی شمولیت ترک کی تو ایسے دربار میں پہنچا دیا جہاں اعلیٰ درجہ کا روحانی حظ میسر ہے۔ حضرت والاؒ نے تھوڑی دیر بعد مسکرا کر فرمایا کہ لوگ ناحق سینما وغیرہ میں جاتے ہیں۔ میرے پاس آ جایا کریں، میں کوئی کم ہنساتا ہوں۔

کتنی مرتبہ حضرت سے ملاقات ہوئی :

۱۹۲۸ء سے ۱۹۴۳ء تک تقریباً ہر سال تین چار مرتبہ سالانہ حاضری نصیب ہوتی رہی۔ دو تین مرتبہ تو ایک ایک ماہ کے قریب قیام رہا۔ باقی تقریباً ہفتہ عشرہ ٹھہرنا نصیب ہوتا رہا۔ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب نے علیحدگی میں فرمایا: ''بشیر تم بڑے خوش قسمت ہو۔تم نے حضرت والاؒ کو جی بھر کر دیکھ لیا۔'' میں نے عرض کیا کہ میں اس کو حق تعالیٰ کے انعامات میں سے سب سے بڑا انعام تصور کرتا ہوں۔ ورنہ یہ آنکھیں کہاں اس دولت کے لائق تھیں۔

چوبیس سال کی عمر میں حضرت والاؒ سے تعلق پیدا کیا۔ بہت سی امنگیں بی۔اے پاس کر کے دل میں سمائی ہوئی تھیں۔الحمدللہ سادہ وضع اختیار کر لی۔ داڑھی رکھ لی۔ اور سادگی میں امیری کے لطف حاصل ہوتے رہے۔غیر مشروع تقریبوں میں شمولیت ترک کر دی۔جس سے قلیل آمدنی میں بھی حق تعالیٰ نے کسی کا دست نگر نہیں فرمایا اور تمام امور میں ان کی امداد شامل رہی۔ کچہری کی ملازمت میں لوگ کوئی ناجائز خدمت کر جاتے تھے، جس پر ندامت ہوتی تھی۔حضرت والاؒ کی خدمت میں پہلی حاضری کی برکت سے اس سے پرہیز کی توفیق نصیب ہوئی۔ بطور کلرک ملازمت شروع کی تھی اور بطور سپرنٹنڈنٹ دفتر ڈپٹی کمشنر ۱۹۵۷ء میں پنشن پائی۔حضرت کے تعلق کے باعث افسران بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے رہے۔اور ملازمت میں بھی کسی سے تعلقات نہیں بڑھائے۔اور کام سے غرض رکھی۔اور حدود سے تجاوز نہ کرنے کی فکر دامن گیر رہی۔ اور کوتاہیوں پر استغفار کرتا رہا۔ ۳۸ سال کی ملازمت اللہ تعالیٰ نے عزت وآبرو سے پوری کرادی۔اور اب پنشن مل رہی ہے۔ اور بقول مجذوب: ''وہ اپنے گدھوں کو خشکہ کھلا رہے ہیں''

برادری کے اکثر لوگ رسومات کے پابند تھے۔احقر کی عدم شمولیت پر برادری والوں نے خردہ گیری کچھ عرصہ کے بعد ترک کر دی۔اور برادری کی تقاریب میں عدم شمولیت بہت سے گناہوں اور اخراجات سے بچنے کا سبب بنتی رہی ہے۔اور یہ سب حضرت والاؒ کے ارشادات پر قدرے عمل کی برکت ہے۔

متفرقات :

احقر شہر ہوشیار پور کی ککے زئی برادری سے تعلق رکھتا ہے۔ والد صاحب ڈی سی کے دفتر میں ملازم تھے۔مہتمم خزانہ کے رشتہ دار تھے۔ ۱۹۱۶ء میں دفعۃً انتقال فرما گئے اور چھ بچے چھوڑ گئے۔ بندہ اس وقت آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا۔اور

سب بچوں سے بڑا تھا۔ آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ والدہ محترمہ نے بہت محنت سے یہ بار برداشت کیا۔ میٹرک کرنے پر ۱۹۱۹ء میں اللہ تعالیٰ نے ڈی سی کے دفتر میں ملازمت کا سامان فرما دیا۔ پھر ملازمت کے دوران پرائیویٹ بی۔ اے کر لیا۔ اور آہستہ آہستہ ترقی کر کے بطور سپرنٹنڈنٹ پنشن ہوئی۔ ہوشیار پور کے قریب ہی شہر جالندھر تھا۔ وہاں حضرت مولانا خیر محمد صاحب مد ظلہ العالی خیر المدارس کے مہتمم تھے۔ ان کی خدمت میں حاضری ہوتی رہی۔ اور ان ہی کی سفارش سے حضرت والاؒ نے بیعت فرما لیا۔ اور تعلیم حضرت موصوف کے سپرد فرما دی۔ پھر چند مرتبہ حضرت کے ہمرکاب تھانہ بھون کی حاضری نصیب ہوتی رہی۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا بہت سے خادموں کے ساتھ تھانہ بھون حاضر ہوئے تو حضرت والاؒ اس وقت خانقاہ میں تشریف فرما تھے۔ آنے والوں کی تعداد کو دیکھ کر مزاحاً فرمایا کہ انجن تو چھوٹا ہے لیکن گاڑی بہت لمبی ہے۔

علم و عمل تو کچھ تھا ہی نہیں۔ صرف حضرت والاؒ کی زیارت کے شوق میں جب رخصت بن پڑتی وہاں چلا جاتا۔ مجلس عام میں حاضری کے بعد حضرت والاؒ کے خلفاء سے لپٹا رہتا۔ خصوصاً حضرت مجذوب صاحب، حضرت مولانا عبدالمجید صاحب، حضرت مولانا محمد حسن صاحب، حکیم عبدالخالق صاحب، حضرت مولانا خیر محمد صاحب، حضرت مولانا محمد شریف صاحب، حضرت مولانا شیر محمد صاحب۔ ان حضرات کی خدمت میں حاضری دیگر اوقات میں حضرت کی خدمت میں حاضری کے قائم مقام ہوتی تھی۔ پہلے پہلے جب کبھی قیام قلیل ہوتا تھا تو حضرت مجلس خاص میں حاضری کی اجازت دے دیا کرتے تھے جو عموماً صبح نو بجے سے گیارہ بجے تک ہوتی تھی۔ پہلے حضرت پانچوں وقت کی جماعت خود کرایا کرتے تھے۔ اور دن بھر زیارت کا جام وقف عام تھا۔

ابتداء میں احقر نے ہدیہ بھیجنے کی اجازت چاہی تو تحریر فرمایا کہ شناسائی قبول ہدیہ کی شرائط میں ہے، جو پائی نہیں جاتی۔ احقر نے عرض کیا کہ اصلاح کا تعلق تو حضرت مولانا خیر محمد صاحب سے ہے۔ حضرت والاؒ سے شناسائی کیسے ہو؟ فرمایا کہ کیا دریافت خیریت اور طلب دعاء کے لئے ۰۰۰۰ خط نہیں لکھ سکتے۔ جس سے شناسائی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ سال سوا سال تک پھر آٹھویں دسویں دن عریضہ لکھتا تھا۔ پھر دریافت پر فرمایا کہ اب شناسائی ہو گئی ہے۔ اور ہدیہ حسب اجازت بھیجنے کی اجازت فرمائی۔

ہدیہ میں سال بھر کی دعائیں حاصل ہوئیں۔ یہ تھا دربار دُربار اشرفی۔ پھر اس کے بعد جو تھانہ بھون حاضری ہوئی تو بعد ظہر مصافحہ کے وقت فرمایا کہ نماز کے بعد (یا نماز کے وقت) دیکھا تھا پہچان لیا تھا۔ اس پر جو مسرت ہوئی اس پر سو جان سے نثار۔[1]

نگاہ مست او بیگانہ وار است   مگر دزدیدہ نگاہی مے گسار است

مئی ۱۹۳۸ء میں حضرت والاؒ دانت بنوانے کے لئے لاہور تشریف لائے۔ بندہ اس وقت کچہری صدر ہوشیار پور

---

[1] اس شعر کا دوسرا مصرعہ اندازاً وزن صحیح کر کے لکھ دیا ہے، پورا شعر صحیح یاد نہیں۔ اور گفتہ مجذوب اور خیر السوانح حصہ دوم کی ورق گردانی کرنے کے باوجود نہیں مل سکا۔ (آ آ)

میں تعینات تھا۔ لاہور میں حضرت والاؒ کی تشریف ارزانی بے حد موجب انبساط ہوئی کہ اب تو انہوں نے خود پنجاب میں قدم رنجہ فرمایا ہے۔ اب شرف قدم بوسی کیوں حاصل نہ کی جائے۔ ساتھ ہی پتہ چلا کہ ملاقات کی بندش ہے۔ رخصت لے کر اس امید پر پہلے لاہور چلا گیا کہ جمعہ کو مسجد میں تو آئیں گے ہی، وہاں زیارت ہو جائے گی۔ الحمدللہ جمعہ میں زیارت کا موقع مل گیا۔ بعد نماز جمعہ قیام گاہ پر حاضر ہوا تو حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب نے مژدہ دیا کہ آپ کو ملاقات کی اجازت ہے۔ جب حاضری ہوئی تو مولانا مرتضیٰ حسن صاحب جو پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے فرمانے لگے کہ یہ تو اکثر خانقاہ میں آیا کرتا ہے۔ فرمانے لگے تب ہی اجازت دے دی ہے۔ پھر تو تین چار روز صبح شام اور دوپہر حضرت کی خدمت میں ایسے پاس بیٹھنے کا موقع ملتا رہا کہ گویا حضرت والا گھر آئے ہوئے ہیں۔ وہاں سے حضرت والاؒ کے ہمراہ امرتسر گئے اور رات کا کھانا حضرت مولانا محمد حسن صاحب کے در دولت پر حضرت کی معیت میں کھایا۔ حضرت مولانا محمد حسن صاحب اس مکان کو لاہور میں الاٹ شدہ بڑے مکان پر ترجیح دیا کرتے تھے کہ وہاں میرے شیخ کے قدم مبارک آئے ہوئے ہیں۔ لاہور سے واپسی پر حضرت والاؒ نے ایک رات جالندھر حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے مدرسہ میں قیام فرمایا۔ ہوشیار پور وہاں سے ۲۵ میل ہی تو تھا۔ احقر کی اہلیہ اور چند دیگر مستورات نے اصرار کیا کہ حضرت کی ایک نظر بھر زیارت ہو جائے۔ میں ان کو اس شرط پر جالندھر لے آیا کہ حضرت امرتسر کی گاڑی سے اتریں اسٹیشن پر زیارت کر لینا۔ لیکن جالندھر پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت تو پہلی گاڑی سے تشریف لا چکے ہیں۔ چنانچہ مجبوراً حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے، جہاں حضرت والاؒ فروکش تھے۔ حضرت والاؒ اس وقت حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے مکان پر بالائی صحن میں تشریف فرما تھے، اور حضرت کی مستورات جو بارہ میں چک کے پیچھے بیٹھی تھیں۔ حضرت مولانا نے میرے ساتھ آنے والی مستورات کو چوبارہ میں چلے جانے کی اجازت عطا فرما دی۔ جب وہ پاس سے گزریں تو حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے حضرت والاؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ مستورات ہوشیار پور سے زیارت کے لئے آئی ہیں۔ حضرت والاؒ اس کے بعد گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ وہاں تشریف فرما رہے۔ جب وہاں سے اٹھے تو فرمایا کہ جو مستورات ہوشیار پور سے آئی ہیں ان کو میرا اسلام کہہ دیں۔ یہ سن کر ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ یہ ہیں وہ حضرت تھانوی جن کو ناواقف سخت کہہ دیتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد حسن صاحب نے ایک مجلس میں فرمایا کہ میں نے خانقاہ کے دروازہ پر جلی حروف میں یہ لکھا ہوا خواب میں دیکھا کہ ''یہاں دل جوئی بھی ہوتی ہے اور دل شوئی بھی۔''

جالندھر میں حضرت والاؒ کی تشریف آوری کی خبر بجلی کی طرح اردگرد پھیل گئی۔ اور چاروں طرف سے مشتاقان دید کا ہجوم ہو گیا۔ میرے چھوٹے بھائی ڈاکٹر محمد نواز صاحب نکودر تحصیل جالندھر میں بطور انچارج ویٹرنیری ہسپتال تعینات تھے۔ وہ بھی حضرت کی روانگی کے وقت اسٹیشن جالندھر پر زیارت سے شاد کام ہوئے۔ احقر کی دو ہمشیرگان بذریعہ خط و کتابت حضرت سے بیعت ہوئیں۔ جس زمانہ میں حضرت خواجہ صاحب نے ''اشرف السوانح'' تالیف فرمائی اور بندہ جلد دوئم کا مطالعہ کر رہا تھا تو ایک سرکاری کام سے انبالہ جانے کا اتفاق ہوا۔ احقر نے حضرت والاؒ کو لکھا کہ آجکل اشرف السوانح جلد

دوئم زیر مطالعہ ہے۔اور جی چاہتا ہے کہ اڑ کر قدموں میں جا پہنچوں۔اب تو انبالہ سرکاری کام پر آرہا ہوں۔جی نہیں چاہتا کہ اتنا قریب آکر بلا زیارت لوٹ جاؤں۔ چار یوم کی حاضری کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ جواباً تحریر فرمایا: بسم اللہ آجایئے (یا فرمایا آجائیں)۔جن دنوں حضرت مرض الموت میں علیل تھے، دریافت خیریت کے لئے نیاز نامہ بھیجتا رہتا تھا۔ آخری گرامی نامہ میں تحریر تھا ''دعا کرتا ہوں، خیریت سے ہوں۔''اس کے نیچے خط کھینچ کر تحریر تھا کہ''اس کے بعد حضرت انتقال فرما گئے۔''

حضرت کے وصال کے بعد ایک مرتبہ قبر مبارک پر حاضری کا موقع ملا۔وہاں کی حاضری کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔کبھی محبت کے جذبات موجزن ہوجاتے،کبھی ہیبت طاری ہوجاتی۔ دیر تک اکیلا بیٹھا رہا اور یوں سرشار ہو کر اٹھا گویا حضرت کی مجلس سے اٹھ رہا ہوں۔

حضرت کے وصال کے بعد دو چار سال تک بڑی کثرت سے خواب میں زیارت نصیب ہوتی رہی۔ پھر تدریجاً کم ہوگئی۔اب بھی بحمد اللہ مہینہ دو مہینہ میں یہ دولت نصیب ہوجاتی ہے۔پانچ سال کے قریب کا ذکر ہے کہ ایک رات خواب میں تشریف لائے اور احقر کو بالکل قریب کھڑا کر کے کندھے پر دست مبارک رکھا اور فرمایا کہ مجھے ہوشیار پور والے کا انتظار تھا۔ اس کے چار پانچ روز بعد حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہم العالی نے اس ناکارہ سراپا تقصیر کو اپنے مجازین میں داخل فرمایا۔جس کے بعد احقر نے خواب کا ذکر حضرت مولانا سے کیا۔

میری غفلتیں اور کوتاہیاں اس درجہ کی ہیں کہ میں ہرگز اس زمرہ میں شمار ہونے کے اہل نہیں۔اللہ ہی ہیں جو میری ڈوبتی نیا کو کنارہ لگادیں۔وما ذلك على الله بعزيز۔

حضرت والاؒ کے بعد حضرت والاؒ کے مندرجہ ذیل خلفاء کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوتی رہی،اور ان کی دعائیں اللہ نے نصیب فرمائیں اور خصوصی توجہات سے نوازتے رہے۔

۱۔حضرت مجذوب صاحبؒ :

خانقاہ میں خصوصی توجہات اور لطف کی نگاہیں ڈالتے رہے۔حضرت کے وصال کے بعد جالندھر تشریف لائے تو وہاں بھی ہمراکابی نصیب ہوتی رہی۔اور امرتسر ساتھ گیا۔محبوب کی جدائی میں بے قراری قابل دید تھی۔روتے تھے اور رلاتے تھے۔اور خانقاہ میں حاضر ہونے والوں کو کس لطف و پیار سے دیکھتے تھے۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

۲۔حضرت مولانا محمد حسن صاحبؒ :

خانقاہ میں حاضری کے ایام میں شناسائی ہوئی۔حضرت کے وصال کے بعد تو بہت توجہ اور محبت فرمانے لگے میں دو ہفتہ کے قیام کے لئے امرتسر حاضر ہوا تو فرمایا کہ جو حضرت والاؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، بھلا میں ان کو کس برتہ پر

اپنے پاس ٹھیراؤں، اگر آپ آنے کے لئے اجازت مانگتے میں اجازت نہ دیتا اب آپ بلا اجازت آگئے ہیں آپ کی مرضی۔ خیر المدارس کے جلسہ میں ملتان تشریف لائے تو احقر کے مکان پر بھی قدم رنجہ فرمایا اور احقر کی اہلیہ کو شرف بیعت بخشا۔ جب کبھی لاہور آتا تو حضرت کی خدمت میں حاضری کا اشتیاق پورا کرتا۔ اور وہاں پہنچ کر تھانہ بھون کی مجلس کا نقشہ اور رنگ آنکھوں میں پھر جاتا۔ آپ کو حضرت والا سے والہانہ وہ محبت تھی کہ سننے والے سرشار ہو جاتے تھے۔

۳۔ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب بچھرایونیؒ :

خانقاہ اشرفیہ میں حاضری کے ایام میں واقفیت ہوئی۔ آپ کبھی کبھی خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ تھانہ بھون کے اسٹیشن پر احقر کو مخاطب فرما کر ایک شعر فرمایا جو آج تک یاد ہے:

محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دے گی
کسی سے دل کو تو اپنے لگا آہستہ آہستہ

۱۹۵۰ء میں جب احقر حج کے لئے گیا تو وہاں ایک واقف معلم کو خصوصی توجہ کی سفارشی چٹھی لکھی۔ جس کی وجہ سے خاصی راحت حاصل ہوئی۔ پاکستان بننے پر حضرت خانیوال تشریف لے آئے تھے، جو ضلع ملتان کی ایک تحصیل ہے۔ احقر ان دنوں کلکٹر کے دفتر میں ایچ۔ وی۔ سی تھا۔ اور دورہ پر اکثر خانیوال جانے کا اتفاق ہوتا تھا۔ اور حضرت کی ملاقات اور خصوصی توجہات نصیب ہوتی تھی۔ وصال سے ایک روز قبل حضرت مولانا خیر محمد صاحب اور احقر کو یاد فرمایا۔ بندہ حضرت کے ساتھ خانیوال گیا اور اس منتظر پیام یار سے آخری کلام ہوا۔

ع   خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

۴۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ العالی :

حضرت کے لطف و احسان کوئی کیسے بیان کرے۔ حضرت والاؒ کے دربار میں رسائی آپ کے قدموں کا صدقہ ہے، بیعت میں قبولیت ان کی سفارش کی مرہون منت، تھانہ بھون کی پہلی حاضری ان کی ہمرکابی کی رہین احسان، وہاں کے اکابرین کا تعارف اور توجہ ان کے طفیل۔ حضرت مولانا انور شاہ کاشمیریؒ کے در دولت پر وہ ساتھ لے گئے تھے۔ انکی محبت بھری چائے حضرت کی بدولت نصیب ہوئی۔ حضرت مہتمم قاری محمد طیب صاحب کی مہمانی میں شمولیت حضرت کے دم قدم سے میسر ہوئی۔ مدرسہ میں آمد و رفت سے جو بے شمار حضرات کی زیارتیں اور ملاقاتیں حصہ میں آئیں وہ سب حضرت کی برکت سے تھیں۔ ان کی عنایتیں اور اپنی غفلتیں اور جہالتیں جب خیال میں آتی ہیں تو گردن خجالت اور ندامت سے جھک جاتی ہے۔ دل سے دعائیں نکلتی ہیں کہ اے اللہ ہمیں بھی ان کی غلامی کے قابل بنانا۔ اور دنیا اور آخرت میں ان کی رفاقت ارزانی فرمانا اور حضرت کو تادیر خادموں کے سروں پر قائم رکھنا کہ تھانہ بھون کی ضیا پاشیوں کی یادگار پیش نظر رہے۔[1] پانچ سال کے قریب

---

[1] یہ تحریر پروفیسر احمد سعید صاحب کے گرامی نامہ مورخہ ۵ جون ۱۹۷۰ء کے جواب میں اور حضرت والا کے وصال سے قبل کی ہے، یعنی جون و اکتوبر ۱۹۷۰ء کے درمیان کی ہے۔ (آ)

ہوئے کہ حضرت نے اپنے مجازین کی فہرست میں اس ناکارہ کو داخل فرمالیا۔ اللہ ہی میری شرم رکھیں اور میری ڈانواں ڈول نیا کو کنارے لگادیں۔ ورنہ

میں بدی میں آپ ہوں اپنی مثال　　بدعمل بد نفس بد خو بد خصال

۵۔حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند:

حضرت کے مواعظ حسنہ سے اکثر مستفیض ہونے کا موقع ملا۔ تھانہ بھون جب تشریف لاتے تو جی بھر کے زیارت نصیب ہو جاتی۔ مدرسہ خیرالمدارس جالندھر اور ملتان میں عموماً شمولیت فرما کر وعظ اور قرات سے محظوظ ہونے کا شرف بخشتے رہتے۔ احقر ۱۹۵۵ء لغایت ۱۹۵۷ء ڈیرہ غازیخان دفتر ڈی سی میں سپرنٹنڈنٹ تعینات تھا اور حضرت کے داماد وہاں گورنمنٹ ہائی سکول میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ جن سے بہت مراسم تھے۔ حضرت سال میں ایک مرتبہ وہاں تشریف لاتے۔ وہاں حضرت سے طویل ملاقاتیں ہوتیں۔ ایک دن مع اہلیہ محترمہ غریب خانہ پر قدم رنجہ فرما کر مشکور و مسرور فرمایا۔ یہ تمام رعایت حضرت والاؒ سے تعلق کی بنا پر تھی۔ ملتان میں نواب زادہ افتخار احمد خاں ڈپٹی کمشنر نے حضرت کو چائے کی دعوت دی۔ یہ احقر بھی ہمرکاب تھا۔ دوران گفتگو ڈی سی صاحب نے دیوبندی اور بریلوی تنازعات کے متعلق یہ کہا کہ تالی تو دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ حضرت نے اپنا ایک ہاتھ تو اپنی جگہ برقرار رکھا۔ اور دوسرے ہاتھ کو دور سے لا کر اس کے ساتھ ٹکرادیا۔ اور فرمایا کہ ایسی صورت میں بھی تالی تو بج ہی جاتی ہے۔ تو ایک ہاتھ مجتنب ہی رہے۔ ڈی سی صاحب اس پر بہت خوش ہوئے۔ اب بھی جب کبھی پاکستان میں رونق افروز ہوتے ہیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو تادیر سلامت بکرامت رکھے۔

۶۔حضرت مولانا شیر محمد صاحب وحضرت مولانا حاجی محمد شریف صاحب:

یہ حضرات تو اپنے ضلع کے ہیں۔ اور احقر کے ساتھ دوستانہ مراسم رکھتے ہیں۔ یہ حضرات سراپا علم و عمل ہیں۔ اور احقر سراپا قال۔ اللہ تعالیٰ ان کے طفیل اس قال کو مبدل فرمادیں۔ پاکستان بننے پر یہ حضرات (گوجرہ؟ ضلع ملتان تشریف لے آئے۔ اور اکثر ان کی ملاقات اور زیارت نصیب ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیوض کو تادیر قائم رکھیں۔ احقر بھی چند مرتبہ ان حضرات کے ہمراہ تھانہ بھون گیا۔ اور اب بھی ان کی ملاقات ہو جاتی ہے تو وہاں کی کیفیتوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

چاہتا ہے دل وہی کیف آفریں ماحول پھر　　وہ بہاریں اب کہاں جو ہائے میخانے میں تھیں
مستیاں ہر سو برستی تھیں در و دیوار سے　　اور وہ کیفیتیں سو خم کے پیمانے میں تھیں

(افسوس ہے خیرالسوانح کی تکمیل کے وقت حضرت صوفی بشیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ انتقال فرما چکے ہیں۔ شعبان ۱۴۲۱ھ میں وفات ہوئی۔ اللھم اغفر لہ و ارحمہ رحمۃ واسعۃ و ادخلہ جنۃ النعیم (آمین ثم آمین)

احقر آفتاب احمد عفی عنہ

(ترجمۃ المؤلف بھی یہی ہے[1])

(انبالہ شہر سے مدینہ منورہ تک ....اب جنت البقیع کا انتظار ہے)

نوٹ: عرض ہے کہ احقر مؤلف مؤرخ نہیں ہے کہ کسی کے سوانح لکھے تو روشن و تاریک پہلو سامنے لائے۔اس کے برعکس شریعت مطہرہ تو جہر بالسوء کو منع کرتی ہے۔اور یہ بات طبیعت کے بھی خلاف ہے کہ اپنے عیوب سامنے لائے جائیں۔پھر تاریک پہلو سامنے لانے اور عیوب ظاہر کرنے کے کئے کیا شے باعث ہوسکتی ہے۔اس لئے یہی قصد ہے کہ اپنا کوئی عیب ظاہر نہ ہونے دیا جائے بلکہ صرف روشن پہلو سامنے لائے جائیں۔کیونکہ اگر کوئی خوبی پائی بھی گئی تو وہ ہرگز اپنا کمال یا اپنی خوبی نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔اس لئے اس میں ذرہ برابر بھی فخر یا ناز کی بات نہیں، البتہ شکر جتنا کیا جائے کم ہے۔البتہ کوئی غلطی کوتاہی تقصیر اس لئے بیان میں آجائے کہ اس سے احتیاط رکھنے کا خیال پیدا ہو۔تو وہ اپنی اور دوسروں کی اصلاح کے لئے مفید ہوسکتا ہے۔یہ اور بات ہے اور ایک معروض بھی ہے کہ اگر بندہ کی کسی بات سے حسن ظن پیدا ہو تو یہ دعاء فرمادی جائے تو احسان ہوگا کہ جیسا ہمارا نیک گمان ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بھی بہتر بنادے اور اپنا مقبول بندہ بنالے۔اور مغفرت ورحمت اور کرم واحسان کا معاملہ اپنے فضل سے فرمائے (آمین ثم آمین)

اب اپنے مختصر حالات پیش خدمت کئے جاتے ہیں۔

نام: آفتاب احمد ہے۔پہلے منصور احمد نام رکھا گیا تھا۔بروایت ہمشیرہ وسطیٰ معلوم ہوا کہ بڑے بھائی عثمان احمد صاحب مرحوم کے مشورہ سے نام تبدیل کیا گیا۔

ددھیال: آفتاب احمد بن حافظ اقبال احمد بن نبی بخش بن الٰہی بخش بن محمد مہتاب بن دوست محمد

نھیال: آفتاب احمد بن شبیر النساء بنت کریم بخش

تاریخ ولادت: ۱۲۷ اکتوبر ۱۹۲۴ء (مطابق ۲۷ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ) بروز دوشنبہ ساڑھے گیارہ بجے دن۔

جائے ولادت: انبالہ شہر مشرقی پنجاب

آبائی وطن: چاند پور سیاؤ ضلع بجنور، یو۔پی (ہندوستان)

خاندانی حالات

داداصاحب مرحوم: دادا نبی بخش مرحوم جیل کے داروغہ تھے اور سنا ہے قیدیوں کے ساتھ ان کا سلوک رحمدلانہ تھا۔والدہ مرحومہ سے سنا تھا کہ بعض دفعہ وہ گھر سے عمدہ کھانا پکوا کر قیدیوں کو کھلاتے تھے۔

---

[1] یعنی مختصر سوانح بحیثیت یکے از منتسبین حضرت والاؒ اور بحیثیت مؤلف خیر السوانح (آ۔ا)

والد صاحب حافظ اقبال احمد مرحوم: آبائی وطن چاند پور تھا۔ لیکن وطن چھوڑ کر انبالہ شہر میں آباد ہو گئے تھے۔ پھر جب احقر چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا تو انبالہ شہر چھوڑ کر واپس چلے گئے اور احقر کو بورڈنگ ہاؤس میں داخل کرا دیا گیا تھا۔ (کیونکہ احقر کو اپنا اسکول چھوڑنا گوارا نہ تھا)۔ حافظ قرآن تھے اور اردو کے اچھے منشی تھے۔ مختلف وکلاء کے پاس کام کیا۔ اردو میں قانون کی کتابیں بھی رکھتے تھے۔ اور قانون سے کافی واقفیت ہو گئی تھی۔ علماء اور بزرگان دین کا احترام کرتے تھے۔ اور ادب کی تاکید کرتے تھے۔ اگرچہ بریلوی علماء متبدعین سے ملتے تھے۔ لیکن چاند پور میں حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں احقر کو ساتھ لے گئے تھے۔ اور ایک بار حضرت والاؒ نے والد صاحب مرحوم کو دارالعلوم کراچی (نزد کورنگی) میں شرف زیارت بخشا تھا۔ (اس کی کچھ تفصیل باب ۱۲ اسفار کے ذیلی عنوان سفر حج اول کے تحت آ چکی ہے۔) بریلوی علماء کو دیکھ کر کہتے تھے کہ عالم ہونا اور بات ہے، اللہ والا ہونا اور بات ہے۔ (احقر کا غالب گمان ہے کہ ہمارے علماء ربانیین کی زیارت بہت کم کی۔ اگر بکثرت ان کی زیارت کرتے تو اس سے مختلف رائے ہوتی) ان کی بیاض میں ایک پرچہ ملا جس میں والد صاحب نے حضرت تھانویؒ کی کسی تالیف اور حضرت میاں اصغر حسین صاحب کے مفید الوارثین کے تالیف فرمانے کا ذکر اچھے انداز میں کیا ہے۔

انبالہ میں حضرت سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمت و مغفرت سے مالا مال فرمائے (آمین ثم آمین) پاکستان آ گئے تھے۔ کراچی میں بڑے بھائی عرفان احمد صاحب کے گھر ۳۱ دسمبر ۱۹۵۷ء ۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ بروز سہ شنبہ وفات ہوئی اور ائیر پورٹ کے قریب جہاں سے ڈرگ کالونی کو سڑک جاتی ہے وہاں لب سڑک قبرستان میں دفن کیا گیا۔ قبر کی کوئی نشانی پہچان کے لئے نہیں ہے۔

دادی صاحبہ مرحومہ اور دادا صاحب کی اولاد، احقر کے تائے اور پھوپھیاں:

دادی صاحبہ افضل النساء خانم مرحومہ مغلیہ شاہی خاندان سے تھیں اور جنگ آزادی ۵۸-۱۸۵۷ء میں انہوں نے لال قلعہ دہلی سے بھاگ کر اپنے بڑوں کے ساتھ چاند پور میں کہیں پناہ لی ہوئی تھی۔ دادا صاحب مرحوم کی وہ دوسری اہلیہ تھیں۔ ان کی اولاد یعنی احقر کے تائے اور پھوپھیوں کا مختصر حال حسب ذیل ہے:

سب سے بڑے تایا محمد جعفر تھے۔ ان کا انتقال انبالہ شہر محلہ بندھا میں ہوا۔ اس وقت (یعنی ۳۷-۱۹۳۶ء میں) احقر چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا۔ ان سے چھوٹے تایا محمد صادق جو دہلی میں تھے ان کا انتقال اس کے بہت بعد ہوا۔ ان کو تقریباً ۴۱ء دیکھا ہے جب احقر آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ اور تائی مرحومہ کے انتقال پر والد صاحب دہلی گئے تو میں بھی گیا تھا۔ ان سے چھوٹے تایا مقبول احمد مرحوم تھے۔ ان کے انتقال کی خبر تایازاد بھائی احمد حسین صاحب نے لاہور سے دی۔ جبکہ احقر گولیمار کراچی میں مقیم تھا۔ یہ تقریباً ۴۸ء اور ۵۰ء کے درمیان کی بات ہے۔ ہماری پھوپھیاں دو ہی یاد ہیں، عائشہ اور بسم اللہ۔ ان دونوں کو صرف ایک بار عرفان بھائی کی شادی میں چاند پور میں دیکھا تھا۔ یہ تقریباً ۴۲ء کی بات ہے۔ ان میں ایک یا

دونوں ہی لکھنؤ رہتی تھیں۔ والد صاحب مرحوم کی بیاض میں دواور پھوپھیوں کبیر النساء اور مبارک النساء کے نام بھی ان کے لکھے ہوئے شجرہ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے، آمین ثم آمین۔

ناناصاحب مرحوم : ہمارے نانا کریم بخش صاحب مرحوم تھانیدار تھے۔ ان کے حالات کچھ زیادہ معلوم نہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے، آمین۔

نانی صاحبہ مرحومہ : اجداد وجدات میں صرف نانی صاحبہ مرحومہ کو احقر نے بچپن میں دیکھا، جبکہ وہ ہمارے گھر انبالہ شہر میں آئی تھیں۔ اس کے بعد بھی بار ہا دیکھا۔ واجد ماموں مرحوم کے گھر بھی اور ماموں وخسر حامد حسن صاحب مرحوم کے گھر بھی ان کا انتقال احقر کے نکاح کے بعد تقریباً ۱۹۴۵ء میں ہوا۔ اللھم اغفرلھا (آمین)۔

والدہ صاحبہ مرحومہ : اردو پڑھ لیتی تھیں، اور اردو میں دینی کتب شوق سے پڑھتی تھیں۔ جب تک صاحب فراش نہیں ہوئیں نماز وغیرہ کے علاوہ سورۂ یٰسین وغیرہ تلاوت کرنے کی بھی عادت تھی۔

۱۵ نومبر ۱۹۵۰ء بروز چہارشنبہ بمطابق ۴ صفر ۱۳۷۰ھ کو احقر کے مکان پاک کالونی کراچی میں وفات ہوئی۔ اور انجمن مسلمانان پنجاب کے قبرستان واقع ریکسر میں دفن ہوئیں (یعنی لارنس روڈ، (نشتر روڈ) پر پاکستانی کوارٹرز کے پاس سے گزرتی ہوئی سڑک جو نالے میں سے جاتی تھی۔ اس نالہ کے پار کچھ علاقہ ریکسر کہلاتا ہے، وہاں بائیں ہاتھ کو یہ قبرستان ہے، وہاں دفن ہوئیں) اللھم اغفرلھا مغفرة ظاهرة و باطنة لا تغادر ذنبا و ارحمها رحمة واسعة (آمین ثم آمین)

ناناصاحب مرحوم کی باقی اولاد، ماموں اور خالائیں : ان کی اولاد میں والدہ صاحبہ مرحومہ کے علاوہ دو خالائیں یاد ہیں۔ ایک خالہ محمودہ یا محمودن مرحومہ جن کو مودی خالہ کہتے تھے۔ دوسری رشیدن خالہ مرحومہ جو تائی بھی تھیں اور تایا مقبول احمد مرحوم کے نکاح میں تھیں، ماموں چار تھے۔ سب سے بڑے حامد حسن مرحوم (جو احقر مولف کے خسر بھی تھے) دوسرے عابد حسن مرحوم، تیسرے زاہد حسین مرحوم اور سب سے چھوٹے واجد حسین مرحوم تھے، اللھم اغفرلھم (آمین)

بھائی بہنیں : احقر کے بھائی عثمان احمد صاحب مرحوم ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر تھے۔ ان کا انتقال میرے جدہ میں سفارت خانہ کی ملازمت کے دوران ہوگیا تھا، ۱۹۷۵ء میں جدہ آیا۔ اس کے دو سال بعد پاکستان گیا تو ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ ان کی طبیعت میں جہاد کا جذبہ بہت تھا۔ بظاہر اس کا صلہ یہ ملا کہ پشاور میں (جہاں ان کے داماد ائیرفورس کی سیکرٹریٹ میں تھے) ائیرفورس کے مجاہدین کے قبرستان میں غالباً شہداء کی قبروں کے پاس دفن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو مغفرت ورحمت سے مالا مال فرمائے (آمین ثم آمین)۔ ان کے بعد سب سے بڑے بھائی عرفان احمد صاحب کراچی میں ریٹائرڈ زندگی ضعیف العمری کی حالت میں گزار رہے ہیں۔ سب بھائی بہنوں میں ان کی دینی حالت بہت غنیمت ہے۔ ان کے بعد اوصاف احمد صاحب پاکستان نیوی کے ریٹائرڈ کیپٹن لندن میں رہتے ہیں۔ دو بہنیں عرفان بھائی اور اوصاف بھائی کے درمیان ہیں۔ وہ دونوں ریٹائرڈ اسکول ٹیچر ہیں۔ پی ای سی ایچ سوسائٹی کراچی میں رہتی ہیں۔ تیسری مجھ سے بڑی اور اوصاف بھائی سے چھوٹی پہلے

پاکستان میں اسکول ٹیچر تھیں، پھر لندن میں پاکستانی سفارت خانہ میں ملازمت کی۔ اب کبھی لندن اور کبھی سان ڈایگو کیلی فورنیا امریکہ میں بیٹے کے پاس رہتی ہیں۔ کئی حج اور بہت عمرے کئے۔ خصوصاً مدینہ منورہ کی زیارت کا بہت شوق ہے سب بھی بہنوں کے احقر پر بہت احسانات ہیں، مگر وہ ظاہر کرنا پسند نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے اور سب کو ہدایت دے اور عافیت وصلاح وفلاح دارین نصیب فرمائے (آمین ثم آمین)

طفولیت اور ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم:

اردو کا قاعدہ غالباً گھر پر ہی والدین سے پڑھا ہوگا۔ اور گھر پر چند مختصر سورتیں بھی پارۂ عم کی پڑھی ہوں گی۔ اس کے بعد مسلم ہائی سکول انبالہ شہر کے شعبہ پرائمری کی پہلی پکی جماعت میں داخل ہوا۔ اندازاً یہ ۱۹۲۳ء ہوگا۔

اردو کا قاعدہ اور پہلا سبق:

پہلی جماعت کے اردو کے قاعدہ کے سرورق پر شاہ برطانیہ جارج پنجم کی تصویر تھی۔ تا کہ شروع ہی سے انگریزوں کی غلامی ذہن نشین ہو جائے۔ دوسرے جو سبق ان دنوں ہو رہا تھا اس میں شروع ہی میں تھا ''بھڑ کو نہ مارو''۔ یعنی انگریزی تعلیم کے اسکولوں میں شروع ہی سے یہ تعلیم تھی کہ موذی کو نہ مارو۔ (اور لاکھوں انسانوں کو ایٹم بم، یا ئیڈرجن بم اور زہریلی گیس سے ہلاک کردو جن میں عورتیں، بوڑھے اور معصوم بچے بھی ہوں)۔ اس کے مقابلہ میں تعلیم الاسلام کا قاعدہ تالیف حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ تو مشہور ہے لیکن اس سے قبل پڑھانے کے لئے احقر نے ''تعلیم الاسلام کا قاعدہ'' (مولفہ حضرت مفتی صاحبؒ) بھی دیکھا ہے (جو تاج کمپنی نے شائع کیا تھا) وہ قاعدہ یا بہشتی زیور حصہ اول کے شروع میں جب بچہ اردو کے جملے پڑھنا سیکھتا ہے، اس کے لئے جو جملے ان میں دیئے گئے ہیں ان کو دیکھنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ شروع ہی سے بچے کے اخلاق وعادات اور عقائد کے لئے کیا تعلیم دی جارہی ہے۔ کاش! اس طرف ماہرین تعلیم جدید بھی کچھ توجہ فرمائیں۔

نصاب تعلیم:

البتہ اس بات کا اعتراف کرنا چاہئے کہ انگریزوں کے دور حکومت میں بھی (جب احقر کی طفولیت کا زمانہ تھا اور پرائمری سکول میں پڑھتا تھا، اس وقت) دوسری جماعت کے نصاب میں ایک کتاب ''دبستان اخلاق'' بھی تھی۔ جس میں تمام تر مسلمانوں کی اصلاحی، اخلاقی حکایات وغیرہ تھیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ کتاب خصوصاً مسلم ہائی سکول کے بچوں کے لئے مقرر کی گئی ہو، کیونکہ یہ اسکول انجمن اسلامیہ کے زیر انتظام تھا۔ اور احقر جب چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا یعنی تقریباً ۱۹۳۶ء ۔۳۷ میں، اس وقت بھی اردو درسی کتاب کا تقریباً نصف اول حصہ دینی مضامین پر مشتمل تھا۔ اس میں کچھ سیرت رسول اکرم ﷺ کا حصہ تھا۔ اور ائمہ اربعہ (فقہاء مجتہدین) کا بھی ذکر تھا۔ اور تقریباً ہمیشہ اردو کتاب حمد باری تعالیٰ اور اس

کے بعد نعت نبی ﷺ سے شروع ہوتی تھی۔ دراصل گو حکومت انگریزی تھی، لیکن مسلمانوں میں دینی شعور اس وقت تک اتنا بیدار تھا کہ نصاب تعلیم میں اگر ایک طرف انگریزی تعلیم کے ذریعہ بگاڑنے کا سامان تھا تو دوسری طرف دین سے واقفیت کا بھی حصہ تھا۔ افسوس ہے سیاسی آزادی ملنے اور پاکستان بننے کے بعد ہمارا نصاب تعلیم غلامی کے دور سے بھی زیادہ دین و عقائد صحیحہ اور اخلاق فاضلہ کی تعلیم سے دور کرنے والا ہے۔ کاش ذمہ دار ماہرین تعلیم حضرات میں سے دین کا کچھ درد رکھنے والے اس طرف بھی کچھ توجہ فرمائیں۔

مغلو شاہ:

کوئی سن رسیدہ سفید ریش بزرگ تھے، جو ہمارے گھر کبھی کبھی آتے تھے۔ کوئی بیمار ہوتا تو وہ کچھ دعاء وغیرہ پڑھ کر دم کر دیتے تھے اللہ تعالیٰ شفا عطا فرماتا تھا۔

تیلیوں والی مسجد:

محلہ چاہ بار وانبالہ شہر کے مکان میں ہوش سنبھالا۔ گھر کے سامنے ہی مسجد تھی جس کو تیلیوں والی مسجد کہتے تھے۔ اس مسجد کے امام حافظ خوشی محمد صاحب احقر کے بڑے بھائی عرفان احمد صاحب کے ملنے والے تھے۔ ہمارا مکان ٹاہن ہاؤس کے متصل تھا۔

بچپن میں دینی مطالعہ:

بچپن میں جب غالباً چوتھی جماعت میں تھا اور اردو پڑھ لیتا تھا، والد صاحب کسی صاحب سے عاریتاً اردو ترجمہ حدیث شریف کی بعض کتب لے آئے تھے۔ جن کو والدہ صاحبہ بھی پڑھا کرتی تھیں اور میں بھی پڑھا کرتا تھا۔ ان کتب میں سے ایک میں احوال و اہوال قیامت کا بھی تذکرہ تھا۔

بچپن میں ایک خواب:

شاید کبھی اسی زمانہ میں بچپن میں خواب میں چاند دیکھا، اور اپنے ہاتھوں پر دھبے دیکھے۔ اور یہ سمجھا کہ چاند نبی کریم ﷺ ہیں اور آپ کی برکت سے ہاتھوں کے دھبے (جن کو گناہ سمجھا تھا) دھل رہے ہیں۔

چوتھی جماعت:

اسکول کے شعبہ پرائمری میں چوتھی جماعت کے ماسٹر ایک بوڑھے آدمی مسمی غلام عباس تھے۔ شعبہ پرائمری کی شاخ نمبر ۲ کا نہ معلوم کیسے پتہ چلا ہوگا، وہاں پرائمری کے ہیڈ ماسٹر محمد حسین صاحب مرحوم کے دفتر میں ایک بورڈ لگا ہوا دیکھا، جس میں پرائمری کے مقابلہ کے امتحان میں ممتاز کامیابی حاصل کرنے والے ان طلباء کے نام لکھے تھے جن کو وظیفہ ملا تھا۔ غرضیکہ از خود پرائمری شاخ نمبر ۲ میں جانا شروع کر دیا۔ پھر والد صاحب نے باقاعدہ وہاں نام درج کرا دیا۔ چوتھی جماعت

کے پہلے سال میں آبائی وطن چاند پور جا کر چند ماہ رہنا ہوا۔ جس سے پڑھائی کا حرج ہوا۔ اور اس سال وظیفہ کے لئے مقابلہ کا سرکاری امتحان نہیں دیا۔ ایک سال اور چوتھی جماعت میں لگایا اور وظیفہ ملا جو چار روپے ماہانہ آٹھویں جماعت تک ملتا رہا۔

حضرت سائیں توکل شاہ صاحبؒ کا مزار اور مسجد:

شاخ نمبر۲ پرائمری اسکول سے حضرت سائیں توکل شاہ صاحبؒ کا مزار اور مسجد قریب تھی۔ چوتھی جماعت میں پڑھنے کے دوران اسکول کے اوقات میں ظہر اور عصر کی نماز اکثر اس مسجد میں پڑھتا اور کبھی جمعہ بھی وہاں پڑھتا۔ اور وہاں قرآن مجید کا مکتب بھی تھا۔ وہاں جا کر پارہ عم کی مختصر سورتیں بھی پڑھنے لگا۔ وہاں جو قاری صاحب تھے انہوں نے تجوید سے سورتیں صحیح پڑھائیں، اور ایک بار سپارہ گھٹنے پر رکھا تو انہوں نے منع فرمایا۔ اور کچھ ایسا بھی فرمایا کہ اسکول میں پڑھنے کی وجہ سے میں نے ایسا کیا (یعنی اسکول میں عموماً ادب نہیں سکھایا جاتا) جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء، اللھم اغفرلہ وارحمہ (آمین) یہ بھی یاد ہے کہ اس دوران سورۂ مزمل بھی حفظ کر لی تھی۔

حضرت سائیں توکل شاہ صاحبؒ کی والد صاحب مرحوم نے زیارت کی ہے اور حضرت تھانویؒ سے حضرت سائیں صاحبؒ کی ملاقات کا ذکر اشرف السوانح میں ہے۔

پانچویں جماعت:

پرائمری پاس کر کے پانچویں جماعت میں داخلہ ہوا، جہاں ہائی اسکول کی عمارت میں تعلیم ہوتی تھی۔ اور ڈیسکوں پر نشست ہوتی تھی، اور انگریزی کی ابتداء تھی، اس سے قبل میں کہتا تھا کہ انگریزی نہیں پڑھوں گا، اس سلسلہ میں مجھے سمجھایا گیا اور عرفان بھائی کے ایک جاننے والے نیاز صاحب بھی سمجھانے والوں میں تھے۔ (ہمارے گھر اور مسجد کے قریب ان کی لکڑی کی ٹال تھی) انہوں نے سمجھاتے ہوئے یہ بھی کہا کہ کیا مولانا محمد متین صاحب نے انگریزی نہیں پڑھی۔ (حضرت مولانا متین خطیب مرحوم دارالعلوم کراچی میں بہت عرصہ ناظم یا نائب ناظم رہے، اور حضرت مولانا محمد مبین صاحبؒ (تلمیذ حضرت شیخ الہندؒ) کے فرزند تھے۔ حضرت مولانا محمد مبین صاحبؒ اسکول کے متصل جامع مسجد میں انجمن اسلامیہ کی طرف سے امام و خطیب مقرر تھے۔ اور حضرت مولانا محمد متین صاحبؒ بھی کبھی ان کی جگہ تقریر کرتے تھے۔ وہ خود غالباً انبالہ چھاؤنی کی کسی مسجد میں امام و خطیب تھے)۔

بورڈنگ ہاؤس میں داخلہ:

جب میں پانچویں سے چھٹی جماعت میں آیا تو والدین انبالہ سے چاند پور منتقل ہو گئے تھے، اور مجھے بورڈنگ ہاؤس میں داخل کر دیا گیا۔ اس وقت میری عمر تقریباً تیرہ چودہ سال ہوگی۔ یہ بورڈنگ ہاؤس جو سکول کے متصل تھا اور اس کا نام غالباً مسلم بورڈنگ ہاؤس تھا، اس کے علاوہ ایک اور بورڈنگ مسلم راجپوت بورڈنگ ہاؤس بھی تھا جو ذرا فاصلے پر تھا۔ اور اس میں بھائی عبدالوہاب صاحب مرکز تبلیغ رائیونڈ والے رہتے تھے، جو اس وقت سکول میں پڑھتے تھے۔ وہ احقر کے بڑے بھائی

اوصاف احمد صاحب کوخوب جانتے ہیں، شاید ان کے ہم جماعت رہے ہوں گے۔ ہمارے بورڈنگ ہاؤس کے سپرنٹنڈنٹ (وارڈن) چوتھی جماعت کے ماسٹر غلام عباس صاحب تھے۔ پھر ماسٹر فتح محمد صاحب ہوگئے (جنہوں نے ہمیں پانچویں اور چھٹی جماعت میں انگریزی پڑھائی تھی) ان کے زمانہ میں انتظام بہت بہتر ہوگیا۔ (شروع میں ایک دوسرے فرقہ کے ماسٹر بھی سپرنٹنڈنٹ رہے جو لڑکوں کی سخت پٹائی معمولی شکایت پر کرتے تھے) میٹرک کرنے تک ماسٹر فتح محمد صاحب ہی سپرنٹنڈنٹ رہے۔ اللھم اغفر لہ۔

لڑکپن میں شاعری کا شوق:

کبھی کبھی تک بندی بھی سوجھتی تھی۔ جو نظم، غزل پسند آتی وہ ایک کاپی میں نقل کی جاتی۔ یہ سلسلہ کم و بیش انٹر میڈیٹ تک جاری رہا۔ پہلے مختلف شعراء پھر اقبال، پھر جگر مرادآبادی وغیرہ کے اشعار سے دلچسپی رہی۔ اب تک یاد ہے کہ اقبال مرحوم کی وفات پر سخت صدمہ ہوا تھا۔ ۱۹۳۸ء کی بات ہے جبکہ احقر کی عمر تقریباً ۱۴ سال کی تھی۔

لڑکپن کا ایک شعر:

شاید ساتویں یا آٹھویں جماعت میں تھا جب یہ شعر کہا تھا (بتغیر یسیر)

یاں ہے ظلم وستم واں ہے لطف وکرم ہے بفضل دعائے شفیع الامم

حضرت مولانا محمد مبین صاحبؒ:

مسلم ہائی سکول کی بعض عمارات اور ایک ہال جو غالباً انجمن اسلامیہ کا تھا، ان کے متصل ایک وسیع جامع مسجد تھی جہاں اسکول کے اوقات کے دوران ظہر کی نماز اور جب شام کو طلباء کھیل کے لئے اسکول کے میدانوں میں آئے ہوئے ہوتے تھے، ان کے اس سے فارغ ہونے پر مغرب کی نماز مولانا متین صاحب خطیب مرحوم کے والد ماجد حضرت مولانا محمد مبین صاحبؒ پڑھاتے تھے۔ جمعہ کے روز وعظ، خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ کی امامت بھی انہی کے ذمہ تھی۔ احقر مولف کو بچپن سے دینی سوالات پوچھنے کی عادت تھی۔ (پھر جب حضرت حکیم الامتؒ کے مواعظ پڑھے تو ان میں ایک وعظ کا نام ''شِفَاءُ الْعِیِّ'' بھی تھا۔ جو اس حدیث شریف کے مضمون پر تھا ''اِنَّمَا شِفَاءُ الْعِیِّ السُّوَالُ'' یہ وعظ انبالہ میں ہوا تھا۔ جو احقر کی جائے ولادت تھا۔ واللہ اعلم یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید اس وعظ کا کوئی باطنی تکوینی اثر ہوا ہو جس سے احقر کی فطرت میں دینی سوالات پوچھنے کی عادت ہوگئی) چنانچہ نماز ظہر یا مغرب کے بعد بکثرت حضرت مولانا مبین صاحبؒ سے مسائل پوچھا کرتا تھا۔

فقہ کی اہمیت:

ایک روز انگریزی تعلیم کے ماحول سے متاثر ہونے کی وجہ سے شاید کچھ ایسا سوال پوچھا ہوگا کہ فلاں مسئلہ کے بارے میں قرآن شریف میں کیا حکم ہے؟ جس کے جواب میں حضرت مولانا مبین صاحبؒ نے ایسا آسان، محققانہ، جامع اور مفید ترین جواب دیا جس سے علم دین کی ایک بہت بڑی اصل آخذ شریعت ہی کی صحیح بنیادی تعلیم ہوگئی۔ فرمایا کہ ''قرآن کی

شرح حدیث ہے اور حدیث کی شرح فقہ ہے۔''سبحان اللہ۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے۔ رحمت ومغفرت سے مالامال فرمائے۔اور جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند فرمائے (آمین ثم آمین) الحمدللہ بفضلہ تعالیٰ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ لڑکپن ہی سے حدیث وفقہ پر اعتماد دلنشین ہوگیا۔اور درحقیقت یہ اعتماد ہی ایمان کی بنیاد اور علم دین کا دروازہ ہے۔

مزید: ایک بار تو ان سے یہ علمی ودینی استفادہ اور ان کے افادات اتنی دیر جاری رہے کہ چلتے چلتے ان کے مستقر پر پہنچ گیا، جو ایک دفتر یا کتب خانہ سا ہونا یاد ہے۔شاید اسی روز یا کسی اور دفعہ راستے میں بعض حضرات کو حضرت مولانا نے احقر کے بارے میں ایسا جملہ فرمایا جس پر جتنا شکر کیا جائے کم ہے۔اللہ تعالیٰ ان کے حسن ظن کو پورا فرماویں، آمین ثم آمین۔انہوں نے فرمایا کہ''ان شاء اللہ تعالیٰ یہ لڑکا اپنے سارے خاندان کو بخشوائے گا'' (یہ روایت بالمعنی ہے، تقریباً ایسے ہی الفاظ فرمائے) اللہ تعالیٰ شیخ العالم حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی (شیخ الہند) قدس سرہٗ کے اس تلمیذ رشید کی زبان سے نکلے ہوئے جملہ کی لاج رکھتے ہوئے احقر مولف کے ساتھ اپنے لطف وکرم کا معاملہ فرمائیں، خطائیں معاف فرمائیں اور گناہوں کو بخش دیں۔اپنی ستاری وغفاری اور شان کریمی کا معاملہ فرمائیں (آمین ثم آمین) اللھم اغفر لہ و ارحمہ رحمۃ واسعۃ وادخلہ جنۃ الفردوس (آمین)۔ زمانہ حال میں چند ہی سال ہوئے، یعنی ۱۴۱۳ھ (۱۹۹۳ء) میں دارالعلوم کراچی جانا ہوا۔ابھی تک حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی صاحب نوراللہ مرقدہ کی قبر کی زیارت نہیں کی تھی۔اس لئے دارالعلوم کے قبرستان گیا۔تو وہاں حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی قبر کے علاوہ حضرت مولانا محمد مبین صاحبؒ کی قبر کی زیارت بھی کی۔

حضرت مولانا مبین صاحبؒ کی زیارت پاکستان آنے کے بعد صرف ایک مرتبہ کراچی میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے دولت خانہ واقعہ برنس روڈ پر ہوئی۔حضرت مفتی صاحب کے ادب کی وجہ سے احقر کو جرات نہ ہوئی کہاں سے اس وقت گفتگو کرتا۔اب افسوس ہوتا ہے کہ ان سے تعارف تو کراتا کہ احقر وہی ہے جو لڑکپن میں بہت سوالات کیا کرتا تھا، اور اب اسی طرح کراچی میں قیام کے دوران حضرت مفتی صاحبؒ سے بکثرت مسائل پوچھنے کی عادت تھی۔یہاں تک کہ جب احقر سندھ مدرسۃ الاسلام کی جامع مسجد میں امام وخطیب تھا، اور اس مسجد میں پہلے کسی فرقہ کے مفتی صاحب امام وخطیب تھے تو حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ایک بار ایسا کچھ فرمایا تھا کہ تمہیں ان شاء اللہ تعالیٰ ان (مفتی صاحب) سے مسائل معلوم ہو جائیں گے۔

اصلاح معاشرت سے متعلق ایک بات:

حضرت مولانا محمد مبین صاحبؒ کی اصلاح معاشرت سے متعلق ایک مفید بات یاد آئی۔بعض اوقات مثلاً نماز سے فارغ ہو کر احقر صف میں نمازیوں کے درمیان کھڑے یا بیٹھے جہاں بھی ہو سکا، مسئلہ پوچھنے لگتا تھا تو حضرت مولانا نمازیوں سے علیحدہ صف سے پیچھے ہو جاتے تھے اور وہاں احقر کو مسئلہ بتاتے تھے۔تاکہ نمازیوں کے پاس کھڑے ہو کر مسئلہ پوچھنے اور بتانے سے نمازیوں کو نماز میں تشویش نہ ہو۔ان کی یہ تربیت اب یاد آتی ہے تو اس کی قدر معلوم ہوتی ہے۔خصوصاً جبکہ حرم

شریف میں بکثرت یہ دیکھا جاتا ہے کہ مختلف قومیتوں کے لوگ نماز سے فارغ ہوتے ہیں تو اپنے ملنے والوں سے سلام، دعاء اور مزاج پرسی نمازیوں کے سروں کے پاس کھڑے ہوکر بلند آواز سے کرتے ہیں۔ اور بار بار مزاج پرسی کی یہ رسم دیر تک جاری رہتی ہے۔ جس سے نمازیوں کو سخت تشویش ہوتی ہے اور نماز پوری کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور سلام پھیرنے کے بعد باقی نماز مجبوراً کہیں اور جگہ تلاش کر کے پوری کرنا پڑتی ہے۔ اصلاح معاشرت دین کے اہم اجزاء میں سے ہے۔ اور اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ اس کی طرف توجہ کرنا نہایت ضروری ہے۔

میٹرک:

۱۹۴۳ء میں پنجاب یونیورسٹی سے میٹرک کا امتحان دیا اور بفضلہ تعالیٰ فرسٹ ڈویژن میں کامیابی ہوئی، والحمدللہ۔ اختیاری مضامین عربی و سائنس تھے۔ مڈل کی جماعتوں میں ریاضی کے استاد ماسٹر کریم الدین صاحب باجماعت نماز کے پابند تھے۔ اللھم اغفرلہ (آمین) مولانا محمد زکریا صاحب غالباً بہار کے تھے۔ ان سے دینیات اور عربی پڑھی۔ میٹرک کی تیاری کے لئے ان کے گھر میں اور ایک طالب علم جا کر عربی کی نصاب کی کتاب پڑھتے تھے۔ جس میں آیات قرآنیہ اور احادیث شریفہ بھی تھیں۔ سورۂ فرقان کے آخری رکوع کی آیات پڑھنے سے قرآن مجید کی عظمت کا احساس شروع ہوا تھا۔ اور بعض احادیث کا مضمون اب بھی یاد ہے۔ پانچویں سے آٹھویں تک تعلیم الاسلام کے چاروں حصے تھے، جو بہت مفید نصاب تھا۔ ان ہی سے پڑھا۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ (آمین) نویں دسویں میں سائنس ماسٹر مشتاق صاحب تھے۔ انہی سے آٹھویں اور نویں میں انگریزی پڑھی۔ میٹرک میں انگریزی خود ہیڈ ماسٹر غلام محی الدین صاحب مرحوم پڑھاتے تھے۔ اللھم اغفرلھم۔ میٹرک کرنے کے بعد انبالہ کی رہائش ترک ہوگئی اور چاند پور آ گیا۔ انبالہ مسلم ہائی سکول پاکستان بننے کے بعد سرگودھا میں قائم ہوا۔ اس میں میرے ایک خاص ہم جماعت عبدالشکور صاحب مرحوم اسکول ٹیچر اور دفتر کے انچارج رہے۔ آخری بار ان سے اور ایک اور ہم جماعت حافظ محمد اقبال صاحب سے جنوری ۱۹۷۸ء میں سرگودھا میں ملاقات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو رحمت و مغفرت سے مالا مال فرمائے (آمین ثم آمین)

دہلی میں مسلم لیگ کا شاندار جلسہ:

اسی سال ۱۹۴۳ء میں یہ تاریخی جلسہ ہوا، جس میں قائداعظم اور نواب زادہ لیاقت علی خان کی تقریریں ہوئیں۔ اسی جلسہ میں غالباً حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی ؒ کی بھی مختصر تقریر تھی۔ میں دہلی جا کر اس جلسہ میں شریک ہوا تھا۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی:

میٹرک کر کے موسم گرما کی تعطیلات میں پٹیالہ وغیرہ کی سیر کر کے باقی اکثر اوقات چاند پور میں گزارے۔ ماسٹر مشتاق صاحب نے انبالہ سے رخصت ہوتے ہوئے مشورہ دیا تھا کہ اخبار پڑھا کروں۔ اس سے سیاست میں قدرے دلچسپی پیدا ہوئی۔ لیکن جلد ہی نتیجہ سمجھ میں آ گیا کہ دین سے دوری ہی ہر نقصان اور تباہی کا سبب ہے۔ غرضیکہ تعطیلات کے بعد

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخلہ لیا۔ انٹر میں اختیاری مضامین عربی، شہریت اور منطق لئے۔ لیکن جلدی ہی بجائے عربی کے فارسی لے لی۔ عربی ڈاکٹر سید محمد یوسف صاحب مرحوم پڑھاتے تھے۔ جو بعد میں کراچی یونیورسٹی میں صدر شعبہ عربی ہوئے۔ فارسی میں کیمیائے سعادت میں سے کچھ انتخاب تھا، جو امام غزالیؒ کی تلقین وموعظت سے بھرپور تھا۔ حصہ نظم میں حافظ شیرازیؒ کی غزلیں بھی تھیں۔ اسلامیات میں حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کی رحمت عالم سیرت میں اور عقائد وفقہ میں مالابدمنہ مؤلفہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کا اردو ترجمہ تھا۔ یہ ترجمہ کسی بنگالی صاحب کا تھا۔ کالج اور یونیورسٹی میں دینی نصاب میں جو کتاب مقرر کی جائے اس کی زبان، کتابت، طباعت سب عمدہ ہونا ضروری ہے۔ یہ بات ماہرین تعلیم خوب سمجھ سکتے ہیں۔

حکام جامعہ:

ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب وائس چانسلر اور پروفیسر اے. بی. اے حلیم پرو وائس چانسلر تھے۔ بعد میں غالباً ڈاکٹر ضیاء الدین کی وفات کے بعد وائس چانسلر نواب اسمٰعیل خان صاحب ہو گئے تھے۔ احقر کی بی. اے کی ڈگری پر انہی کے دستخط ہیں۔

دینی سرگرمیاں:

بعد عصر یونیورسٹی کی جامع مسجد میں درس تفسیر ہوتا تھا، جو حضرت مفتی عبداللطیف صاحب حیدرآبادی مرحوم دیتے تھے۔ مولانا حافظ محمد عبدالوحید صاحب سے ملاقات کی ابتداء غالباً وہیں ہوئی۔ تجوید کلاس بعد مغرب ہوتی تھی۔ وہ بھی مسجد کے ملحقہ ایک کمرے میں ہوتی تھی اور حضرت قاری ضیاء الدین صاحبؒ استاد تھے۔ پھر ان کے بیٹے قاری اعتصام صاحب، پھر ایک اور قاری صاحب مقرر ہو گئے تھے۔ مجلس اسلامیات کا اجتماع ہفتہ میں ایک بار ہوتا تھا۔ مولانا وحید صاحب کے علاوہ مختار صاحب، میر معظم علی صاحب علوی اور پروفیسر جلیل الدین احمد خاں صاحب سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں، اسٹریچی ہال میں ایک بار حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی تقریر ہوئی تھی۔ اور ایک تقریر مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی کی یونین ہال میں ہوئی تھی۔ ایک بار کئی اکابر علماء جیسے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ وغیرہ حضرات بھی تشریف لائے تھے اور ان کی مجلس میں کافی دیر بیٹھا تھا۔ ایک بار یونیورسٹی کے علاقہ میں ایک جگہ جس کو غالباً سول لائنز کہتے ہیں، لب سڑک جلسہ میں سیرت پر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان خاصا مبسوط ہوا تھا اور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی مرحوم کی بھی تقریر سیرت پر ہوئی تھی۔ حضرت مولانا مدنیؒ کو بس یہی ایک بار دیکھا ہے، اور ان کے پاس بیٹھ کر ان کے دستخط ایک نوٹ بک میں لئے تھے، جیسا کہ مشاہیر کے دستخط لینے کا رواج ہے۔ یہ تبرکاً آج تک بحمد اللہ احقر کے پاس موجود ہے۔ مولانا سیوہاروی مرحوم کے دستخط بھی لئے تھے۔

انٹر میں اساتذہ:

فارسی کے استاد ڈاکٹر سرور صاحب اور حاذق صاحب تھے۔ شہریت ڈاکٹر عزیز صاحب وغیرہ پڑھاتے تھے۔

دینیات مولانا راغب صاحب، انگریزی کے استاد جمیل صاحب، بخاری صاحب وغیرہ تھے۔ منطق اور نفسیات نامی صاحب پڑھاتے تھے۔

بی۔اے میں اساتذہ:

بی۔اے میں اختیاری مضامین عربی اور جغرافیہ لئے۔ دینیات کے استاد جامع مسجد کے امام صاحب تھے (نام یاد نہیں رہا)۔ عربی مولوی اسلام صاحب پڑھاتے تھے۔ انگریزی کے اساتذہ بی۔اے خاں، محمود صاحب اور ایک دو اور تھے۔ محمود صاحب شکسپیئر پڑھاتے تھے اور ان کے لہجہ کی وجہ سے طلباء ان کو شرارتاً قاری محمود صاحب کہتے تھے۔ جغرافیہ علوی صاحب اور صدر شعبہ ڈاکٹر طاہر رضوی صاحب پڑھاتے تھے۔ رضوی صاحب نے چند لیکچر صرف ایران پر دیئے (ایشیا کے جغرافیہ میں سے) اور وہی امتحان میں آیا۔

طلباء کی یونین اور ہوسٹل:

سال اول میں داخلہ ہوا تو ممتاز ہوسٹل میں ٹھہرا، لیکن پھر الاٹمنٹ ممتاز انیکسی میں ملا۔ پھر دوسرے سال اصل ممتاز ہوسٹل میں الاٹمنٹ ہو گیا۔ طلباء کی یونین کے اجتماعات رامپور حامد ہال میں ہوتے تھے۔ ایک سال یونین کے نائب صدر جناب نوابزادہ عشرت علی خان صاحب قیصر منتخب ہوئے۔ جو بعد میں ماشاء اللہ حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحبؒ اور حضرت تھانویؒ کے بعض دیگر خلفاء سے مجاز بیعت وتلقین ہوئے۔

یونین کی ایک قرارداد:

پاکستان بننے سے قبل تقریباً ۴۷-۱۹۴۶ء میں یونیورسٹی کی تعطیلات کے دوران از خود پروفیسر جلیل صاحب، میر معظم علی علوی اور احقر کے علاوہ دو تین طالب علم اور ہوں گے، جن میں سے میر معظم علی تو یونین کے کچھ عہدہ دار رکن وغیرہ بھی تھے۔ ہم نے مل کر ایک میٹنگ کر لی۔ اور ایک قرارداد پاس کی جس میں مطالبہ تھا کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان ایک گزرگاہ (corridor) ضرور ہونا چاہیئے۔ یہ قرارداد پاس کر کے اس کا مضمون وائسرائے (گورنر جنرل ہندوستان) کو بذریعہ تار بھیج دیا گیا۔

نکاح:

انٹر میں پڑھنے کے دوران ماموں حامد حسن صاحب کی بیٹی سعیدہ اختر سے بتاریخ ۵ شوال ۶۲ ۱۳ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۳ء مراد آباد میں نکاح ہوا۔ انٹر کے بعد ممتاز ہوسٹل چھوڑ دیا۔ اور بی اے کے پہلے سال بطور شہری طالب علم (Day Scholar) رسل گنج میں مکان لے کر اہلیہ کے ساتھ رہنے لگا۔ اور دوسرے سال یونیورسٹی کے احاطہ میں ایک آبادی ''دودھ پور'' میں مکان کرایہ پر لے کر بطور ملحق مقیم دارالاقامہ رہائش اختیار کی اور ٹیوشن پڑھا کر گزارہ ہوتا تھا۔ اس سے قبل جب انٹر میں تھا تو اہلیہ والدین کے یہاں چاند پور رہتی تھیں۔ پاکستان بننے کے بعد کراچی آ گیا۔ اہلیہ بھائی وارث کے ساتھ جہلم، پھر پنڈی

چلی گئیں۔ وہاں سے اپنے چھوٹے بھائی ناظر حسن صاحب کے ساتھ کراچی آکر میرے ساتھ رہنے لگیں۔ پہلے روشن آپا کے مارٹن روڈ کے کوارٹر کے برآمدہ میں رہائش رہی۔ پھر مارٹن روڈ ہی کے ایک مکان میں بطور کرایہ دار شرکت میں رہے۔ پھر گولیمار رہے۔ وہاں والدہ مرحومہ بھی آگئیں۔ والدہ صاحبہ بھی اوصاف بھائی کے یہاں اور بعد میں میرے گھر رہیں اور اے ۴/۴۲ پاک کالونی کے مکان ان کا انتقال ہوا۔ اہلیہ نے ان کی خدمت کی۔ بعد میں جب والد صاحب پاکستان آئے وہ بھی کچھ عرصہ عرفان بھائی کے گھر، کچھ عرصہ میرے اسی مکان میں رہے۔ اور اہلیہ نے ان کی بھی خدمت کی۔ گو وہ ہمیشہ میری شاکی ہی رہیں، تاہم خدمت بھی کی خیرالسوانح کی تالیف کے دوران بھی بعض متفرق کام کئے۔ جیسے لفافے فائلیں بنانا، کاغذ چپکا دینا وغیرہ۔ بہرحال جزاھا اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران دینی مطالعہ اور ذہنی تبدیلی:

یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران امام غزالیؒ کی تالیف منہاج العابدین اردو ترجمہ سراج السالکین اور احیاء علوم الدین کے ترجمہ مذاق العارفین میں سے غالباً دو جلدوں کا مطالعہ کیا۔ نیز حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کے فارسی رسالہ قیامت نامہ کا اردو ترجمہ علامات قیامت بھی پڑھا۔ اور بھی بعض دینی کتب کا مطالعہ کیا۔ حضرت تھانوی کے مواعظ بھی پڑھے۔ ان سب کے مطالعہ اور حالات کے مشاہدہ سے ذہنی تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ الحمدللہ اسبال ازار و ثوب سے تو لڑکپن ہی سے پرہیز کی عادت ہوگئی تھی۔ اور یہ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحبؒ کے وعظ کا اثر تھا جس میں انہوں نے صحیح احادیث کا حوالہ بھی دیا تھا۔ انٹر میں پڑھتا تھا۔ جب تعطیلات میں گھر آیا تو داڑھی بھی رکھ لی۔ مولانا حافظ محمد عبدالوحید صاحب شہیدؒ سے بھی ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ ان کے صحیح دینی خیالات کا بھی اچھا اثر ہوا۔ ایک بار علی گڑھ شہر میں تبلیغی جماعت کے ساتھ گشت میں حصہ لیا تھا۔ اس سے بھی وقتی تاثر بہت ہوا تھا۔

پاکستان بن گیا:

۱۹۴۷ء میں رمضان شریف میں ہمشیرہ صغریٰ (روشن آپا) کے گھر دہلی آیا ہوا تھا۔ وہ پاکستان (کراچی) کے لئے روانہ ہوگئیں اور غالباً ۱۴ اگست کی رات واپس چاند پور جاتے ہوئے راستہ میں اسٹیشنوں پر جشن آزادی ہند کے باجے گاجے نظر آئے۔ واپس چاند پور آکر پاکستان جانے کا پروگرام بننے لگا۔

ہجرت پاکستان:

فوجیوں کی سپیشل گاڑیاں پاکستان جارہی تھیں۔ اہلیہ تو اپنے بھائی وارث صاحب کے ساتھ پہلے پاکستان روانہ ہو کر جہلم اور راولپنڈی رہیں۔ میں ہمشیرہ وسطی (آپا شاجہاں) کے ساتھ ۱۷ نومبر ۱۹۴۷ء کو مراد آباد سے پاکستان روانہ ہوا۔ ہم دونوں ۲۴۔۲۵ نومبر کو کراچی پہنچے۔ میں روشن آپا کے پاس ۳/۱۴ مارٹن روڈ ٹھہرا۔ ہمشیرہ عرفان بھائی کے یہاں ایئر پورٹ ٹھہریں۔ بڑی ہمشیرہ آپا نورجہاں بھی شملہ سے سفر کر کے کیمپوں میں ٹھہرتے ہوئے کراچی پہنچ گئیں۔ میری اہلیہ بھی کچھ روز

بعد اپنے چھوٹے بھائی ناظر حسن صاحب کے ساتھ کراچی آگئیں۔

ملازمت تاج آفس بک ڈپو:

کیونکہ تجارت خصوصاً کتب خانہ کا شوق تھا۔ اس کتب خانہ پر ملازمت کی درخواست کی۔ شیخ نذیر مرحوم (برادر تاج کمپنی والے شیخ عنایت اللہ مرحوم) مالک کتب خانہ نے ایک سو روپے ماہانہ پر ملازم رکھ لیا۔ یہ کتب خانہ جونا مارکیٹ کے قریب ونپیئر روڈ پر تھا۔ پھر شیخ نذیر مرحوم نے بندر روڈ ریڈیو پاکستان کے سامنے نالہ والی سڑک پر لکشمی پریس خرید کر اس کا نام نذیر پریس رکھا۔ مجھے اس میں لگایا۔ شیخ نذیر صاحب ہوائی جہاز سے بمبئی کے لئے روانہ ہوئے، لیکن ہوائی حادثہ میں ہلاک ہو گئے۔ اللھم اغفرلہ۔ اس لئے وہاں بہت کم عرصہ کام کیا۔

کراچی پورٹ ٹرسٹ:

کیاڑی برتھ نمبر۲ پر مکینکل سپرنٹنڈنٹ کے دفتر میں بطور کلرک اوصاف بھائی نے ملازمت دلوائی۔ وہاں تقریباً چھ ماہ کام کیا۔

محمدی اسٹیم شپ کمپنی:

پھر اوصاف بھائی نے اس کمپنی میں بطور پرچیزر (جہاز کی ضروریات کی خریداری کے لئے) ملازمت دلوائی۔ پھر ایک ذیلی کمپنی کو خریداری کا کام دے دیا گیا اس میں تبادلہ ہو گیا۔ اس کے انچارج مسٹر چاندو تھے، کمپنی کا نام شاید ابراہیم اسمٰعیل کمپنی تھا۔

محمدی انجینئرنگ ورکس:

پھر اس ورکشاپ کے دفتر میں تبادلہ بطور پرچیزر ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد خزانچی بنایا گیا۔ لیکن اس میں حسابات لیجر میں لکھے جاتے تھے۔ جن میں سود کا حساب بھی شامل تھا۔ اس لئے روزانہ اخراجات کے سوا حساب کی کتابوں (لیجر) میں اندراج نہیں کئے۔ اس لئے مجبوراً اسٹورز میں لگایا اور پھر ٹول اسٹور کیپر بنایا۔ وہاں کے اوقات صبح ۷ بجے سے تھے۔ اکثر لوگ ۸ بجے کے بعد آتے تھے۔ میں بھی پاک کالونی سے کئی میل کا سفر بسوں میں یا سائیکل پر طے کر کے دیر سے پہنچتا اور صحیح وقت لکھتا تھا۔ (اور دیر سے پہنچنے والے سات بجے ہی کا وقت لکھتے تھے)۔ چنانچہ بالآخر نوٹس دے دیا گیا اور ملازمت ختم ہو گئی۔

رہائش:

پہلے ہمشیرہ کے ساتھ ۱۴/۳ امارٹن روڈ پر، پھر شرکت میں کرایہ پر ۱۸۱/۳ امارٹن روڈ۔ پھر اوصاف بھائی نے صدر میں ایک مکان الاٹ کرایا تھا، اس میں عارضی رہائش رہی، پھر ۱۶/۴ اپیر آباد گولیمار) میں، پھر ۱۹۵۰ء سے پاک کالونی میں مکان خریدا۔ مکان کا نمبر ۴/۴۱ تھا۔ رفتہ رفتہ قریب ہی خالی جگہ میں چٹائی بچھا کر اذان دینا اور نماز پڑھنا شروع کیا۔ پھر وہاں

پرانے تختوں کی کچی مسجد بن گئی۔ پھر پختہ جامع مسجد تعمیر ہوگئی۔

داخلہ ایم۔اے:

اردو کالج میں ایم۔اے (سال اول) میں داخلہ لیا۔۵۲۔۱۹۵۱ء میں سال اول کا امتحان تیاری نہ ہوسکنے کی وجہ سے نہیں دیا۔۵۳۔۱۹۵۲ء میں ایم۔اے سال اول اور ۵۴۔۱۹۵۳ء میں ایم۔اے (عربی) فسٹ کلاس میں پاس کیا۔اور عربی میں ایم۔اے کرنے والوں میں یونیورسٹی مین اول پوزیشن حاصل ہوئی۔(والحمد لله علی ذلک) مولانا سید منتخب الحق صاحب مرحوم صدر شعبہ تھے۔ زیادہ تر انہی سے پڑھا۔ اور گھر پر ان سے ہدایۃ النحو، فصول اکبری، نورالایضاح بھی پڑھیں۔دوسرے اساتذہ مولانا مظہر علی اور قمرالدین صاحب تھے۔

سندھ مدرسۃ الاسلام:

سرائے روڈ پر سندھ مدرسۃ الاسلام سیکنڈری اسکول میں بطور ان ٹرینڈ ٹیچر تقرر رہا۔۵۲ء تا ۱۹۵۶ء کام کیا۔زایدہ عرصہ عربی اور دینیات پڑھائی۔ اس کے علاوہ اردو، انگریزی، جغرافیہ وغیرہ بھی۔اس عرصہ میں سندھ مدرسہ کی جامع مسجد میں امامت وخطابت کی وجہ سے مکان ملا اور وہاں قیام کیا۔ پھر سندھ مدرسہ کی ملازمت ختم ہونے کے بعد مکان بھی خالی کردیا اور واپس پاک کالونی میں آگئے۔

تولد دختر:

۱۵ محرم ۱۳۷۴ھ (۱۴ ستمبر ۵۴ء) کو سولجر بازار کے میٹرنٹی ہوم مستشفیٰ ولادت) میں بچی کی ولادت ہوئی۔جس کا نام حضرت والاؒ کا تحریر فرمودہ ''رشیدہ بیگم'' رکھا گیا۔

اردو کالج میں بطور لیکچرار:

درمیان سال ۵۶ء میں چند روز کی تعطیلات کے بعد سے شعبہ عربی واسلامیات میں بطور لیکچرار تقرر رہا۔اگلے سال رات کی کلاسیں بھی تھیں۔دوسرے سال کے اختتام پر ملازمت ختم ہوگئی (۵۶ء تا ۵۸ء)۔

دارالعلوم کورنگی:

اردو کالج میں ملازمت کے دوران پاک کالونی سے منتقل ہوکر تقریباً دو ماہ دارالعلوم کورنگی کے مکان میں رہائش اختیار کی۔بالآخر واپس پاک کالونی آگئے۔

حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ:

نے دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں ایسٹ افریقی طلباء کو بواسطہ انگریزی تعلیم عربی کیلئے پیشکش کی۔اور ساتھ ساتھ اپنی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھی موقع دیا۔جس کو فوراً ہی منظور کرلیا۔انہوں نے فوراً حضرت والاؒ کو فون کرکے احقر سے بھی بات کرادی۔حضرت والاؒ نے اس کو پسند فرمایا۔چنانچہ ۵۸ء کے رمضان شریف میں ٹنڈو الہ یار منتقل ہونے کی تیاری

شروع ہوگئی۔

دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو اللہ یار:

شوال (۵۸ء) میں افریقی طلبہ کے ساتھ ٹنڈو اللہ یار کا سفر کر کے دارالعلوم میں قیام کیا۔ اور اہل وعیال کے ساتھ قیام کے لئے کرایہ پر مکان لینے کے لئے کوشش کی۔

منتقلی مع اہل وعیال:

بقرعید کی تعطیلات میں جا کر سب سامان اور اہل وعیال کے ساتھ ٹنڈو اللہ یار کا سفر کر کے ایک کچے مکان واقع شیدی پاڑا میں چندے قیام کیا۔ پھر ایک پختہ مکان حاجی خیسا بلڈنگ میں مل گیا۔ اسی عمارت میں ہمارے پڑوسی حافظ اشفاق صاحب تھے جو دارالعلوم میں قرآن شریف پڑھاتے تھے اور ان کے داماد حافظ مکرم صاحب قریب کی مسجد کے کمرے میں قرآن پڑھاتے تھے۔ اس مسجد کے امام حافظ اشفاق صاحب ہی تھے۔ استاذی حضرت مولانا حافظ محمد مالک صاحبؒ کا مکان بھی دور نہیں تھا، اور وہ بھی کبھی کبھی اس مسجد میں نماز پڑھاتے تھے۔ حافظ اشفاق صاحب مرحوم ہی کے مکان پر عزیزہ رشیدہ نے قرآن پاک حفظ کیا۔ والحمد للہ۔

سندھ مسلم آرٹس کالج:

ٹنڈو اللہ یار میں ایک سال کالج میں بطور لیکچرر کام کیا۔ کالج میں رات کو تعلیم ہوتی تھی۔

کراچی میں اور دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو اللہ یار میں تحصیل علم:

دارالعلوم میں چھ گھنٹے تعلیم ہوتی تھی۔ اس میں سے عموماً چار گھنٹے تدریس کے اور عموماً دو گھنٹے میری اپنی تعلیم کے ہوتے تھے۔ ٹنڈو اللہ یار آنے سے قبل کراچی میں جب سندھ مدرسہ میں تھا تو حضرت مفتی ولی حسن صاحبؒ کے درس جلالین میں بیٹھنے لگا تھا۔ اور حضرت مولانا فضل محمد سواتی مدظلہ کے درس دیوان متنبی میں بھی کچھ دن بیٹھا۔ پھر ناظم دارالعلوم اور حضرت مفتی صاحب کے داماد مولانا نور محمد صاحب اکیابی مرحوم کے مشورہ سے حضرت مولانا عبدالحق صاحب (سابقاً مولانا زیارت گل صاحب) سواتی مدظلہ سے نورالانوار پڑھنی شروع کی۔ حضرت مولانا قاری محمد اسحٰق صاحب مدظلہ (حال امام وخطیب جامع مسجد معمور کمرشل ایریا، پی۔ ای۔ سی۔ ایچ سوسائٹی کراچی) جو اس وقت سٹی پوسٹ آفس کی مسجد میں امام تھے ان سے اول چھ پارے قرآن شریف کا ترجمہ پڑھا۔ پھر حضرت مولانا مفتی صابر علی صاحب امروہویؒ (خلیفہ حضرت تھانویؒ ونائب مفتی دارالعلوم کراچی) باقی قرآن شریف کا ترجمہ قدوری وغیرہ پڑھی۔ اور نورالانوار کا بھی کچھ حصہ پڑھا۔ اور سراجی بھی ان سے پڑھی۔ ان کو فرائض سے زیادہ مناسبت تھی۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب دارالعلوم کراچی نانک واڑہ میں تھا۔ پھر ٹنڈو اللہ یار آ کر حضرت مولانا جمشید صاحب مدظلہ سے خارج میں نورالانوار پوری کی، زادالطالبین پڑھی اور اس میں ترکیب نحوی کی مشق کی۔ دارالعلوم کے اوقات میں مولانا قاضی عبدالسلام صاحب سے ہدایہ جلد اول کتاب الطہارت تک پڑھی۔ پھر وہ

بقرعید کی تعطیلات کے بعد واپس تشریف نہیں لائے۔ وہ غالباً سوات کی طرف ریاست دیر کے تھے۔ ہدایہ اول باقی پوری کتاب حضرت العلامہ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ سے پڑھی۔ حضرت مولانا عثمانیؒ کے درس تفسیر بیضاوی شریف اور مثنوی مولانا رومؒ کے درس میں بیٹھا ہوں۔ اور دورہ حدیث شریف کی کتب صحیح بخاری شریف و مسلم شریف بھی پڑھی ہیں۔ علاوہ بریں شمائل ترمذی شریف، نخبۃ الفکر، حجۃ اللہ البالغہ اور مقدمہ اعلاء السنن بھی مولانا عثمانیؒ سے پڑھیں۔ حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلویؒ سے مشکوٰۃ شریف اور ترمذی شریف پڑھیں۔ نسائی شریف، ابن ماجہ اور ابوداؤد شریف حضرت مولانا محمد وجیہ صاحب مدظلہ سے پڑھیں۔ اور حدیث مسلسل کی اجازت بھی حضرت مدظلہ ہی سے ملی۔ مؤطا امام مالکؒ و موطا امام محمدؒ شاید حضرت مالانا عثمانیؒ سے پڑھیں اور طحاوی شریف بھی انہیں سے پڑھی۔

مخدومی استاذی حضرت مولانا محمد وجیہ صاحب مدظلہ العالی کے درس سے احقر کو سب سے زیادہ مناسبت ہوئی۔ اور خصوصاً حضرت مدظلہ کا اور حضرت مولانا عثمانیؒ کا درس بہت مفید ہوتا تھا۔

ہدایہ جلد ثانی غالباً حضرت مولانا جمشید صاحب مدظلہ سے ثالث اور رابع میں سے ایک حضرت مولانا حضرت محبوب الٰہی صاحبؒ سے دوسرا حضرت مولانا محمد وجیہ صاحب مدظلہ سے پڑھیں۔ مختصر معانی اور شامی بھی حجرت مولانا محبوب الٰہی صاحبؒ سے پڑھیں۔ ہدیہ سعیدیہ حضرت مولانا جمشید صاحب سے خارج میں پڑھا۔ غرضیکہ حضرت مولانا جمشید علی صاحب مدظلہ سے خارج میں زیادہ سے زیادہ استفادہ ہوا اور کئی کتب پڑھیں۔ حضرت مولانا جمشید صاحبؒ کے میذی کے درس میں بھی بیٹھا ہوں۔ اور شرح عقائد للنسفی ''عذاب القبر'' سے ان سے پڑھی۔ (اس کے بعد رمضان شریف میں خیرالمدارس ملتان میں استاذی حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرح عقائد شروع سے عذاب القبر تک پڑھی) استاذی حضرت مولانا مفتی محمد اسحاق صاحب سے رمضان میں خیرالمدارس میں مناظرہ کی کتاب رشیدیہ پڑھی۔ اس میں حضرت مولانا حافظ منظور احمد صاحب مدظلہ احقر کے ہم درس تھے۔ رمضان شریف کی تعطیلات میں ملتان خیرالمدارس میں خارج میں حضرت والاؒ سے، حضرت مولانا علامہ محمد شریف کشمیریؒ سے حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحبؒ وغیرہم حضرات اساتذہ سے جو کتب پڑھیں ان میں سے اکثر کا تذکرہ قدرے تفصیل کے ساتھ باب ششم تعلیم و تدریس میں اور بعض دوسری جگہ آچکا ہے۔

دورۂ حدیث شریف کی کتابیں ایک ایک دو دو کر کے دو تین سال میں ختم کیں۔ جو ۱۹۶۳ء میں پوری ہوگئیں تھیں۔ اور ۱۹۶۴ء میں سند الفراغ بھی دارالعلوم سے مل گئی۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا عثمانیؒ نے اپنی خاص سند عطا فرمائی۔ حضرت مولانا محمد وجیہ صاحب مدظلہ العالی نے اپنی خاص سند حدیث مسلسل کی عطا فرمائی، اور حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلویؒ نے بھی اپنی خاص سند عطا فرمائی۔ فجزاهم الله تعالى خير الجزاء۔

احقر نے دارالعلوم الاسلامیہ میں بارہ تعلیمی سال شوال ۷ ۱۳۷ھ (اپریل ۱۹۵۸ء) تا شعبان ۱۳۸۹ھ (نومبر ۱۹۶۹ء)

تدریس عربی واسلامیات میں گزارے۔ جس میں سے تقریباً ۶۳ء میں دورۂ حدیث شریف ختم کرنے تک اپنی تعلیم میں بھی مشغولیت رہی۔ والحمد للہ۔

دارالعلوم الاسلامیہ میں تدریس، ایسٹ افریقی و دیگر طلباء :

پہلے چند طلباء کینیا کے اور شاید ٹانگانیکا کے تھے، جن کو بذریعہ انگریزی دینیات کی تعلیم شروع کی۔ دوسرے سال جب استاذی حضرت مولانا محمد مالک صاحبؒ ناظم بنے تو انہوں نے مخدومی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی سیرت خاتم الانبیاء اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ کی کتاب عقائد الاسلام انگریزی میں ترجمہ کر کے افریقی طلباء کو لکھوانے کی ہدایت فرمائی، جس پر عمل کیا گیا۔ نیز تاج کمپنی سے عبدالماجد صاحب دریا آبادی مرحوم کے انگریزی ترجمہ قرآن مجید کے نسخے منگوائے اور قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ بھی پڑھانا شروع کیا۔ پھر ایک گروپ یوگنڈا کے طلباء کا آیا۔ یہ انگریزی بہت کم سمجھتے تھے۔ لیکن کچھ عربی پڑھے ہوئے تھے۔ ان کی تعلیم کے لئے عربی ہی زریعہ تعلیم بنی۔ ان کو رسالہ زادالطالبین مؤلفہ مولانا عاشق الٰہی صاحب برنی پڑھایا اور حفظ کرایا۔ زیادہ تر اس میں آسان اور مختصر احادیث ہیں۔ ترجمہ قرآن مجید میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر حضرت مولانا اور ادریس صاحب کاندھلویؒ کی تفسیر معارف القرآن سے عربی میں ترجمہ املا کرایا۔ اور عربی سے عربی میں ترجمہ قرآن مجید مع مختصر شرح تفسیر جلالین کو سامنے رکھ کر پڑھایا۔ ہدایہ جلد اول بھی ختم کرائی۔ ان طلباء میں حسین، رجب، سلیمان اور مرشدی یاد ہیں۔ ان کے علاوہ ایک منتہی طالب علم عبدالرزاق تھے، جو اچھی طرح عربی بول لیتے تھے۔ ان کے شاید ایک یا دو ساتھی اور تھے۔ انہوں نے تفسیر جلالین وغیرہ بعض کتب بزریعہ عربی غالباً حضرت مولانا محبوب الٰہی صاحب سے پڑھیں۔ پھر شیخ عبدالرزاق بخاری شریف میں میرے ہم سبق ہوئے۔ اور کچھ دن مجھ سے حیٰوۃ المسلمین پڑھی۔ ان کا مقصد اردو سیکھنا تھا۔ وہ یوگنڈا جا کر جامع مسجد میں خطبہ دیتے، تقریر کرتے، اور اس وقت یوگنڈا کے صدر عبدی امین ان کی تقریر سنتے اور متاثر ہوتے تھے۔ عبدی کے ہی عہد حکومت میں شیخ عبدالرزاق یوگنڈا کے چیف قاضی بھی رہے۔ افریقی طلباء کے جانے کے بعد دیگر اردو دان طلباء کو بھی تعلیم دی۔ چند بار نور الایضاح پڑھائی۔ ایک ایک سال قدوری، علم الصیغہ، شرح وقایہ، ہدایۃ النحو اور فصول اکبری بھی پڑھائیں۔ اور سات آٹھ سال نفحۃ العرب پڑھائی۔ اور ایک ایک سال مقامات حریری، تاریخ الخلفاء بھی پڑھائیں۔ یوگنڈا کے طلباء نے کچھ عرصہ اردو زبان بھی پڑھی۔ احقر کے تلامذہ میں سے ایک مولوی عمر محمد صاحب جنہوں نے مجھ سے فصول اکبری پڑھی تھی، دارالعلوم ہی میں کچھ عرصہ مدرس رہے۔ اور پھر مکہ مکرمہ مسجد الحرام میں ملے۔ پہلے وہ حرم شریف میں (مراقب نظافۃ) تھے۔ پھر دلہ کمپنی میں (اور اب بن لادن میں) کمپنی کے رہائشی مکانات کی مسجد میں امامت اور درس قرآن وغیرہ کے لئے مقرر ہیں۔

سندھ مسلم آرٹس کالج ٹنڈو الہ یار:

تقریباً ۱۹۶۱ء سے اس کالج میں بطور لیکچرار عربی وغیرہ تقریباً ایک سال کام کیا۔

رہائش:

اس کے بعد خیسا بلڈنگ کے مکان سے منتقل ہو کر دارالعلوم کے مکان میں رہائش کے لئے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی ؒ نے بلا لیا۔ اور ان کے مکان کے متصل جس مکان میں استاذی حضرت مولانا محبوب الٰہی صاحب ؒ کی رہائش تھی اس میں رہائش ہوئی۔ پھر ۶۶ء میں پہلے حج کے بعد مہتمم صاحب کے حکم سے یہ مکان خالی کرنا پڑا۔ اور کچھ دن اس کے متصل کچے مکان میں رہنے کے بعد پھر شہر میں رہائش رہی۔ ڈاکٹر عبدالجبار صاحب مرحوم نے اپنے مکان کے ایک طرف ایک کمرہ رہائش کے لئے دیا۔ (اللھم اغفرلہ) پھر حاجی پاڑہ میں عبدالکریم صاحب کا مکان کرایہ پر لیا۔ پھر اس کے سامنے ایک نیم پختہ سا مکان کرایہ پر ملا۔ پھر ایک اور اچھا مکان وکیل صاحب کا کرایہ پر مل گیا۔ ٹنڈو اللہ یار میں سب سے اخیر میں اس مکان میں رہائش رہی۔ پھر نومبر ۱۹۶۹ء میں کراچی منتقل ہونے پر ڈیفنس سوسائٹی کی جامع مسجد، مسجد طوبیٰ کے امام، خطیب اور منتظم ہونے کی حیثیت سے مسجد کے احاطہ میں بہت عمدہ اور وسیع مکان ملا۔ پھر وہاں سے سکونت ترک ہونے پر پاکستان (کراچی) میں اخیر تک پاک کالونی کے مکان میں رہائش رہی۔

مسجد طوبیٰ۔ ڈیفنس سوسائٹی کی جامع مسجد میں امام، خطیب اور منتظم :

اس پوری مسجد کی چھت ایک بڑا گنبد ہے۔ جس کے نیچے تقریباً ۴۔۵ ہزار آدمی بیک وقت نماز پڑھ سکتے ہیں۔ نومبر ۶۹ء تا فروری ۷۰ء وہاں ملازمت کی۔

مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن:

اسی دوران حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن (حال جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن) میں انگریزی و حساب کی تعلیم کے لئے بلوایا۔ ان کی طرف سے استاذی حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ؒ اور ایک اور عالم غالباً حضرت مولانا عبدالسنان صاحب دہلوی ؒ (شاعر نعت نبی ﷺ) نے خود تشریف لا کر احقر کو شرف ملاقات بخشا۔ چنانچہ دو سال اس مدرسہ میں کام کیا۔ دوسرے سال ایک سبق ترجمہ قرآن مجید کا بھی مل گیا تھا۔ وہ اس وقت درجہ تخصص فقہ میں تھے یا فارغ ہو چکے تھے۔ دو سال کے بعد یہ شعبہ تعلیم حساب و انگریزی کا ختم کر دیا گیا۔ اور احقر وہاں سے فارغ ہو گیا۔ اور کچھ عرصہ فارغ رہا۔

دارالتصنیف لمیٹڈ کراچی اور پندرہ روزہ ''یقین'' انٹرنیشنل :

یہاں زیادہ تر دو کام کئے۔ قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ۔ یہ کام بہت تحقیق سے شروع ہوا۔ لیکن پھر بند ہو گیا۔ اور انگریزی پندرہ روزہ ''یقین'' کی ایڈیٹری کا کام کیا۔ پریس کے مینیجر اظہار احمد صاحب تھے۔ اور صدیقی صاحب بھی ترجمہ قرآن مجید کے کام میں شریک تھے۔ مولوی طفیل صاحب مرحوم اس ادارہ کے سربراہ تھے۔ ادارہ کا پریس شاہراہ لیاقت پر سیکرٹریٹ کے قریب تھا۔ اور ہیڈ آفس مجاہد آباد (شیر شاہ سے آگے گڈانی کے راستہ میں بلوچستان جانے والی شاہراہ پر) تھا۔

۷۳-۱۹۷۲ء سے واپس آنے پر ایک ماہ کا نوٹس مل کر یہ ملازمت ختم ہوگئی۔ پھر کچھ عرصہ فارغ رہا (۱۵ دسمبر ۷۱ تا ۳۱ مئی ۱۹۷۳ء)

پاکستان سے حج:

پہلا حج ۱۳۸۵ھ (۳۰/ اپریل ۱۹۶۶ء) کو کیا۔ اوصاف بھائی کے ذریعہ حاجیوں کے ویلفیئر آفیسر کی حیثیت سے ''سفینہ عرب'' پر ملازمت ملی۔ جو کراچی سے چاٹگام گیا۔ وہاں مشرقی پاکستان کے حاجیوں کو لے کر جہاز کولمبو کا، جہاں سے حاجی لئے، عدن بھی ٹھہرا۔ واپسی میں بھی چاٹگام جا کر کراچی واپسی ہوئی۔ چاٹگام کے علاوہ پہاڑی علاقہ رانگامتی بھی دیکھا۔ اور کولمبو اور عدن بھی دیکھا۔ اس سفر میں چھوٹی ہمشیرہ روشن آپا لندن سے جدہ آگئی تھیں۔ وہاں سے حج اور دوبارہ زیارت مدینہ منورہ میں ان کا ساتھ رہا۔ دوسرا حج ۱۳۸۸ھ (۱۹۶۹ء) میں کیا۔ دونوں بڑی ہمشیرگان ساتھ تھیں۔ چھوٹی ہمشیرہ اس حج میں بھی مکہ مکرمہ ملیں جو پہلے پہنچ چکی تھیں۔ تیسرا حج ۱۳۹۱ھ (۱۹۷۲ء) میں کیا۔ مدینہ منورہ میں حج سے قبل جناب حاجی ڈاکٹر عبدالمجید صاحب سے ملاقات ہوگئی تھی، جن کے ساتھ کئی رفقاء سفر تھے۔ جن میں جناب سید غلام اویس صاحب مدظلہ، حاجی فضل الرحمٰن خان صاحب مرحوم اور حاجی مظہر قیوم صاحب مرحوم بھی تھے۔ حج کے بعد سعودی عرب میں ملازمت کی سعی کی اور مکہ مکرمہ سے جدہ کے تقریباً دس چکر لگائے۔

حضرت حاجی انوار الٰہی صاحبؒ سے تعلق:

بعض لوگ اس دنیا سے چلے جاتے ہیں لیکن اپنی خوشگوار یادیں ہمیشہ کے لئے چھوڑ جاتے ہیں۔ ان ہی لوگوں میں سے ایک ہمارے عزیز حضرت حاجی انوار الٰہی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ جن سے پہلے کبھی کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن احقر کے شیخ و مربی حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہٗ کے تعلق کی نسبت سے حضرت حاجی صاحب سے تعلقات اُستوار ہوگئے۔ حضرت حاجی انوار الٰہی صاحبؒ کو حضرت والاؒ سے بے پناہ عشق و محبت اور عقیدت تھی۔ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضرت والاؒ سے میرا والہانہ تعلق اس حد تک تھا کہ جب حضرتؒ کھانستے بھی تھے تو مجھ پر ایک عجیب وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی تھی کہ حضرت والاؒ کا دیدار کرتا رہوں اور حضرتؒ کو میری آمد کا علم بھی نہ ہو۔ حضرت والاؒ سے حاجی صاحبؒ کی محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ جب بھی کوئی کاروبار شروع کرتے تو اس میں ''خیر'' کا نام ضرور لاتے تھے۔ احقر نے جب ان کے کاروبار کے لئے ''خیر التجارت'' کا نام تجویز کیا تو انہوں نے بہت پسند فرمایا۔ اسی طرح اپنی ایک دوسری کمپنی کا نام ''خیر انٹرپرائزز'' رکھا۔

احقر کو کئی مرتبہ حضرت حاجی انوار الٰہی صاحبؒ کے ساتھ خیر المدارس کی جامع مسجد میں اعتکاف کرنے کا موقع ملا۔ وہ بھی خصوصاً رمضان کا زیادہ تر وقت خیر المدارس میں حضرت والاؒ کی خدمت میں گزارتے تھے اور اعتکاف فرماتے تھے۔ وہ اکثر معتکف حضرات کی دعوت کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ ان کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی تھی کہ معتکف حضرات کی زیادہ سے زیادہ ضیافت کا خاص اہتمام کیا جائے۔ احقر کا حاجی انوار الٰہی صاحبؒ سے پہلا رابطہ حضرت والاؒ کے توسط سے

جامعہ خیر المدارس میں ہی ہوا۔

شادی عزیزہ حافظہ رشیدہ سلمہا:

حضرت حاجی انوار الٰہی صاحبؒ نے مجھ سے اس بات کی خواہش کا اظہار کیا کہ کیوں نہ ہمارا دینی محبت کا تعلق رشتہ داری میں تبدیل کر دیا جائے۔ چنانچہ کافی عرصہ تک بات چیت چلتی رہی۔ آخر احقر کی اکلوتی بیٹی عزیزہ حافظہ رشیدہ سلمہا کا نکاح حاجی صاحب مرحوم کے صاحبزادے عزیز حاجی ذیشان الٰہی سلمہٗ سے ہو گیا۔ اس طرح حضرت حاجی صاحبؒ سے محبت کا رشتہ مزید بڑھا۔

نوٹ: حاجی انوار الٰہی صاحبؒ 26 ستمبر 1998ء کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ حاجی صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ اُن کی وفات سے گیارہ دن قبل 15 ستمبر 1998ء کو رحلت فرما گئیں۔ **اللھم اغفرلھم مغفرۃ ظاھرۃ وباطنۃ وادخلھم مدخل صدق وجنۃ**۔ چونکہ میری نرینہ اولاد نہیں ہے۔ اس لئے میری نسل میری بیٹی حافظہ رشیدہ بیگم سلمہا سے چلی ہے۔ اس وقت الحمدللہ میرے چار نواسے (محمد سلمان، محمد حسان، محمد صادق، محمد رضوان) اور دو نواسیاں حمیرا خاتون اور سمیرا خاتون ہیں۔ حمیرا خاتون کی شادی ڈاکٹر محمد طارق سے 23 جون 2000ء بروز جمعۃ المبارک کو ہوئی۔ وہ اس وقت یو۔کے (U.K) میں مقیم ہے۔

انجمن اشاعت قرآن عظیم :

یکم ستمبر ۱۹۷۳ء سے بطور مترجم ملازمت مل گئی۔ کوریا کے نو مسلم طلباء کو تعلیم کا کام بھی تھا۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۷۴ء تک یہاں کام کیا، پھر سعودی عرب جانے کے لئے سعی کرنے میں دلچسپی بڑھ گئی۔ اور یہاں کی ملازمت سے فارغ ہو گیا۔

سفارت خانہ پاکستان جدہ :

یہاں ملازمت کے لئے روشن آپا نے کوشش کی۔ چنانچہ بطور مترجم ملازمت کیلئے درخواست بھیجی۔ جس کے جواب میں ملازمت کی پیشکش اس شرط پر ہوئی کہ مراسلہ کی تاریخ سے تیس یوم کے اندر حاضر ہونا ہوگا، ورنہ یہ پیشکش کالعدم ہوگی۔

سعودی عرب کا ویزا :

چانچہ وزارت خارجہ پاکستان (کراچی) سے سعودی قونصلیٹ کے نام مراسلہ لے جا کر ویزا کے لئے سعی کی۔ روشن آپا نے بہت بھاگ دوڑ کی۔ بہت طویل کاروائی کے بعد بالآخر ویزا مل گیا۔

جدہ:

بالآخر آخری تاریخ ۲۴ اگست ۱۹۷۵ء کی صبح تک جدہ پہنچ گیا۔ ریٹائرڈ ایڈمرل لودھی صاحب کے گھر روشن آپا کے حوالہ سے ٹھہرا، اور دو تین روز میں فندق الوفار (جو پہلے ہوٹل تھا اس) کے ایک حصہ میں شرکت میں مکان کرایہ پر مل گیا۔ ۲۴ اگست ہی کو سفارتخانہ گیا لیکن اس روز آرام کرنے کو کہا گیا، اس لئے دوسرے روز ۲۵ اگست سے شعبہ عربی ترجمہ میں کام کرنا شروع کر دیا۔

رہائش:

تقریباً تین ماہ بعد اہلیہ کے پاکستان سے آنے پر فندق الوفار کے مکان سے منتقل ہو کر کیلو ۶ طریق مکہ کے ایک نیم پختہ مکان میں رہنا شروع کیا۔ تقریباً دو سال کے بعد کیلو ۶ ہی پر دوسرا مکان مل گیا۔

عزیزہ حافظہ رشیدہ و عزیزہ ذیشان سلمہما اور ہمشیرگان کے ساتھ حج:

۱۹۷۶ء میں تینوں ہمشیرگان اور رشیدہ و ذیشان مع دو گود کے بچوں کے حج کو آئے۔ اور عزیز سلمان سلمہ جو گود میں تھا۔ اس وقت سے حاجی کہلانے لگا۔ کیونکہ گود کے بچے کو احرام میں دیکھ کر بعض حاجیوں کے بچوں نے اس کو حاجی حاجی کہنا شروع کر دیا تھا۔

دو ماہ کی رخصت میں سفر پاکستان، نکاح اور اہلیہ ثانیہ:

اواخر ۷۷ء میں سفارت خانہ سے دو ماہ کی رخصت لی۔ اور کراچی سے ملتان جا کر لاہور اور سرگودھا کا سفر بھی کیا۔ ملتان واپسی پر حضرت مفتی عبداللہ صاحب کے برادر خورد مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی بیوہ، محترمی شیخ احسان الٰہی صاحب مرحوم کی چھوٹی بیٹی سے صفر ۱۳۹۸ھ (جنوری ۱۹۷۸ء) کو نکاح ہوا۔ خطبہ نکاح حضرت مفتی عبداللہ صاحبؒ نے پڑھا۔ اور ایجاب و قبول غالباً حضرت ڈاکٹر حاجی عبدالمجید صاحبؒ نے کرایا تھا۔

ختم ملازمت سفارت خانہ:

نئے سفیر شہاب الثاقب صاحب نے مصر سے اپنے سابق مترجم کو بلالیا، اور احقر کی ملازمت اواخر فروری ۱۹۸۰ء سے ختم ہوگئی۔

تحلیۃ المیاہ میں ملازمت:

تحلیۃ المیاہ ایک سرکاری کارپوریشن ہے۔ جس کے ذمہ سعودی عرب کے مشرقی و مغربی ساحلوں پر پلانٹ لگا کر سمندر کے پانی کو پینے کے قابل بنانا ہے۔ جدہ میں جو اس کے محطات (پلانٹس) ہیں، ان کے مدیر عام شیخ عبدالعزیز نصیف کو بطور مترجم ملازمت کے لئے درخواست دی۔ مکرمی حافظ سلیمان لالہ صاحب ساتھ لے گئے تھے اور مدیر عام سے ملوایا تھا۔ محمد بغدادی صاحب جو اس وقت مدیر تشغیل تھے انہوں نے عربی ترجمہ کا امتحان لیا اور پاس کر دیا۔ غرضیکہ تقرر ہونا طے ہوگیا، لیکن سفارت خانہ کے اقامہ پر نقل کفالہ نہ ہوسکی۔ اور پاکستان جا کر تحلیہ کا ویزا لانا پڑا۔ اسلام آباد سے ویزا مل گیا، اور ۱۰ جمادی الثانیہ ۱۴۰۰ھ (۲۵ اپریل ۱۹۸۰ء) سے تحلیہ کی سرکاری سعودی ملازمت شروع ہوگئی۔

ریاض کو تبادلہ:

اپریل ۸۰ء تا ۸۵ء جدہ میں کام کیا۔ پھر ہیڈ آفس ریاض کا تبادلہ ہوگیا۔

نوٹس: ترجمہ کا کام کم ہونے اور مشتریات کا کام بڑھنے کی وجہ سے مشتریات کا کام بھی کرنے لگا، بلکہ مدیر التموین (سپلائی منیجر) اسامہ باصبرین نے اپنے محکمہ میں داخلی طور پر رئیس مشتریات خارجیہ بھی بنا دیا۔ لیکن رفتہ رفتہ ملازمین کو نوٹس ملتے

رہے۔ آدمی کم ہوتے اور کام بڑھتا گیا۔ مجھے بھی ساٹھ سال کی عمر ہونے پر نوٹس مل گیا۔

حافظ طیب صاحب کا مشورہ اور نوٹس کی منسوخی :

مولانا سید آفتاب احمد صاحب مدظلہ (ابن حضرت مولانا سید بدر عالم صاحبؒ) کے داماد حافظ طیب صاحب نے مشورہ دیا کہ ریاض جا کر ڈپٹی گورنر حسین صاحب سے ملوں۔ چنانچہ ریاض گیا۔ سید خالد عمر صاحب نے ان سے ملوایا۔ گفتگو ہوئی۔ ڈپٹی گورنر صاحب نے نوٹس منسوخ کر دیا۔ لیکن ریاض کا تبادلہ حتمی فیصلہ تھا۔ چنانچہ مرکز رئیسی ریاض میں تبادلہ کے بعد تین سال تحلية المياه میں ملازمت کی۔ آخر کار کافی کوششوں کے بعد حکومت کی ملازمت سے پرائیویٹ ملازمت کے لئے تحلية المياه سے عزیزم فضیلة الشیخ مولوی عبدالوحید صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مالک مطابع الرشید مدینہ منورہ کے نام نقل کفالہ ہوگئی۔

رہائش مدینہ منورہ :

۲۳ شعبان ۱۴۰۸ھ سے ۱۴ صفر ۱۴۱۱ھ تک رہائش محترم عبدالرحمٰن عباسی صاحب مرحوم (ابن حضرت مولانا عبدالغفور صاحب عباسیؒ) کے ورثہ کی عمارت (واقع میدان الاجابة، نزد مسجد اجابة) میں دور ارضی (نچلی منزل) پر رہی۔ اس کے بعد وسط صفر ۱۴۱۱ھ سے موجودہ مکان میں آگئے، جو شارع مطار محطة البرج کے پاس مسجد زغیبی سے قریب عمارت کی دوسری منزل پر ایک شقة (فلیٹ) ہے۔ ابھی تک اسی میں قیام ہے اور آخر سال (۱۴۱۷ھ) تک کرایہ دیا جا چکا ہے۔

مدینہ منورہ آنے کے کچھ مدت بعد مطابع الرشید میں بطور مترجم کام کرنا بھی شروع کر دیا، والحمد لله۔

عزیزہ حافظہ رشیدہ بیگم سلمہا اور عزیز حاجی ذیشان الٰہی سلمہ کا حج اور عمرہ وزیارت مع اولاد :

۱۹۷۶ء میں تاشیرہ زیارہ پر عزیزہ حافظہ رشیدہ و ذیشان مع دو بچوں عزیزہ حمیرا سلمہا اور حاجی سلمان سلمہ کے آئے۔ اور دونوں بڑی ہمشیرگان اور لندن سے چھوٹی ہمشیرہ بھی آئی تھیں۔ ان سب کے ساتھ احقر نے حج کیا۔ اس وقت میں جدہ میں تھا اور پاکستان سفارت خانہ میں ملازم تھا۔ اور مدینہ منورہ آنے کے بعد ۱۴۰۹ھ میں عزیزہ رشیدہ و عزیز ذیشان سلمہما مع چاروں بیٹوں اور دونوں بچیوں کے عمرہ وزیارت کے لئے آئے۔ اور ۱۴۱۱ھ میں محترم حاجی انوار الٰہی صاحب مدظلہ العالی مع اپنی بعض اولاد اور اولاد کی اولاد کے حج کے لئے تشریف لائے۔ ان کے ساتھ حاجی ذیشان الٰہی اور ان کے دو بچے عزیزان حمیرا و حاجی وسلمان سلمہما اللہ بھی تھے۔

سلوک وتصوف:

امام السلوک شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کے نصائح کا پہلا جملہ یہ ہے "اول مسائل ضروری وعقائد اہل سنت والجماعت حاصل کرے[1]" اسی طرح حیٰوة المسلمین میں بھی روح اول اسلام وایمان کے بیان میں ہے۔ اس کے بعد روح دوم تحصیل وتعلیم دین کے بارے میں ہے۔ معلوم ہوا کہ دینی ضروریات میں سب سے اول کام تصحیح

---

[1] نماز حنفی

عقائد اور بقدر ضرورت طلب علم دین ہے۔

احقر کو اس کا کچھ تھوڑا سا حصہ اسکول کے زمانہ میں تعلیم الاسلام کے چاروں حصے پڑھنے سے حاصل ہو گیا تھا۔ بعد میں بہشتی زیور حصہ اول سے بقدر ضرورت عقائد معلوم ہوئے۔ حضرت تھانویؒ کے مواعظ سے بھی بہت کچھ اصلاح خیال وتصحیح عقائد کا حصہ حاصل ہوا۔ پاکستان آنے کے بعد کراچی میں مارٹن روڈ کوارٹرز میں حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد عثمانی" کا سیرت نبویؐ پر ایک وعظ سنا۔ اس سے فائدہ ہوا۔ حضرت مولانا سید مرتضی حسن صاحب چاند پوریؒ سے سوالات پوچھا کرتا تھا۔ بریلیوں کے بعض رسائل دیکھنے سے جو الجھنیں پیدا ہو گئی تھیں ان کا تشفی بخش علاج اور شرح صدر ان کے جوابات سے ہو جاتا تھا۔

حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا مفتی صابر علی صاحبؒ سے جو سوالات کرتا تھا، ان سے تشفی ہوتی اور عقائد بھی درست ہوتے تھے۔ حضرت والاؒ نے حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ کی کتب علم الکلام اور عقائد الاسلام کے مطالعہ کی ہدایت فرمائی ان میں عقائد کا بیان مع الدلائل خوب بسط کے ساتھ ہے۔

جب علی گڑھ یونیورسٹی میں پڑھتا تھا تو تصوف کا لفظ نظر سے گزر چکا تھا یا کان میں پڑ چکا تھا۔ بہر حال اس کو سمجھنے کی جستجو ہوئی۔ اس موضوع پر لائبریری سے کوئی کتاب لے کر بھی پڑھ ڈالی۔ نہ کتاب کا نام یاد رہا نہ اس کی کوئی بات یاد رہی۔ کچھ اس کا خلاصہ حاصل سمجھ میں بھی نہ آیا تھا۔ اسی زمانہ میں حضرت امام غزالیؒ کی کتاب سراج السالکین کے اردو ترجمہ کا مطالعہ کیا، اور مزاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین کی دو جلدیں بھی پڑھیں۔ فی الجملہ ان سے دین کی طلب پیدا ہونا تو ضروری امر ہے، مگر تصوف کی حقیقت کے بارے میں بآسانی اور واضح طور پر حضرت تھانویؒ کے مواعظ وملفوظات اور بعض رسائل مثل قصد السبیل اور تعلیم الدین وغیرہ ہی سے پتہ چلا۔ اور تربیت السالک تو عملی اصلاح کے عجیب تشخیص امراض باطن و ان کے علاج کے نسخوں کے خزانوں سے بھر پور کتاب ہے۔

حضرت والاؒ سے اصلاحی مکاتیب ۱۳۷۱ھ میں شروع ہوئی۔ جیسا کہ بجواب عریضہ احقر حضرت والاؒ کے والا نامہ کی تاریخ ۴/۳/۷۱ھ سے معلوم ہوا۔ اور پہلے اور آخری عریضہ اور ان کے جواب میں ہدایت ناموں کا تذکرہ باب ۱۵ (ارشاد وافاضہ باطنی) میں آچکا ہے، پہلی اور آخری بار حضرت والاؒ کی زیارت کراچی میں ہوئی اور اس کا ذکر باب ۱۲ (اسفار) اور باب ۱۵ (ارشاد وافاضہ باطنی) میں گذر چکا ہے۔ اور پہلی بار ملتان حاضری کا ذکر بھی باب ۱۵ ہی میں آیا ہے۔ یہ حاضری سندھ مدرسہ اسکول میں ملازمت کے دوران تعطیلات موسم سرما (ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ، دسمبر ۱۹۵۲ء) میں ہوئی۔ سندھ مدرسہ اور اردو کالج کی ملازمت کے دوران تعطیلات میں ملتان حاضری ہوتی رہی۔ پھر دار العلوم ٹنڈو اللہ یار آنے پر رمضان شریف میں حاضری ہوتی رہی۔ سوائے ایک رمضان شریف کے جبکہ حضرت والاؒ خود حیدر آباد وغیرہ تشریف لائے تھے۔ ٹنڈو اللہ یار کے سکونت کے دوران تقریباً دس سال ملتان حاضری ہوئی۔ اور ۶ شوال ۱۳۸۳ھ کو (جنوری ۱۹۶۴ء) (جبکہ خیر المدارس کی جامع مسجد کی محراب کی جانب والے مکان میں اہلیہ اولی اور بچی کے ساتھ قیام تھا) حضرت والاؒ نے احقر کو اجازت بیعت وتلقین سے نواز دیا۔

رمضان المبارک میں قیام خیرالمدارس کے دوران استاذی المحترم حضرت مولانا محمد شریف صاحب جالندھریؒ احقر سے مدرسہ کے امتحانات کے نتائج رجسٹر میں درج کرانے کا شرف عطا فرماتے تھے۔ایک سال رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ میں حضرت والاؒ نے کتب خانہ مدرسہ کی فہرست کا نیا رجسٹر خادم سے لکھوانے کا شرف بخشا۔اس سے اگلے سال غالباً رمضان ۱۳۸۳ھ میں شرح بخاری شریف (الخیر الساری یا خیر الباری علیٰ شرح البخاری) حضرت والاؒ نے تحریر فرمانا شروع کی اور خادم کو اس کے نقل کرنے کا شرف بخشا۔ یہ شرح نو قلمی جلدوں میں نقل ہوئی۔ (اس کا تعارف باب ۱۷ ''تصنیف وتالیف'' میں گزر چکا ہے)

اس کی نقل کے دوران دو باتیں پیش آئیں۔ایک ان ایام میں سے بعض میں مسرت کی ایسی کیفیت محسوس ہوئی جس کی مثل زندگی میں یاد نہیں۔ (گو پہلی بار مواجہ شریف کی حاضری اور مدینہ منورہ میں قیام کے لئے داخلہ کا وقت بھی زندگی میں بے مثل اوقات اور حاصل زندگی تھے) دوسرے اس مبارک تالیف کو نقل کرنے کے دوران قریب کی نظر قدرے کمزور ہو گئی (دور کی نظر کیلئے تو عینک پہلے سے استعمال میں تھی ہی) لیکن اس سے بجائے افسوس کے بہت مسرت ہوئی کہ الحمد للہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ ان آنکھوں کو حدیث رسول پاک ﷺ کی شرح نقل کرنے میں استعمال کرنا نصیب ہوا۔ زہے قسمت۔ والحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ ملء السمٰوات والارض۔

لقائے بزرگاں:

جن بزرگان کی زیارت ہوئی، بغیر کسی خاص ترتیب کے ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ان کے علاوہ بھی بزرگوں کی زیارت ہوئی ہوگی، جن سے زیادہ اعتقاد ہوا اور یاد آئے ان کے اسمائے گرامی لکھ دیئے ہیں۔آ ا)

(۱) حضرت مولانا محمد مبین صاحب تلمیذ شیخ العالم حضرت مولانا محمود الحسن صاحب (شیخ الہند) قدس سرہ

(۲) حضرت مولانا سید مرتضیٰ صاحب چاند پوریؒ

(۳) حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ

(۴) حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

(۵) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

(۶) حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

(۷) حضرت مولانا محمد صادق صاحبؒ (مدرسہ کھڈہ کراچی)

(۸) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ

(۹) حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ

(۱۰) حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ

(۱۱) حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانویؒ

(۱۲) حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوریؒ

(۱۳) حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوریؒ

(۱۴) حضرت مولانا مفتی اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلویؒ

(۱۵) سیدی ومولائی ومرشدی حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری نوراللہ مرقدہ (صاحب سوانح ہذا)

(۱۶) سیدی ومولائی ومرشدی حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب شروانی نوراللہ مرقدہ

(۱۷) حضرت العلامہ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ (۱۸) حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ (شیخ الحدیث)
(۱۹) حضرت حافظ ریاض الحق صاحب کلیانویؒ (۲۰) حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ
(۲۱) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ (امیر جماعت تبلیغ نظام الدین دہلی)
(۲۲) حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ (۲۳) حضرت سائیں طور شاہ صاحب جالندھریؒ
(۲۴) حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحبؒ (استاذ محترم حضرت والاؒ)
(۲۵) حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ صاحبؒ (۲۶) حضرت مولانا فقیر محمد صاحبؒ
(۲۷) حضرت حاجی ماسٹر محمد شریف صاحبؒ
(۲۸) حضرت مولانا حبیب اللہ صاحبؒ
(سولجر بازار کراچی میں جناب بٹ صاحب کے مکان پر حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ کی مجلس میں ایک بار زیارت ہونا یاد ہے)
(۲۹) حضرت مولانا سید ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم (۳۰) حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب دامت فیوضہم
(۳۱) حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ (۳۲) حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانیؒ
(۳۳) حضرت مولانا جلیل احمد صاحب شیروانی علی گڑھیؒ (۳۴) حضرت حاجی عثمان خان صاحبؒ (الابقاء والے)
(۳۵) حضرت مولانا محمود الغنی صاحبؒ سہارنپوری (حیدرآباد دکن)
(۳۶) حضرت مولانا عبدالباری صاحب ندویؒ
(ایک بار دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار میں حضرت العلامہ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ کے ساتھ زیارت ہونا یاد ہے)
(۳۷) حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتیؒ (۳۸) حضرت مولانا مفتی صابر علی صاحب امروہویؒ
(۳۹) حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحبؒ (میاں چنوں) (۴۰) حضرت نجم احسن صاحبؒ
(۴۱) حضرت حافظ عرفان احمد صاحب سہارنپوریؒ (۴۲) حضرت شیخ محمد حسن صاحبؒ (انوار بک ڈپو)
(۴۳) حضرت حاجی ظفر احمد صاحب تھانویؒ (انجینئر) (۴۴) حضرت قریشی شفیع محمد صاحبؒ (پروفیسر عربی)
(۴۵) حضرت مولانا دین محمد صاحبؒ (مولف شریعت وطریقت، حیدرآباد سندھ میں حضرت والاؒ کی خدمت میں ان کی زیارت ہونا یاد پڑتا ہے)
(۴۶) حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحبؒ (ملتانی) (خیر المدارس وقاسم العلوم وغیرہ کئی مدارس سے تعلق رہا، ملتان میں وفات ہوئی)
(۴۷) حضرت مولانا عبدالغفور صاحب عباسی ہزاروی ثم مدنیؒ (۴۸) حضرت پیر عبدالمالک صاحبؒ
(۴۹) حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ (۵۰) حضرت ڈاکٹر عبدالمجید صاحبؒ (ریواڑی والے)
(۵۱) استاذی حضرت مولانا سید محبوب الٰہی صاحبؒ (۵۲) استاذی حضرت مولانا محمد وجیہ صاحب مدظلہ العالی
(۵۳) حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ
(۵۴) حضرت مولانا اطہر علی صاحبؒ (ضلع میمن سنگھ سابق مشرقی پاکستان) (۵۵) حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانویؒ

حضرت والاؒ کے طرز تربیت کی ایک خصوصیت

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رائے پوریؒ کے والا نامہ سے اقتباس:

جیسا کہ باب ۱۵ارشادو افاضہ باطنی میں گذرا،حضرت والا کے طرز تربیت کی ایک خصوصیت ظاہری استغناءاور زیر تربیت طالب پر اپنے خاص دلی تعلق کا اظہار نہ ہونے دینا تھا،تاکہ ناز کا وقت نہ آنے پائے۔مثلاً احقر مولف اپنے کو حضرت والاؒ کے ادنیٰ غلاموں میں ہی شمار کرتا تھا۔لیکن یہ معلوم کر کے حیرت ہوتی تھی کہ بعض حضرات احقر کو اپنے حسن ظن کی بناء پر حضرت والاؒ کے خاص لوگوں میں ہی شمار کرتے تھے۔مثال کے طور پر حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رائے پوریؒ (حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحبؒ کے فرزند اور حضرت والاؒ کے خاص تلمیذ رشید) نے احقر کے ایک عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا:''جناب والا کو میں اچھی طرح جانتا پہچانتا ہوں۔آپ حضرت مولانا قدس سرہ کے خاص لوگوں میں سے ہیں۔ماشاءاللہ بہت خوشی ہوئی کہ آپ حضرت قدس سرہ کے سوانح مرتب فرمارہے ہیں۔ فجزاك الله احسن الجزاء۔

بعض خواب:

خاص مبشرات کے علاوہ ہمارے بزرگوں کے نزدیک خواب کی کوئی خاص اہمیت نہیں۔تاہم احقر مؤلف کو خواب میں حضرت والاؒ کی کبھی کبھی زیارت ہوتی رہی ہے۔اور دو تین خواب ذکر کرنے کو جی چاہتا ہے۔دو خواب تو حضرت والاؒ کے وصال کے بعد قریب ہی زمانہ میں دیکھے۔

(۱) (شروع رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ) عصر سے پہلے ذرا آنکھ لگ گئی۔خواب میں حضرت والاؒ کی زیارت ہوئی۔دیکھا کہ میں حاضر ہوا اور ایک شخص اور حاضر ہوا۔اس نے کچھ درخواست کی یا پرچہ دیا۔حضرت والاؒ نے اوپر کو نظر فرمائی اور کچھ عمل سا پڑھنا شروع کیا۔ان کلمات کے معانی سمجھ میں نہیں آئے۔معلوم ہوا کہ جنات کا عمل پڑھ رہے ہیں۔اور حضرت والاؒ کا چہرہ مبارک صحت سے بھرپور اور سرخ اور بہت جلال والا نظر آیا۔اور پھر ایسا روشن ہوا کہ یاد پڑتا ہے نظر جمانا مشکل محسوس ہوتا تھا۔

(۲) (محرم ۱۳۹۱ھ) صبح کے وقت جاگنے کے بعد دوبارہ آنکھ لگ گئی تو حضرت والاؒ کی زیارت ہوئی۔دیکھا کہ ایک طالب علم کو کوئی کتاب پڑھا رہے ہیں۔وہ فارغ ہوا تو خادم قریب آنے کے لئے اٹھا۔دیکھا کہ دوسرے طالب علم نے شروع کر دیا تو میں بیٹھ گیا۔حضرت والاؒ نے ہاتھ کے اشارہ سے بلایا۔احقر حاضر ہو کر بیٹھ گیا۔پھر مصافحہ کے لئے ہاتھ اٹھائے۔حضرت والاؒ نے مصافحہ تو نہیں فرمایا،بلکہ یہ فرمایا کہ لاؤ دو کیا دیتے ہو۔تم تو دیا کرتے ہو۔خادم اس پر مسرور سا ہے اور ہنس رہا ہے۔(اس سے خادم نے سمجھا کہ ایصال ثواب کرنا چاہیئے۔احقر کو ہر نماز کے بعد سورۂ اخلاص تین بار پڑھ کر سب کو ایصال ثواب کرنے کی عادت تو ہے)۔پھر فرمایا:تم (بہت) میٹھے ہو۔تم کتنے میٹھے ہو!یہ سن کر خادم شرمندگی سے چپ رہ

گیا۔(اس سے واللہ اعلم یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان حوصلہ افزائی کے کلمات پر شرمندہ ہو کر اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرنا چاہئے)

(۳) مدینہ منورہ قیام ہی کے زمانہ میں دو چار سال قبل خواب دیکھا کہ حضرت والاؒ نے خادم کو بہت کم ہدیہ یعنی صرف پچیس روپے میں بیان القرآن کی دو جلدیں خوشنما سبز رنگ کی جلد والی عطا فرمائیں۔اس کے بعد سے احقر کے خیال میں چند سال سے قرآن مجید پہلے کی نسبت زیادہ سمجھ میں آنے لگا ہے۔اور بعض اوقات اپنے بارے میں تفسیر یا بعض آیات کریمہ سے کچھ نکات سمجھنے کی مناسبت ہونے کا گمان ہوتا ہے۔واللہ اعلم۔(لیکن احقر کو جو معنی و مفہوم بعض آیات کا سمجھ میں آتا ہے، اس کے صحیح و درست ہونے کے بارے میں اپنی رائے سے فیصلہ کرنے کا قطعاً حق نہیں سمجھتا، جب تک کہ محقق علماء کرام اس کی تصدیق و توثیق نہ فرمادیں)(شب جمعہ ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ)

مرید یا مجاز:

اب تک احقر کا کوئی مرید نہیں۔البتہ اگر کوئی اصلاحی مشورہ لینا چاہتا ہے تو مشورہ دے دیتا ہوں۔ایک بار جدہ سے مدینہ منورہ زیارت کے لئے آیا ہوا تھا، تو ایک صاحب امریکہ وغیرہ کسی بیرونی ملک سے آئے ہوئے تھے، انہوں نے کچھ سوالات کئے اور پھر بیعت ہونے کی درخواست کی۔احقر نے مشورہ دیا کہ بیعت ہونے میں جلدی نہیں چاہئے۔پہلے آپ واپس جا کر خط لکھیں۔لیکن ان کا کوئی خط نہیں آیا۔

احقر کے ایک خاص دوست اور بزرگ حضرت ڈاکٹر سید محمد عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم پہلے حضرت مولانا حافظ محمد عبدالوحید صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی مشورے وغیرہ لیتے تھے۔ان کے بعد احقر سے اس قسم کی گفتگو ہوتی تھی۔احقر نے مشورہ دیا کہ اس وقت بڑے حضرات (حضرت حکیم الامتؒ کے خلفاء) موجود ہیں، ان سے اصلاحی تعلق قائم کرنا چاہیے۔وہ اصلاحی تعلق قائم کرنے کے لئے کوئی غیبی اشارہ چاہتے تھے۔چنانچہ ایک بار جب احقر ملتان میں تھا، انہوں نے اپنا ایک خواب لکھا۔احقر نے وہ خط حضرت حاجی محمد شریف صاحبؒ کو دکھایا، کیونکہ خواب میں ان کا بھی ذکر تھا۔حاجی صاحبؒ نے خود براہ راست اس خط کا جواب تحریر فرمایا۔اس کے بعد انہوں نے حضرت حاجی صاحبؒ سے اپنا اصلاحی تعلق کر لیا۔جلد ہی انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو اجازت بیعت بھی عطا فرمادی۔ان کے بعد انہوں نے سیدی مرشدی حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خان صاحبؒ سے اصلاحی تعلق کر لیا۔ان کے وصال سے قبل ان سے بھی مجاز بیعت ہو گئے۔جب احقر سے دینی گفتگو کرتے تھے، اس وقت احقر کو کئی بار تقاضا ہوا کہ ان کو اجازت بیعت دے دی جائے۔لیکن یہ خیال ہوتا تھا کہ ان کے احسانات کی وجہ سے ان سے محبت ہو گئی ہے۔اس سے اہلیت کا تو علم نہیں ہوتا۔لیکن حضرت حاجی صاحبؒ سے اجازت ملنے پر اہلیت کا گمان قوی ہو گیا۔اس وقت میں نے ظاہر کیا کہ مجھے جو اجازت دینے کا تقاضا ہوتا تھا وہ صحیح تھا۔لیکن اب تو حضرت حاجی صاحبؒ سے اجازت کے بعد میری اجازت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔لیکن انہوں نے تواضعاً کہا کہ نہیں، آپ اجازت دیدیں۔چنانچہ یہ اجازت مفضول کی طرف سے افضل کو اجازت کے معنی میں ہے۔اور اس کی مثال حضرت تھانویؒ

نے دی ہے، کہ مرغی اپنے انڈوں کے علاوہ کبھی بطخ کے انڈے بھی سیتی ہے۔ اس میں سے بچے نکلتے ہیں، وہ پانی میں تیرنے لگتے ہیں اور مرغی کنارے کھڑے دیکھتی رہتی ہے۔ کیونکہ وہ تو تیرنا نہیں جانتی۔ بلکہ یہ مثال بھی پوری طرح منطبق نہیں، کیونکہ مرغی تو انڈے سیتی ہے۔ یہاں تو سب کام بزرگوں کا کیا ہوا ہے۔ یا بزرگوں کی دعائیں ہیں، اور خود بتوفیقہ تعالیٰ ان کا نصیب ہے کہ غیر ملتسب اخلاق محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان کی دین ہے۔ بہر حال احقر نے ان کو اجازت بیعت لکھ دی، جو خود احقر کے لئے باعث شرف ہے۔ ان کے لئے ہمارے حضرت والاؒ کا فیض برکت کا احقر زیادہ سے زیادہ واسطہ کا درجہ رکھتا ہے جیسا کہ بے جان و بے حس نلکے سے پانی پہنچتا ہے۔

(مرحمه المؤلف ختم هوا)

خاتمہ بالخیر

الحمدُ للهِ سُبْحَانَهُ وَتَعالىٰ علىٰ مَنّهِ وَ كَرَمِهِ وَ اِحْسَانِهِ خیر السوانح بالآخر مدینہ منورہ میں اختتام پذیر ہورہی ہے۔ اور علاوہ مقدمہ اور اس خاتمہ کے تیس (۲۳) ابواب پر مشتمل ہے۔ یہ عدد (۲۳) سید الموجودات ﷺ کی مدنی حیات طیبہ کے عدد سنوات سے مطابقت کے لئے تیمناً وتبرکاً اختیار کیا گیا ہے۔

اب احقر کی عمر سن ہجری اسلامی کے حساب سے ۲۷ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ کو ۷۴ سال اور سن عیسوی کے حساب سے ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو ۷۲ سال ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ باقی عمر عافیت دارین اور اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق کے ساتھ گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ خاتمہ علی الایمان اور مدینہ میں حسن خاتمہ سے نوازیں، جنت البقیع میں دفن ہونا نصیب فرمائیں، اور مغفرت ورحمت سے مالا مال فرمائیں (آمین ثم آمین)

معذرت، تمنا، درخواست ووصیت اور دعاء:

چونکہ یہ کتاب ضعیف العمری اور عوارض کی حالت میں پوری ہورہی ہے۔ اس لئے کم از کم اغلاط باقی نہ رہ جانے کی تمنا تو شاید پوری نہ ہو سکے گی، البتہ اہل حق کی دینی تالیف میں اغلاط کتابت کی کثرت اور بعض شدید اغلاط کی مضرت کے اندیشہ سے دل بہت کڑھتا ہے۔ اگر خود احقر اس کتاب کی کماحقہ تصحیح نہ کر سکا تو ناشر حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ براہ کرم ضرور اس کتاب کی تصحیح کا بہت زیادہ اہتمام فرمایا جائے، اور طباعت وغیرہ عمدہ ہونا بھی قابل مسرت امر ہے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس تمنا کو پورا فرمائیں اور اس کتاب میں جو بزرگان دین کی باتیں نقل کرنے کی توفیق عطا ہوئی ہے، اس کو مقبول ومفید بنائیں اور اپنی طرف سے جو ہرزہ سرائی کی ہے اس کو معاف فرمائیں (آمین ثم آمین)

معافی نامہ:

احقر کو اپنا سفر آخرت بھی قریب ہی نظر آتا ہے۔ اس لئے ایک گزارش اور اعلان[1] ہے۔ وہ یہ کہ جو صاحب بھی اسے پڑھیں، ان کی خدمت میں دست بستہ نہایت لجاجت سے درخواست ہے کہ میرے لئے دعاء مغفرت اور حسن خاتمہ کیلئے دعاء فرمادیں، اور اگر کسی کا مالی حق میرے ذمہ رہ گیا ہو، جسے میں بھول گیا ہوں تو براہ کرم وہ مجھے یاد دلا دیں۔ اگر مجھے یاد آ گیا تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کر دوں گا۔

رہے غیر مالی حقوق۔ مثلاً کسی کو ناحق کچھ کہہ لیا ہو، کسی کی دل شکنی کی ہو، خواہ روبرو یا پس پشت، خواہ ابتداءً ایسا کیا ہو یا انتقام میں جائز حدود سے تجاوز ہو گیا ہو، یا کسی کو ناحق بدنی ایزاء پہنچائی ہو۔ (اس قسم کے حقوق کا احتمال زیادہ ہے)۔ ان سب اہل حقوق کی خدمت میں دست بستہ نہایت لجاجت سے پھر درخواست کرتا ہوں کہ ان حقوق کا خواہ مجھ سے معاوضہ لے لیں۔ بشرطیکہ مدعی کا صدق میرے دل کو لگ جائے۔ خواہ حسبۃً للہ معاف فرمادیں۔ میں دونوں حالتوں میں ان کا شکر گزار ہوں گا کہ مجھ کو آخرت کے محاسبہ سے بری فرمایا۔ اور معافی کی صورت میں دعاء کرتا رہوں گا کہ میرے ساتھ مزید احسان فرمایا۔ حق تعالیٰ جزائے خیر دیں۔ احقر آفتاب احمد (شب یکشنبہ ۲ شوال ۱۴۱۷ھ/ ۹ فروری ۱۹۹۷ء)

تاریخ تکمیل خیرالسوانح:

الحمد لله سبحانه وتعالىٰ علىٰ منّه و كرمه و احسانه کہ بالآخر آج یوم پنجشنبہ ۶ شوال[2] ۱۴۱۷ھ (مطابق ۱۳ فروری ۱۹۹۷ء) کو ''خیرالسوانح'' مکمل ہوئی۔ اور یہ اختتامی کلمات بعد نماز فجر مسجد نبوی شریف میں لکھنے کی توفیق ہو رہی ہے۔ جیسا کہ ابتدائی کلمات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہ شریف میں لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے اور نافع بنائے، (آمین ثم آمین)۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم۔ وتُب علينا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْم۔ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ اَوَّلًا وآخراً۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَات۔ والصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم۔ رَحْمَةٍ لِّلْعَالَمِيْنَ مَحْبُوْبِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سَيِّدِنَا و مَوْلَانَا و حَبِيْبِنَا و شَفِيْعِنَا مُحَمَّد وَ آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْن۔ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا يَصِفُوْن۔ و سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن۔

---

1. احقر نے اس اعلان کی عبارت حضرت سید قمر الدین احمد صاحب دامت برکاتہم سے نقل کی ہے۔ انہوں نے یہ عبارت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے وصیت نامہ سے نقل کی تھی۔ اور انہوں نے اپنا اعلان حضرت تھانوی کے اتباع میں کیا تھا۔ کیونکہ یہ عمل قابل اتباع پایا اور اس کی عبارت مختصر ہونے کے ساتھ جامع نظر آئی۔ احقر نے بھی اس کو اختیار کیا ہے۔ (آ۔ا)

2. احقر کو حضرت والا سے اجازت بیعت ہونے کی تاریخ ۶ شوال ۱۳۸۳ھ ہے۔ اسی تاریخ کو چونتیس ۳۴ سال کے بعد ''خیر السوانح'' مکمل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ والحمد لله سبحانه وتعالى (آ۔ا)

مجازین مولانا فقیر محمد پشاوری رحمة الله علیة

فہرستِ خلفاء مجازین (حیات)

۱	ارباب محمد فرید خان صاحب	لنڈی ارباب پشاور
۲	حضرت مولانا محمد اشرف صاحب	پشاور یونیورسٹی
۳	نواب محمد عشرت علی خان صاحب قیصر	کے. ڈی. اے. اسکیم نمبرا۔ کراچی
۴	سید تنظیم الحق حلیمی صاحب	حیات آباد پشاور
۵	سید اختر حسن صاحب	پی ای سی ایچ سوسائٹی کراچی
۶	ڈاکٹر غلام محمد صاحب	سی پی بار سوسائٹی کراچی
۷	مولانا سید محمد ایوب جان بنوری صاحب	مہتمم دارالعلوم سرحد پشاور
۸	مولانا محمد حسن جان صاحب	مدینہ کالونی نزد شوگر ملز چارسدہ
۹	حافظ عبد المومن صاحب	بنوں
۱۰	مولانا عبد الصمد صاحب	بنوں
۱۱	حاجی عمل دین صاحب شنواری	
۱۲	محمد نور المعروف نوردلی	جدہ
۱۳	مولوی عبید اللہ صاحب	مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
۱۴	نصرت علی صاحب صدیقی	ناظم آباد بلاک ملا، کراچی
۱۵	صوفی محمد اسلم صاحب	مکی رباط مدینہ منورہ
۱۶	امیر اکبر صاحب (المعروف ماسٹر صاحب)	دانڈہ رحمانہ لکی مروت بنوں
۱۷	مولانا قاری سعید الرحمان صاحب	مدرسہ اسلامیہ کشمیر روڈ. راولپنڈی
۱۸	شیخ عبد الحلیم صاحب	ڈیفنس سوسائٹی کراچی
۱۹	مولانا محمود الحسن صاحب	فیصل آباد
۲۰	منظر مسعود صاحب (للعوام)	اقبال مارکیٹ ۵/ E / [redacted] ناظم آباد کراچی
۲۱	اقبال الدین خان (للعوام)	گل بہار پشاور

۲۲ ملک عبدالقیوم صاحب (حبیب العوام) ــــــــ لنڈی ارباب پشاور

۲۳ ڈاکٹر یوسف رضا صاحب ــــــــ ملکوال سرگودھا

۲۴ ڈاکٹر عبدالوحید صاحب ــــــــ ریاض سعودی عرب

۲۵ حاجی عبدالرحمٰن صاحب ــــــــ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ لنڈی ارباب پشاور

۲۶ مولانا سلیم اللہ خان صاحب ــــــــ جامعہ فاروقیہ کراچی

۲۷ مولانا محمد جمیل احمد خان صاحب ــــــــ جہانگیر روڈ کراچی

۲۸ کرنل سید محمد حسین صاحب ــــــــ سرسید روڈ. سوسائٹی کراچی

فہرست خلفاءِ مجازین مرحومین

۱ مولانا سید عبدالکریمؒ ــــــــ ترنکان دیر

۲ ڈاکٹر ضیاء اللہ خانؒ ــــــــ لاہور

۳ احمد عبداللہ میمنیؒ ــــــــ مدینہ منورہ

۴ آغا جان محمد خانؒ ــــــــ (ریلوے) کراچی

۵ ڈاکٹر شبیرؒ ــــــــ دندان ساز۔ کراچی

۶ عنایت احمد خانؒ ــــــــ ٹوبہ ٹیک سنگھ

۷ حاجی محمد بشیرؒ ــــــــ لاہور

۸ عبدالوحید خانؒ ــــــــ کراچی

۹ حکیم سید علی شاہؒ ــــــــ ڈومیلی (جہلم)

۱۰ مشتاق احمد مشتاقؒ ــــــــ محلہ بہار پشاور

۱۱ مولانا محمد اکبر مجذوبؒ ــــــــ کلابٹ ٹاؤن شپ ہری پور

۱۲ حاجی عبدالسمیعؒ ــــــــ کراچی

۱۳ مولانا سید نجم الحسنؒ ــــــــ راولپنڈی

۱۴ ڈاکٹر محمد یوسفؒ ــــــــ خالد کلینک جیکسن بازار. کراچی

۱۵ مولانا محمد احمد تھانویؒ ــــــــ اسلام آباد

۱۶ مولانا مفتی احمد الرحمانؒ ــــــــ جامعہ العلوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ خاص حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
کے

خلفاء و مجازین کی فہرست

مجازین بیعت — پاکستان

۱: جناب حاجی محمد فاروق صاحب۔	بیت الاشرف باغ حیات سکھر
۲: جناب ڈاکٹر محمد تنویر احمد خان صاحب۔	بنگلہ نمبر ۴ سی بلاک اے یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد
۳: جناب ڈاکٹر عبدالغفار شیخ صاحب۔	بیراج روڈ سکھر
۴: جناب کرنل ارشد ایاز	چوبرجی کواٹرز ملتان روڈ لاہور
۵: جناب ڈاکٹر عقیل الدین احمد صاحب۔	۸۷۔ اے ماڈل ٹاؤن لاہور
۶: جناب حبیب اللہ صاحب	ایس پی آئی ٹی سروس موڑ گجرات
۷: جناب حاجی محمد بشیر احمد صاحب۔	زمیندارہ بوٹ شاپ لیّہ
۸: جناب مولانا وکیل احمد صاحب شیروانی	۸۷۔ اے ماڈل ٹاؤن لاہور
۹: جناب خلیل احمد صاحب وکیل	۸۸۔ اے عبداللہ ٹاؤن سیکٹر ۱۱ بی نارتھ کراچی ۳۶
۱۰: جناب ڈاکٹر محمد سراج صاحب (ماہر چشم)	بنوں سرحد
۱۱: جناب اعجاز علی صاحب (للعوام)	سکھر

مجازین صحبت — پاکستان

۱: جناب اکرام الحق صاحب	راولپنڈی

مجازینِ بیعت ہندوستان

۱: جناب مولانا محمد صفی اللہ خان صاحب — مہتمم جامعہ مفتاح العلوم، جلال آباد
المعروف بھائی جان — ضلع مظفر نگر یوپی

۲: جناب مولانا عبدالرحیم صاحب مدراسی — معہد العلوم الاسلامیہ بکمنیر آندھرا پردیش

۳: جناب مولانا محمد قمر صاحب — ۱/۸، پورہ منوہر داس اکبر پور الہ آباد

۴: جناب مولانا حکیم ذکی الدین صاحب — نظامیہ دواخانہ پرنام پٹ تملناڈو

۵: جناب مولانا نور الدین صاحب — مدرسہ تعلیم الاسلام ترال کشمیر

۶: جناب اہل اللہ صاحب — قاضی اسٹریٹ پرنام پٹ تملناڈو

۷: جناب مولانا قاری عبدالرحیم صاحب میواتی — مدرس جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد،
ضلع مظفر نگر۔ یوپی

۸: جناب پروفیسر سید علی شاہ صاحب مصدر کشمیر

مجازینِ بیعت۔ جنوبی افریقہ، برطانیہ و امریکہ وغیرہ

۱: جناب مولانا اسمٰعیل صاحب کتھرادا — ویرلم نٹال

۲: جناب مولانا عبدالحق (احمد صادق) صاحب ڈیسائی : پورٹ ایلزبتھ کیپ پراونس

۳: جناب ڈاکٹر عبدالقادر منسا صاحب — لیڈی اسمتھ نٹال

۴: جناب مولانا عمر جی صاحب — دربن نٹال

۵: جناب مولانا اسمٰعیل ابراہیم صاحب کتھرادا — فراق ہیڈ۔ جنوبی افریقہ

۶: جناب ڈاکٹر اسمٰعیل منگیرا صاحب — جوہانسبرگ

۷: جناب الحاج ابراہیم صاحب تسبیح والا — ۲۲ ہیلی فیکس روڈ، ڈیوزبری برطانیہ

۸۔ جناب الحاج محمد بنا صاحب ری یونین

۹: جناب مولانا عبدالرؤف صاحب لاجپوری : لندن

۱۰: جناب مولانا احمد صادق صاحب میتر : کیلیفورنیا امریکہ

مجازینِ صحبت ، جنوبی افریقہ و برطانیہ وغیرہ

۱: جناب الحاج یوسف کھرادا صاحب : ویرلم نٹال

۲: جناب مولانا محمد ہاشم صاحب راوات برطانیہ

۳: جناب مفتی رشید میاں صاحب واٹرفال ٹرانسوال

۴: جناب مولانا محمد ہاشم بوڈا صاحب جنوبی افریقہ

۵: جناب مولوی قاسم داؤد میتر صاحب جنوبی افریقہ

۶: جناب مفتی فہیم مائیت صاحب جنوبی افریقہ

۷: جناب یوسف تولکی صاحب لی نیشیا جوہانسبرگ

تجدیدِ اجازت

یہ وہ حضرات ہیں جو پہلے دیگر اکابر کی طرف سے مجاز تھے اُن اکابر کی وفات کے بعد ان حضرات نے حضرت مسیح الامتہ رح سے بیعت وتربیت کا تعلق قائم فرمایا اور حضرت مسیح الامتہ کی طرف سے بھی مجاز ہوئے۔

۱: جناب مفتی محمد وجیہہ صاحب ، شیخ الحدیث دارالعلوم اشرف آباد ٹنڈوالہ یار
(مجاز حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح)

۲: جناب جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی صاحب، جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴
(مجاز حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رح)

۳: جناب مولانا صوفی محمد سرور صاحب، جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور
(مجاز مفتی محمد حسن صاحب رح)

۴: جناب ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب، اناج بازار سکھر
(مجاز حضرت مفتی محمد حسن صاحب رح)

۵: جناب نواب عشرت علی خان صاحب قیصر، کراچی
(مجاز حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رح)

۶: جناب ڈاکٹر محمد عبدالواحد السید، الریاض
(مجاز حضرت حاجی محمد شریف صاحب

۷: جناب ماسٹر محمد عیسیٰ خان صاحب، موضع حمید پور براستہ بھپورہ ضلع اعظم گڑھ
(مجاز حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب

۸. جناب ابوبکر احمد میمن صاحب، فرسٹ فلور کاپاڈیا مینشن آلا ڈاکٹر نایر روڈ بمبئی آلا
(مجاز حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رح)

وفات یافتگان

(وہ خلفائے کرام جو رحلت فرما گئے)

۱: جناب صوبیدار حاجی دوست محمد خان
محلہ راٹھوران مہندر گڈھ ریاست پٹیالہ

۲: جناب مولانا مفتی سعید احمد صاحب لکھنوی
شیخ الحدیث جامع مفتاح العلوم جلال آباد

۳: جناب جسٹس انوار احمد صاحب پٹنہ

۴: جناب مولانا نادر حسن صاحب سہارنپور

۵: جناب قاضی عابد علی صاحب وجدی الحسینی، بھوپال

۶: جناب سید حسین صاحب، علیگڑھ

۷: جناب عبدالرحیم صاحب بلکی، کراچی

۸: جناب قاضی عبدالحیٔ صاحب، اوکاڑہ

۹: جناب حکیم عزیز الدین صاحب، کراچی

۱۰: جناب انعام الحق صاحب، راولپنڈی

۱۱: جناب عزیز الدین صاحب منڈی بہاؤ الدین

۱۲: جناب حاجی محمد اسماعیل صاحب منڈی بہاؤ الدین

۱۳: جناب حافظ جمیل احمد صاحب چرتھاول ضلع مظفر نگر

۱۴: جناب مولانا منشی موسیٰ یعقوب صاحب، راوت و برلم نٹال